برصغیر پاک و ہند میں پہلی جامع اردو شرح ترمذی

# فیوض النبی

شرح

# جامع الترمذی

جلد اول

ابواب الطہارۃ حدیث ۱ تا ۵۳


فضیلۃ الشیخ مفتی

محمد ارشد القادری

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ رضویہ لاہور



تعلیم و تربیت پبلی کیشنز

لاہور۔ پاکستان

تحریک تعلیم وتربیت اسلامی کا اشاعتی ادارہ

تعلیم وتربیت پبلی کیشنز ۰ لاہور ۰ پاکستان

وَمَنْ كَانَ هٰذَا الْكِتَابُ يَعْنِيْ "جَامِعَ" فِيْ بَيْتِهٖ فَكَاَنَّمَا بَيْتُهٗ نَبِيٌّ يَتَكَلَّمُ

جس کسی گھر میں یہ کتاب ہوگی یعنی جامع ترمذی تو وہ ایسے ہے
جیسے اس کے گھر میں نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفتگو فرما رہے ہیں۔

برصغیر پاک وہند کی اوّلین جامع اُردو شرح ترمذی

# فیوض النبی
شرح
# جامع الترمذی

(جلد اوّل)

فضیلۃ الشیخ مفتی محمد ارشد القادری حفظہ اللہ
شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ رضویہ لاہور

تعلیم وتربیت پبلی کیشنز ○ لاہور ○ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم



| | |
|---|---|
| نام کتاب | فیض النبی شرح جامع ترمذی (جلد اوّل) |
| تالیف | فضیلۃ الشیخ مفتی محمد ارشد القادری<br>شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ رضویہ لاہور |
| پروف ریڈنگ | رجسٹرڈ پروف ریڈرز شعبہ نشرواشاعت |
| کمپوزنگ | تعلیم وتربیت کمپوزنگ سنٹر شاہدرہ لاہور |
| زیراہتمام | دارالحدیث ارشدیہ |
| سلسلہ اشاعت | 29 |
| طباعت | باراوّل |
| سن اشاعت | جنوری 2014ء/ ربیع الاوّل ۱۴۳۵ھ |
| تعداد | گیارہ سو (1100) |
| قیمت | اعلیٰ ایڈیشن:<br>عام ایڈیشن: |

Taleem-o-Tarbiyat Publications
Head Office: Razvia Islamic University Shahdra, Lahore.
Phone: +92-42-37962152, +92-346-4673573, +92-313-4673573
Email: taleem-o-tarbiyatpublications@live.com
Q_TTI@hotmail.com

تعلیم وتربیت پبلی کیشنز
ہیڈ آفس: جامعہ اسلامیہ رضویہ شاہدرہ، لاہور
فون: ۰۰۹۲-۴۲-۳۷۹۶۲۱۵۲ ۰۰۹۲-۳۴۶-۴۶۷۳۵۷۳
۰۰۹۲-۴۲-۳۷۰۴۴۷۱۱ ۰۰۹۲-۳۲۰-۴۶۷۳۵۷۳
ای میل: teleem-o-tarbiyatpublications@live.com

# کلمۃ الناشر

تعلیم وتربیت پبلی کیشنز، اسلامی کتب کی اشاعت کا مرکز بن کرابھرنے والا واحد ادارہ ہے۔ جو ہمہ وقت مختلف موضوعات پر کتب کی اشاعت میں سرگرم عمل ہے۔ ادارہ کے مختلف شعبوں کے زیرِ اہتمام مختلف کتب کی اشاعت کا سلسلہ قائم ہے۔

علوم القرآن کی نشر واشاعت کے لیے دار القرآن ارشدیہ قائم ہے، شروح حدیث اور کتبِ علوم الحدیث کی تصنیف و اشاعت کا کام دار الحدیث ارشدیہ کے تحت جاری ہے۔ ادارہ تحقیقاتِ شریعت بھی فقہی موضوعات پر کتب کے اہتمام اشاعت میں مصروف ہے۔ العطایا المحمدیہ فی الفتاوی الارشدیہ (حضرت مفتی اعظم پاکستان کا فتاویٰ جو انشاء اللہ ضخیم فتاویٰ ہو گا) کی ترتیب وتدوین پر دار الافتاء ارشدیہ میں بورڈ مصروف عمل ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''فیوض النبی شرح جامع ترمذی'' حضرت شیخ الحدیث مفتی محمد ارشد القادری دامت برکاتہم العالیہ کی تصنیف ہے۔ اس کی تحریک قبلہ مفتی محمد امین مدظلہ کے صاحبزادے محمد مسعود احسان زیدہ مجدہ نے دی۔ برِصغیر پاک وہند میں پہلی مرتبہ اس نوعیت کی کامل اور جامع شرح ترمذی ہے جو اپنے اندر کمال محتاط انداز، عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، تحقیق رواۃ، نصائح وعبر اور تحقیقی شرح کا عمدہ اسلوب سموئے ہوئے ہے۔ مزید برآں اس شرح کی تالیف کرتے وقت مصنف نے جدّت زمانہ، عصر حاضر کے جدید تقاضوں، متقدمین کے نظریات، متاخرین کی آراء اور ملّت اسلامیہ کی ضروریات کو مدنظر رکھا ہے۔ حدیث کی تشریح بڑی شرح وبسط کے ساتھ کرتے ہوئے فلاحِ اعمال، اصلاح عقائد کا فریضہ بڑی عمدگی سے سرانجام دیا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ ''فیوض النبی شرح جامع ترمذی'' میں حقیقی طور پر فیوضات محمّدیہ اور برکات مصطفویہ کے آثار نظر آتے ہیں جو اسی کا خاصہ ہے کہ مصنف نے حدیث کی شرح کرتے ہوئے حضور نبیِّ آخر الزماں محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خصائص واختیارات، مقامِ اہلبیت، صحابہ کرام کے فضائل ومناقب، محاسن ومحامد تابعین اور رواۃ حدیث کے کمالات کو بیان کرتے ہوئے محبّتِ رسول کی گل باری کی ہے اور غلامیٔ رسول کا مقتضیٰ بیان کر کے اصلاح احوال کے ساتھ وحدت امت کا درس دیا ہے۔

''فیوض النبی شرح جامع ترمذی'' کا اسلوب سادہ، شُستہ زبانِ فقہی مسائل کا احاطہ، نصائح کا بیان، رواۃ حدیث کی مکمل تفصیل، عام فہم تشریح، مختلف علوم وفنون کا بیان وضاحت لغات اور لطائف تصوف سے مزیّن ہے۔

والسلام
احمد رضا القادری
(ڈائریکٹر تعلیم وتربیت پبلی کیشنز)

6 جنوری 2014ء بمطابق ۴ ربیع الاوّل ۱۴۳۵ ہجری بروز پیر

# معیارِ التجاء

میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالیہ میں جتنا شکر ادا کروں کم ہے کہ اس نے مجھے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری پیاری احادیث کی تشریح لکھنے کی توفیق عطا فرمائی بلاشبہ اولاد کو پالنے اور اس کی تربیت کرنے میں ماں باپ کا ایک خاص کردار ہوتا ہے۔ بالخصوص والدہ کی تربیت وشفقت بطورِ خاص قابلِ ذکر ہے میں سمجھتا ہوں یہ جو آج مجھ سے کچھ خدمت دین کا کام ہو رہا ہے یہ سب میری والدہ ماجدہ مرحومہ مغفورہ کی دُعاؤں کا نتیجہ ہے اس لیے میں ہر اس بزرگ بھائی بہن سے جو میری اس کتاب کو پڑھیں التجا کرتا ہوں کہ وہ میری والدہ ماجدہ کے لیے دعائے مغفرت ضرور کریں اور اپنی دُعاؤں میں اس احقر العباد کو بھی یاد رکھیں۔

(اربعین ارشدیہ، صفحہ ۳۱۴)
(جنت کا راستہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ



# اَلۡاِنۡتِسَابُ

# لِلّٰہِ وَلِرَسُوۡلِہٖ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ

محمد ارشد القادری

۱۶ ذی قعد ۱۴۳۳ھ

23 ستمبر 2012ء پیر

# معیارِ افتاء

میں نے ایک طویل عرصہ تک، اہل ایمان کی اس ضرورت کو پورا کیا جو وہ مجھ سے کوئی دینی مسئلہ دریافت کرتے رہے تو میں اس کا جواب قرآن وسنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں دیتا رہا۔ میں نے اصول وفروع دونوں پر بات کی اور انداز ہمیشہ تحقیقی رکھا اپنی بات کو زورِ آواز کے ساتھ منوانے کی بجائے زورِ دلائل سے منوانے کی کوشش کی۔ میرا یہ انداز بہت حد تک مؤثر رہا، میری کامیابی کا راز میرا علم وفن نہیں بلکہ میری کامیابی کا راز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سچی محبت اور اطاعت بنا۔

مجھے آج بھی اس بات کا اعتراف ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ میں عالم نہیں ہوں بلکہ ایک طالب علم ہوں، میری ہستی صرف اس نوعیت کی ہے کہ میں اسلام کو ہی آئین تسلیم کرتا ہوں اس کے علاوہ کسی اور دستور العمل کو آئین ہرگز نہیں مانتا اس لیے کہ قرآن نے صاف صاف فرمایا ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام

بیشک اللہ کے نزدیک اسلام ہی آئین ہے۔

میں صرف اسلام ہی کو آئین کے طور مانتا ہوں۔

(ملفوظات ارشدیہ، جلد اوّل)

# فہرستِ مضامین



## ابواب الطّہارۃ

## باب نمبر ا



## باب نمبر ۲

## باب نمبر ۳



## باب نمبر ۴

## باب نمبر ۵



## باب نمبر ۶



## باب نمبر ۷

## باب نمبر ۸



## باب نمبر ۹



## باب نمبر ۱۰

## باب نمبر ۱۱



## باب نمبر ۱۲

## باب نمبر ۱۳



## باب نمبر ۱۴

## باب نمبر ۱۵



## باب نمبر ۱۶



## باب نمبر ۱۷

## باب نمبر ۱۸



## باب نمبر ۱۹

## باب نمبر ۲۰



## باب نمبر ۲۱

## باب نمبر ۲۲



## باب نمبر ۲۳



## باب نمبر ۲۴



## باب نمبر ۲۵

## باب نمبر ۲۶



## باب نمبر ۲۷



## باب نمبر ۲۸

## باب نمبر ۲۹



## باب نمبر ۳۰



## باب نمبر ۳۱

## باب نمبر ۳۲

## باب نمبر ۳۳



## باب نمبر ۳۴

## باب نمبر ۳۵



## باب نمبر ۳۶



## باب نمبر ۳۷



## باب نمبر ۳۸

## باب نمبر ۳۹



## باب نمبر ۴۰

# معیارِ فکر

ہر دور کا اپنا تقاضا ہوتا ہے ـــــ ہر دور اپنے اندر، کچھ نئی باتیں ''جدتیں'' کچھ نئے افکار لے کر آتا ہے ـــــ اور اللہ تعالیٰ بھی، ہر دور میں اس زمانے کے تقاضوں کے مطابق، اپنے بندوں کو تعینات کرتا رہتا ہے ـــــ کہ جہاں جہاں پر شیطانیت اور اللہ کے دشمنوں کی طاقت کام کر رہی ہو ـــــ وہاں وہاں تک، وہ اللہ کے بندے اللہ کا ذکر، اللہ کا نام، اللہ کے احکام اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو پہنچاتے چلے جائیں ـــــ تاریخ کا اگر بنظر غور جائزہ لیا جائے تو ہمیں اس بات کی بے شمار شہادتیں میسر آ جائیں گی

(غلامیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اس کے تقاضے، صفحہ ۳)

# تعارف شارح ترمذی

از قلم: حضرت صاحبزادہ محمد نور المصطفیٰ رضوی*

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یوں تو وطن عزیز پاکستان کی سرزمین نے بہت سی قابل فخر شخصیات کو جنم دیا ہے لیکن ان میں سے چند ایک نے علمی اور تحقیقی حوالے سے دینی حلقوں پر اپنے گہرے اور مثبت اثرات چھوڑے ہیں۔ شارح ترمذی حضرت علامہ محمد ارشد القادری پاکستان کی جانی پہچانی علمی شخصیت ہیں۔ باصلاحیت عالم دین، ممتاز محقق، دانشور اور نامور خطیب ہیں۔ ان کی دینی مساعی جمیلہ لائق صد تحسین ہیں باوقار اور پاکیزہ کردار و عمل کے حامل روحانی پیشوا بھی ہیں، میری ان سے شناسائی دور طالب علمی سے ہے، مجھے ان کے دور طالب علمی سے لے کر اب تک قریب سے دیکھنے کے متعدد مواقع میسر آئے۔ میرا مشاہدہ ہے کہ رب کریم نے انہیں بہت سی خوبیوں سے نوازا ہے وہ دین حق کے سچے، مخلص اور دردمند داعی ہیں، عشق رسول کی لازوال دولت سے مالا مال ہیں اور ان کی زندگی کے شب و روز اسلاف کرام کے طرزِ حیات کی یاد دلاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان کے دروس قرآن و حدیث، خطبات اور انداز تعلیم و تربیت نے نوجوانوں پر اپنے گہرے اور ہمہ گیر اثرات چھوڑے ہیں۔

سچی بات تو یہ ہے کہ موصوف علم و عمل سے آراستہ وہ باکمال شخصیت ہیں جو صلہ و ستائش سے بے نیاز ہو کر تصنیف و تالیف درس و تدریس، تحریر و تقریر اور تعلیم و تربیت کے میدان میں گراں مایہ اور قابل قدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں ان کی خدمات سے نوجوان نسل کی زندگیوں پر گہرے اثرات مرتب ہو رہے ہیں ان کی علم دوستی، معارف پروری متاثر کن ہے۔

جہاں راہ حق کے مسافروں اور سالکان معرفت کے لیے، آپ کی ذات گرامی مینارۂ نور ہے، وہاں ان کی فکری تجلیات اور عمل کا فیض آنے والی نسلوں کے لئے قندیل راہ ہے۔

## پیدائش و نام و نسب

حضرت علامہ محمد ارشد القادری ۱۹۵۸ء/ ۱۳۷۷ھ/ ۲۰۱۵ بکرمی میں ضلع نارووال کی تحصیل شکر گڑھ کے معروف قصبہ کوٹ نیناں میں پیدا ہوئے والد گرامی کا نام محمد طفیل رانا ہے۔ ابو سعید کنیت ہے، بدر العلماء، افقہ العلماء

* پرنسپل دار العلوم چشتیہ رضویہ و سجادہ نشین آستانہ عالیہ خانقاہ ڈوگراں، ضلع شیخوپورہ، پنجاب پاکستان

مبارک القاب ہیں نسباً راجپوت (رانا) ہیں۔ مسلک حنفی ماتریدی ہے۔ قادری مشرب رکھتے ہیں آپ کے والد ماجد جناب محمد طفیل رانا مرحوم باوقار تاجر تھے طبیعت میں سادگی تھی بہت فیاض اور سخی تھے۔ آپ کا کوئی بھائی نہ تھا البتہ تین بہنیں تھیں ان میں سے دو کے ہاں اولاد نہ ہوئی تیسری بہن صاحب اولاد ہوئیں انہی کی صاحبزادی سے آپ کا عقد مسنونہ ہوا...... والدہ ماجدہ کا نام محترمہ سردار بیگم ہے، نہایت صالحہ اور صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں تلاوت قرآن مجید سے خاص شغف رکھتی تھیں، اورادو وظائف زندگی کا معمول تھا۔ سوم کلمہ تمجید اکثر وردزبان رہتا تھا۔ عبادت گزار، صالحہ ماں کی تربیت و پرورش نے آپ کے مزاج پر گہرے اثرات ثبت کئے۔ آپ کُل چار بھائی اور ایک ہمشیرہ ہے۔

## تعلیمی مراحل

اسلام کی ترویج واشاعت اور دین متین کی تبلیغ واشاعت کی عظیم تحریک تعلیم وتربیت اسلامی کے بانی ومرکزی امیر حضرت علامہ محمد ارشد القادری نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی قصبہ کوٹ نیناں ہی میں حاصل کی ۱۹۷۱ء میں آپ اپنے خاندان کے ہمراہ لاہور منتقل ہو گئے اور اپنے جدامجد جناب عطاء محمد رانا مرحوم کے تعمیر کردہ مکان میں خاندان کے ساتھ رہائش اختیار کی اور تاحال اس مکان میں رہائش پذیر ہیں۔ میٹرک کا امتحان لاہور کے ایک معیاری سکول سے امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ گورنمنٹ ایم۔اے۔او کالج لاہور میں داخلہ لیا اور ایف۔اے کا امتحان اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا۔

ایف۔اے کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں بی۔اے میں داخلہ لیا۔ کالج کی مباحثہ کمیٹی میں حصہ لیا اور مختلف مباحثوں میں نمایاں پوزیشن حاصل کرتے رہے بین الکلیاتی مباحثوں میں اکثر وبیشتر اوّل پوزیشن حاصل کرتے۔ انعامات اور اسناد اس پر گواہ ہیں ایک موقع پر کالج کے پرنسپل نے مین گیٹ پر پھولوں کے ہار لے کر استقبال اور ہدیہ تبریک پیش کرنے کے لئے خود تشریف لائے۔ سٹاف نے گلدستے پیش کئے اور ان کی کامیابی پر ان کے اعزاز میں استقبالیہ دیا۔ اسی دوران بہترین مقرر کے طور پر ''نشان ظفر'' بھی حاصل کیا۔

گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔اے کا امتحان اعلیٰ درجہ میں پاس کیا اور ایم۔اے اسلامیات کے لیے پنجاب یونیورسٹی لاہور میں داخل ہوئے۔ ایم۔اے اسلامیات کرنے کے بعد ایم۔اے (عربی) اور ایم۔اے (تاریخ) کے امتحانات بھی نمایاں حیثیت سے پاس کیے اسی دوران آپ نے شیخ القرآن حضرت مولانا محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ تفسیر القرآن کی تکمیل کی۔ درالعلوم حزب الاحناف لاہور سے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم خاں ہزاروی سے دورۂ حدیث پڑھا اور سند فراغت حاصل کی۔ شیخ الحدیث مفتی عبدالعلیم سیالوی سے جامعہ غوثیہ رضویہ گلبرگ لاہور سے بھی دورۂ حدیث کی تکمیل کی اور سند فراغت حاصل کی۔

شمس العلماء حضرت علامہ ابومحمد عبدالرشید قادری علیہ الرحمۃ سے دورۂ تجوید وقرأت پڑھا اور سند حاصل کی۔

آپ کے شیخ کامل نے اس موقع پر بدر العلماء بننے کی دعائیں دیں۔
تنظیم المدارس اہل سنت (پاکستان) کے تحت الشہادۃ العالمیہ کا امتحان درجہ ممتاز میں پاس کیا۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے ناظم اعلیٰ حضرت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ نے تنظیم المدارس کی سند فضیلت عطاء کرتے ہوئے دعاؤں سے نوازا۔

## اساتذہ کرام

آپ نے جن معروف اساتذہ کرام سے اکتساب فیض کیا ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:۔

- شیخ التفسیر حضرت علامہ فیض احمد اویسی علیہ الرحمۃ جامعہ اویسیہ رضویہ بہاول پور
- شیخ الحدیث حضرت علامہ ابو محمد عبدالرشید قادری رضوی علیہ الرحمۃ جامعہ غوثیہ مظہر اسلام سمندری
- قائد ملت اسلامیہ حضرت علامہ امام الشاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمۃ
- مجاہد ملّت حضرت علامہ عبدالستار خاں نیازی علیہ الرحمۃ
- مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
- شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم خاں ہزاروی دار العلوم حزب الاحناف لاہور
- غزالی زماں حضرت علامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ انوار العلوم ملتان
- شیخ الحدیث حضرت علامہ ابوالفیض محمد عبدالکریم محدّث ابدالوی خانقاہ ڈوگراں، شیخوپورہ
- شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
- حضرت مولانا حافظ محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمۃ جامعہ گلزار حبیب کراچی
- خطیب پاکستان حضرت علامہ الٰہی بخش قادری ضیائی علیہ الرحمۃ
- شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی نقشبندی علیہ الرحمۃ جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور
- شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد نذیر احمد نقشبندی علیہ الرحمۃ جامعہ محمدیہ غوثیہ رضویہ اسلام گنج لاہور
- شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی مدّظلہ جامعہ نعیمیہ لاہور
- استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی غلام سرور قادری علیہ الرحمۃ جامعہ رضویہ ماڈل ٹاؤن لاہور
- حکیم ملت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسریؒ بانی مرکزی مجلس رضا لاہور پاکستان
- پروفیسر حافظ محمد اجمل خان علیہ الرحمۃ گورنمنٹ کالج لاہور
- پروفیسر خاں محمد چاولہ گورنمنٹ کالج لاہور

- پروفیسر محمد رفیق گورنمنٹ کالج لاہور
- پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی پنجاب یونیورسٹی لاہور
- پروفیسر ڈاکٹر امان اللہ خاں پنجاب یونیورسٹی لاہور
- پروفیسر حافظ محمود اختر پنجاب یونیورسٹی لاہور
- پروفیسر خالد بزمی ایم۔اے۔او، کالج لاہور
- پروفیسر عطاء الحق قاسمی ایم۔اے۔او، کالج لاہور

## بیعت وخلافت

آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں صوفیٔ باصفا، عالم باعمل پیر طریقت حضرت علامہ مولانا ابو محمد عبد الرشید قادری رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا اور شیخ کامل نے آپ کو چار سلاسل طریقت میں خلافت واجازت سے نوازا اور کئی لوگوں سے ارشاد فرمایا جاؤ! میرے بیٹے محمد ارشد القادری سے بیعت کرو۔ سلسلہ مبارکہ قادریہ کی خوب خوب اشاعت ہورہی ہے اور جامعہ اسلامیہ رضویہ رچنا ٹاؤن شاہدرہ لاہور میں ہر شب جمعہ کو حلقہ ذکر منعقد ہوتا ہے سالکین ارادتمند ذوق وشوق سے حاضر ہوتے ہیں۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت خواجہ غلام دستگیر نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ نے آپ کو خلافت واجازت عطا فرمائی اور خود خرقۂ خلافت پہنایا۔

شیخ التفسیر، فیض ملّت حضرت علامہ مولانا فیض احمد اویسی علیہ الرحمۃ نے آپ کو کئی سلاسل طریقت میں خلافت عطا فرمائی۔ اور دعاؤں سے نوازا۔

تصنیف وتالیف اور سالکین طریقت کی تربیت ایسے کام میں شب وروز مصروف ہوتے ہیں آپ کی بعض شہرہ آفاق کتابیں علمی حلقوں میں بہت قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔ نباضِ ملّت کی حیثیت سے معاشرے کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ کر اصلاح احوال کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

## قائدانہ صلاحیتیں

زمانہ طالب علمی میں انجمن طلباء اسلام کے پلیٹ فارم سے فروغ عشق رسول ﷺ کے لئے یونیورسٹیوں اور کالجوں کے طلباء کو منظم کیا۔ نوجوانوں میں صحیح اسلامی روح بیدار کرنے کے لئے درس قرآن وحدیث، تربیتی نشستوں اور شب بیداریوں میں پر مغز اور بصیرت افروز خطابات کے ذریعے تاریخی کردار ادا کیا جس کا ایک زمانہ معترف ہے۔

تعلیم وتربیت اسلامی کا قیام آپ کی قائدانہ صلاحیتوں کی بدولت ہی ممکن ہوا۔ الحمد للہ مرکز تعلیم وتربیت اسلامی

دین کی دعوت و تبلیغ میں نہایت مؤثر کردار ادا کر رہا ہے۔

## جامعہ اسلامیہ رضویہ کا قیام

رچنا ٹاؤن شاہدرہ لاہور میں ۶ کنال کے وسیع رقبے پر عظیم الشان علمی تحقیقی اور روحانی ادارہ جامعہ اسلامیہ رضویہ تعمیر کروا رہے ہیں جس کی خوبصورت عمارت اور پرشکوہ جامع مسجد دور سے ہی دعوت نظارہ دے رہی ہے طلباء کو دینی اور عصری علوم سے آراستہ کرنے کے لئے مختلف شعبہ جات قائم کئے گئے ہیں۔ باصلاحیت اساتذہ تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ طلباء کی کثیر تعداد مستفیض ہو رہی ہے۔

## دینی، تبلیغی و اصلاحی خدمات

۱۹۹۰ء سے برصغیر کے سب سے بڑے روحانی مرکز جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ لاہور میں ہر اتوار کو نماز ظہر کے بعد، ہر ہفتہ اور جمعرات کو نماز مغرب کے بعد سوال و جواب کی نشستوں میں حاضرین کے سوالوں کے تسلی بخش جوابات دیتے ہیں اور یہی آپ کی مقبولیت اور شہریت کا باعث ہے۔

اب تک ۹۶ ہزار سوالوں کے مسکت جواب دے چکے ہیں۔

مرکز تعلیم و تربیت اسلامی جامعہ اسلامیہ رضویہ رچنا ٹاؤن شاہدرہ لاہور میں ہر جمعرات کو نماز عشاء کے بعد حلقۂ ذکر و بیان میں سالکان طریقت کی تربیت فرماتے ہیں۔

جامعہ اسلامیہ رضویہ رچنا ٹاؤن شاہدرہ لاہور کی جامع مسجد میں مستقل خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے ہیں دور دراز سے سفر کر کے تشنگاں علم دین آپ کے خطبات سن کر اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔

## تصنیفات و تالیفات

آپ قرطاس و قلم سے مسلسل رابطہ رکھتے ہیں آپ کے اکثر اوقات تصنیف و تالیف میں ہی صرف ہوتے ہیں آپ کی تصنیفات و تالیفات کی فہرست حسب ذیل ہے:

① فیوض النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرح جامع ترمذی ② جنت کا راستہ ③ تعظیم مصطفی قرآن کی روشنی میں ④ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرعی حیثیت ⑤ حقیقت میلاد و فیوض و برکات کی برسات ⑥ غلامی رسول اور اس کے تقاضے ⑦ ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواز ⑧ ڈاکٹر مسعود عثمانی کی خرافات کا علمی محاسبہ ⑨ شان سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ⑩ مولانا محمد بخش مسلم علیہ الرحمۃ کے سو سال ⑪ اسباب عروج و زوال ⑫ نماز ہے حسن ایمان ⑬ ہماری دعوت فکر ⑭ ذرا ایک نظر ادھر بھی ⑮ ذرا سی بات یا معرکۂ حق و باطل ⑯ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فطری مسرت

پر اظہار تشکر ⑰ پاکستان کو کیسے بچایا جائے ⑱ الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
علاوہ ازیں کم وبیش چار سو کتب کے مسودات زیور طباعت سے آراستہ ہونے کے منتظر ہیں تصنیف و تالیف پر بدستور تسلسل سے کام جاری ہے بہت سی کتب کمپوزنگ اور پرنٹنگ کے مراحل طے کر رہی ہیں۔

## زیارت حرمین شریفین

۱۹۹۰ء میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ اطہر اور حاضری مدینہ منورہ سے مشرف ہوئے دوسری مرتبہ ۲۰۰۰ء میں اور تیسری مرتبہ ۲۰۱۲ء میں ادائیگی عمرہ اور حاضری مدینہ منورہ، زیارت روضۂ اطہر کی سعادت حاصل ہوئی۔
حضرت علامہ محمد ارشد القادری زید مجدہٗ اپنی سنجیدہ مزاجی، صفائے کردار، عظمت اخلاق ذوق علم و تحقیق اور قائدانہ صلاحیتوں کے اعتبار سے ملت اسلامیہ کے لئے سرمایۂ فخر و تقلید ہیں۔ ان کے حلقۂ اثر کی وسعت پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ

دل سے جو بات نکلتی ہے، اثر رکھتی ہے
پَر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

حق تو یہ ہے کہ آپ کی تبلیغی، اصلاحی اور دعوتی کاوشوں نے سینکڑوں نوجوانوں کو فروغ محبت رسول کے لئے صدق و اخلاص سے جدوجہد کرنے کا جذبہ عطا کیا ہے۔
مجھے قلبی مسرّت اور راحت ہے کہ میرے ممدوح حضرت، دین حق کے وہ عظیم مجاہد ہیں جن پر اقبال کا یہ شعر پوری طرح صادق آتا ہے۔

نِگاہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لئے

میں دل و جان سے دعا کرتا ہوں کہ رب دو جہاں مجدہ الکریم اپنے حبیب اعظم سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اس فاضل کامل کو فاضل تر اور کامل تر بنائے اور دین متین کی بیش از بیش خدمت ارزانی فرما کر فوز دو جہاں سے نوازے

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم
خادم العلم والعلماء محمد نور المصطفیٰ غفرلہ، الاحد
دار العلوم چشتیہ رضویہ، خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ پنجاب پاکستان
۱۳/ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ،
۴۔ جون ۲۰۱۲ء بروز پیر

# مفتی اعظم پاکستان علامہ محمد ارشد القادری

ازقلم: حضرت صاحبزادہ مفتی محمد غوث قادری رضوی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ ط

هوالحبيب الذى ترجىٰ شفاعته لِكل هولِ من الاهوال مقتهمِ

فان من جودك الدنيا وضرتها ومن علومك علم اللوح والقلمِ

فقیر احقر خادم آستانہ رضویہ رشدیہ مظہر اسلام سمندری شریف کو اپنے شیخ طریقت حضرت العلام محدث وقت شیخ الحدیث الحاج العلامہ پیر ابو محمد عبدالرشید قادری رضوی کی خدمت میں حاضری کی سعادت عظمیٰ وشرفِ تلمذ عرصہ تک حاصل رہا ہے۔آپ جیسا خدمت دین کا درد رکھنے والا نہیں دیکھا۔آپ اکثر ذکر رضا میں مستغرق رہتے پھر فرمایا کرتے ''اے کاش کوئی امام اہل سنت کے خواب کی تعبیر بنتا،اے کاش کوئی رضا کے پیغام محبت کو عالم میں پھیلاتا''،عرض کرنے پر فرماتے ''میرا رضا چاہتا ہے کہ کوئی ایسا ادارہ ہو جہاں سے مبلغین کچھ مالی منفعت کے بغیر دور دراز تبلیغ دین فرمائیں۔ جہاں لٹریچر کی ضرورت ہو اسے پورا کیا جائے دنیاداروں کے دلوں کو مسخر کرنے والے مبلغین تیار ہوں......الخ''۔

حضرت علامہ محمد ارشد القادری نے آج کے دور میں اس مشن کو پورا کرنے کا عزم مصمم فرمایا۔آپ نے عرصہ ۲۲ سال تک دربار شریف حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں تقریباً ایک لاکھ سے زائد مسائل شرعیہ کے جوابات سے عامۃ المسلمین کو مستفیض کیا(جس کا باقاعدہ ریکارڈ موجود ہے)مختلف موضوعات پر تقریباً چارسو کتب تحریر فرمائیں۔ رچنا ٹاؤن شاہدرہ لاہور میں اعلیٰ معیار کا اسلامک سنٹر قائم فرمایا،دین کا درد رکھنے والے علماء وتاجروں اور متعلمین و معلمین کی کھیپ تیار فرمائی۔مختلف النوع اسلامی ودینی خدمات کے اعتراف میں علماء کے جم غفیر نے آپ کو بدر العلماء اور افقہ العلماء کا لقب دیا جبکہ حضرت موصوف کی ذات کا علمی مرتبہ نہایت بلند ہے۔وہاں آپ روحانی طور پر بھی امت مسلمہ کی عظیم شخصیت ہیں اور سلسلہ عالیہ،قادریہ اور متفرق سلاسل میں مجاز ہیں اور رشد وہدایت کے منصب پر فائز ہیں۔

فقیر خادمِ آستانہ،حضرت کو **مفتی اعظم پاکستان** کے درجہ پر فائز سمجھتا اور تسلیم کرتا ہے اور فقیر یہ سمجھتا ہے کہ ایوان اقبال میں حالیہ ''اسلامک لرننگ سیشن'' کے انعقاد سے اور گوں ناگوں خدماتِ دینیہ سے حضرت موصوف نے امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا،امام المحدثین قطب وقت ابوالفضل محمد سردار احمد قدس سرہ اور نائب محدث اعظم قطب سمندری حضرت علامہ پیر ابو محمد عبدالرشید قادری رضوی کے خوابوں کی تعبیر بخشی ہے۔مولا تعالیٰ اپنے حبیب اکرم نبی غیب داں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں حضرت **مفتی اعظم پاکستان علامہ محمد ارشد القادری رضوی** کو خدمت دین متین میں ترقی کی منزلیں نصیب فرمائیں۔آمین بجاہِ غوث العالمین۔

الراقم ابوالحسن محمد غوث رضوی

خادم (سجادہ نشین) آستانہ رضویہ رشیدیہ مظہر الاسلام سمندری

شب جمعۃ المبارک ۱۴۳۴ھ التاریخ الہجری المقدس ۲۲ جمادی الآخر

# تعلیم وتربیت اسلامی ۔ ایک فکری انقلاب

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء
والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد

فرقہ ورانہ تعصّبات اور فروعی اختلافات سے بالاتر وحدتِ امت کی داعی، تبلیغ وتربیت کی عالمی تحریک تعلیم وتربیت اسلامی کی بنیاد ۲۰۰۰ء میں رکھی گئی۔ اس دور کی بدنظمی، معاشرتی برائیوں، دین سے بیزاری کو جانچتے اور امت مسلمہ کا مرض حقیقی، خودغرضی، خود پرستی اور ہوس مالِ وزر کی تشخیص کرتے ہوئے، سیدی مفتی اعظم پاکستان علامہ محمد ارشد القادری اطال اللہ حیاتہ نے، اس کی بنیاد رکھی اور مجلس شوریٰ قائم فرما کر، پہلا اجلاس جامعہ اسلامیہ رضویہ مرکز تعلیم وتربیت اسلامی رچنا ٹاؤن شاہدرہ لاہور میں، منعقد فرمایا اور وہیں اس کا اولین دفتر قائم ہوا۔ بعدازاں تحریک کے ذیلی دفاتر قائم ہوئے اور کام مزید آگے بڑھا۔

تعلیم وتربیت اسلامی وحدت، خدمت، استحکام کا عالمگیر منشور لئے میدان عمل میں ہے۔

تعلیم وتربیت اسلامی کا مقصد ”مجھے وحدت امت درکار ہے“

تعلیم وتربیت اسلامی کا یہ پیغام دنیا میں عام ہے۔ ہمارا عزم، ہماری عظمت وحدت امّت وحدت امّت۔

سیّدی مفتی اعظم پاکستان کا قول ہی تعلیم وتربیت اسلامی کی دعوت ہے۔ ”آؤ پھر سے اللہ اور اس کے رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف“ اس دعوت کو لے کر اٹھو اور پوری دنیا پر غلبہ حاصل کرلو۔

الحمد للہ تعلیم وتربیت اسلامی ہر پل، ہردم وحدت امت کے لئے کوشاں ہے۔ اپنا یہ سفر احبابِ اسلامی کو لمحہ بہ لمحہ ہم سفر بناتے طے کررہی ہے۔

تحریک تعلیم وتربیت اسلامی نے اب تک کئی مذہبی علمی روحانی اور تجدیدی پروگرامز منعقد کیے۔ سالانہ، ماہانہ اور ہفتہ وار بنیادوں پر مختلف تربیتی پروگرام اب بھی منعقد کررہی ہے۔ جن کی تفصیل انشاءاللہ آخر میں درج کردی جائے گی۔

سیّدی مفتی اعظم پاکستان نے تعلیم وتربیت اسلامی کے کئی مراکز قائم کیے، جن سے دعوت وتربیت کے کام جاری وساری ہیں۔ اس پروگرام کے تحت جامعہ اسلامیہ رضویہ کے نام سے عظیم الشان ہیڈ آفس وسیع وعریض رقبے پر قائم فرمایا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ادارہ تعلیم وتربیت کے نام سے چھوٹے چھوٹے اسلامک سنٹرز قائم کرکے دینی

وعصری علوم کی تعلیم عام کر رکھی ہے۔

کتب اسلامی کی اشاعت کے لئے ہر قدم سرگرم عمل، ادارہ تعلیم وتربیت پبلیکشنز قائم کر کے لٹریچر کی اشاعت کا عمدہ اہتمام کر رکھا ہے۔ اور صرف اس حد تک محدود نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ تعلیم وتربیت پروڈکشن سنٹرز شب وروز لیکچرز، خطبات، بیانات اور تربیتی نشستوں کی سی ڈیز، ڈی وی ڈیز اور آڈیو کیسٹس بنا کر نشر کر رہا ہے۔

تحریک کی مجلس شوریٰ مختصر احباب اسلامی پر مشتمل ہے۔ اور مجلس عاملہ میں مختص لوگ شامل ہیں جو ہر دم تحریک کا حصہ ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مختلف نظامتوں کے تحت تحریک کا کام پورے جوبن پر ہے۔ جبکہ عام رسمی وروایتی انداز سے ہٹ کر خالصتاً علمی حلقوں میں تعلیم وتربیت اسلامی متعارف ہے۔

تعلیم وتربیت اسلامی کا انتظامی ڈھانچہ، مجلس شوریٰ، مجلس عاملہ، ملکی، صوبائی، ضلعی اور علاقائی نظامتوں پر مشتمل ہے۔

جن میں ایک ایک امیر اور اُن پر امیر الامراء اس کے ساتھ ساتھ مسئول، اراکین، کارکن، معتمد، اور معاونین شامل ہیں۔

بحمد اللہ تعالیٰ! تعلیم وتربیت اسلامی کے کئی شعبہ جات ہیں جن میں تعلیم وتربیت ایگزیکٹو کونسل، تعلیم وتربیت علماء کونسل، تعلیم وتربیت نعت کونسل، تعلیم وتربیت یوتھ آرگنائزیشن، تعلیم وتربیت تاجر ونگ اور اسلامی برادری شامل ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ تعلیم وتربیت ویمن ونگ علیحدہ سے کام میں مشغول ہے۔ سیدی مفتی اعظم پاکستان کی زوجہ محترمہ فرحت القادری پورے انہاک کے ساتھ خواتین اسلامی کی تربیت میں مصروفِ عمل ہیں۔ اور خواتین اسلامی پورے جوش وجذبے کے ساتھ تحریک کا علم اُٹھائے ہوئے ہیں۔ اس حوالے سے ویمن ونگ کے ضلعی نظامتوں اور علاقائی یونٹس کے زیر اہتمام ماہانہ بنیادوں پر درس تعلیم وتربیت منعقد ہوتے ہیں۔ جن میں مبلّغات قرآن وحدیث کی روشنی دعوتِ فکر وعمل کی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ اور ہر سال مرکز تعلیم وتربیت اسلامی میں سالانہ تربیتی اجتماع منعقد ہوتا ہے۔ جس میں ہزاروں کی تعداد میں خواتین اسلامی مختلف شہروں اور علاقوں سے مبلغات، عالمات اور حافظات کی قیادت میں قافلہ در قافلہ شرکت کرتی ہیں اور محترمہ فرحت القادری خصوصی خطاب فرما کر دعا کرتی ہیں اور تحریکی لائحہ عمل مرتب ہوتا ہے۔

سیّدی مفتی اعظم پاکستان کے مریدین اور طالبین میں بیسیوں علماء کرام ومفتیان عظام شامل ہیں جو تعلیم وتربیت علماء کونسل میں اسلامی کام میں مصروف ہیں۔

نعت کونسل باقاعدہ محافل نعت منعقد کرتی ہے اور باقاعدہ نعت گوئی ونعت خوانی کی تربیت کا اہتمام ہے۔

یوتھ آرگنائزیشن سب سے بڑھ کر نوجوانوں میں ربط ملت اور وحدت امت کا جذبہ لیے امت کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کے لئے کوشاں ہے۔

تعلیم وتربیت اسلامی کے مرکزی سیکرٹریٹ میں اس وقت کئی شعبہ جات میں بیک وقت کام جاری ہے۔

دار الحدیث ارشدیہ سے احادیث مبارکہ کی تشریح وترویج اور نشر واشاعت کا کام ہو رہا ہے۔

دارالافتاء ارشدیہ سے فتاویٰ نویسی کا کام عرصہ دراز سے جاری ہے۔ اس سلسلے میں ہزاروں کی تعداد میں تحریری استفتاء موصول ہو چکے ہیں۔

ادارہ تحقیقات شریعت میں ریسرچ سکالرز ہمہ وقت مصروفِ تحقیق و تفتیش ہیں۔

خانقاہ عالیہ قادریہ گلستانِ رضا میں احبابِ اسلامی گاہے بگاہے حاضر ہوتے ہیں اور اپنے دینی و دنیاوی مسائل کے متعلق سوال کر کے اور تربیت حاصل کرتے ہیں۔

قادری لنگر خانہ میں تین وقت باقاعدہ احباب اسلامی اور طلباء کو کھانا کھلا کر ثواب حاصل کیا جاتا ہے۔

ہاسٹل میں کثیر تعداد میں طلباء مقیم ہیں۔

رضویہ اسلامک لائبریری قائم کر کے طلباء کے مستقبل کے لئے ایک جدید عصری مطالعہ گاہ کا انتظام کیا گیا ہے۔

جامع مسجد نصرت مدینہ ملحقہ جامع ہذا میں خطبات جمعہ اور دیگر تربیتی نشستوں میں احباب اسلامی کی تربیت کی جاتی ہے۔

مرکز میں امام ترمذی آڈیٹوریم طلباء کے سماع حدیث اور کانفرنسز وسیمینارز کے انعقاد کے لئے عمدہ اہتمام کیا ہے۔

دارالفرید فری ڈسپنسری کا قیام آئندہ دور میں سفید پوش احباب اسلامی کے لئے مفت علاج معالجے کی طرف عمدہ اقدام ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ تعلیم و تربیت اسلامی اب تک کئی ایسے مواقع پر اپنا کردار ادا کر چکی ہے۔ جو کہ قابل دید ہیں جیسے غوث اعظم زندہ رود سیمینار، فکر رضا کانفرنس، محفل صدائے حسین اور کانفرنس بعنوان حرمت رسول اور اس کے تقاضے اور اس کے علاوہ عالمی روحانی شب بیداریاں شامل ہیں۔

ان امتیازات و تفردات کے ساتھ وحدتِ امت کے لئے مربوط نظام کی طرف اقدام کرنے کے لئے اگر آپ بھی اس تحریک میں شمولیت اختیار کر کے غلبہ اسلام چاہتے ہیں تو آج ہی ہماری رکنیت حاصل کیجئے۔ اور اپنے اسلامی فرض سے سبکدوش ہوں۔

وما علی الا البلاغ المبین

محمد شہباز قادری

صوبائی امیر تعلیم و تربیت اسلامی پنجاب

# کچھ امام ترمذی کے بارے میں

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم شخصیت ہیں۔ آپ ان ائمہ کرام میں سے ایک ہیں جنہوں نے احادیث مبارکہ کو کمال محنت سے جمع کیا اور پھر ان کی کمال دیانت کے ساتھ تدوین فرمائی۔ آپ نے احادیث مبارکہ کا ایک خزانہ جمع کر کے اس کی تدوین کی اور اس کو امت مسلمہ کے لئے ایک عظیم نعمت کے طور پر پیش فرمایا۔ ان کی اس خدمت علم حدیث نے ان کو دنیا بھر کے اہل علم و دانش میں سربلند کر دیا۔ امام ترمذی جہاں ایک جیّد عالم اور محدّث تھے وہاں آپ انتہائی پاکباز متقی اور پرہیز گار آدمی تھے۔ شب زندہ دار تھے۔ بہت عبادت گذار اور خدا رسیدہ انسان تھے ان کی زندگی علم دین کی خدمت کے ساتھ ساتھ خشیت الٰہی سے لبریز تھی۔ خوف خدا کا عالم تو یہ تھا کہ کثرت گریہ کے سبب آپ کی بصارت ہی عنقا ہو گئی تھی ① اس کے باوجود بھی آپ نے اپنی زندگی کمال ضبط اور صبر و تحمل سے گذاری کیا مجال جو حرفِ شکایت تک زباں پر آیا ہو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں وہ فرمایا کرتے تھے مجھ سے محمد بن عیسیٰ ترمذی نے کم انتفاع کیا اور میں نے ترمذی سے زیادہ استفادہ کیا ہے ② جس انداز سے آپ نے حدیث شریف پر کام کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ امام ترمذی نے جس عمدگی کے ساتھ ابواب احادیث مرتب کیے اور کمال نظم کے ساتھ ان کی ترتیب سے مختلف موضوعات پر مسائل ضروریہ سمجھائے اور ان کی نفیس ترین تشریح فرمائی۔ متن و سند دونوں اعتبار سے وضاحت فرمائی اور اس کی تصریحات بیان کرنے کا حق ادا کیا اس پر دادِ تحسین کے مستحق ہیں۔

## پیدائش اور سلسلہ نسب:

ان کا اصل وطن تو مرو تھا ان کے دادا جان وہاں سے ترک سکونت کر کے ترمذ آ گئے تھے امام ترمذی کی ولادت ۲۰۱ھ سے لے کر ۲۰۹ھ تک کسی سال ترمذ میں ہوئی۔ بعض علماء نے ۲۰۹ھ کو ہی پیدائش کا سال قرار دیا ہے۔ آپ نے ترمذ ہی میں نشو و نما پائی۔

① امام حافظ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۹/ ۲۴۵ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

② امام حافظ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۹/ ۲۴۵ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

تہذیب التہذیب میں آپ کا سلسلہ نسب اس طرح بیان ہوا ہے۔ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن الضحاک اور ایسے بھی ہے ابن السکن السلمی ابوعیسیٰ ترمذی آپ ناموں ائمہ کرام میں سے ایک ہیں ① امام ترمذی کی ولادت ۲۰۹ھ کو ہوئی یہاں بھی یقینی بات نہیں کہ اس جگہ لفظ بضع وماتین مذکور ہے بہرنوع ۲۰۱ھ سے لے کر ۲۰۹ھ تک کسی سال میں ولادت ہوئی ہوگی۔ ان کا اصل وطن مرو تھا آپ کے داداجان ایام لیث بن سیار میں وہاں سے منتقل ہوکر ترمذ آ گئے اس طرح ان کا وطن ترمذ قرار پایا اسی شہر میں امام ترمذی پیدا ہوئے اور یہیں ہی نشوونما پائی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تعلیم کا آغاز اپنے شہر سے کیا اور جب کمال شباب کو پہنچے تو حصول علم کے لئے مشائخ خراسان کی خدمت میں حاضر ہوئے بطور خاص اسحٰق بن راھویہ جو ان دنوں نیشاپور میں تشریف رکھتے تھے ان سے اکتساب فیض کیا پھر عراق وحجاز کی طرف سفر فرمایا بہت شہروں کا سفر اختیار کیا اور کثیر علماء سے سماعت حدیث کی۔

## امام ترمذی ہی کے ہم نام دوسرے علماء وفضلاء:

ان کے ہم نام دوسرے علماء بھی ہیں۔ نام کی یکسانیت کی وجہ سے کئی غلط فہمیاں بھی پیدا ہوجاتی ہیں ان کے دفیعہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ ان بزرگوں کا الگ الگ تذکرہ کر دیا جائے تاکہ سب کے نام اور ان کے تفصیلی کام واضح طور پر ممیز نظر آنے لگیں۔

## ۱۔ ابوجعفر ترمذی!

عراق میں شافعیوں کے امام وشیخ تھے اور اپنے وقت کے امام تھے۔ یہ بہت بڑے عالم تھے ان کو بڑے بڑے اکابر نے علامہ لکھا ہے امام لکھا ہے شیخ لکھا ہے ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے۔ ابوجعفر محمد بن احمد بن نصر ترمذی شافعی زاہد۔ ان کی ولادت ۲۰۱ھ کو ہوئی اور وفات کا سن ۲۹۵ھ ہے۔ ②

## ۲۔ ابوعبداللہ محمد بن علی الحکیم ترمذی!!

انہوں نے اثبات الشرعیہ کے نام سے ایک زبردست کتاب تالیف کی علامہ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں انہوں نے کتاب مذکورہ کے علاوہ ایک اور کتاب بھی لکھی تھی جس کا نام "ختم الولایۃ" رکھا تھا۔ ③

## ۳۔ ابوعبداللہ ترمذی:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات واحوال تلاش کرنے کی غرض سے میزان الاعتدال کی فہرست دیکھ رہا تھا تو اس میں ایک اور صاحب علم کا تذکرہ ملا جو میرے مطلوبہ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی تو نہ تھے مگر وہ بھی امام ترمذی ہی

① امام حافظ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۹/ ۳۴۴ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔
② امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی ۷۴۸ھ سیر اعلام النبلاء ۲/ ۱۰۰۳ مطبوعہ دار الاندلس الخضر اء جدہ۔
③ امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی ۷۴۸ھ سیر اعلام النبلاء ۲/ ۱۰۰۳ مطبوعہ دار الاندلس الخضر اء جدہ۔

کے ہم نام تھے۔ چنانچہ میں نے ان کے حالات بھی دیکھے اور ان کو بھی قارئین کی نذر کر رہا ہوں۔
امام ذہبی لکھتے ہیں ابوعبداللہ ترمذی یہ بھی ایک شیخ ہیں جو ۲۰۰ھ کے بعد کہیں گذرے ہیں ابن جوزی ان کی بابت بیان کرتے ہیں ان کی توثیق نہیں ملتی۔ ①
تین نام تو یہ ہیں جو میں نے ابھی ذکر کر دیئے ہیں چوتھے خود امام ترمذی یعنی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی ہیں۔ امام ترمذی نے خراسان، عراق اور حجاز کا سفر کر کے وہاں کے بڑے بڑے علماء سے استفادہ کیا لیکن آپ کا مصر جانا ثابت نہیں۔ آپ نے علم حدیث کے حصول کے لئے محنت شاقّہ فرمائی بہت سارے اکابرین خراسانیّن، عراقین اور حجازیّن سے سماعت حدیث کی۔

## امام ترمذی نہایت عابد وزاہد آدمی تھے:

امام ذہبی مزید لکھتے ہیں۔ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ حافظ ہیں بہت بڑے عالم ہیں، امام ہیں بارع ہیں یہی ابن عیسیٰ سلمی ترمذی ضریر ہیں یہی حضرت ''جامع'' کے مصنّف ہیں کتاب العلل اور کچھ اور کتابوں کے بھی مصنّف ہیں بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ وہ نابینا پیدا ہوئے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ بڑی عمر میں جا کر بینائی سے محروم ہو گئے تھے۔ خراسان سے چلے جانے کے بعد ان کی نظر بند ہو گئی خراسان سے ان کی رخصتی کے بعد دوسرا کوئی شخص علم و حفظ، پرہیز گاری اور زہد میں ان کی مثل نہ رہا کثرت گریہ سے ان کی بینائی جاتی رہی اور زندگی کے بقیہ سال اسی طرح گذر گئے۔ ②

## امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ بلا کا تھا:

ابوسعد ادریسی کے حوالے سے یوں آیا ہے کہ میں حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ سفر مکہ پر تھا میرے پاس حدیث شیخ کے دو جز تھے میں نے ان دونوں کے حوالے سے گفتگو کا آغاز کیا مجھے گمان یہ تھا کہ دونوں جز تو میرے پاس ہیں۔ میں ان سے ان کی بابت سوال کرتا ہوں تو بھلا مجھے کیسے جواب دیتے ہیں چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا جز حرف بحرف مجھ پر قرأت کر دیا حالانکہ میں اس کے ایک ایک لفظ پر نظر رکھے ہوئے تھا جب انہوں نے میرے ہاتھ میں بیاض کا ورقہ دیکھا تو فرمایا تجھے مجھ سے حیا نہیں آتی؟
مجھے یہ خیال تھا کہ میں نے تو اس جز کو بتمام وکمال ہی حفظ کر لیا ہوا ہے۔ چنانچہ امام ترمذی فرمانے لگے اس جز کو مجھ پر قرأت کرو اس پر میں نے وہ احادیث مبارکہ امام ترمذی کے سامنے پڑھیں تو آپ نے میری تصدیق نہ کی۔

---

① کشف الظنون حاجی خلیفہ/ مصطفی بن عبداللہ (اس نسخہ پر مصطفی بن عبداللہ کا نام بھی ہے اس کا حاشیہ انگریزی زبان میں لکھا گیا ہے یہ وہ نسخہ ہے جو پنجاب پبلک لائبریری میں موجود ہے۔

② امام ابوعبداللہ بن احمد بن عثمان ذہبی ۷۴۸ھ میزان الاعتدال ۴/ ۵۴۴ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل

میرے حوالے سے ان کو کیونکر بیان کرتے ہو جب کہ میں نے تم سے بیان نہیں کیں میں نے عرض کیا اس کے علاوہ تو بیان فرمائی ہیں اس کے بعد امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس احادیث بیان فرمائیں پھر فرمایا لاؤ شمار کرو اگر ایک حرف بھی میں نے غلط کہا ہو پھر فرمایا تیری مثل آدمی بھی نہیں دیکھا۔

## امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کرام:

کسی بھی شخص کی مہارت کا اندازہ اس سے لگایا جاتا ہے کہ اس نے کس پایہ کے اساتذہ عظام سے پڑھا ہے جس قدر کسی شخصیت کے استاد ماہرین علم وفن ہوں گے اسی قدر وہ صاحب بھی ماہر العلوم والفنون ہوگا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جن بزرگوں کی شاگردی کی اور ان سے اکتساب فیض کیا وہ واقعی بڑے لوگ تھے اور ان کی علمی وفنی مہارت میں کوئی شک وشبہ نہیں کیا جا سکتا ہے نہ صرف یہ کہ وہ لوگ علم وفن میں راسخ تھے بلکہ وہ عابد وزاہد بھی بلند مرتبہ کے تھے اللہ سے ڈرنے والے لوگ تھے وہ زندگی کا ایک ایک دن اور رات خشیّت الٰہی میں گذارتے تھے۔ جو کوئی بھی ان حضرات کو دیکھتا تھا ان کی شخصیات سے متاثر ہوتا تھا اور اس کا اظہار بڑے واشگاف الفاظ میں کرتا تھا۔ صرف علم سے مزّین ہونا بھی بڑی بات ہے اگر کوئی شخص علم سے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ باعمل بھی ہو صاحب کردار بھی ہو پھر تو سونے پر سہاگہ ہے۔ امام ترمذی کے اساتذہ اس مثال سے بھی اگلے درجے پر تھے۔

امام ترمذی نے کثیر اہل علم سے سماعت حدیث کی ان اکابرین میں امام بخاری جیسے عظیم محدّث بھی شامل ہیں اس طرح انہوں نے پانچوں بڑے ائمہ حدیث سے استفادہ کیا یعنی امام بخاری، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ سے اس کے علاوہ جن اساتذہ سے استفادہ کیا ان کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ محمد بن بشار
۲۔ محمد بن مثنّٰی
۳۔ زیاد بن یحییٰ الحسانی
۴۔ عباس بن عبدالعظیم العنبری
۵۔ ابوسعید الاشج
۶۔ عبداللہ بن سعید الکندی
۷۔ ابوحفص عمرو بن علی الفلاس
۸۔ یعقوب بن ابراہیم دورقی
۹۔ محمد بن معمر القیس البحرانی
۱۰۔ نصر بن علی الجہضمی
۱۱۔ قُتیبہ بن سعید
۱۲۔ ابومصعب
۱۳۔ ابراہیم بن عبداللہ ہروی
۱۴۔ اسماعیل بن موسیٰ
۱۵۔ سوید بن نصر
۱۶۔ علی بن حجر

① مقدمہ الجامع للشیخ احمد شاکر ص ۸۱

۱۷۔ محمد بن عبد الملک بن ابی الشوارب ۱۹۔ عبداللہ بن معاویہ الجمعی

۱۹۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے علم حدیث کی تفقہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھی ① اسی طرح امام ابوداؤد سے صرف ایک قول ایک روایت کے حوالے سے امام احمد بن حنبل کا نقل فرمایا ہے۔ امام مسلم سے صرف ایک حدیث اپنی جامع میں وارد کی۔②

## امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ!

کسی بھی صاحب علم وفن کے زور کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب اس کے شاگرد کو دیکھا جائے۔ شاگرد کا زور بیان بتاتا ہے کہ استاذ کا زور بیان کتنا ہے۔ شاگرد اگر متقی اور پرہیز گار بھی ہو تو پھر صاف ظاہر ہوتا ہے کہ استاذ صاحب علم و فکر ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب عمل بھی ہے۔ امام ترمذی نے چونکہ جلیل القدر اساتذہ کرام سے اکتساب فیض کیا تھا اس لیے جن لوگوں نے ان سے اکتساب فیض کیا وہ بھی بڑے ہی بلند پایہ لوگ نکلے۔ یوں تو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے کثیر لوگوں نے استفادہ کیا سب کو شمار میں لانا تو مشکل ہے مختصراً آپ کے تلامذہ کا تذکرہ کرتا ہوں۔ امام ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

۱۔ ابوحامد احمد بن عبداللہ بن داؤد المروزی التاجر ۲۔ الھیثم بن کلیب الشامی
۳۔ محمد بن محبوب ابوالعباس المحبوبی المروزی ۴۔ احمد بن یوسف نسفی
۵۔ ابوحارث اسد بن حمدویہ ۶۔ داؤد بن نصر بن سہل بزدوی
۷۔ عبد بن محمد ابن محمود نسفی ۸۔ محمود بن نمیر
۹۔ محمد بن محمود عنبر ۱۰۔ محمد بن مکی بن فوج
۱۱۔ ابوجعفر محمد بن سفیان بن نصر نسفیون ۱۲۔ مکحول بن فضل
۱۳۔ حماد بن شاکر ۱۴۔ احمد بن علی بن حسنویہ ③
۱۵۔ محمد بن المنذر بن سعید الھروی ۱۶۔ امام بخاری یعنی ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری
۱۷۔ امام مسلم ۱۸۔ امام ابوداؤد
۱۹۔ امام نسائی ۲۰۔ امام ابن ماجہ ④

یہ سب امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ ہیں۔

---

① شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی م ۷۴۸ھ تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۱۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

② فہرست مارواہ عن شیوخہ ص ۱۱۷

③ امام حافظ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۹/ ۳۴۴ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

④ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی م ۷۴۸ھ تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۱۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

## امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو ابن خلکان کا خراجِ تحسین:

علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں۔ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی، ضریر، بوغی، ترمذی مشہور حافظ الحدیث ہیں۔ وہ ایسی شخصیت ہیں کہ

اَحَدُ الْاَئِمَّةِ الَّذِيْنَ يُقْتَدٰى بِهِمْ فِيْ عِلْمِ الْحَدِيْثِ ①

امام ترمذی ان ائمہ حدیث میں سے ایک ہیں جن کی علم حدیث میں اقتداء کی جاتی ہے۔

امام ترمذی وہ عظیم محدّث ہیں جنہوں نے جامع ترمذی اور کتاب العلل تصنیف کیں۔ وہ علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ وہ تمام مروجہ علوم وفنون میں ضرب المثل کی حیثیت رکھتے تھے۔ امام ترمذی ایک تو امام بخاری کے شاگرد ہیں اور دوسرا امام بخاری کے کلاس فیلو بھی ہیں۔ قتیبہ بن سعید، علی بن حجر، اور ابن بشار یہ شیوخ امام بخاری کے استاذ اور امام ترمذی کے بھی یہ استاذ ہیں۔②

امام ترمذی کو علّامہ ابن خلکان نے بوغی لکھا ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے وہ تحریر کرتے ہیں بوغ ایک بستی ہے جو ترمذ سے چھے فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔ ③

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر محدّث، عابد شب زندہ دار، محقق، معلم، حافظ اور بے مثل زاہد تھے ان کا تعلق ائمہ کرام کے اس مقدس گروہ سے ہے جن کی علم حدیث میں تتبع کی جاتی ہے۔④ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی عظمت عطا فرمائی وہ اپنی قوت حافظہ کے اعتبار سے اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ امام ذہبی لکھتے ہیں:

قَالَ اَبُوْ سَعْدِ الْاَدْرِيْسِيّ كَانَ اَبُوْ عِيْسٰى يَضْرِبُ بِهِ الْمَثَلَ فِيْ الْحِفْظِ ⑤

ابو سعد ادریسی کہتے ہیں قوت حفظ کے اعتبار سے امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ضرب المثل بن گئے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ پر خشیت الٰہی کا اس قدر غلبہ تھا کہ کثرت گریہ کی وجہ سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی بینائی چلی گئی تھی۔ امام ابن حبّان نے اپنی کتاب ''الثقات'' میں لکھا ہے امام ابو عیسیٰ ترمذی نے احادیث مبارکہ

---

① ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان م ۶۰۸ھ وفیات الاعیان ۲/ ۶۲ ۳ مطبوعہ بیروت لبنان۔
② ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان م ۶۰۸ھ وفیات الاعیان ۲/ ۶۲ ۳ مطبوعہ بیروت لبنان۔
③ ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان م ۶۰۸ھ وفیات الاعیان ۲/ ۶۲ ۳ مطبوعہ بیروت لبنان۔
④ امام حافظ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۹/ ۳۴۵ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔
⑤ امام ابو عبداللہ شمس الدین محمد الذہبی م ۷۴۸ھ تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۶۳۴ مطبوعہ مجلس داءرہ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن۔

کو جمع کیا پھر جو کچھ جمع ہوا اس کی باقاعدہ تصنیف و تدوین کی ان کو اپنی جمع کردہ روایات حفظ تھیں اور ان کے وہ ذاکر بھی تھے یعنی ان کو اہتماماً بیان بھی کیا کرتے تھے۔①

## ابن حزم کی بھی خبر لیتا ہوں:

مجھے نہیں معلوم ابن حزم نے کون سی خدمت انجام دی ہے جو امام ترمذی پر مجہول ہونے کا لیبل لگانے کی کوشش کی ہے۔ ایک طرف امام ترمذی جیسے متقی پرہیز گار اور خوف خدا سے لبریز آدمی جو جلیل القدر محدّث عالم اور ایک بہت بڑا علمی کام سرانجام دینے والے عظیم رہنما ہیں اور دوسری طرف ایک ایسا شخص جو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے مبلغ علم کو چھو بھی نہیں سکتا ان کی جمع و تدوین حدیث پر ایک عظیم کتاب جو الجامع، کے نام سے پہچانی جاتی ہے اس کے علاوہ اور بھی کتب انہوں نے لکھیں ان سب سے لاعلم وہ امام ترمذی پر جرح کرنے نکلا۔

خدا گنجے کو ناخن نہ دے
دے گا عقل کے بخیے ادھیڑ یہ

امام ذہبی لکھتے ہیں، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ، حافظ ہیں، عالم ہیں، یہی امام ترمذی ہیں۔ یہ صاحب الجامع ہیں یعنی جامع ترمذی کے مدّون ہیں آپ ثقہ ہیں آپ کی ثقاہت پر تمام اہل علم کا اجماع ہے۔ ابن حزم کے اس قول کی طرف توجہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں جو اس نے اپنی کتاب ''الایصال'' میں لکھا ہے وہ خود مجہول ہے امام ترمذی کی اتنی بڑی خدمت تدوین جامع ترمذی اور کتاب العلل تک سے بے خبر ہے۔②

اللہ تعالیٰ گواہ ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے واقعی رسول اکرم تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کی خدمت کی ہے۔ اس امّت پر بڑا احسان فرمایا ہے۔ شاید کچھ لوگوں کا مزاج ہی ایسا ہوتا ہے کہ وہ کسی کی خوبی کو خوبی ہی نہیں جانتے اس لیے لوگوں کی خرابیاں تلاش کرنے پر وقت صرف کرتے رہتے ہیں حالانکہ اس طرح کے طرز عمل سے انسان کی اپنی حیثیت گرتی ہے۔ ظاہر ہے جب کوئی بھی شخص کسی پر تنقید کرے گا تو سب لوگ تو ایسے نہ ہوں گے کہ جو آنکھیں بند کر کے اس کو تسلیم کر لیں بلکہ بعض ایسے حق شناس بھی ہوں گے جو خود تحقیق کریں گے اور جب وہ میدان تحقیق میں اتریں گے تو یقیناً حق بیّن ہو گا اس وقت اس ناقد کی کیا پوزیشن بنے گی جس نے کسی صاحب کمال کے گریبان کو ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی ہو گی۔ ظاہر ہے اہل تحقیق اس کو اچھے الفاظ سے یاد نہ کریں گے لہٰذا ہمیشہ حق گوئی و بے باکی ہی سے کام لینا چاہیے فقط نمبر بنانے کی غرض سے کسی بزرگ پر اعتراضات کا دروازہ ہرگز نہ کھولنا چاہیے بہرحال ابن حزم کا امام ترمذی کو مجہول کہنا یہ ایسا قول ہے جس کو ردی کی ٹوکری ہی زیب دیتی ہے۔

---

① امام حافظ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۹/ ۳۴۴

② امام ابوعبداللہ محمد بن احمد عثمان الذہبی م میزان الاعتدال ۳/ ۶۷۸ مطبوعہ المکتبہ الاثریہ سانگلہ ھل پاکستان

## امام ترمذی کی تصانیف:

کسی بھی صاحب علم کی مہارت فی العلوم کا اندازہ اسی وقت لگایا جا سکتا ہے جب اس کی تصانیف کو دیکھا جائے۔ امام ترمذی کی ''جامع'' یعنی جامع ترمذی شریف واقعی ان کی علمی وفنی مہارت کا بیّن ثبوت ہے۔ صرف یہی نہیں انہوں نے ایک ہی کتاب لکھی بلکہ ان کی اس کے علاوہ بھی مصنفات ہیں ان کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ الجامع جو جامع ترمذی کے نام سے معروف ہے۔
۲۔ الشمائل النبویۃ والخصال المصطفویہ جو شمائل ترمذی کے نام سے مشہور ہے۔
۳۔ کتاب العلل الصغیر
۴۔ کتاب العلل الکبیر او العلل المفرد
۵۔ کتاب الزھد
۶۔ التاریخ
۷۔ اسماء الصحابہ
۸۔ الاسماء والکنی
۹۔ کتاب فی الآثار الموقوفہ اس کی طرف امام ترمذی نے خود جامع کے آخر میں اشارہ کیا ہے۔①

## وفات حسرت آیات:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳ رجب ۲۷۹ھ کو ترمذ کے مقام پر وفات پائی علّامہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ترمذ کے قریب بوغ نامی بستی میں آپ کا وصال ہوا۔② امام ذہبی نے بھی تذکرہ میں لکھا ہے۔ جس سال امام ترمذی کا انتقال ہوا اسی سال محدّث احمد بن خلیل بن ثابت، ابوجعفر برجیلانی، یہ بغداد کے محلہ برجلان کی طرف نسبت ہے ابراہیم بن عبداللہ عبسی کوفی مکّہ مشرفہ کے محدّث③ ابو یحییٰ عبداللہ بن ابی مسرہ اور محدّث جعفر بن محمد بن شاکر بھی دنیا فانی سے تشریف لے گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

---

① امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی مع شمائل ترمذی صفحہ ۱۲۸ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
② ابوالعباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان م ۶۸۱ھ وفیات الاعیان ۲/ ۶۳ ۳ مطبوعہ بیروت لبنان۔
③ امام ابوعبداللہ شمس الدین محمد الذہبی م ۷۴۸ھ تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۶۳۵ مطبوعہ مجلس دائرہ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن۔

# کچھ جامع ترمذی کے بارے میں

لفظ ''ترمذ'' کے تلفظ پر بات کرتے ہوئے حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔ ہمارے شیخ الاسلام تقی الدین ابوالفتح محمد بن علی بن وھب القشیری المصری المعروف بابن دقیق العید کہتے ہیں اس کا تلفظ (PRONOUNCIATION) تِرْمِذْ ہے وہ اسی کو زیادہ درست قرار دیتے ہیں ① موتمن ساجی کا بیان ہے میں نے عبداللہ بن محمد انصاری سے سنا وہ کہتے تھے اس لفظ کا تلفظ ''تُرْمَذ'' ہے یعنی وہ اس لفظ کو تا کی ضمہ کے ساتھ پڑھتے تھے ② بعض علماء اس کو تِرْمَذ بھی پڑھتے ہیں۔

## جامع ترمذی علماء عرب وعجم میں مقبول ہے!

اس میں کوئی شک نہیں کہ جامع ترمذی شریف، حدیث پاک کا وہ عظیم ذخیرہ ہے جو ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے راحتِ جاں ہے اس کو علماءِ کرام تو پسند کرتے ہی ہیں اگر اس کا ترجمہ اور تشریح ایک عام مسلمان بھی پڑھے تو یقیناً وہ بھی بہت لطف اندوز ہوگا۔ امام ترمذی نے اس کتاب کو ترتیب دیتے وقت جن ضروریات کا خاص خیال رکھا وہ وہی ہیں جو ایک عالم اور غیر عالم کے لئے یکساں مفید ہیں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں، میں نے جب یہ کتاب تصنیف کی تو اس کو علماء حجاز پر پیش کیا تو انہوں نے اس کو بے حد پسند فرمایا، جب میں نے اس کو علماء عراق کی خدمت میں پیش کیا تو انہوں نے اس کے لئے کلمات تہنیت کہے اور پھر میں نے اس کو علماء خراسان پر پیش کیا تو علماء نے اس کی بہت تعریف کی۔

وَمَنْ كَانَ هٰذَا الْكِتَابُ يَعْنِيْ "جَامِعَ" فِيْ بَيْتِهٖ فَكَاَنَّمَا بَيْتُهٗ نَبِيٌّ يَتَكَلَّمُ ③

جس کسی گھر میں یہ کتاب ہوگی یعنی جامع ترمذی تو وہ ایسے ہے جیسے اس کے گھر میں نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفتگو فرما رہے ہیں۔

① شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی ۷۴۸ھ سیر اعلام النبلاء ۲/ ۹۶۹ مطبوعہ دار الاندلس جدہ۔
② امام ابوعبداللہ شمس الدین محمد ذہبی ۷۴۸ھ تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۶۳۴ مطبوعہ دار المعارف نعمانیہ حیدر آباد دکن ہند
③ محمد بن حسین بن عقیل موسیٰ سیر اعلام النبلاء ۲/ ۹۶۹ مطبوعہ دار الاندلس جدہ۔

امام ذہبی کہتے ہیں، جامع ترمذی میں علم نافع ہے نیز اس کے فوائد کبھی نہ ختم ہونے والے ہیں اس کتاب میں ایسے مسائل بیان ہوئے ہیں جو واقعی سربلندی کے حامل ہیں یہ کتاب اسلام کے اصولوں میں سے ایک اصول کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگرچہ اس میں کچھ احادیث (امام ذہبی کی نظر میں) ایسی بھی ہیں جو واھیہ وموضوع ہیں لیکن وہ اپنے موضوع کے اعتبار سے فضائل میں آئی ہیں۔ ①

## جامع ترمذی کو صحیح ترمذی بھی کہا گیا ہے

المنشور لابن طاہر میں مذکور ہے۔ شیخ الاسلام ابو اسماعیل کہتے ہیں جامع ترمذی صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے بھی زیادہ نافع ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بخاری ومسلم سے صرف اور صرف ایک جید عالم ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ جب کہ جامع ترمذی ایسی کتاب ہے جس سے ہر عالم اور غیر عالم استفادہ کر سکتے ہیں۔ ②

تہذیب سیر اعلام النبلاء میں ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی جامع ان کی امامت ان کی فقاہت اور ان کی قوت حافظہ پر جسٹس کا درجہ رکھتی ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ انہوں نے احادیث کے قبول کرنے میں رخصت رکھی ہے اس مسئلہ میں شدت اختیار نہیں کی البتہ اگر کوئی حدیث ضعیف ہے تو اس کی تحقیق ضرور کی ہے۔ ③

کشف الظنون میں حاجی خلیفہ نے اولاً سنن ترمذی کے نام سے اس حدیث شریف کی کتاب کا ذکر کیا اس کے بعد لکھا کہ اس کا تفصیلی تذکرہ وہاں مذکور ہوا ہے جہاں لفظ جیم کے ساتھ کتب کا ذکر کیا گیا ہے ان کا کہنا یہ ہے کہ اس کتاب کو بھی الجامع الصحیح کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جس طرح دوسری کتب یعنی (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی الجامع الصحیح اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی الجامع الصحیح جن کو صحیح بخاری وصحیح مسلم کہا جاتا ہے۔ ④

## جامع ترمذی کی خصوصیات:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع ترمذی جس کو صحیح ترمذی کہنا بھی درست ہے اس میں ایسا پسندیدہ اسلوب بیان اختیار کیا ہے۔ جو یقیناً ساری امت مسلمہ کے لئے ایک سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ ابن طاہر کی منشور میں یوں مذکور ہے وہ فرماتے ہیں میں نے شیخ الاسلام ابو اسماعیل کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا:

"جَامِعَ" التِرمِذِیَ اَنْفَعُ مِنْ کِتَابِ الْبُخَارِیِ وَالْمُسْلِمِ ⑤

حدیث شریف کی کتاب جامع ترمذی بخاری ومسلم دونوں کتابوں سے زیادہ نافع ہے۔

---

① شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی م ۷۴۸ھ سیر اعلام النبلاء ۲/۹۶۹ مطبوعہ دار الاندلس الاخضر جدہ۔
② شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی ۷۴۸ھ سیر اعلام النبلاء ۲/۹۶۹ مطبوعہ دار الاندلس الاخضر جدہ۔
③ امام ابو عبد اللہ شمس الدین محمد ذہبی ۷۴۸ھ سیر اعلام النبلاء ۲/۹۶۹ مطبوعہ دار الاندلس الاخضر جدہ۔
④ حاجی خلیفہ کشف الظنون ۲/۲۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔
⑤ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی م ۷۴۸ھ سیر اعلام النبلاء ۲/۹۷۰ مطبوعہ دار الاندلس الاخضر جدہ۔

## جامع ترمذی میں مذکور علوم:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث مبارکہ کے ضمن میں جو ابحاث فرمائی ہیں ان میں علوم وفنون کا ایک خزانہ سمو دیا ہے۔ حافظ ابوبکر ابن عربی نے عارضۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی میں چودہ ۱۴ علوم کی طرف اشارہ کیا ہے۔ علامہ غلام رسول سعیدی نے مزید غور وخوض کے بعد ان پر دس عدد علوم کا اضافہ کیا ہے ہم نے اور غور وخوض کرنے کے بعد اس پر بتیس عدد کا اضافہ کیا ہے۔ اب یہ تعداد چوبیس جمع بتیس (32+24=56) چھپن تک پہنچ گئی ہے۔ لیکن یہ حرف آخر نہیں ہے۔ فہرس یہ ہے:

۱۔ بیان مذاہب فقہاء
۲۔ متروک العمل روایات کی توضیح
۳ ایک حدیث روایت کرنے والے صحابہ
۴۔ متن حدیث میں زیادتی اور کمی کا بیان
۵۔ حدیث کی تصحیح تحسین اور تضعیف
۶۔ حدیث مضطرب
۷۔ حدیث معلول
۸۔ حدیث مرسل
۹۔ متصل اور منقطع
۱۰۔ شاذ اور محفوظ
۱۱۔ اختصار حدیث
۱۲۔ منکر اور معروف
۱۳۔ حدیث مدرج
۱۴۔ اختصار حدیث
۱۵۔ مرفوع اور موقوف
۱۶۔ حدیث مشہور اور غریب
۱۷۔ بیان اسناد
۱۸۔ اختلاف اسماء
۱۹۔ اسماء مشترکہ میں امتیاز
۲۰۔ جرح وتعدیل
۲۱۔ اسماء کنیت اور نسبت کی وضاحت
۲۲۔ آئمہ حدیث کی آراء
۲۳۔ آئمہ حدیث کا اختلاف
۲۴۔ تطبیق بین الروایات
۲۵۔ ناسخ ومنسوخ
۲۶۔ رموز حدیث
۲۹۔ رموز اکسیر
۳۰۔ رموز کنوز
۳۱۔ رواۃ حدیث کی جرح وتعدیل
۳۲۔ روایۃ الاکابر عن الاصاغر
۳۳۔ روایۃ الاصاغر عن الاکابر
۳۴۔ توجیہات وتشبیہات
۳۵۔ نفع العارفین
۳۶۔ علم القیاس
۳۷۔ رؤس المسائل
۳۸۔ روشنائی

۳۹۔ تذکرۃ الاخیار
۴۰۔ کنز الادب
۴۱۔ روض الادبا
۴۲۔ مخزن الاسرار
۴۳۔ روض الافکار
۴۴۔ محاسن علم اور علماء
۴۵۔ روض الافہام
۴۶۔ منبع الخطیب
۴۷۔ روض الافاق
۴۸۔ روض المواعظ
۴۹۔ خزینۃ المعارف
۵۰۔ علم التاریخ
۵۱۔ خزائن الاسماء
۵۲۔ علم الاوائل والاواخر
۵۳۔ تفہیم المسائل
۵۴۔ قوانین العلماء
۵۵۔ بیان الشرعیہ
۵۶۔ علم البیان والبدیع

مذکورہ علوم اور فنون ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک ایک اپنی اپنی جگہ مستقل حیثیت کا حامل ہے۔ امام ترمذی کی جامع واقعی علوم وفنون کا ایک ذخیرہ ہے وہ اپنے اندر ایسے ایسے جواہر رکھتی ہے کہ جتنا بڑا غواص ہوگا اتنا ہی زیادہ گہرائی میں جائے گا اور کثیر گوہر اس میں سے تلاش کر کر کے لائے گا۔ اس امت کے لئے خوشخبری ہے کہ ان کے اکابر نے ایسے ایسے عظیم کام کیے ہیں جو رہتی دنیا تک یاد رکھے جائیں گے اور یہ سب فیضان ہے امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ ان کے تصدق میں انسانیت کا بھلا ہوا۔ انسان کو اس کا مقام رفیع ملا اور اس کا تعلق اپنے خالق و مالک سے مضبوط ہوا۔

## جامع ترمذی کے محاسن مختلف زاویوں سے!

میں نے جامع ترمذی کا مطالعہ کیا احادیث مبارکہ کو پڑھتے وقت کئی زاویوں سے ان پر غور وخوض کرنے کی سعادت نصیب ہوئی جس جس زاویے سے بھی میں نے ان فرامین مقدّس پر غور وفکر کیا ہر زاویے سے ہزار ہا برکات محسوس کیں اگر میں ان کو احاطہ تحریر میں لانا چاہوں تو ایک طویل دفتر درکار ہے میں کوشش کروں گا اختصاراً ان کا تذکرہ کروں تا کہ وہ محاسن بھی نکھر کر سامنے آ جائیں جواب تک پردہ اخفاء میں تھے۔ ہر زمانے میں صاحبان علم وفضل نے اپنی اپنی علمی قابلیت اور اپنی اپنی بصیرت سے احادیث طیبات کے رموز واسرار کو واضح کیا اللہ تعالیٰ ان محدثین عظام اور علماء کرام کو برکات عطا فرمائے اور اپنے ہاں سے جزائے خیر عطا فرمائے میں ایک طالب علم ہوں اور اپنی بساط کے مطابق ہی جامع ترمذی کی مختلف زاویوں سے خصوصیات کو بیّن کرنے کی کاوش کروں گا۔

## اسلام تو سراسر خدمتِ انسانیت کا دین:

جامع ترمذی میں ایسا نظم موجود ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ امام ترمذی جس باب میں بھی احادیث وارد فرماتے ہیں ان میں ایک نظم نظر آتا ہے۔ ایک مسلمان کی زندگی کے ضروری مسائل کو اس عمدگی کے ساتھ ترتیب سے لاتے ہیں کہ عقل انسان دھنگ رہ جاتی ہے بے ساختہ ان کے فنّی کمال کو داد دینے لگتی ہے۔ ایک حق شناس انسان کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ان احادیث مبارکہ کو ضرور مطالعہ کرے اگر کوئی بھی شخص اس انداز سے جامع ترمذی کو پڑھے گا تو وہ خود تو ہدایت یافتہ ہوگا ہی وہ دوسروں کے لیے بھی ہدایت کا سامان بنے گا۔ آج بھی اگر امت مسلمہ اپنے نایاب خزانے کی طرف لوٹ آئے تو پھر اس امّت کو عروج نصیب ہوسکتا ہے۔ مجھے نہیں معلوم اس امّت کا مزاج اس قدر کیوں بگڑ گیا کہ یہ اپنی متاعِ بے بہا کو چھوڑ کر دائیں بائیں جانے لگی ان کو اپنا نقطہ عروج اپنے کلچر (Culture) میں نظر آنے کی بجائے دوسروں کے تمدن میں دکھائی دینے لگا اس فکر سے اگر آج بھی نجات مل جائے تو ہم اپنا مقام پھر سے دوبالا کر سکتے ہیں ہماری کھوئی ہوئی سطوت ہمیں پھر میسر آ سکتی ہے ہمیں اس انداز تفکر کی پھر ضرورت ہے جو ہمارے اکابر کو نصیب تھا۔ اسلام تو سراسر خدمت انسانیت کا دین ہے اور اب مسلمان پتہ نہیں کیوں خود غرضی، خود پرستی اور ہوسِ مال وزر میں غرقاب ہوگیا ہے۔

## ایک حدیث کے مقابل دوسری کو ترجیح دیتے ہیں:

جامع ترمذی میں وہ وہ علمی کمالات اظہر ہوئے ہیں جو کسی اور جگہ اس طرح مجتمع نظر نہیں آتے۔ کتنے مقامات جامع ترمذی میں ایسے ہیں جہاں علمی تحقیقات بام عروج پر ہیں۔ اگر صرف انہی مقامات کو سامنے رکھ کر اہل علم میں تذکرہ کیا جائے تو یقیناً صاحبان علم وفضل داد تحسین دیں اور ان علمی نقاط کو توجہ سے سمیٹ کر دوسروں تک پہنچانے کی پوری کوشش میں لگ جائیں۔ امام ترمذی اپنی جامع میں جب کسی حدیث شریف کے ضمن میں ارقام کرتے ہیں کہ اس حدیث شریف کو فلاں فلاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے اور فلاں فلاں صحابیہ نے بھی اس حدیث مبارک کو روایت کیا ہے۔ کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ اول الذکر سند کے ساتھ جو الفاظ روایت کرتے ہیں ان سے زیادہ عمدہ الفاظ کے ساتھ دوسری روایت ذکر کرتے ہیں اور اس کو ذکر کرنے کے بعد اس کے زیادہ قابل قبول ہونے پر دلیل دیتے ہیں اور ایک عام سا مسلمان بھی ان خوبیوں کو تسلیم کرنے پر آمادہ ہوجاتا ہے۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَنَامُ وَهُوَ

جُنُبٌ وَلَا یَمَسُّ مَاءً

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ: نَحْوَهُ قَالَ أَبُو عِيسٰى: وَهٰذَا قَوْلُ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَغَيْرِهِ۔ وَ قَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ كَانَ يَتَوَضَّأُ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ۔

وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ قَدْ رَوٰى عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ هٰذَا الْحَدِيثَ شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ۔ وَيَرَوْنَ اَنَّ هٰذَا غَلَطٌ مِنْ أَبِي إِسْحٰقَ ①

اوّل الذکر سند سے ایک حدیث شریف وارد فرمائی اس کے بعد دوسری حدیث مبارک وارد کی دونوں احادیث کو نقل کرنے کے بعد دونوں میں سے ایک کو ترجیح دی اور اس کی کہا یہ حدیث اول حدیث شریف کی نسبت زیادہ صحیح ہے۔

## متن حدیث اور اس کی فنّی حیثیت کا بیان:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع صحیح کا اسلوبِ بیان اتنا عمدہ رکھا ہے کہ اس کو بغور پڑھنے والا یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس کتاب کی فضیلت صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے بھی زیادہ ہے۔ وہ جب کوئی حدیث وارد کرتے ہیں تو اس کی سند کا ذکر کرنے کے بعد اس کی وہ سند جو ان کے ذہن میں ہوتی ہے اس کا بھی اظہار کر دیتے ہیں مثلاً ایک ہی حدیث کی بابت وہ یوں کہتے ہیں:

"هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ"

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک ہی حدیث ایک ہی وقت میں صحیح بھی ہے اور حسن بھی یہ کیسے ممکن ہے؟ دراصل امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ایک سند تو ذکر کرتے ہیں ایک حکم اس سند کے اعتبار سے لگاتے ہیں اور ایک اور سند ان کے ذہن میں ہوتی ہے دوسرا حکم اس سند کے اعتبار سے لگا دیتے ہیں اس طرح وہ ایک ایسی سند کا بھی اظہار کر دیتے ہیں جو بظاہر مذکور نہیں ہوتی۔

① امام الحافظ الحجۃ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ۱/ ۶۷ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث شریف کو اپنی سند سے وارد کرتے ہیں۔ اس حدیث شریف کو ذکر کرنے کے بعد وہ کمال احتیاط سے یہ بھی بتاتے ہیں کہ یہی حدیث اور کئی صحابہ کرام وصحابیات سے بھی مروی ہے پھر ان کے یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء مبارک گنواتے ہیں اسی طرح صحابیات وامھات المومنین رضی اللہ عنہن سے بھی جو روایات منقول ہوتی ہیں ان کے اسماء گرامی بھی نقل وذکر فرماتے ہیں یہ انداز اتنا بھلا معلوم ہوتا ہے کہ ایک صاحب علم کا مزید جی چاہتا ہے کہ وہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی جامع کا خوب مطالعہ کرے۔

# مختلف مسائل کے مقدار وعدد میں اختلاف اور ان میں تطبیق

امام ترمذی اپنی جامع میں جب احادیث وارد فرماتے ہیں تو ایک ہی باب میں مختلف طرز کی احادیث لے آتے ہیں ان روایات میں مقدار واعداد میں اختلاف ہوتا ہے اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بڑے ہی دلفریب انداز میں تطبیق قائم کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہاں کم از کم عدد یہ ہے اور زیادہ سے زیادہ عدد یہ ہے۔ اسی طرح یہ بھی بیان کردیتے ہیں کہ اس جگہ کم سے کم مقدار یہ ہے اور زیادہ سے زیادہ یہ ہے۔

قَالَ اَبُو عِيْسٰى: فَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْحَيْضِ وَاَكْثَرِهٖ: فَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ: اَقَلُّ الْحَيْضِ ثَلَاثَةٌ، وَاَكْثَرُهٗ عَشَرَةٌ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَاَهْلِ الْكُوْفَةِ، وَبِهٖ يَاْخُذُ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَرُوِيَ عَنْهُ خِلَافُ هٰذَا۔ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ، مِنْهُمْ عَطَاءُ بْنُ اَبِي رَبَاحٍ اَقَلُّ الْحَيْضِ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ وَاَكْثَرُهٗ خَمْسَةَ عَشَرَ وَهُوَ قَوْلُ الْاَوْزَاعِيِّ، وَمَالِكٍ، وَالشَّافِعِيِّ، وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ، وَاَبِي عُبَيْدٍ۔ ①

اہل الکوفہ سے مراد امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے شاگرد ہوتے ہیں۔ وہ امام ابوحنیفہ کا نام نہیں لیتے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں بعض اہل علم کے نزدیک کم از کم حیض تین دن رات اور زیادہ سے زیادہ دس دن رات، یہ قول امام سفیان ثوری کا اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما کا ہے۔ اسی کی تائید ابن مبارک کرتے ہیں۔ اس کے خلاف جن اہل علم کا موقف ہے وہ یہ

① امام حافظ الحجہ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی ۱/ ۴۲، ۴۳ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

ہیں۔ عطا بن ابی رباح، ان کے نزدیک حیض کی مدت کم از کم ایک دن اور رات ہے اور زیادہ سے زیادہ پندرہ دن رات یہ قول امام اوزاعی کا ہے اور اسی طرح امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام اسحٰق اور ابی عبید کا نقطہ نظر بھی یہی ہے۔

## اگر کسی راوی کی کنیت حدیث میں ذکر کریں تو خود اس کے نام کی وضاحت کرتے ہیں:

امام ترمذی بسا اوقات کوئی حدیث ایک سند کے ساتھ ذکر کرتے ہیں تو اس میں کسی راوی کا اصل نام ذکر کرنے کی بجائے اس کی کنیت ذکر کرتے ہیں پھر اس حدیث کے ذیل میں اس راوی کا اصل نام ذکر کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے ابہام فوراً زائل ہو جاتا ہے۔ جامع ترمذی کی ایک اور بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تفہیم بہت جلد اور آسانی سے ہوتی جاتی ہے۔

میرے نزدیک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی الجامع الصحیح کو اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی الجامع الصحیح کو وہ مقام حاصل نہیں جو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی الجامع الصحیح کو حاصل ہے۔ میری بات کی تصدیق سیر اعلام النبلا سے بھی ہوتی ہے۔ شیخ الاسلام ابو اسماعیل فرماتے ہیں جامع ترمذی اَنْفَعُ مِنْ کِتَابِ الْبُخَارِیْ وَالْمُسْلِمِ [1] امام ترمذی جب سند حدیث میں کنیت ذکر کرتے ہیں تو خود ہی اس کنیت کی اصل نام کے ساتھ وضاحت کر دیتے ہیں۔

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَهُوَ حَدِیْثُ مَالِكٍ عَنْ سُهَیْلٍ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ، وَأَبُو صَالِحٍ وَالِدُ سُهَیْلٍ هُوَ أَبُوْ صَالِحٍ السَّمَّانُ وَاسْمُهُ: ذَكْوَانُ، وَأَبُو هُرَیْرَةَ۔ اِخْتَلَفُوْا فِي اسْمِهِ فَقَالُوْا: عَبْدُ شَمْسٍ، وَقَالُوا: عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو وَهٰكَذَا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ وَهٰذَا أَصَحُّ [2]

اس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابو صالح والد سہیل سے روایت کی پھر دونوں بزرگوں کے اصل نام ذکر فرماتے ہیں، کہتے ہیں یہ جو ابو صالح السمان ہیں اس کا نام ذکوان ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اسم گرامی میں اختلاف ہے کچھ علماء کہتے ہیں ان کا نام عبد شمس تھا کچھ

---

(۱) سیر اعلام النبلاء شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذھبی م ۷۴۸ھ جز ثانی ص ۹۷۰ مطبوعہ دار الاندلس جدہ

(۲) امام حافظ الحجہ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ۱/۷، مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

نے کہا عبداللہ بن عمرو تھا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کو درست قرار دیتے ہیں۔(بعض علماء نے حضرت ابوہریرہ کا نام عبدالرحمٰن بھی لکھا ہے۔) (محمد ارشد القادری)

## ائمہ مجتہدین کے مذاہب کا بیان!

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا کمال یہ ہے وہ اپنی جامع میں مختلف الانواع مسائل کو ائمہ کرام کے مسالک کے حوالہ سے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ایک ایک جزئیہ واضح ہوتا چلا جاتا ہے۔وہ ائمہ مجتہدین کے نقطہ نظر کو بڑی سادگی اور عمدگی کے ساتھ بیان کرتے ہیں ایک ایک طرز عمل کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیّن کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔تیمم کے حوالے سے جو احادیث وارد ہوئی ہیں کہ حائض اور جنب کب اور کیسے تیمم کریں تو اس کی وضاحت فقہا کے اقوال سے کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ الفُقَهَاءِ: أَنَّ الْجُنُبَ وَالْحَائِضَ إِذَا لَمْ يَجِدَا الْمَاءَ تَيَمَّمَا وَصَلَّيَا. وَيُرْوٰى عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ: أَنَّهُ كَانَ لَا يَرٰى التَّيَمُّمَ لِلْجُنُبِ. وَإِنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ. وَ يُرْوٰى عَنْهُ. أَنَّهُ رَجَعَ عَنْ قَوْلِهٖ فَقَالَ يَتَيَمَّمُ إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ. وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَمَالِكٌ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحٰقُ۔ ①

اسی طرح یہ مسئلہ کہ نیند میں وضو کب ساقط ہوتا ہے اور کب نہیں ٹوٹتا اس کی وضاحت کرتے ہوئے مختلف علماء کرام کا نقطہ نظر بیّن کرتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ ہمارے اکابر کے نزدیک کس صورت میں نیند میں وضو ٹوٹتا ہے اور اس مسئلہ میں بڑے بڑے فقہا کا طرز استدلال کیا ہے۔

وَاخْتَلَفَ الْعَلَمَاءُ فِي الْوُضُوءِ مِنَ النَّوْمِ: فَرَاٰى اَكْثَرُهُمْ اِنَّهٗ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْوُضُوءُ إِذَا نَامَ قَاعِدًا وَقَائِمًا حَتّٰى يَنَامَ مُضْطَجِعًا وَبِهٖ يَقُوْلُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَأَحْمَدُ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِذَا نَامَ حَتّٰى غُلِبَ عَلٰى عَقْلِهٖ وَجَبَ عَلَيْهِ الْوُضُوءُ، وَبِهٖ يَقُوْلُ إِسْحٰقُ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: مَنْ نَامَ قَاعِدًا فَرَاٰى رُؤْيَا أَوْ زَالَتْ مَقْعَدَتُهٗ

① امام حافظ الحجہ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ۲۰۹ ۲۷۹ھ جامع ترمذی ۱/۶۹ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

لِوَسَنِ النَّوْمِ، فَعَلَيْهِ الْوُضُوْءُ ①

نیند میں وضو کے ٹوٹ جانے کے حوالے سے مختلف علماء کی آراء اور بڑے بڑے آئمہ جن میں امام سفیان ثوری، امام ابن مبارک، امام احمد بن حنبل، امام شافعی اور امام اسحق جیسے جلیل القدر بزرگ شامل ہیں کے اقوال سے ایسی صراحت کرتے ہیں کہ دل راحت پاتا ہے۔

## مختلف صحابہ کرام کا نقطہ ہائے نظر:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بھی خاصہ ہے کہ وہ حدیث شریف سے مستنبط ہونے والے مسائل کا ذکر کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ کن کن صحابہ کرام کا اس نقطہ نظر پر اتفاق تھا ان بزرگوں کے اسماء مبارک ذکر کرتے ہیں۔ ان کے اس انداز بیان سے جہاں علم میں اضافہ ہوتا ہے وہاں مطالعہ کرتے کرتے ہی مسائل کی تفہیم ہوتی چلی جاتی ہے یہ بھی بیّن ہوتا چلا جاتا ہے کہ مختلف موقعوں پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نقطہ ہائے نظر کس کس انداز کے حامل رہے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ طرّہ امتیاز ہے کہ وہ احسن انداز میں احادیث مبارکہ میں وارد ہونے والے مختلف مسائل کا حل فرماتے ہیں اور یہ احساس تک نہیں ہونے دیتے کہ یہاں کوئی جھگڑے کی صورت بھی ہے۔

وَهُوَ قَوْلُ اَكْثَرِ الْفُقَهَاءِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ اَنَّهُمْ كَرِهُوْا الصَّلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلَعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَاَمَّا الصَّلَوَاتُ الْفَوَائِتِ فَلَا بَأْسَ اِنْ تُقْضٰى بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الصُّبْحِ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمُدِيْنِيِّ قَالَ يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ شُعْبَةُ لَمْ يَسْمَعْ قَتَادَةُ مِنْ اَبِي الْعَالِيَةِ اِلَّا ثَلَاثَةَ اَشْيَاءٍ حَدِيْثَ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَحَدِيْثَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ اَنْ يَقُوْلَ اَنَا خَيْرٌ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى وَحَدِيْثَ عَلِيٍّ الْقُضَاتُ ثَلَاثَةٌ ②

① امام حافظ الحجہ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ۱/۹۴ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

② امام الحافظ الحجہ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ۱/۹۸،۹۹ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

## نماز فجر اور عصر کے بعد نماز پڑھنا کیسا ہے:

بہت سارے صحابہ کرام، تابعین عظام اور بعد والے بزرگ یہی کہتے ہیں کہ نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے کوئی نماز نہیں اسی طرح نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک کوئی نماز نہیں ہاں البتہ اگر فوت ہو جانے والی نمازوں کو نماز فجر کے بعد یا نماز عصر کے بعد ادا کیا جائے تو اس کی اجازت ہے۔

## تطبیق بین الروایتین!

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی الجامع الصحیح میں تطبیق روایات کا ایسا حسین امتزاج پیش کیا ہے۔ جو بڑے بڑے ائمہ کرام اور محدثین کے ہاں دور دور تک نظر نہیں آتا۔ اس خصوصیت کی بنا پر امام ترمذی کی جامع کو بڑا بلند مقام حاصل ہے۔ تطبیق بین الروایاتین میں جو مقام امام ترمذی کو حاصل ہے وہ انہی کا خاصہ ہے۔ اس لحاظ سے امام ترمذی کی جامع اہل علم میں ایک نادر مقام رکھتی ہے۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ، مِثْلُ سُفْيَانَ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ، وَاَحْمَدَ، وَاِسْحٰقَ: رَاَوْا تَرْكَ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ۔ وَهٰذَا اٰخِرُ الْاَمْرَيْنِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ وَكَانَ هٰذَا الْحَدِيْثُ نَاسِخًا لِلْحَدِيْثِ الْاَوَّلِ: حَدِيْثَ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ[1]

## ناسخ ومنسوخ کا تذکرہ:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کسی جگہ دو حدیثیں نقل فرماتے ہیں دونوں کو ذکر کرنے کے بعد اس پر اہل علم صحابہ کرام، تابعین عظام اور بعد والے اہل علم بزرگوں کا ذکر کرتے ہیں بلکہ نام لے کر کہتے جیسے امام سفیان ثوری، ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحق فرماتے ہیں۔ اس کے بعد فیصلہ کے انداز میں لکھتے ہیں:

وَكَانَ هٰذَا الْحَدِيْثُ نَاسِخًا لِلْحَدِيْثِ الْاَوَّلِ

یہاں یہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے جامع کی ایک بڑی خصوصیت ہے اسے ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے یہی اہل علم کی فضیلت ہے کہ وہ ان علمی نقاط کو از بر رکھتے ہیں جن کی وجہ سے جہل اور علم میں فرق کیا جاتا ہے۔

① امام الحافظ الحجہ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ۱/۵۰ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

## تلفیق بین الروایتین!

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا طرز عمل یہ ہے کہ وہ اپنی جامع میں حدیث وارد کرنے کے بعد اس کی توجیہہ بھی بیان کرتے ہیں مثلاً اگر ایک حدیث شریف میں ایک مسئلہ ایک نوعیت سے بیان ہو چکا ہو اور دوسری روایت میں بالکل اس کے برعکس بیان ہو رہا ہو تو امام ترمذی وہاں بڑے سلیقے کے ساتھ روای کی فکر ونظر کے اعتبار سے بات کر کے دونوں روایتوں میں تلفیق قائم کرتے ہیں جس سے مسئلہ نکھر کر سامنے آ جاتا ہے اور دونوں احادیث کے معانی واضح اور بیّن ہو کر سامنے آ جاتے ہیں۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مختلف ائمہ کرام کی تحقیقات کو سامنے رکھ کر ایسی راہ نکال لیتے ہیں جس سے مسئلہ کا حل نکل ہی آتا ہے۔

**وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ حَبِيْبَةَ وَأُمِّ سَلْمَةَ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، وَأَبِي طَلْحَةَ، وَأَبِي أَيُّوبَ وَأَبِي مُوسٰى**

**قَالَ أَبُو عِيْسٰى: وَقَدْ رَاٰى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ الْوُضُوْءَ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ۔ وَأَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِيْنَ۔ وَمَنْ بَعْدَهُمْ عَلٰى تَرْكِ الْوُضُوْءِ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ** (۱)

یہاں امام الحجہ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حدیث شریف کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں بعض اہل علم کے نزدیک جب کوئی آگ کی پکی ہوئی چیز کھائے تو اس کو وضو کرنا ہوگا۔ اکثر اہل علم جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین اور اسی طرح ان کے بعد والے بزرگ بھی شامل ہیں وہ فرماتے ہیں آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے پر وضو کرنا ضروری نہیں بلکہ نہ ہی کرنا چاہیے۔

## قال بعض اہل الکوفہ لکھنے سے مراد:

جامع ترمذی میں جو طرز استدلال امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمایا ہے وہ ایسا دلفریب ہے کہ اسے مطالعہ کرنے سے قلب وروح متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ کئی فقہی مسائل ایسے ہیں جن میں ائمہ مجتہدین کے مختلف مذاہب ہیں وہ ان کے مذاہب کو بیان کرتے ہیں اور پھر ان پر خوب شائستگی کے ساتھ اظہار خیال کرتے ہیں وہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کا ذکر تو ان کے اسماء گرامی لے لے کر کرتے ہیں لیکن امام اعظم

(۱) امام حافظ الحجہ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی ۱/۴۹ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ذکر نام لے کر نہیں کرتے بلکہ قال بعض اہل الکوفہ کہہ کر کرتے ہیں۔اس طرح کہنے سے ان کی مراد امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہوتے ہیں۔میں نے شرح ترمذی میں بڑے ادب کے ساتھ عرض کیا ہے۔حضور امام ترمذی آپ اگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا نام ذکر کر ہی دیتے تو اس سے آپ کا مقام ومرتبہ اور بلند ہوجاتا آپ کی عزّت مزید دوبالا ہوتی بہرنوع امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا نام نہیں لیتے بلکہ بعض اہل الکوفہ ہی کہتے ہیں۔

وَالَّذِیْ اجْتَمَعَ عَلَیْہِ اَکْثَرُ اَھْلِ الْعِلْمِ: عَلٰی کَرَاھِیَۃِ الصَّلَاۃِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَطْلَعَ الشَّمْسُ، اِلَّا مَا اسْتُثْنِیَ مِنْ ذٰلِکَ، مِثْلُ الصَّلَاۃِ بِمَکَّۃَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَطْلَعَ الشَّمْسُ، رُخْصَۃٌ بَعْدَ الطَّوَافِ، فَقَدْ رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ رُخْصَۃٌ فِیْ ذٰلِکَ وَقَدْ قَالَ بِہٖ قَوْمٌ مِنْ اَھْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ وَ مَنْ بَعْدَھُمْ وَبِہٖ یَقُوْلُ الشَّافِعِیُّ وَاَحْمَدُ، وَاِسْحٰقُ، وَقَدْ کَرِہَ قَوْمٌ مِنْ اَھْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ وَ مَنْ بَعْدَھُمُ الصَّلٰوۃَ بِمَکَّۃَ اَیْضًا بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الصُّبْحِ وَبِہٖ یقول سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ وَمَالِکُ بْنُ اَنَسٍ، وَبَعْضُ اَھْلِ الْکُوْفَۃِ۔ ①

مختلف اہل علم کی آراء اور فیصلوں کو سامنے رکھ کر امام ترمذی اس طرح تجزیہ کرتے ہیں کہ ان کے اس انداز استدلال کو داد تحسین دینے کو جی چاہتا ہے یہی امام ترمذی کی وہ خوبی ہے جو جامع ترمذی کے مقام کو مزید دوبالا کر دیتی ہے۔

## ہمارے ائمہ حدیث کی دیانت کا منہ بولتا ثبوت!

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جب کوئی روایت اپنی جامع میں وارد کرتے ہیں تو پھر اس حدیث کے بارے میں بڑی احتیاط کے ساتھ دلائل سے واضح کرتے ہیں کہ کون کون سے الفاظ زیادہ قوی ہیں۔وہ اپنے مؤقف کو براہین کی

① امام حافظ الحجۃ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی ۱؍۱۰۰ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

روشنی میں بیّن کرتے ہیں وہ ایسے بے مثل امام ہیں کہ جن کی نظیر ملنا بہت مشکل ہے۔ امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث وارد فرمائی۔ اس کے الفاظ یوں ہیں:

لَا تُقْبَلُ صَلٰوةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُوْلٍ ①

نماز طہارت کے بغیر قبول نہیں ہوتی اسی طرح مال خیانت وحرام سے صدقہ بھی قبول نہیں کیا جاتا اس کے بعد فرماتے ہیں۔ جناب ھناد کی روایت کردہ حدیث میں الابطھور کے الفاظ پائے جاتے ہیں یہ حدیث اس باب میں زیادہ صحیح ہے اور احسن بھی۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى هٰذَا الْحَدِيْثُ اَصَحُّ شَيْءٍ فِيْ هٰذَا الْبَابِ وَاَحْسَنُ ②

یہ وہ احتیاط ہے جو جامع ترمذی کی شوکت کو چار چاند لگا دیتی ہے اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے امام الانبیاء علیہ السلام کی احادیث مبارکہ کو جمع کرنے اور پھر ان کو امت کے سامنے پیش کرتے وقت کس قدر احتیاط اور ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے نیز وہ کس قدر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے انہوں نے ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھا ہے۔ یہ عمل محدثین کرام کی دیانت، صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے جو یہ بتاتا ہے کہ منکرین حدیث نے کتب حدیث کا بغور مطالعہ نہیں کیا تھا ورنہ وہ ہرگز انکار حدیث کا فتنہ نہ اٹھاتے۔

## جامع ترمذی کی ثلاثی حدیث!

جامع ترمذی کی وہ حدیث شریف جو اعلیٰ اسانید کی حامل ہے وہ وہی ہے جس کو حدیث ثلاثی کی خصوصیت سے تعبیر کیا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ اس حدیث مبارکہ کی سند میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور حضور پُرنور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک صرف تین واسطے ہیں۔ جامع ترمذی شریف میں صرف ایک ہی حدیث مبارک اس درجہ کی ہے وہ اس طرح ہے۔

حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُوْسٰى الْفَزَارِيُّ ابْنُ بِنْتِ السُّدِّيِّ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ شَاكِرٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ الصَّابِرُ فِيْهِمْ عَلٰى دِيْنِهٖ كَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرِ ③

① امام حافظ الحجۃ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی ۱/ ۵ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔
② امام حافظ الحجۃ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی ۱/ ۶ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔
③ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی ۲/ ۱۴۲ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے جس میں ان کا اپنے دین پر قائم رہنا اتنا ہی مشکل ہوگا جتنا مشکل آگ کے انگارے کو پکڑنا ہے۔

حضرت علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے مذکورہ حدیث شریف کو ثنائی قرار دیا ہے ان کے نزدیک اس حدیث میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام الانبیاء حبیب کبریا علیہ السلام کے درمیان صرف دو واسطے ہیں۔ علامہ غلام رسول صاحب سعیدی نے علامہ ملا علی قاری کے اس نقطہ نظر کی تردید کردی ہے مجھے کچھ اس طرح سمجھ آیا ہے کہ شائد ملا علی قاری رحمۃ الباری نے ابتدائی دو راویوں کو شمار کرلیا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ پر جزم کیا ہے بہرحال صحیح یہی ہے کہ یہ حدیث ثلاثی ہے۔

## جامع ترمذی اور کتب صحاح:

اس میں کوئی شک نہیں کہ کتب صحاح میں بخاری ومسلم کو بڑا مقام حاصل ہے اور یہ ہے بھی ایک حقیقت، لیکن جامع ترمذی کو بعض وجوہ کی بنا پر بعض محقق علماء نے بخاری ومسلم پر بھی فوقیت دی ہے اگرچہ بعض علماء نے جامع ترمذی شریف پر بات کرتے ہوئے ایسی چیزوں کا ذکر کیا ہے جو ترتیب میں اس کتاب کو ابوداؤد ونسائی کے بھی بعد کے درجے پر لا کھڑا کرتی ہیں اگر تھوڑا سا غور وخوض کیا جائے اور نظر تحقیق سے اس کتاب کو دیکھا جائے تو یقیناً یہ سنن ابو داؤد اور سنن نسائی پر فوقیت رکھتی ہے۔

امام ترمذی نے جس طرح مختلف علوم کو اس میں سمویا ہے وہ انہی کا حصہ ہے اس کمال کو پیش نظر رکھا جائے تو جامع ترمذی یا صحیح ترمذی کا مقام بہت بلند نظر آتا ہے اس میں ایک محقق کے لئے بے پناہ نعمتیں ہیں۔ خزانے ہیں جنہیں سمیٹا جاسکتا ہے اور آنے والی نسلوں کو بطور تحفہ پیش کیا جاسکتا ہے اس میں ایسی کانیں ہیں جن سے دولت لازوال حاصل کی جاسکتی ہے جو ایک مسلمان کی زندگی کے ہر شعبے میں نہ صرف معاون بن سکتی ہے بلکہ کامل رہنما ہوسکتی ہے۔

میرے نزدیک جامع ترمذی ایک عالم کے لئے تو یقیناً خزینہ معرفت ہے ہی وہ ایک عام مطالعہ کرنے والے ذرا سی سمجھ بوجھ رکھنے والے قاری کے لئے بھی بے حد مفید ہے اس کا یہی کمال اس کو کتب صحاح میں بالا واعلیٰ مقام عطا کرتا ہے ان شاء اللہ میری اس بات کی تصدیق ہر وہ صاحبِ عقل ودانش کرے گا جس کو جامع ترمذی شریف کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوگا۔ اس کی احادیث کے متن چھوٹے ہیں اور معانی بے پناہ نافع اور ان کی تفہیم انتہائی آسان ہے اسی خصوصیت کی وجہ سے میں اس کو بخاری ومسلم سے زیادہ نفع بخش مانتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جامع ترمذی شریف کی احادیث سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور عمل کر کے دونوں جہانوں میں کامرانی سے نواز دے آمین۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جو علل حدیث کا تذکرہ کیا ہے وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تتبع میں ہے اس کا ذکر انہوں نے خود کتاب العلل الصغریٰ میں کیا ہے وہ کہتے ہیں میں نے اس کو امام بخاری کی کتاب التاریخ میں سے اخذ کیا ہے اور ان کے علاوہ اور لوگوں سے بھی کچھ کچھ لیا ہے مگر زیادہ تر مواد وہی ہے جو میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تبادلہ خیال کرنے سے حاصل کیا۔ دیگر علماء میں انہوں نے عبداللہ بن عبدالرحمن اور ابوزرعہ کا ذکر کیا ہے۔ ①

## اہل الرائے کا معنیٰ کیا ہے:

اصلاً محدّثین کرام ان لوگوں کے مبارک گروہ کا نام ہے جو حدیث شریف کو سند و متن کے حوالے سے جمع کریں اور اس کو مدوّن کریں نیز اس مدوّن نسخہ کی اشاعت کا اہتمام کریں۔ جب کہ اہل الرائے ان لوگوں کی متبرک جماعت کو کہا جاتا ہے جو احادیث مبارکہ سے فقہی مسائل کو مستنبط کریں اور اسی طرز پر وہ کام کرنے کو اپنے لئے باعث شرف گردانیں۔ یہی وہ وجہ ہے جس کی بنا پر فقہا کرام کو اہل الرائے کے الفاظ سے یاد کیا جانے لگا۔ اس کے علاوہ کوئی وجہ معلوم نہیں ہوئی اگر کوئی شخص اس کے علاوہ کوئی اور معنیٰ بیان کرتا ہے تو یہ درست نہیں۔

بہت سارے ائمہ عظام نے نہایت مشکل اٹھا کر تصانیف کیں۔ اس مقدس گروہ میں ہشام بن حبّان، عبد الملک بن عبدالعزیز بن جریج، سعید بن ابی عروبہ مالک بن انس، حماد بن سلمہ، عبداللہ بن مبارک، یحییٰ بن زکریا بن زائدہ، وکیع بن جراح اور عبدالرحمن بن مہدی شامل ہیں یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے کتابیں لکھیں اور ان کتب سے مسلمانوں کو بے پناہ نفع پہنچا۔ ملّت اسلامیہ نے ان بزرگوں کی کتب سے ایک راستہ متعین کیا بعض کم عقل لوگوں نے اہل حدیث (محدثین اور اس علم کے ماہرین) پر نقد و جرح کو اچھا نہ جانا مگر ہمارے علم میں یہ بات آ گئی کہ بہت سارے تابعین عظام نے رواۃ حدیث پر گفتگو کی۔ ②

مثلاً حضرت حسن بصری طاؤس رضی اللہ عنہما ان دونوں نے معبد جُہنی پر کلام کیا۔ سعید بن جبیر طلق بن حبیب، کو زیر بحث لائے ابراہیم نخعی اور عامر شعبی نے اعور پر تنقید کی ایسے ہی ایوب سختیانی عبداللہ بن عون سلیمان تیمی شعبہ بن حجاج سفیانِ ثوری مالک بن انس، اوزاعی عبداللہ بن مبارک یحییٰ بن سعید القطان، وکیع بن جراح، عبدالرحمن بن مہدی اور بہت سارے دوسرے اہل علم نے راویان حدیث پر جرح کی، ③ بعض رواۃ حدیث کو ضعیف بھی قرار دیا اس سے ان کی غرض صرف اور صرف اہل اسلام کی خیر خواہی تھی۔ ④

## دینی شہادت کس قدر اہم ہے:

اس طرز پر کام کرنے کی وجہ لوگوں پر طعن کرنا اور ان کے نقائص لوگوں پر ظاہر کرنا نہ تھا بلکہ مقصود صرف اور صرف یہ تھا کہ لوگوں پر خوب واضح ہو جائے کہ حدیث بیان کرنے والا کس درجہ کا آدمی ہے۔ ان بزرگوں کے نزدیک

① امام حافظ الحجۃ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی کتاب العلل ص ۶۰۵ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔
② امام حافظ الحجۃ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی کتاب العلل ۲/۶۰۵ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔
③④ ایضاً // // // ۲/۶۰۶ //

اموال اور حقوق کی خاطر گواہی دینے سے دینی گواہی دینا کہیں زیادہ معتبر تھی۔ ①

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے سفیان ثوری، شعبہ، مالک بن انس، سفیان بن عیینہ سے کسی نے پوچھا کہ اگر کسی شخص میں کوئی ضعف ہو تو میں اسے بیان کروں یا خاموش رہوں انہوں نے فرمایا بیان کرو۔

② اس نقطہ نظر کی مزید تفصیلات کتاب العلل الصغرٰی میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

**حَدَّثَنَا!** احمد بن حسن، یحییٰ بن سلمان جعفی مصری کے توسط سے عبداللہ بن وہب سے یوں نقل کرتے ہیں۔ جب میں کہوں حدثنا تو اس سے مراد یہ ہوگا کہ میں نے دوسرے حضرات کے ساتھ مل بیٹھ کر حدیث سنی۔

مَاقُلْتُ حَدَّثَنَا فَهُوَ كَمَا سَمِعْتُ مَعَ النَّاسِ ③

**حَدَّثَنِيْ!** اگر میں کہوں ''حدثنی'' تو اس کا مطلب ہوگا میں نے تنہا حدیث سنی ④

**اَخْبَرَنَا!** اگر میں یوں کہوں اخبرنا تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ کسی صاحب علم کے سامنے حدیث پڑھی گئی اس وقت میں بھی وہاں موجود تھا۔ ⑤

**اَخْبَرَنِيْ!** اگر میں یوں کہوں اخبرنی تو اس کا مطلب ہوگا میں نے اکیلے میں حدیث کسی عالم کو پڑھ کر سنائی ⑥

ابو موسیٰ محمد بن مثنیٰ فرماتے ہیں میں نے یحییٰ بن سعید القطان سے سنا کہ حدثنا، اور اَخْبَرَنَا دونوں لفظوں کا ایک ہی مقصود ہے۔ ⑦

امام ترمذی فرماتے ہیں ہم ابو مصعب مدینی کے پاس موجود تھے ان کے سامنے ان کی کچھ احادیث پڑھی گئیں تو ہم نے کہا کہ ہم ان کو کیسے روایت کریں تو انہوں نے کہا یوں روایت کرو حدثنا ابو مصعب ⑧

## مُرسل روایات سے استدلال!

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بعض علماء نے مرسل روایات سے بھی استدلال کیا ہے کتاب العلل الصغرٰی میں مرقوم ہے وَقَدِ احْتَجَّ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ بِالْمُرْسَلِ اَيْضًا یہ بھی حقیقت ہے کہ بعض علماء نے مرسل روایات سے بھی استدلال کیا ہے۔

---

① امام حافظ الحجۃ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع کتاب العلل ۶۰۵ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

② امام حافظ الحجۃ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی کتاب العلل ۲/ ۶۰۵ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

③ امام حافظ الحجۃ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی کتاب العلل ۲/ ۶۰۶ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

④ امام حافظ الحجۃ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی کتاب العلل ۲/ ۶۱۴ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

⑤ امام حافظ الحجۃ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی کتاب العلل ۲/ ۶۱۳ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

⑥ امام حافظ الحجۃ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی کتاب العلل ۲/ ۶۱۳ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

⑦ امام حافظ الحجۃ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی کتاب العلل ۲/ ۶۱۳ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

⑧ امام حافظ الحجۃ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی کتاب العلل ۲/ ۶۱۳ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

جامع ترمذی شریف کی افادیت ہر دور میں مسلّم رہی ہے بڑے بڑے اہل علم اس کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان رہے ہیں اس کی شرائط بھی بہت عمدہ ہیں۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا میں ہے۔

## جامع ترمذی کی شرائط:

جامع ترمذی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تالیف کے سلسلے میں امام ترمذی نے چار شرائط کو پیش نظر رکھا۔

۱۔ وہ روایات لائی جائیں جو صحیح ہوں نیز صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے موافق اور ان کے شرائط کے مطابق ہوں۔

۲۔ جو امام ابوداؤد اور امام نسائی کی شرائط کے موافق ہوں اور یہ کہ امام ابوداؤد اور امام نسائی کے ہر اس راوی سے جس کے ترک پر اجماع نہ ہو روایت لیں گے۔

۳۔ صرف ان ضعیف روایات کو لیا جائے جو حسن لِغَیْرِہٖ کے قبیل سے ہوں کیونکہ اس کے ساتھ سلف کی ایک جماعت کے مسلک کی مطابقت ہوتی ہے۔

۴۔ طبقہ اولیٰ کے رواۃ کا لحاظ رکھا ہے۔ چنانچہ طبقہ اولیٰ اور ثانیہ سے زیادہ روایات لی ہیں۔ طبقہ ثالثہ اور رابعہ سے نسبتاً کم اور طبقہ خامسہ سے اشتھاداً یا شاذ و نادر کے اعتبار کے طور پر روایت لی ہے۔

## امام ترمذی کے رموز (Code Words)

جامع ترمذی دوسری کتب احادیث میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے اسی وجہ سے میں نے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی جامع کو بطور خاص دیکھا اس کے تمام وہ مقامات جہاں جہاں وفی الباب کے عنوان سے بات کی ہے ان کو نظر سے گذارا اور ان ابواب میں جہاں جہاں خاص اشارات اور الفاظ نظر آئے ان کو نوٹ کیا اور پھر ان الفاظ کے معانی بُنی اسی عبارت سے معین کئے ان کو جمع کرنے کے بعد یہاں رقم کر رہا ہوں۔ انشاء اللہ اہل علم کے لئے نافع ہوں گے اور تمام اہل اسلام ان سے استفادہ کریں گے۔ امام ترمذی نے جو خصوصی الفاظ بطور رموزِ استعمال کئے ہیں وہ ان کی بیان کردہ اصطلاحات ہیں یہ بھی جامع ترمذی کی ایک بہت بڑی خوبی ہے واقعی جامع ترمذی دوسری کتب احادیث میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔

### ۱۔ هُوَ مُقَارِبُ الْحَدِیْثِ:

اس میں علماء کا اختلاف ہے یہ الفاظ راوی کی توثیق بیان کرتے ہیں یا تضعیف لغت میں دونوں معنوں کا احتمال موجود ہے تحقیق یہ ہے کہ یہ الفاظ تعدیل کے لئے ہی بولے جاتے ہیں۔ یہ الفاظ ثقہ کے قائم مقام ہیں جامع ترمذی

میں جہاں ان الفاظ کو لایا گیا وہاں مراد توثیق ہی ہے شیخ عراقی کہتے ہیں اگر اس لفظ کے ساتھ یا متکلم کا اضافہ کر دیا جائے تو یقینا توثیق کے معنوں میں آ جاتا ہے یہ اہل یمن کا محاورہ بھی ہے۔①

## ۲۔ هُوَ شَيْخٌ لَيْسَ بِذَاكِ!

اس میں لفظ شیخ تو تعدیل کی طرف اشارہ کرتا ہے لیکن لفظ بذاک جرح کی طرف اشارہ ہے بعض اہل علم اس پر یہ اشکال وارد کرتے ہیں کہ بیک وقت جرح اور تعدیل دونوں جمع کس طرح ہو سکتی ہیں۔اس کا جواب یہ ہے کہ عین ممکن ہے ایک راوی میں عدالت کا وصف تو ہو مگر عمر زائد ہو جانے کی وجہ سے حافظہ میں اختلاط آ گیا ہو اس صورت حال کا اظہار امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بذاک کے لفظ سے کر دیا ہو۔لہٰذا کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا۔علامہ طیبی نے بھی یہی کہا ہے کہ امام ترمذی اس لفظ کا استعمال اس وقت کرتے ہیں جب راوی کی عمر زیادہ ہو جانے کی وجہ سے نسیان اور غفلت ہونے لگے۔②

## ۳۔ اَجْوَدُ اَسْنَادًا!

جب کوئی حدیث کسی دوسری کے مقابلے میں سنداً زیادہ قوی ہو تو اس کے اظہار کے لئے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ان الفاظ کا استعمال کرتے ہیں تاکہ ان کی مطلوبہ حدیث کی صحت بیّن ہو کر سامنے آ جائے اور اس کو زیادہ لائق التفات جانا جائے اور اس حدیث کو استدلال کے طور پر پیش کیا جا سکے۔③

## ۴۔ اَشْهَرُ حَدِيْثٍ!

اگر ایک ہی باب میں دو یا دو سے زیادہ احادیث آ جائیں اور ان احادیث میں ایک حدیث زیادہ مشہور ہو تو امام ترمذی اس کے اظہار کے لئے ان الفاظ کا استعمال فرماتے ہیں۔جس سے ان کی مطلوبہ حدیث کی صحت و تقویت معلوم ہوتی ہے۔④

## ۵۔ اَسْنَادُهٗ لَيْسَ بِذَاكَ الْقَوِيِّ!

ان الفاظ کا استعمال امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت کرتے ہیں جب کسی روای یا رواۃ کی قوتِ حافظہ پر ان کو اعتماد نہ رہے۔اور ان کے نزدیک ان کی مذکورہ حدیث اعلیٰ پیمانے پر نہ آ رہی ہو یعنی اس کی فنی حیثیت متحقق نہ ہو⑤

---

① امام حافظ الحجۃ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی کتاب العلل ا/۱۰۸ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔
② امام حافظ الحجۃ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی کتاب العلل ا/۶۳ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔
③ امام حافظ الحجۃ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی کتاب العلل ا/۱۲۶ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔
④ امام حافظ الحجۃ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی کتاب العلل ا/۱۲۸ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔
⑤ امام حافظ الحجۃ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی کتاب العلل ا/۱۸۱ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

## ۶۔ فِیْ اِسْنَادِہٖ مَقَالٌ!

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی وارد شدہ حدیث کے ضمن میں مذکور وفی الباب میں ان الفاظ سے اس وقت بات کرتے ہیں جب انہوں نے اس اصول کا اظہار کرنا ہو کہ اس حدیث کی سند پر کلام کیا گیا ہے یعنی اس کے رواۃ میں وہ شرائط نہیں پائی جاتی جن کا ہونا اعلیٰ سند کے لئے ضروری ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی راوی کو نا قابل اعتماد قرار دیا جا رہا ہے دوسری چیز یہ بھی ہے کہ کسی جرم کی سزا میں ائمہ کرام میں اختلاف ہو بھی تو ان وجوہ کی بنا پر امام ترمذی فی اسنادہ مَقَالٌ یعنی اس میں مقال ہے کے الفاظ سے اظہار خیال فرماتے ہیں۔ (۱)

## ۷۔ مَوْقُوْفًا وَمَرْفُوْعًا!

ایک ہی راوی جب حدیث کو دو طرح سے بیان کرے یعنی ایک میں تو وہ سلسلہ روایت کو امام الانبیاء علیہ اسلام تک پہنچائے اور ایک میں سلسلہ روایت صحابی تک ہی رہے ایسی صورت میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بارے میں موقوفاً ومرفوعاً کہتے ہیں۔ (۲)

## ۸۔ لَیْسَ بِاَسْنَادِہٖ بَاْسٌ!

امام ترمذی اگر کوئی ایسی سند ذکر کریں جس میں انہیں کسی حوالے سے اشکال نظر آتا ہو مگر ان کے نزدیک اس سند پر کوئی اعتراض نہ ہو تو ایسی صورت میں وہ یوں کہتے ہیں لیس باسنادہ باس یعنی اس حدیث شریف کی سند میں کوئی قابل اعتراض چیز نہیں ہے لہٰذا یہ حدیث ہر لحاظ سے قابل قبول ہے۔ (۳)

## ۹۔ بِھٰذَا الْاَسْنَادِ مَرْفُوْعًا!

ان الفاظ کے استعمال کرنے سے مقصود امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہوتا ہے کہ اگر چہ یہ حدیث کئی اور اسناد سے بھی مروی ہے مگر یہ سند جو میرے پیش نظر ہے اس کے حوالے سے یہ حدیث درجہ مرفوع پر ہے۔ لہٰذا اس حدیث شریف کو مرفوع ہی سمجھنا چاہیے۔ (۴)

## ۱۰۔ لَیْسَ اَسْنَادُہٗ عِنْدِیْ مُتَّصِلٌ!

ان الفاظ کے ساتھ امام ترمذی کمال دیانتداری سے اس بات کا اظہار فرماتے ہیں کہ حدیث شریف کی سند

---

(۱) امام حافظ الحجۃ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی کتاب العلل ۱/ ۷۸۳ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔
(۲) امام حافظ الحجہ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی کتاب العلل ۱/ ۷۱۳ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔
(۳) امام حافظ الحجہ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی کتاب العلل ۱/ ۱۲۳ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔
(۴) امام حافظ الحجہ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی کتاب العلل ۱/ ۱۳۴ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

میری تحقیق کے مطابق متصل نہیں ہے۔ یہ ہے ائمہ حدیث کا وہ مقام جس کو منکرین حدیث یا تو سمجھ نہیں سکے یا پھر اس سے جان بوجھ کر صرف نظر کر گئے دونوں صورتوں میں منکرین حدیث موردِ الزام ہیں اور وہ راہ حق سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ انہیں صراطِ مستقیم کی طرف لوٹنا ہوگا۔ ①

## ۱۱۔ فِيْ اَسْنَادِهٖ اِضْطِرَابٌ!

کئی بار ایسا ہوتا ہے امام ترمذی ایک حدیث شریف کو ایک سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں لیکن اسی حدیث شریف کی ایک اور سند بھی ہوتی ہے جس میں ایک راوی کا دوسرے سے سماع نہیں ہوتا نیز اس میں کوئی اور فنی خرابی بھی ہوتی ہے اس کے باعث امام ترمذی یوں فرماتے ہیں فی اسنادہ اضطراب یعنی اس حدیث کی سند میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ یہ بھی ہمارے بزرگوں کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ②

## ۱۲۔ وَاِسْنَادُهٗ لَيْسَ بِالْقَائِمِ!

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ان الفاظ کے ساتھ اس وقت اظہار خیال فرماتے ہیں جب انہوں نے یہ بتانا ہو کہ حدیث میں غرابت کیوں ہے۔ اس کی وجہ وہ یہ بتاتے ہیں کہ میں فلاں اور فلاں راوی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا یہ عدم معلومات حدیث کی صحت کو قائم نہیں رکھ سکتیں نیز اسی سبب سے اس حدیث کی اسناد قائم نہیں ہے یعنی اس حدیث کی اسناد لائق التفات اور قابل اعتماد نہیں۔ ③

## ۱۳۔ ذَاهِبُ الْحَدِيْثِ!

امام ترمذی یہ الفاظ اس وقت استعمال کرتے ہیں جب کسی راوی کا ضعف ثابت کرنا مطلوب ہو تو وہ کہتے ہیں ذاہب الحدیث مقصود ان کا یہ ہوتا ہے کہ فلاں راوی ضعیف ہے اور اس کے اس ضعف کی وجہ یہ ہے کہ اس کا حافظہ ناقص ہے اس کو حدیث پوری طرح یاد نہیں رہتی ④

## ۱۴۔ سَأَلْتُ مُحَمَّدًا!

جب امام ترمذی اس طرح کہتے تو اس وقت سالت محمداً (یعنی میں نے محمد سے پوچھا تھا) کہنے سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا تھا انہوں نے اس سوال کا جواب یوں عنایت فرمایا تھا گویا

① امام حافظ الحجہ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۰ھ جامع ترمذی کتاب العلل ۱/ ۲۵۷ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔
② امام حافظ الحجہ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۰ھ جامع ترمذی کتاب العلل ۱/ ۲۲۶ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔
③ امام حافظ الحجہ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۰ھ جامع ترمذی کتاب العلل ۱/ ۲۳۷ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔
④ امام حافظ الحجہ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی کتاب العلل ۱/ ۲۵۶ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

وہ اس مقام پر اپنے شیخ امام بخاری کو بطور سند و حجت پیش کر رہے ہوتے ہیں یہ ان کی کمال محبت کی دلیل ہے۔ ①
وہ اپنے استاذ کو انتہائی اعلیٰ مقام کا حامل گردانتے ہیں۔ ایسا ہونا بھی چاہیے اگر کسی نے اپنے اساتذہ کا ادب سیکھنا ہو تو وہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھے یقیناً آداب استاذ از بر ہو جائیں گے۔ ②

## ۱۵۔ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا!

امام ترمذی ان الفاظ میں پھر اپنے استاذ کی طرف اشارہ کرتے ہیں وہ کمال دیانت سے اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ سمعت محمد ایعنی میں نے محمد سے سنا تھا یہاں ان کی مراد یہ ہوتی ہے میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا تھا اس طرح وہ اپنے شیخ کو اس اعلیٰ مقام پر فائز دکھاتے ہیں جہاں ایک انتہائی مؤدب شاگرد دکھا سکتا ہے۔ ③

## ۱۶۔ لَيْسَ اَسْنَادُهٗ بِمَعْرُوْفٍ!

جس حدیث شریف کے ضمن میں امام ترمذی وفی الباب کہہ کر کچھ تحریر کرتے ہیں وہاں لیس اسنادہ بمعروف اس وقت لکھتے ہیں جب کسی ایک راوی یا راویہ کے حوالے سے ہی اس حدیث کو جانتے ہوں اس کے علاوہ کوئی اور طرق ان کی نظر میں نہ ہو۔ ان کے نزدیک وہ سند معروف نہیں ہوتی اس طرح وہ اس حدیث کو غریب قرار دے دیتے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ وہ دوسرے رواۃ سے بھی مطمئن نہ ہوں۔ ④

## ۱۷۔ لَيْسَ اَسْنَادُهٗ بِذَاكَ!

جب کسی سند میں کوئی نقص ہو اور ان کے نزدیک اس حدیث کے راویوں میں سے کوئی ایک یا زیادہ رواۃ کا حافظہ قابل اعتماد نہ رہا ہو تو وہ حدیث ان کے نزدیک غریب ہوتی ہے جس کے سبب وہ اس کا اظہار مندرجہ بالا الفاظ سے کرتے ہیں۔

## ۱۸۔ لَيْسَ بِالْحَافِظِ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ!

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ یہ الفاظ اس وقت تحریر فرماتے ہیں جب ان کی مذکورہ سند میں کوئی راوی ایسا ہو جس کو ماہرین علوم حدیث ناقابل اعتماد سمجھتے ہوں نیز اس کو وہ کمال حفظ کی نعمت سے محروم جانتے ہوں۔ ⑤

① امام حافظ الحجہ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی ۱/ ۲۵۶ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔
② امام حافظ الحجہ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی ۱/ ۲۷۴ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔
③ امام حافظ الحجہ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی ۱/ ۲۷۵ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔
④ امام حافظ الحجہ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی ۱/ ۵۱۰ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔
⑤ امام حافظ الحجہ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی ۱/ ۵۴۳ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

## ۱۹۔ مُقَارِبُ الْحَدِیْثِ!

امام ترمذی ان الفاظ کے ساتھ کسی حدیث کے ضمن آنے والے وضاحتی باب میں اس وقت اظہار مدعا فرماتے ہیں جب کسی راوی کی تعدیل مقصود ہو۔ وہ نقل کرتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قَالَ مُحَمَّدٌ! اَبُوْ فَرْوَةَ رِهَاوِیُّ مُقَارِبُ الْحَدِیْثِ اِلَّا اَنَّ ابْنَهُ مُحَمَّدَ بْنَ یَزِیْدَ یَرْوِیْ عَنْهُ مَنَاكِیْرَ ①

امام بخاری فرماتے ہیں ابوفروہ رھاوی مقارب الحدیث یعنی ثقہ راوی ہے البتہ اتنا ضرور ہے کہ اس کا بیٹا اس سے کچھ منکر روایات بھی روایت کر دیتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا مقارب الحدیث کے الفاظ تعدیل ہی کے لئے استعمال کیے جاتے ہیں۔

## ۲۰۔ لَیْسَ اَسْنَادُهُ بِذَاكَ الْقَائِمِ!

ان الفاظ سے امام ترمذی کسی حدیث کے ضمن میں وفی الباب کے تحت اس وقت اظہار بیان کرتے ہیں جب کسی حدیث کی سند میں کوئی راوی انتہائی ناقابل اعتماد ہو اور اس پر منکر الحدیث ہونے کا الزام پایہ ثبوت کو پہنچ جائے اور اس کی وجہ سے سند حدیث میں زبردست اضطراب پیدا ہو جائے جیسے محمد بن زاذان منکر الحدیث ہے۔ ②

---

① امام حافظ الحجہ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی ۱/۲۴۶ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

② امام حافظ الحجہ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی ۱/۲۶۷ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

# شروحِ ترمذی

جامع ترمذی شریف مدون ہونے کے بعد ہر زمانے میں اہل علم کے لئے مینارہ نور رہی ہے۔ اس کی ترتیب جمیل کے باعث علماء تو اس کے قدردان تھے ہی عامۃ المسلمین بھی اس کی برکات کے قائل رہے اسی شہرت دوام کی وجہ سے اس کی بہت ساری شروح بھی لکھی گئیں مگر ان میں سے کئی تو نامکمل رہیں اور کئی مکمل ہوئیں مگر طبع نہ ہوسکیں اور کئی منظر عام پر آئیں مگر معدوم ہوگئیں۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا میں ان شروح کی تعداد پچیس ۲۵ کے قریب آئی ہے۔ چند شروح کا ذکر کیا جاتا ہے۔

## ۱۔ عارضۃ الاحوذی!

یہ شرح حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ اشبیلی مالکی م ۵۴۶ھ کی لکھی ہوئی ہے یہ بزرگ ابن العربی کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔

## ۲۔ المنقح الشّذی!

یہ شرح حافظ ابوالفتح محمد بن شافعی م ۷۳۴ھ کی مؤلفہ ہے یہ ایک بڑی کتاب ہے جو دوتہائی سے بھی کم جامع ترمذی کی شرح دس جلدوں میں کی گئی ہے مگر نامکمل رہ گئی اس کے بعد اس پر حافظ زین الدین عراقی نے کام شروع کیا مگر وہ بھی تکمیل نہ کرسکے اس طرح یہ شرح نامکمل ہی رہ گئی۔

## ۳۔ شرح الزوائد:

حافظ عمر بن علی بن احمد م ۸۰۴ھ کی تصنیف ہے جنہوں نے بکثرت شروح اور علوم حدیث پر کتابیں لکھیں۔

## ۴۔ العرف الشَّذی!

یہ شرح سراج الدین عمر ابن ارسلان م ۸۰۵ھ کی لکھی ہوئی ہے اور نامکمل ہے۔

## ۵۔ قوت المغتذی!

یہ شرح امام حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۱۱ھ کی تصنیف ہے۔

## ۶۔ شرح الترمذی!

یہ شرح حافظ زین الدین عبدالرحمن بن احمد بن نقیب حنبلی م ۷۹۵ھ کی مؤلفہ ہے یہ شرح بیس جلدوں پر محیط تھی افسوس کہ ایک فتنہ میں جل کر راکھ ہوگئی۔

## ۷۔ شرح الترمذی!

یہ شرح علامہ محمد طاہر گجراتی صاحب مجمع البحار م ۹۸۶ھ کی تصنیف ہے۔

## ۸۔ نفع قوت المغتذی!

یہ شرح علامہ سیّد علی بن سلیمان مالکی م ۱۲۹۸ھ کی مؤلفہ ہے۔

## ۹۔ معارف السنن!

شیخ محمد یوسف بنوری نے لکھی جو چھ جلدوں میں ہے۔

## ۱۰۔ تحفۃ الاحوذی!

یہ شرح عبدالرحمن مبارک پوری کی ہے اس کی چھ جلدیں ہیں۔ اس شرح میں دل کھول کر احناف کی تردید کی گی ہے اگر یہ تردید خارج کردی جائے تو عمدہ شرح شمار ہوگی۔

ان کے علاوہ شروح اربعہ کے نام سے کانپور ہند سے علامہ سراج احمد حنفی سرہندی، علامہ ابوطیب سندھی وغیرہ کی شروحات طبع ہوئیں مگر صرف پہلی دو جلدیں دستیاب ہیں اور درسِ ترمذی اور دروسِ ترمذی جو مولانا محمد ادریس دارالعلوم دیوبند اور شیخ تقی عثمانی کراچی کی مولفات ہیں دونوں نامکمل ہیں۔

## مختصرات جامع ترمذی!

جہاں جامع ترمذی کی بہت ساری شروح لکھی گئیں وہاں اس کی مختصرات بھی تصنیف ہوئیں ان کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں میں نے جامع ترمذی کی جو اہم مختصرات کا تذکرہ دیکھا ہے انہی کو رقم کر رہا ہوں۔

## ۱۔ مختصر الجامع:

اس کو نجم الدین سلیمان بن عبدالقوی حنبلی م ۷۱۰ھ نے تحریر فرمایا۔

## ۲۔ مختصر الجامع:

اس کو نجم الدین محمد بن عقیل شافعی م ۷۲۹ھ نے رقم کیا ہے۔

# ذرا ایک نظر ادھر بھی

جامع ترمذی کے ایک شارح حافظ زین الدین عبدالرحمن بن احمد بن نقیب حنبلی ہیں۔ ان کا تذکرہ ان کی شرح کے حوالے سے شروحِ ترمذی میں کیا گیا۔ ان کا سال وفات نہیں مل رہا تھا میں نے تحقیق کے لئے وفیات الاعیان لابن خلکان دیکھی۔ تہذیب الکمال لجمال الدین مزی کا مطالعہ کیا۔ تہذیب التہذیب کو دیکھا، اکمال تہذیب الکمال فی اسماء رجال کو پڑھا اور ان کے علاوہ اور کئی کتابوں کا مطالعہ کیا تب کہیں جا کر پتہ چلا کہ حافظ زین الدین عبدالرحمن بن احمد بن نقیب حنبلی کی وفات ۷۹۵ھ کو ہوئی۔ یہ ہلکی سی جھلک ہے اس انداز تحقیق اور مشکل کی جو شرح لکھنے کے دوران قدم قدم پر پیش آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میرا رب مجھ سے علم حدیث کی خدمت لے رہا ہے۔ کبھی کبھی تحقیق کرتے کرتے تھک جاتا ہوں لیکن جب میں اپنے مقصود کو پالیتا ہوں تو ساری تھکن دور ہو جاتی ہے۔ دل و دماغ مطمئن ہو جاتے ہیں۔

میں تو اس جدید دور میں کام کر رہا ہوں تو مشکلات کا ایک انبار لگ جاتا ہے ہزار تہنیت کے لائق ہیں وہ لوگ جنہوں نے آج سے پانچ سات سو یا ہزار سال قبل دین کا کام کیا۔ تحقیقات فرمائیں اور ان کو نظم کے ساتھ امتِ مسلمہ کے سامنے پیش کیا نیز مخالفین اسلام کے دونوں طبقوں کا مقابلہ کیا۔ نمبر (۱) کفار و مشرکین کا اور نمبر (۲) منافقین کا۔ یقینا وہ علماء بڑے مقام و مرتبے کے مالک ہیں جنہوں نے مدارس بنائے علم دین کی شمع فیروزاں کی اور اس کے ساتھ ساتھ کتب تصنیف فرمائیں یہ واقعی بڑے دل گردے کا کام ہے انہی بزرگوں کا کام دیکھ کر استقامت پیدا ہوتی ہے۔ ورنہ حالاتِ زمانہ تو بڑے بڑے باہمت لوگوں کو زیروزبر کر کے رکھ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان اہل ایمان کو جو اہل ثروت ہیں علماء حق کا ساتھ دینے کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

# مقدمہ

## (شارحِ ترمذی کے قلم سے)

اس میں کوئی شک نہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت اپنے بندوں کو عطا فرمائی ہے۔ جس قدر کوئی اپنے مولیٰ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہوگا اسی قدر اس کا امتحان بھی زیادہ پُر کٹھن ہوگا۔ اگر چہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر مشکلات بہت پڑتی ہیں مگر انجام کار وہی کامران ہوتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ اپنے بندوں کو ڈائریکٹ بھی اپنی معرفت عطا فرما سکتا تھا مگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ اپنی معرفت کے لئے اپنے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور پھر ان کے ذریعے اپنے بندوں کو اپنا تعارف (Introduction) کروایا۔ یہی وجہ ہے کہ ساری مخلوق میں سے سب سے زیادہ عزت و عظمت والا گروہ وہی قرار پایا جن کو رب تعالیٰ نے نبوت و رسالت کی نعمت عظمیٰ سے نوازا، وہ خود فرماتا ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ ①

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔

یہ تو حقیقت ہے کہ انبیاء کرام تمام انسانوں سے اعلیٰ ہیں ان کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ ان کے تشریف لانے کی غایت کیا ہے؟

## ضرورت نبوت:

نبوت کیا ہے؟ اس کی تعریف (Definition) کرتے ہوئے علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

اَلنُّبُوَّةُ هِيَ الْاِطِّلَاعُ عَلَى الْغَيْبِ ②

نبوت نام ہے علم غیب پر مطلع ہونے کا۔

① سورۃ البقرہ ۲: ۲۵۳

② امام زرقانی، زرقانی ج ۳، ص ۱۸ یہ زرقانی کا وہ نسخہ ہے جو پنجاب پبلک لائبریری میں ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کرام کو ان علوم پر مطلع فرماتا ہے جن کا تعلق امور غیب سے ہوتا ہے علم غیب دو حال پر ہوتا ہے۔(۱) علم غیب ذاتی (۲) علم غیب عطائی، پہلی قسم تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے ذاتی طور پر کوئی بھی علم غیب نہیں جان سکتا بلکہ اگر کوئی ایسا عقیدہ رکھے تو ہم اس کو کافر کہیں گے ہاں دوسری قسم کا علم غیب اللہ تعالیٰ کی عطا سے انبیاء عظام کو حاصل ہوتا ہے۔ اس پر اعتراض کرنا سراسر جہالت ہے۔

ہر انسان سے تین طرح کی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں اگر لفظِ حرکت اچھا نہ لگے تو میں اس لفظِ حرکت کو ادا کے ساتھ تعبیر کر دیتا ہوں یعنی ہر انسان سے تین طرح کی ادائیں سرزد ہوتی ہیں:

۱۔ ہر انسان کچھ نہ کچھ سوچتا ہے۔

۲۔ ہر انسان کچھ نہ کچھ بولتا ہے۔

۳۔ ہر انسان کچھ نہ کچھ کرتا ہے۔

ہر انسان جو کچھ سوچتا ہے وہ صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی۔ ہر انسان جو کچھ بولتا ہے وہ درست بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی۔ ہر انسان جو کچھ کرتا ہے وہ صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی۔

یہ کیسے پتہ چلے کہ ایک انسان جو کچھ سوچ رہا ہے وہ غلط ہے یا صحیح۔ ایک انسان جو کچھ بول رہا ہے وہ غلط ہے یا صحیح۔ ایک انسان جو کچھ کر رہا ہے وہ غلط ہے یا صحیح۔ بس یہی راز سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ کا نبی مبعوث ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا پیارا نبی علیہ السلام یہ بتاتا ہے کہ یہ سوچ غلط ہے اور یہ سوچ درست۔ یہ بات صحیح ہے اور یہ بات غلط، یہ فعل درست ہے اور یہ فعل غلط۔

## ضرورت حدیث:

جس قول کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا پیغمبر انسان کی سوچ، انسان کی گفتار اور انسان کے اخلاق کی تطہیر کرتا ہے اسی مقدس قول کو، اسی مطہر بات کو اسی مُعظّم فرمان کو حدیث سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اب بھی اگر کسی پر حدیث کی اہمیت واضح نہ ہو تو پھر ہمارا قصور نہیں ہم نے تو پورا زور صرف کر کے یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی عظمت بیّن ہو جائے۔ جہاں تک قرآن حکیم کا تعلق ہے تو وہ بھی اولاً حدیث ہے اور ثانیاً قرآن کیونکہ قرآن و حدیث کی زبان ایک ہے اسی زبان مقدّس سے قرآن صادر ہوا اور اسی زبان اطہر سے حدیث شریف کا صدور ہوا یہ فرق کیونکر معلوم ہو کہ یہ قرآن ہے اور یہ حدیث تو یاد رہے یہ بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک ہی سے پتہ چلا کہ یہ حدیث ہے اور یہ قرآن ہے۔ قرآن بھی پہلے زبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جاری ہوا اور پھر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی اس کا قرآن ہونا ثابت ہوا۔

## اسلامی زندگی گزارنے کے لئے حدیث کا جاننا ضروری ہے:

کوئی ذی شعور اس بات کا انکار نہیں کرسکتا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے بغیر قرآن کریم کے احکام کا سمجھ میں آنا محال ہے ہماری عبادات مثلاً نماز جس کو عربی زبان میں صلوٰۃ کہا گیا ہے ہماری جو مالی عبادت زکوٰۃ ہے روزہ، حج اور دیگر عبادات واعمال ان سب الفاظ کی وضاحت حدیث شریف میں ملتی ہے اور اس کے علاوہ ہم ان الفاظ کے معنی کو نہ تو سمجھ سکتے ہیں اور نہ ہی ان پر عمل کر سکتے ہیں، لہٰذا ثابت ہوا کہ ایک مسلمان کو اپنے دین پر عمل پیرا ہونے کے لئے حدیث شریف کی شدید حاجت ہے اس کے بغیر ہم اپنی زندگی کو اسلامی زندگی نہیں بنا سکتے۔ ایک مسلمان کو اسلامی زندگی گزارنے کے لئے حدیث شریف جاننا ضروری ہے اور کوئی صاحب عقل و دانش ضرورت حدیث کا ہرگز انکار نہیں کرسکتا۔

## حُجیّت حدیث:

کتاب اللہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کی حدیث حُجّت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں سب سے افضل کلام وہی ہے جو رب کائنات نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام سے فرمایا۔ وہ صحائف، وہ کتب سماویہ جیسے تورات، زبور اور انجیل یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے اور ان کے حق ہونے میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں کیا جاسکتا مگر ان کے ماننے والوں نے ان کتب وصحائف میں تحریف کردی اور اب ان کتب کی وہ صورت باقی نہیں جو اصلاً تھی ان میں جو احکامات بیان کیے گئے تھے وہ یقیناً فلاح انسانیت کے لیے اکسیر کا درجہ رکھتے تھے لیکن ان تمام صحائف اور کتب کے نزول کے بعد آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب دانائے کل غیوب عالم ما کان وما یکون ﷺ پر اپنی کتاب قرآن حکیم نازل فرمائی۔ باقی کتب کو نازل کرنے کے بعد ان کی حفاظت کا ذمہ ان انبیاء کی اُمتوں کو سونپا لیکن جب قرآن کریم کو نازل فرمایا تو اس کی حفاظت کا ذمہ بجائے امّت مسلمہ کو سونپنے کے خود اس کی حفاظت ونگہبانی کا ذمہ لیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ①

بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

قرآن حکیم جیسے نازل ہوا تھا ویسے ہی آج تک موجود ہے اور قیام قیامت تک یہ اسی طرح رہے گا اس مقدس کتاب کو لانے والا وہ عظیم الشان رسول ﷺ ہے جن کی زندگی ساری انسانیت کے لیے مشعل راہ ہے۔ آپ کی سنت مطہرہ ہی وہ عظیم سرمایہ ہے جو قرآن حکیم کے احکامات کی تشریح ہے۔ صاحب قرآن کا اسوہ حسنہ قرآنی احکام کو سمجھنے کے لیے لازم وضروری ہے۔ اگر رسول اکرم ﷺ کی سنت مطہرہ سے انحراف کرلیا جائے تو قرآن مجید کبھی بھی

① سورۃ الحجر ۱۵:۹

صحیح طرح سے سمجھ نہیں آ سکتا۔ حدیث شریف ہی وہ عظیم خزانہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلام کو سمجھنے کا اعلیٰ ترین ذریعہ ہے۔ رسول برحق علیہ السلام کی ایک ایک ادا سند و حجّت کا درجہ رکھتی ہے۔

جو بات بھی دلیل سے کی جائے اس میں وزن ہوتا ہے، وہ صرف کان کے پردے تک ہی نہیں رہتی بلکہ دل کی اتھاہ گہرائیوں تک اتر جاتی ہے۔

کسی بھی موضوع پر بات کرنا ہو تو دلائل و براہین ہی کے ذریعے کی جانی چاہئے یہی طرز تحریر مؤثر ہوا کرتا ہے۔ اسی نہج پر کام کرنا فرد، خاندان اور قوم وملت کے لئے نافع ہوتا ہے۔

میں نے تو یہی محسوس کیا ہے۔ اس وقت امت مسلمہ کو کسی ایسے رہبر کی ضرورت ہے جو اس میں وحدت پیدا کرے، اس میں احساس ذمہ داری پیدا کرے اور اس کو ایک نیا جذبہ ایک نیا ولولہ عطا کرے یہ سب کچھ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب ہمارا انداز تفکر صحیح سمت کام کرنا شروع کر دے۔ ہم اصول دین کے پابند ہو جائیں۔ (۱) تمام اخلاق و اعمال میں اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لازم کر لیا جائے کہ یہ اصول دین ہے۔ (۲) رزق حلال کھایا جائے یہ اصول دین ہے۔ (۳) ہر عمل سے قبل خلوص نیت کا اہتمام کیا جائے یہ بھی اصول دین ہے۔ اصولوں کو جاننے کے لئے ہمیں قرآن وحدیث ہی کی طرف رجوع کرنا ہوگا رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہی وہ واحد ذریعہ ہے جن سے ہم اللہ تعالیٰ کے احکام جان سکتے ہیں آپ کا دامن چھوڑ کر ہم ہرگز ہرگز راہ حق تک نہیں پہنچ سکتے صراط مستقیم کی تلاش میں ہمیں کہیں دائیں بائیں دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے ہمیں تو صرف اور صرف ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہونے کی ضرورت ہے سارا نظام حیات اسی بارگاہ بے کس پناہ ہی سے میسر آئے گا۔

## منکرین حدیث قرآن کے مخالف ہیں!

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس قرآن موجود ہے لہٰذا ہم صرف قرآن سے رہنمائی حاصل کریں گے اور وہ اس کو کافی جانتے ہیں حالانکہ اگر تھوڑا سا غور وخوض کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ قرآن حکیم نے ہی رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیثیت کو متعین کیا ہے اب ہم قرآن حکیم کی مختلف آیات مقدسات سے اس پر استدلال واستشہاد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ①

اور جو کچھ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

---

① سورۃ الحشر ۵۹: ۷

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک ادا کو محفوظ کیا۔ یہ آیت کریمہ صاف صاف بتارہی ہے اللہ تعالیٰ کے تمام احکام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذات سے ملیں گے ان کی وضاحت و صراحت جب تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں فرمائیں گے فہم انسان میں آ ہی نہیں سکتی یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے ہر ہر شعبے کو مشاہدہ کر کے اس کے ضبط کا اہتمام کیا اس کو یاد رکھا الغرض گھریلو معاملات سے لے کر امورِ سلطنت تک تمام نظام چلانے کے لئے سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیشِ نظر رکھا۔

احادیث طیبات کو اپنی عملی زندگی میں نافذ کیا اور ہر مسئلہ کا حل انہی فرامین اقدس سے نکالا جب کوئی مسئلہ پیش آیا فوراً غور کیا اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا یا ایسے موقعہ پر کیا عمل کیا یا پھر اسی طرح کا کوئی معاملہ آپ کے سامنے ہوا تو آپ نے اس کو دیکھ کر کیا طرز اختیار فرمایا انسانی زندگی مسائل سے لبریز ہے، اس میں قدم قدم پر مشکلات درپیش رہتی ہیں اور انسان ان کا حل تلاش کرتا رہتا ہے۔ ربّ العالمین ارشاد فرماتا ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝[1]

اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اُتاری کہ تم لوگوں سے بیان کر دو جو ان کی طرف اترا اور کہیں وہ دھیان کریں۔

اس آیت مطہرہ میں، کمال حکمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کے مقام و مرتبہ کو بیّن فرمایا اور یہ صاف صاف بتادیا کہ ہم نے قران حکیم کو نازل کیا ہے اور یہ ساری انسانیت کے لئے سب سے بڑا قانونِ زندگی ہے ظاہر ہے قانون کی زبان کو جب تک آسان کر کے عام لوگوں تک نہ پہنچایا جائے اس کا سمجھ میں آنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے اسی مشکل کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ کام اپنے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمّے لگایا تاکہ وہ اپنی زبان گوہر ترجمان کو تحرک دے کر اس قانون عظمیٰ کو انسانوں پر اس طرح واضح کریں کہ اس کی کوئی جزی تک غیر واضح نہ رہے ظاہر ہے جن الفاظ کے ساتھ اس قانون کی تشریح ہوگی ان الفاظ کو یاد رکھنا، ان الفاظ کو لکھنا اور ان الفاظ کی حفاظت کا اہتمام کرنا یقیناً ضروری تھا اب ہر بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ قرآن حکیم کے ساتھ حدیث کا ہونا امرِ لازم ہے ورنہ قرآن کی تبیین و تفہیم ناممکن ہو کے رہ جائے گی۔ قرآن میں ارشاد ہے کہ اے محبوب ہمارے قرآن کے احکام کو آپ واضح کریں مگر حیرت کی انتہا ہے کچھ لوگ عقل رکھنے کے باوجود بیدل ہو گئے

---

(۱) سورۃ النحل ۱۶: ۴۴

ہیں یعنی نص سے مسئلہ واضح ہو رہا ہے اور نص بھی اوّل پوزیشن (First Position) میں اس کے باوجود اگر کوئی حدیث کا انکار کرے تو ہم اس کو عقل سے پیدل نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔

جو جو احکام اللہ تعالیٰ اپنی مقدّس کتاب میں بیان فرمائے گا ان سب کی تفہیم و تبیین کے لئے قول رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرورت پیش آئے گی وہ قول جس سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی صراحت ہو، وہ قول کس کا ہوسکتا ہے یقیناً وہ قول اسی مقدّس ہستی کا ہوگا جس پر قرآن حکیم نازل ہوا لہٰذا یہ بات تو بغیر کسی مشکل کے سمجھ آ گئی کہ حدیث کے بغیر قرآن سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا۔

جس جس نے اس طرح حدیث کے بغیر قرآن سمجھنے کا دعویٰ کیا وہ بیچارہ انجام کار گمراہی کی ایسی وادی میں جا پہنچا جہاں سے کسی دوسرے کی رہنمائی کرنا تو درکنار وہ اپنا واپسی کا راستہ تک بھول گیا اس انسان کی حالت کیسی قابل رحم ہوتی ہے جو دوسروں کو راستہ دکھانے کا مدعی ہو اور اپنا حال یہ ہو جائے کہ خود کو اپنی منزل تک کی راہ یاد نہ رہے یعنی ٹامک ٹولیاں مار رہا ہو اور دوسروں کے لئے رہبر بنا بیٹھا ہو ایسے شخص کو اس کے حال پر ہی چھوڑ دینا بہتر ہوگا۔ ورنہ

خود تو ڈوبے ہیں صنم<br>
تمہیں بھی لے ڈوبیں گے

منکرین حدیث کو ایک لاعلاج بیماری چمٹی ہوتی ہے، وہ یہ کہ ایسے لوگ خود کو صحت مند سمجھتے ہیں حالانکہ وہ مستحق علاج ہوتے ہیں لیکن وہ اپنی بیماری کو بیماری سمجھنے کی بجائے اس کو صحت مندی جاننے لگ جاتے ہیں اس مرض کا علاج ناممکن ہی نظر آتا ہے۔

سورۃ الاحزاب میں ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝[1]

بے شک تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی بہتر ہے اس لیے کہ جو اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو وہ اللہ کو بہت یاد کرے۔

اس آیت مقدّسہ میں، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب علیہ السلام کی زندگی کو، آپ کی حیات مقدسہ کو بطور نمونہ پیش فرمایا ہے اور آپ کی پیروی کو تمام اہل اسلام کے لئے بہتر قرار دیا ہے۔ ہمارا مقصودِ حیات یہ ہے کہ ہم اپنے خالق کو راضی کریں۔ سوال صرف اتنا ہے کہ ہم اپنے خالق کو، ہم اپنے مالک کو ہم اپنے اللہ تعالیٰ کو کیسے راضی کریں اس کا جواب خود قرآن میں موجود ہے اگر ہم اپنے خالق کو راضی کرنا چاہیں تو ہمیں اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

① سورۃ الاحزاب ۳۳:۲۱

راضی کرنا ہوگا ہمیں وہ طرزِ حیات اپنانا ہوگا جو طرزِ زندگی اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ السلام کا ہے یقیناً وہ طرزِ زندگی سب سے بہتر و افضل ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ سوال پھر یہی ہے کہ اس طرز زندگی کو جانا کیسے جائے؟ اس کا جواب ہر صاحب علم، ہر صاحب عقل وشعور کے پاس ایک ہی ہوگا ان کے مقدّس اعمال، اقوال سے اب یہ بات بے غبار ہوکر سامنے آ گئی کہ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کو قرآن نے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے اسی کو پیش نظر رکھ کر جو عمل کیا جائے گا وہی اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا باعث بنے گا اور یہ بھی امر یقینی ہے کہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ کامل حدیث ہی سے ملے گا لہٰذا ایک مومن کو عمدہ زندگی گزارنے کے لئے جہاں قرآن کا جاننا ضروری ہے وہاں حدیث کا جاننا بھی ضروری ہے حدیث کے بغیر ایک مومن کی زندگی چل ہی نہیں سکتی۔

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (۱)

اے محبوب تم فرما دو لوگو تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس فرمان احکم الحاکمین میں کھلے لفظوں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کی اتباع کا حکم صادر کیا گیا ہے اور یہ بھی بتایا گیا کہ اگر کوئی ہمارے پیارے رسول علیہ السلام کی اتباع کرے گا تو ہم اس کو اپنا محبوب بنالیں گے بلکہ جو قوم بھی ہمارے حبیب علیہ السلام کی اتباع کرے گی ہم اس کو اپنی محبوب قوم بنالیں گے۔ نہ صرف یہ کہ ہم اس قوم کو اپنی پیاری قوم بنائیں گے بلکہ ان کے گناہوں کو بھی بخش دیں گے پھر مزید انعام یہ ہوگا اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمانے کے ساتھ ساتھ ان پر رحم بھی فرمائے گا۔

سوال صرف اتنا ہے کہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگی کیسے؟ جب یہ معلوم ہی نہ ہو کہ فلاں موقعہ پر اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ السلام کا عمل کیا تھا تو ہم اس موقعہ پر اتباع کیسے کریں گے صاف ظاہر ہے اس فرمان اقدس میں اس آیت میں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہمارے محبوب علیہ السلام کی حدیث سے اتباع کا طریقہ سیکھو لہٰذا اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے قرآن مجید کے ساتھ حدیث کا جاننا بھی ضروری قرار دیا ہے جب تک حدیث کا علم نہ ہوگا صحیح معنوں میں اتباع ہو ہی نہیں سکتی خوب واضح ہوگیا کہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علم حدیث شرط ہے۔ حدیث کو چھوڑ کر قرآن پر عمل ممکنات سے نہیں۔

---

(۱) سورۂ آلِ عمران ۳:۳۱

سورۂ نساء میں ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ①

جس نے (رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

اس آیت کریمہ سے تو دو اور دو چار کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید پر عمل کرنا یہ ہے کہ رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کی جائے ظاہر ہے اطاعت اخلاق و اعمال میں ہوگی اور ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے وہ مبارک فرامین درکار ہیں جن کو پیشِ نظر رکھ کر عمل کرنا ہے۔ اس تناظر میں اگر بغور دیکھا جائے تو حدیث شریف ایسا ذخیرہ ہے جس پر اطاعت کا مدار ہوسکتا ہے۔ کسی بھی شعبہ زندگی میں عمل اسی وقت ممکن ہے جب ہمیں یہ معلوم ہو کہ اس شعبہ حیات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنّت کیا ہے، اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنّت مطہرہ کو پیش نظر رکھا جائے اللہ تعالیٰ کی اطاعت ممکن ہے۔

اور اگر حدیث کو ماننے سے انکار کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیسے ہوسکے گی۔ مثلاً قرآن کریم میں فقط صلوٰۃ کے قیام کا حکم آیا ہے صلوٰۃ کی رکعتیں کتنی ہیں اس کی ادائیگی کا طریقہ کیا ہے یہ سب کچھ حدیث سے ملے گا۔ اسی طرح زکوٰۃ کے ادا کرنے کا حکم ہے نصاب زکوٰۃ، طریقہ ادائیگی زکوٰۃ یہ تمام چیزیں حدیث سے ملیں گی بہت سارے اعمال ایسے ہیں جن کی تفہیم حدیث کے علاوہ ممکن ہی نہیں ہوسکتی کوئی صاحب شعور مسلمان اس بات سے سرِ مُو بھی انحراف نہیں کرسکتا کہ قرآن کریم پر عمل اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب حدیث بھی ساتھ ہو اگر قرآن کو ماننے کا اعلان کر دیا جائے مگر حدیث کا انکار کر دیا جائے تو حدیث کو چھوڑ کر قرآن پر عمل ممکنات سے نہیں ہے لہٰذا ایک مسلمان کے لئے قرآن وحدیث دونوں پر عمل کرنا لازم ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حکم ماننا ہی اللہ تعالیٰ کا حکم ماننا ہے۔ سورۂ نساء میں ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ ②

تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

---

① سورۃ النساء ۴:۸۰

② سورۃ النساء ۴:۶۵

جب بھی کسی فرد یا قوم کو کوئی مسئلہ پیش آئے گا تو یقیناً وہ قوم اپنے قاضی یعنی جج (Justice) سے رجوع کرے گی۔ یاد رہے کسی بھی سلطنت (Empire) کو چلانے کے لئے چار اہم عہدوں (Designitions) کی ضرورت ہوتی ہے۔

۱۔ صدر (President)

۲۔ وزیراعظم (Prime Minister)

۳۔ جرنیل (General)

۴۔ قاضی جج (Chief Justice)

لیکن جب اللہ تعالیٰ کا نبی کسی قوم میں جلوہ گر ہو تو وہاں یہ چاروں عہدوں کی علیحدہ علیحدہ ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کا رسول خود ہی ان چاروں مناصب پر کام کرتا ہے۔ اللہ کا نبی خود ہی صدر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا رسول خود ہی وزیراعظم ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب علیہ السلام تو ان سب کے لئے بطور خاص جچتے ہیں۔

جب آپ ان چاروں حیثیتوں میں فیصلے فرمائیں گے تو یقیناً ان فیصلوں کا ریکارڈ ہونا بھی ضروری ہوگا۔ اس کے لئے وہ الفاظ محفوظ کرنا ہوں گے جن کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلے کئے ہوں گے۔ اس سے بھی لازم آتا ہے کہ ان تمام فرامین کو محفوظ کیا جائے جن کے ساتھ حاکم نے فیصلے فرمائے ہوں ان الفاظ کو ہی حدیث کہا جاتا ہے لہٰذا قرآن حکیم کے اس حکم کے مطابق بھی حدیث کو یاد رکھنا، اس کو جمع کرنا، اس کو لکھ کر محفوظ رکھنا ضروری تھا۔ ہمارے بزرگوں نے اس ذمہ داری کو کمال احتیاط سے نبھایا اس فریضے کی انجام دہی میں انہوں نے کوئی سستی نہ کی بلکہ اپنا کام پورے زور سے کیا۔

ان کا ایک ایک اقدام سراسر حق وصواب تھا ان کی زندگیاں، رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اداؤں کو جمع کرنے میں گذر گئیں انہوں نے اس کام کو بڑی ہی دیانتداری سے منزل مقصود تک پہنچایا۔

جس کی ذات کو اللہ تعالیٰ حکم قرار دے اس کی زندگی اس کے اقوال، افعال اور تقریرات یقیناً لائق حجت ہوا کرتی ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال افعال اور تقریرات کے مجموعہ ہی کو حدیث کہتے ہیں اور ان کو صحابہ کرام نے پوری جدوجہد اور کمال محنت کر کے محفوظ کیا اور اس کو دوسرے لوگوں تک پہنچانے کا اہتمام کیا اس کی دلیل وہ حدیث شریف ہے جس میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا۔

بَلِّغُوا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَةً [1]

پہنچا دو دوسروں تک جو کچھ تمہیں مجھ سے ملا ہے چاہے وہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔

---

(1) مشکوٰۃ المصابیح جلد ۱ ص ۳۲ باب العلم مکتبہ الحسن حق سٹریٹ اردو بازار، لاہور۔

ابن ماجہ میں ہے:

نَضَّرَ اللّٰهُ اِمْرَ سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَبَلَّغَهَا ①

اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وخرم رکھے جس نے میری بات سنی اور تبلیغ کے لئے کھڑا ہو گیا۔

سورۃ البقرہ میں ہے:

وَلَا تَتَّخِذُوْا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ز وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَا اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ ②

اور اللہ کی آیتوں کو ٹھٹھانہ بنالو اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے اور وہ جو تم پر کتاب اور حکمت اتاری تمہیں نصیحت دینے کو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔

## تفہیم قرآن کے لئے حکمت یعنی حدیث کا ہونا امر لازم ہے:

اس آیت مبارکہ میں بیّن انداز میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو مزاح نہ بناؤ، صاف صاف بتایا ہے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو، نعمت اللہ سے مراد نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پُرانوار ہے۔ ایمان والوں کو نصیحت کردی گئی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو کسی وقت بھی فراموش نہ کرو بلکہ دائمی یاد رکھو، ہر لحہ ولحظہ تمہیں تمہارے پیارے مولیٰ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد رہنی ضروری ہے بلکہ اس کا چرچا کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر نصیحت کی خاطر دو چیزیں نازل فرمائی ہیں۔ (۱) کتاب (۲) حکمت، کتاب سے مراد قرآن حکیم ہے اور حکمت سے مراد ''حدیث'' ہے۔

اب اس آیت کریمہ میں جو ترتیب بیان ہوئی ہے اس کو ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی آیات کا تمسخر نہ بناؤ۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو۔

(۳) کتاب وحکمت نصیحت ہے۔ (۴) اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ڈرو۔

(۵) یقین رکھو اللہ تعالیٰ ہر چیز سے باخبر ہے۔

یہ کل پانچ باتیں ہیں۔ اب غور فرمائیں اوّلاً دو چیزوں کا ذکر فرمایا اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق نہ اڑاؤ اور اس کی نعمت کو خوب یاد رکھو۔ اس کے بعد تیسری چیز کا ذکر فرمایا وہ ہے ''کتاب وحکمت'' اس کے بعد پھر دو چیزوں کا ذکر فرمایا

① سُنن ابن ماجہ ص ۲۱ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی۔

② سورۃ البقرہ ۲: ۲۳۱

اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ڈرو اور اس بات کا یقین رکھو وہ تمہارے تمام احوال سے باخبر ہے۔

یہ ترتیب آیت بتا رہی ہے۔ وہ بندہ مومن جو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ماننے والا ہے اللہ تعالیٰ کی آیات پر بلا چون و چرا ایمان لائے گا کوئی شک نہ کرے گا اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے ربّ کی نعمتوں پر صرف ایمان ہی نہ رکھے گا بلکہ ان کو دوسروں تک پہنچانے کی کوشش بھی کرتا رہے گا دو باتوں کا ذکر کرنے سے قبل کتاب وحکمت کو بطور نصیحت ذکر فرمایا پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی طاقت کا اظہار فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرو پھر اپنے علم کو ذکر کر کے اپنی باخبری کا تذکرہ فرمایا اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی میری آیات پر کامل ایمان رکھتا ہے ان میں شک نہیں کرتا اور میری نعمت کو بھی یاد کرتا ہے میری طاقت وقوت پر بھی ایمان رکھتا ہے اور میرے عالم الغیب والشہادہ ہونے کا بھی عقیدہ رکھتا ہے لیکن وہ قرآن کے ساتھ حدیث کو نہیں مانتا تو اس کا زبانی اقرار اور لسانی تذکرۂ نعمتُ اللہ اس کو نافع نہ ہوگا جب تک وہ قرآن کے ساتھ حدیث کو نہ مانے۔

اس سے یہ اصول سمجھ آ گیا کہ جہاں جہاں بھی کتاب کا تذکرہ کیا گیا وہاں وہاں کتاب کے ساتھ حکمت کا ذکر آیا قرآن حکیم میں ایسی متعدد آیات ہیں ان سب مقامات پر کتاب سے مراد قرآن حکیم ہے اور حکمت سے مراد حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے لہٰذا تفہیم قرآن کے لئے حکمت یعنی حدیث کا ہونا امر لازم ہے۔

## تدوینِ حدیث:

مسائل کا جو حل انسان اپنی عقل سے نکالے گا وہ قطعی یقینی حل نہیں ہوسکتا مگر جو حل اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا فرمائیں گے وہ یقیناً ہر مسلمان کے لئے دونوں جہاں میں نافع ہوگا یہی وجہ ہے کہ اہل ایمان کے لئے نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہر اعتبار سے لائق حُجّت ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا واحد ذریعہ ہیں ان کا دامن چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی توحید سمجھ میں آ ہی نہیں سکتی۔ رب کائنات نے بار باران کی اطاعت، ان کی محبت اور ان کی اتباع کا حکم دیا قرآن حکیم کی کتنی ہی آیات مقدّسات ایسی ہیں جن میں آپ کی عظمت کی طرف واضح اشارات موجود ہیں۔ انسانی زندگی میں جو انقلاب امام الانبیاء علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کرام نے برپا کیا وہ دنیا کی کسی قوم میں برپا نہ ہوا۔ صحابہ کرام کی مقدّس جماعت نے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک ادا کو ازبر کیا اس پر خود عمل کیا اور دوسروں کو عین موقعہ پر اس کی طرف راغب کیا۔ آپ کے اقوال اعمال اور معمولات کو عملاً نافذ کر کے دکھایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کی جمع وتدوین کا کام دورِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہی شروع ہو گیا تھا کوئی لاکھ چھپائے حق کو وہ پھر بھی غالب آ ہی جاتا ہے۔

تعجب کی بات یہ ہے منکرین حدیث کو جن کتب احادیث پر اعتماد نہیں انہی کتب سے اپنے حق میں روایات

پیش کرتے ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں جامع ترمذی میں ہے۔

عَنْ اَبِی سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ اِسْتَأْذَنَّا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ فِی الْکِتَابَۃِ فَلَمْ یَأْذَنْ لَنَا۔ ①

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم نے نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کتابت حدیث کی اجازت مانگی مگر آپ نے ہمیں اس کی اجازت نہ دی۔

منکرین حدیث اس روایت کونقل کرنے کے بعد آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں اور خوب چیخنا شروع کردیتے ہیں دیکھو جی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث لکھنے سے منع فرمایا اوران لوگوں نے خلاف فرمانِ اقدس حدیثیں لکھیں لہٰذا یہ تو بہت بڑا جرم ہے بہت خوب۔

میں اس عارفانہ تجاہل کے صدقے

جناب آپ تو حدیث کی کتابت کو ہی باطل قرار دیتے ہیں اور استدلال کے لئے اسی ذخیرے کو حجّت بنارہے ہیں اب آپ کو کیا کہا جائے یعنی اگر کسی حدیث شریف کی کتاب میں آپ کے موافق کوئی روایت ملے تو آپ دوربین لگا کر بھی وہ ڈھونڈ نکالتے ہیں اور ہمارے حق میں ہو تو وہ آپ کو خوردبین لگا کر بھی نظر نہیں آتی خیر یہ تو آپ کی نظر کا قصور ہے یا عقیدے کا نقص ہم تو اتنا کہیں گے کم از کم وہ صفحہ ہی پورا پڑھ لینا چاہئے جس میں سے آپ نے محنت کر کے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ والی حدیث تلاش کی ہے لیجئے میں آپ کو اسی صفحہ سے دوسری حدیث دکھاتا ہوں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ، کَانَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ یَجْلِسُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ فَیَسْمَعُ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ اَلْحَدِیْثَ فَیُعْجِبُہٗ وَلَا یَحْفَظُہٗ فَشَکَا ذٰلِکَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَسْمَعُ مِنْکَ الْحَدِیْثَ فَیُعْجِبُنِیْ وَلَا اَحْفَظُہٗ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اسْتَعِنْ بِیَمِیْنِکَ وَاَوْمَأَ بِیَدِہٖ لِلْخَطِّ۔ ②

① امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی جلد ۲:۲۵۹ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

② امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی جلد ۲:۲۵۹ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ایک انصاری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھے۔حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سنتے تو وہ ان کو انتہائی پسند آئے لیکن وہ ان کو یاد نہ رکھ سکے اس بات کی شکایت انہوں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کی۔عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے آپ کے ارشادات سنے اور وہ مجھے اچھے لگے لیکن میں انہیں محفوظ نہ کرسکا۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔تو اپنے دائیں جانب سے مدد طلب کر اور اس مدد سے مراد ہاتھ سے لکھنے کی طرف اشارہ تھا۔

## گنجے کو خدا ناخن نہ دے:

آپ نے حدیث شریف پڑھ لی کس قدر واضح اور بیّن انداز میں امام لانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث شریف کی کتابت کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔منکرین حدیث کو تو شاید عقل پر بھی اعتماد نہ رہے اور وہ کسی اور ہی چیز کو تلاش کرنے نکلے ہوں ایک ہی کتاب ہے جامع ترمذی اس کا ایک ہی صفحہ ہے اور اس پر دو حدیثیں ہیں ایک میں حدیث شریف کی کتابت کی ممانعت کا ذکر ہے اور دوسری میں کتابت حدیث کی اجازت کا تذکرہ ہوا ہے سوال تو صرف اتنا ہے کہ انکار حدیث کرنے کے لئے ترمذی شریف معتمد علیہ ہوگئی اور اثبات حدیث میں وہی ترمذی قابل اعتماد نہ رہی۔

گنجے کو خدا ناخن نہ دے<br>
دے گا عقل کے بخیے ادھیڑ یہ

ہم تو انتہائی سادگی سے ہر صاحب شعور کے ذہن وضمیر پر دستک دینا چاہتے ہیں تاکہ حق کی صدا وہ بھی سن لیں ماننا نہ ماننا تو ایک الگ چیز ہے کم از کم اتنا تو ضرور ہو جائے تاکہ ہم نے اپنا فرض نبھایا ہے۔حیرت تو صرف اسی طرز عمل پر ہے منکرین حدیث کو جہاں کہیں سے اپنی تائید میں کچھ مواد میسر آجائے وہ قبول کرنے میں ذرا تامل نہیں کرتے اور اگر ہم قائلین احادیث مبارکہ کے حق میں دو اور دو چار کی طرح دلیلیں ملیں تو ان میں نقص نکالنے کے لئے سو سو اعتراضات سوجنے لگتے ہیں منکرین حدیث کو قائلین حدیث صرف اتنا کہہ دیا کریں۔کبھی کبھی عقل سے بھی کام لے لینا چاہیے یہ اللہ تعالیٰ نے استعمال کرنے کو عطا فرمائی ہوئی ہے کھوپڑی میں ویسے پڑی رہے تو پھپھوندی لگ جاتی ہے۔اگر یہ استعمال ہو کر مقامات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سمجھنے اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشر واشاعت کے کام آئے تو بڑی خوش بختی ہوگی۔

## یہ ہے اللہ تعالیٰ کی شان:

جن مسائل میں امت کا اجماع ہے ان کو چھیڑنا کوئی عقل مندی نہیں بلکہ یہ تو جہالت کی دلیل بینہ ہے۔ وہ حدیث شریف جس کو منکرین حدیث اپنی حمایت میں پیش کرتے ہیں منسوخ الحکم ہے اور دوسری حدیث شریف اوّل حدیث کی ناسخ ہے عمل ہمیشہ ناسخ پر ہوتا ہے منسوخ پر نہیں لہٰذا یاد رکھنا چاہیے کہ امت کو متحد کرنے کی ضرورت ہے اس میں فساد ڈالنے کی ضرورت نہیں اور آج تو اس امت کو اس کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانیں سنانے کی اور بھی شدت سے ضرورت ہے۔ میں نے منکرین حدیث کی کتابیں پڑھی ہیں ان بیچارے علمی یتیموں کا تو حال یہ ہے کہ امام بخاری پر عدم اعتماد اور تھامس (THOMAS) پر اندھا اعتماد، امام مسلم پر عدم اعتماد اور ولیم میور پر زبردست اعتماد، میں نے شرح ترمذی میں کئی نظائر دکھائے ہیں جہاں ان کا کام نکلتا نظر نہیں آتا وہاں خود حوالہ نقل کر لیتے ہیں مثلاً غزوات کے حدود اربعہ کو جب بیان کیا اور مجاہدین کے اسماء ذکر کئے تو انہی احادیث مبارکہ کے حوالے دیئے جن کا انکار کرتے کرتے ان کا گلہ خشک ہوا جاتا تھا یہ ہے اللہ کی شان۔ منکرین حدیث سے بھی اقرار حدیث کروا لیتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ کو سن کہ ایک شخص جن کا نام ابوشاہ تھا، نے عرض کیا یہ خطبہ مجھے لکھ کر دے دیا جائے۔ جامع ترمذی کے ابواب العلم میں ہے:

وَقَالَ اَبُوْشَاهٍ: اُكْتُبُوْا لِيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اُكْتُبُوْا لِاَبِيْ شَاهٍ[1]

جناب ابوشاہ عرض گذار ہوئے یارسول اللہ یہ ارشادات مجھے لکھوا دیں چنانچہ رسول کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ سب ابوشاہ کو لکھ دو۔

## کتابت حدیث کی اجازت:

یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود حکم دیا کہ میری احادیث میرے فرامین، میرے ارشادات ابوشاہ کو لکھ کر دے دو اس سے بڑھ کر کتابت حدیث کے جواز پر اور کیا دلیل لائی جا سکتی ہے۔ اگر انسان تھوڑی سی عقل و دانش رکھتا ہو اور اس کو تحقیق و تجسس سے کچھ بھی علاقہ ہو تو یقیناً ان دلائل کو پڑھنے کے بعد وہ پکار اُٹھے گا کہ حدیث شریف کو لکھنا بھی عہد رسالت ہی سے ثابت ہے اور اس کی حفاظت کا اہتمام بھی دور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہی کر دیا گیا تھا۔ اگر کوئی انسان یا کوئی گروہ عقل سے ہی پیدل ہو جائے تو اس

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی جلد ۲: ۲۵۹ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان۔

کا علاج ہمارے پاس نہیں ہے۔ ویسے بھی عقل بازار میں تو بکتی نہیں اگر بازار سے ملتی تو میں ضرور پچاس روپے کی خرید کر ان لوگوں کو پارسل کر دیتا مگر کروں کیا ایسا ہو نہیں سکتا۔ ہاں اگر کوئی انسان دل وجان سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی کرے تو عقل و دانش اس کی کنیز بن کر رہے۔

## عطاءِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیّن مثال:

بخاری شریف کے باب حفظ العلم میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ سے بہت ساری احادیث مبارکہ سنتا ہوں مگر میرا حافظہ میرا ساتھ نہیں دیتا جس کی وجہ سے میں ان کو بھول جاتا ہوں۔ امام الانبیاء علیہ السلام نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

اُبْسُطْ رِدَآئَكَ فَبَسَطْتُهٗ فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ ضُمَّ فَضَمَمْتُهٗ فَمَا نَسِيْتُ شَيْئًا بَعْدُ①

اے ابوہریرہ اپنی چادر پھیلاؤ تو میں نے اپنی چادر بچھا دی چنانچہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اوک بھر بھر کر چادر میں ڈالے پھر ارشاد ہوا چادر کو سمیٹ لو میں نے اکٹھا کر لیا پھر کیا تھا اس کے بعد (اوّل وآخر) کوئی شی بھی نہ بھولا۔

یہ جو قوت حافظہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عطا سے ملا تھا یہ بھی کتابت ہی کے قائم مقام تھا بلکہ لکھا ہوا تو کہیں ضائع بھی ہو سکتا تھا جو سینے میں محفوظ ہو گیا وہ ایسا مکتوب ہوا کہ اس کی مثال روئے زمین پر پھر کہیں نہیں مل سکتی۔ ایسی عنایت کہاں ہو سکتی ہے ایسا کمال کس بارگاہ سے مل سکتا ہے یہ تو صرف اور صرف سیّد عالم علیہ السلام ہی کی بارگاہ اقدس ہے جہاں سے یوں عنایات ہوتیں ہیں لہٰذا ہم تو اسی حدیث شریف کو جہاں عطاءِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیّن مثال قرار دیتے ہیں وہاں اس کو کتابت حدیث کی مثال کے طور پر بھی پیش کرتے ہیں۔

بخاری کے باب کتابت علم میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ نبی اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فتح مکہ کے موقعہ پر مختلف زاویوں سے احکام کی تبلیغ فرما رہے تھے اور عظمت حرم کو اظہر کر رہے تھے نیز حرم سے کوئی درخت اور سبزہ نہ کاٹا جائے اس کی وضاحت فرما رہے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ قتل کے قصاص و دیت کے احکام بھی لوگوں تک پہنچا رہے تھے۔ اس وقت اہل یمن میں سے ایک صاحب حاضر تھے (ان کا نام ترمذی کی روایات میں ابوشاہ ذکر ہوا ہے) انہوں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عرض کیا:

① امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری م ۲۵۶ الجامع الصحیح جلد ۱ صفحہ ۲۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی

اُکْتُبْ لِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ اُکْتُبُوْا لِاَبِیْ فُلَانٍ ①

یارسول اللہ! یہ احکام مجھے لکھ کر دے دیجئے اس پر آپ نے فرمایا فلاں شخص کے لئے یہ احکام لکھ کر دے دیئے جائیں۔

اسی باب میں یوں بھی مذکور ہے جناب وھب بن منبہ اپنے بھائی صاحب کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا تمام صحابہ کرام سے زیادہ احادیث مبارکہ میں ہی بیان کرتا تھا لیکن عبداللہ بن عمرو ہی رضی اللہ عنہ مجھ سے بھی زیادہ احادیث بیان کرتے تھے وجہ اس کی یہ تھی۔

فَاِنَّہٗ کَانَ یَکْتُبُ وَلَا اَکْتُبُ ②

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ تو حدیث شریف لکھ لیا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

کس قدر واضح عمل ہے، وہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جن سے بڑھ کر کوئی دوسرا دین کو سمجھ ہی نہیں سکتا اور اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو یقیناً وہ باطل ہوگا۔ جب ایسے مقدس گروہ سے حدیث شریف کا لکھنا ثابت ہے تو پھر بھی یہ شور مچانا کہ جی کتابت حدیث کا کام بڑی دیر سے شروع ہوا لہٰذا حدیث شریف پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا سراسر غلط ہے حدیث شریف پر کام دور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی میں شروع ہو گیا تھا اور اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

## جان بوجھ کر جھوٹی حدیث بیان کرنے والا جہنّمی ہے:

حدیث شریف بیان کرنے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے جب کبھی اس انداز میں بات ہو کہ کسی قول وفعل کو رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کیا جانے لگے تو بہت ہی سوچ سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے کمال دیانتداری کے ساتھ حدیث بیان کرنی چاہیے۔ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرنا ایسے ہی ہے جیسے اپنے آپ کو دوزخ میں گرا دینا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ ③

رسول اکرم نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی جھوٹی بات جان بوجھ کر میری طرف منسوب کرے اس کو چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

① امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری م ۲۵۶ھ الجامع الصحیح جلد ا صفحہ ۲۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی۔

② امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری م ۲۵۶ھ الجامع الصحیح جلد ا صفحہ ۲۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی۔

③ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی جلد ۲ ص ۲۵۷ مطبوعہ الطاف اینڈ سنز، کراچی۔

بخاری کتاب العلم میں ہے۔اس شخص پر کتنا وبال پڑے گا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جھوٹ منسوب کرے حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آلِهٖ وَ سَلَّمَ لَا تَکْذِبُوْا عَلَیَّ فَاِنَّهٗ مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ فَلْیَلِجِ النَّارَ۔ ①

رسول کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشاد فرمایا میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب نہ کرنا اگر کسی نے ایسا کیا تو اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

## حدیث یاد کرنے کی تمنا پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار مسرّت:

امام بخاری اپنی صحیح کے کتاب العلم میں حدیث وارد فرماتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔میں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہوگا؟ اس کے جواب میں امام الانبیاء علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ ظَنَنْتُ یَا اَبَاهُرَیْرَةَ اَنْ لَّا یَسْأَلَنِیْ عَنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ اَحَدٌ اَوَّلَ مِنْكَ لِمَا رَأَیْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَی الْحَدِیْثِ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهٖ اَوْ نَفْسِهٖ۔ ②

مجھے یقین تھا ابو ہریرہ تمہارے علاوہ کوئی اور یہ سوال نہ کرے گا اسلیے کہ مجھے معلوم ہے تم کتنا زیادہ پیار کرتے ہو حدیث کے حصول سے بلکہ تم تو حدیث پر حریص ہو تو لو سنو میری شفاعت کا سب سے زیادہ حقدار وہ ہوگا جو دل وجان سے خالصاً لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھے گا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہی حدیث لائے ہیں۔جب علم کے اٹھ جانے کا خدشہ لاحق ہوا۔حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ابوبکر بن حزم کو لکھا تمہارے پاس جس قدر احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ان سب کو لکھ لو مجھے علماء کے اٹھ جانے کے باعث ان کے محو ہونے کا خوف ہے۔

وَلَا تُقْبَلُ اِلَّا حَدِیْثَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آلِهٖ وَ سَلَّمَ وَلْیُفْشُوا الْعِلْمَ وَلْیَجْلِسُوْا حَتّٰی یَعْلَمَ وَ مَنْ لَا یَعْلَمُ فَاِنَّ الْعِلْمَ لَا یَهْلِكُ

---

① امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری م ۲۵۶ھ الجامع الصحیح جلد ۱ صفحہ ۲۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی۔

② امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری م ۲۵۶ھ الجامع الصحیح جلد ۱ صفحہ ۲۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی۔

حَتّٰى يَكُوْنَ سِرًّا ①

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی چیز کو نہ ماننا یہ بھی ضروری ہے کہ علم کو خوب پھیلایا جائے اور اس کے لئے علماء نشستیں کریں تا کہ ان کے ذریعے ان لوگوں تک بھی علم پہنچ جائے جو اس سے کورے ہیں اس بات کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جائے علم اس وقت تک محو نہیں ہوتا جب تک اس کو چھپا چھپا کر نہ رکھا جائے۔

## ثواب کی گٹھڑی باندھنے کا شوق ہمیں کہاں سے کہاں لے آیا:

آج اس اُمت کی صورت حال یہ ہے کہ ان کو زیادہ سے زیادہ پارے تلاوت کرنے، زیادہ سے زیادہ نوافل پڑھنے، زیادہ سے زیادہ وظائف کرنے، زیادہ سے زیادہ تسبیح پڑھنے، زیادہ سے زیادہ وقت چپ چاپ بیٹھ کر نیکیاں کمانا ہے جبکہ انہی حضرات سے اگر پوچھ لیا جائے کہ جو پارے آپ نے تلاوت فرمائے ہیں ان میں آپ کے خالق و مالک نے اپنے محبوب علیہ السلام کے واسطہ سے آپ کے ساتھ کیا باتیں کی ہیں، آپ کو کیا احکام دیئے ہیں تو جواب خاموشی ہوگا زبان حال سے کہہ رہے ہوتے ہیں جو ثواب ہم نے کمایا ہے وہ تو تیرے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوگا اب ذرا نوافل کا حال بھی جان لیں زیادہ رکعتیں پڑھ کر خود کو زیادہ نیک سمجھ لیا ہے لیکن دوران سجدہ دونوں پاؤں یا تو زمین سے اٹھے رہے اور اگر یہ نہیں تو پھر دونوں پاؤں الٹے رکھ دیئے اور یہ سب بلا عذر شرعی ہو رہا ہے۔ وظائف کا حال یہ ہے جو عربی عبارت بطور وظیفہ پڑھی جا رہی ہے اس کے اعراب تک صحیح نہیں ہیں اگر کوئی صاحب علم ٹوک دے تو جواب ملتا ہے زیر زبر بدلنے سے کیا ہوتا ہے؟

① امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری م ۲۵۶ھ الجامع الصحیح جلد ا صفحہ ۲۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی۔

# حدیث شریف کی تعریف

امام ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ شرح نخبۃ الفکر میں رقم طراز ہیں۔ علماء جمہور کے نزدیک خبر اور حدیث دونوں ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ فنی اعتبار سے خبر بھی حدیث ہی کے معنوں میں مستعمل ہوتی ہے۔ بات دراصل یوں ہے کہ حدیث بطور خاص ان منقولات کا نام ہے جو نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے حوالے سے بذریعہ صحابہ رضی اللہ عنھم اُمّت مسلمہ تک پہنچے ہیں اس لیے وہ لوگ جنہوں نے تاریخی روایات اور قصص کو بیان کیا ان کو اخباری کے نام سے موسوم کر دیا گیا اور جن لوگوں نے رسول اکرم تاجدار عرب وعجم کی سنت مطہرہ کو اپنا موضوع سخن بنایا ان کو اہل علم نے محدث کے مبارک نام سے یاد رکھا[1]

حدیث شریف کو جب کتب احادیث میں دیکھا جاتا ہے تو اس کے دو جز نظر آتے ہیں نمبر ا سندِ حدیث اور نمبر ۲ متنِ حدیث۔ جز اول میں ان راویان حدیث کا ذکر ہوتا ہے جن کے واسطے سے حدیث شریف ہم تک پہنچی۔ جب ہم روایت حدیث کے حوالے سے حدیث شریف کو دیکھیں تو یہ اس کا درایتی پہلو ہوگا۔ یعنی ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ جس سلسلہ روایات سے حدیث شریف منقول ہے وہ روات اپنے کردار کے اعتبار سے کیسے ہیں اس میں راوی اور مروی عنہ سے بحث ہوگی دوسرا متنِ حدیث اس میں ہمارے آقا مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال، افعال اور احوال وتقریرات شامل ہیں۔ بس سندِ حدیث میں روات حدیث کی معرفت ہوتی ہے اور متنِ حدیث میں امام الانبیاء علیہ السلام کی ذات مقدسہ کے کمالات کو اظہر کیا جاتا ہے تاکہ امت اپنی عملی زندگی کو باآسانی موافق سنت گذار سکے۔ یاد رہے صحابہ کرام اور تابعین کے اقوال، افعال اور تقریرات بھی حدیث ہی کے زمرے میں آتے ہیں۔ جیسا کہ مرفوع، موقوف اور مقطوع کی تصریحات سے پتہ چلتا ہے۔

## انواعِ حدیث:

### (ا) متواتر:

وہ حدیث (خبر) جس کی سند میں راویوں کی ابتدا سے انتہاء تک ایسی کثرت ہو کہ اس کو متعین نہ کیا جا سکے۔ اس طرح عادۃً ان روات کا اسی پر متحد ہونا یا اتفاقاً ان سے جھوٹ کا صدور ممکنات سے نہ ہو اس سے علم یقینی حاصل ہو۔ اس خبر (حدیث) کا تعلق عقل سے نہیں بلکہ حِس سے ہو۔

بعض علماء نے روات کی تعداد کو بھی بیان کیا ہے مختلف اعتبارات سے استدلال کر کے ان کی تعداد کا تذکرہ کیا ہے۔

---

(1) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ شرح نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر ص ۱۸ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور

مثلاً بعض نے شہود زنا پر قیاس کر کے چار کا ذکر کیا بعض نے لعان پر قیاس کر کے پانچ کا تذکرہ کر دیا بعض نے اقل جمع کثیر عشرہ دس کا ذکر کیا، بعض نے نقبائے بنی اسرائیل پر قیاس کر کے گیارہ کا تذکرہ کیا اسی طرح چالیس اور ستر کا ذکر بھی ملتا ہے۔

## (۲) مشہور:

مشہور وہ حدیث (خبر) ہے جس کے ہر طبقے میں کم از کم تین راوی تو ضرور ہونے چاہیں لیکن کثرت کی کوئی خاص حد نہیں ہاں البتہ وہ کثرت متواتر کی ساری شرائط پر حاوی نہ ہو جائے۔ اگر چہ باقی ساری شرطیں پائی جائیں مگر متواتر کی شرط افادہ علم یقین نہ پائی جائے تو وہ حدیث مشہور ہی ہوگی۔

## (۳) عزیز:

عزیز اس حدیث (خبر) کو کہتے ہیں جس کے ہر طبقے میں کم از کم دو راوی ہوں۔ رہا دو سے زائد راویوں کا ہونا تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ شرط کم از کم راویوں کی ہے فنّی طور پر اعتبار بھی اس چیز کا کیا جاتا ہے۔

## (۴) غریب:

حدیث (خبر) غریب اس کو کہتے ہیں جس کی اِسناد میں کسی جگہ صرف ایک ہی راوی ہو۔ اور اس ایک راوی کا کوئی اور شریک نہ ہو۔ خبر غریب اور حدیث فرد دونوں کا ایک ہی مطلب ہوتا ہے۔

## (۵) صحیح لذاتہ:

حدیث (خبر) مقبول کے اعتبار سے صحیح لذاتہ وہ حدیث ہے جس کی سند کے تمام روات عادل ہوں۔ کامل الضبط ہوں اس کے ساتھ ساتھ اس کی سند بھی متصل ہو یعنی معلل اور شاذ ہونے سے پوری طرح محفوظ ہو۔

## (۶) صحیح لِغیرہٖ:

حدیث صحیح لِغیرہٖ اس حدیث کو کہا جاتا ہے جو اصلاً تو حدیث حسن لذاتہ ہو لیکن اس کی اسناد متعدد ہوں۔ اس حدیث میں تعدد طرق ایک ایسا زور پیدا کر دیتا ہے جس کے سبب حسن لذاتہ کا وہ ضعف جو نقص ضبط سے پیدا ہوتا ہے وہ کافی حد تک دور ہو جاتا ہے اور یہ حدیث صحت میں بڑھ کر صحیح ہی کی طرح ہو جاتی ہے اس لئے اس کو صحیح لغیرہ کہا جاتا ہے۔

## (۷)حسن لذاتہ:

یہ وہ حدیث ہے جس میں ضبط کے علاوہ باقی تمام کمالات صحیح لذاتہ کی طرح ہوں اگرچہ مرتبہ میں یہ حدیث صحیح لذاتہ سے نیچے ہے لیکن استدلال کے اعتبار سے یہ صحیح لذاتہ کے قائم مقام ہی سمجھی جاتی ہے۔ دونوں میں مدارج کا اختلاف پایا جاتا ہے۔

## (۸)حسن لغیرہ:

اس حدیث کو حسن لغیرہ کہتے ہیں جس کی مقبولیت پر کوئی ایسی دلیل قائم ہوجائے جو اس کو متوقف فیہ کردے۔ چنانچہ حدیث دستورومدلس کے لئے جب معتبر متابعت مل جائے تو وہ حدیث قبول کرلی جاتی ہے۔

## (۹)محفوظ:

اگر کوئی ثقہ راوی کسی ایسے راوی کی مخالفت کرے جو قوت حافظہ، تعداد روات یا اور کچھ ضروری وجوہ کی بنا پر اس راوی پر ترجیح رکھتا ہو تو اس اول الذکر راوی کی روایت کو شاذ اور جو حدیث اس کے مقابل آرہی ہے اس کو محفوظ کا درجہ دیں گے۔

## (۱۰)شاذ:

شاذ اس حدیث کو کہتے ہیں جب کوئی ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ، راوی کی مخالفت کرے یہ ثقاہت چاہے حافظہ کی وجہ سے ہو یا تعداد مرویات کی وجہ سے بہر نوع ایسی صورت میں زیادہ ثقہ راوی کی روایت معروف کے درجہ میں ہوگی کم ثقہ کی روایت شاذ کہلائے گی۔

## (۱۱)معروف:

کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی ضعیف راوی کسی مضبوط راوی کی روایت کردہ حدیث کے مخالف حدیث روایت کردیتا ہے ایسی صورت میں اس حدیث کو منکر کا درجہ دیا جاتا ہے اور جس قوی راوی کی مخالفت کی جاری ہے اس کی روایت کردہ حدیث کو معروف کا مرتبہ دیا جاتا ہے۔

## (۱۲)منکر:

اگر کوئی ضعیف راوی حدیث روایت کرتے ہوئے کسی قوی راوی کی مخالفت کرے تو اس کی روایت کردہ حدیث کو منکر کہا جائے گا اور جو روایت اس کے مقابل آئے گی اس کو معروف کہیں گے۔

## (۱۳) معلق:

معلق اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس کی سند کے ابتدا سے بتصرّف مصنف ایک یا ایک سے زیادہ راوی ساقط ہوں۔

## (۱۴) مرسل:

مرسل اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس کی سند میں تابعی کے بعد والا راوی یعنی صحابی ساقط ہو تابعی ڈائریکٹ سید عالم ﷺ سے روایت کرے۔

## (۱۵) معضل:

معضل اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس کی سند سے دو یا دو سے زیادہ راوی ایک ہی مقام سے ساقط ہوں یہ سقوط بتصرف مصنف ہو یا بلا تصرف۔

## (۱۶) منقطع:

منقطع اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی اسناد میں ایک دو یا متعدد راوی، متفرق مقام سے ساقط ہوں۔

## (۱۷) مدلّس:

مدلس اس حدیث کو کہتے ہیں۔ جس میں راوی تدلیس کرے یعنی کچھ ملاوٹ کر دے۔

## (۱۸) متروک:

اگر کسی راوی پر یہ الزام ہو اور وہ الزام موافق قواعد ہو کہ اس نے جھوٹی حدیث روایت کی ہے تو ایسے راوی کو متروک الحکم اور اس کی روایت کو متروک کہیں گے۔

## (۱۹) معلل:

حدیث معلل اس کو کہتے ہیں جہاں احادیث کے فنی مدارج کے خلط ملط ہونے کا وہم پیدا ہو جائے مرسل و منقطع کو موصول قرار دیا جائے۔ اس طرح موصول کو مرسل اور مرفوع کو موقوف کہہ دیا جائے اس میں کوئی علت قادحہ خفیہ ہوتی ہے اس کو پہنچاننا دقیق و غامض فن ہے اس حدیث کو وہی پہچان سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے فہم، حفظ اور ضبط مراتب میں خوب مہارت عطا فرمائی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی بحث بہت تھوڑے بزرگوں نے کی ہے جن میں علی بن مدینی امام احمد بن حنبل، امام بخاری، یعقوب ابن ابی شیبہ، امام ابو حاتم، ابو زرعہ اور امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں۔

## (۲۰) مدرج:

مدرج اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں راوی نے اپنی طرف سے کچھ کلام ملایا ہو یا کسی دوسرے کا کلام ملا دیا ہو۔ اس کا اظہار کبھی تو راوی کی تصریح سے ہوتا ہے اور کبھی ماہر فن کی تصریح سے۔

## (۲۱) مقلوب:

مقلوب اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں اسماء کی تقدیم و تاخیر کر دی جائے۔ مثلاً راوی نے مُرہ بن کعب کو کعب بن مُرّہ یا کعب بن مُرّہ کو مرہ بن کعب کر کے بیان کر دیا۔ اسی طرح تقدیم و تاخیر کبھی نفس متن میں بھی ہوتی ہے۔

## (۲۲) مضطرب:

مضطرب وہ حدیث ہے جس کے راوی میں اس طرح تبدیلی کر دی جائے کہ کسی دوسری روایت پر اس کو ترجیح دینا ناممکن ہو جائے اضطراب غالباً سند میں ہی ہوتا ہے۔ تبدیلی متن کو محدثین بہت کم اضطراب سے تعبیر کرتے ہیں۔

## (۲۳) مرفوع:

اس حدیث کو مرفوع کہتے ہیں۔ جس میں نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے کسی قول و فعل اور احوال و تقریرات کا صریحاً یا حکماً بیان ہو۔

## (۲۴) موقوف:

جس حدیث میں صحابی رضی اللہ عنہ کے قول، فعل یا تقریر کا صریحاً بیان ہو اس کو حدیث موقوف کہتے ہیں۔

## (۲۵) مقطوع:

مقطوع اس حدیث کہ کہتے ہیں جس میں تابعی کے اقوال، افعال، احوال و تقریرات کا ذکر ہو۔

## (۲۶) محکم:

محکم اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس کی معارض کوئی اور جز نہ ہو۔ صحاح ستہ میں اس کی بہت مثالیں موجود ہیں۔

## طبقاتِ متعلقینِ حدیث!

طالب! حدیث کے طالب علم کو ''طالب'' سے تعبیر کرتے ہیں۔

شیخ! حدیث پڑھانے والے کو شیخ یا محدث کہتے ہیں۔

حافظ! جس شخص کو ایک لاکھ احادیث متناً وسنداً یاد ہوں نیز ان کے رواۃ کے احوال جرحاً وتعدیلاً ازبر ہوں۔ ایسے متبرک انسان کو حافظ کہتے ہیں۔

حُجّہ! جس شخص کو تین لاکھ احادیث متناً وسنداً، جرحاً وتعدیلاً یاد ہوں ایسی بابرکت شخصیت کو حُجّہ کہا جاتا ہے۔

حاکم! جس شخص کو تمام احادیث مرویہ متناً وسنداً یاد ہوں اور ان کو جرحاً وتعدیلاً وہ جانتے ہوں ایسی قابل ہستی کو حاکم کہا جاتا ہے۔

میں چاہتا ہوں کتب احادیث کی قسموں کا تذکرہ بھی کردوں تاکہ مقدمہ ترمذی پڑھنے والوں کو ایک فائدہ یہ بھی ہو کہ ان کو بڑی بڑی کتب حدیث کے اسلوب کی معرفت حاصل ہوجائے۔

## کتب حدیث کی قسمیں:

یوں تو کتب حدیث کی بہت ساری اقسام ہیں لیکن ہم چند اہم قسموں کا تذکرہ کردیتے ہیں۔ ان شاء اللہ اس کا مطالعہ کرنے والوں کو خاطر خواہ نفع ہوگا۔ اہم اقسام کو ذکر کرتا ہوں۔

## صحیح!

حدیث شریف کی اس کتاب کو صحیح کہتے ہیں۔ جس کا مصنف اس میں صرف صحیح احادیث لانے کو ضروری قرار دے اس کی مثال یہ ہے۔ جیسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ۔

## جامع!

حدیث شریف کی اس کتاب کو جامع کہتے ہیں۔ جس کا مصنف مندرجہ ذیل آٹھ عنوانات کے تحت حدیثیں لائے ان کا تذکرہ کرتا ہوں۔ (۱) سیر (۲) آداب (۳) تفسیر (۴) عقائد (۵) فتن، (۶) احکام (۷) اشراط اور (۸) مناقب اس کی مثال بخاری اور ترمذی وغیرہ ہیں۔

## سنن!

حدیث شریف کی اس کتاب کو سنن کہتے ہیں جس میں صرف احکام سے متعلقہ احادیث درج کی جائیں۔ اس کی مثال سنن ابوداود اور نسائی ہیں۔

## مسند!

مسند حدیث شریف کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں صحابہ کرام کی ترتیب سے احادیث وارد کی جائیں اس کی مثال مُسند امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ ہے۔

## معجم!

حدیث شریف کی اس کتاب کو معجم کہتے ہیں جس میں ترتیب شیوخ سے احادیث وارد کی جائیں اس کی مثال معجم طبرانی ہے۔

## مستخرج!

حدیث شریف کی اس کتاب کو مستخرج کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جس میں کسی اور کتاب کی احادیث کو ثابت کرنے کے لئے اس کتاب کے مصنف کے اپنے شیخ یا ان کے شیخ کے شیخ سے دیگر اسناد سے انہی احادیث کو لیا جائے اس کی مثال مستخرج لابی نعیم علی البخاری ہے۔

## مستدرک!

حدیث شریف کی اس کتاب کو مستدرک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس میں مختلف ابواب کے تحت کسی دوسرے مصنف سے جو احادیث رہ گئی ہوں ان کو وارد کر دیا جائے۔ اس کی مثال حاکم کی مستدرک علی الصحیحین ہے۔

## رسالہ!

حدیث شریف کی اس کتاب کا نام رسالہ رکھا جاتا ہے جس میں جامع کے آٹھوں ابواب میں سے کسی بھی ایک باب کے تحت احادیث لکھ دی جائیں اس کی مثال امام احمد کی ''کتاب الزہد'' ہے جس کا تعلق آداب سے ہے اور ابن جریر طبری کی کتاب ہے جس کا تعلق تفسیر سے ہے۔

## جز!

حدیث شریف کی اس کتاب کو ''جز'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جس میں کسی ایک ہی عنوان کی احادیث وارد کی گئی ہوں۔ اس کی مثال امام بخاری کی کتاب ''جز القراۃ خلف الامام'' ہے۔

## اربعین!

حدیث شریف کی اس کتاب کو اربعین کے نام سے متصف کیا جاتا ہے جس میں چالیس احادیث لائی گئی ہوں اس کی مثال امام نووی کی کتاب ''اربعین نووی'' ہے۔

## امالی!

اس کتاب کو ''امالی'' کے نام سے پہچانا جاتا ہے جس میں شیخ کے لکھوائے ہوئے فوائد احادیث ہوں اس کی مثال

''امالی امام محمد'' ہے۔

## اطراف!

اس کتاب کو اطراف کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جس میں حدیث شریف کا صرف وہ حصہ بیان کر دیا جاتا ہے جس سے بقیہ ساری حدیث پہنچانی جاتی ہے اس کے بعد اس حدیث کی تمام اسناد اور طُرُق بھی ذکر کر دیئے جاتے ہیں یا بعض خاص کتابوں کی اسانید ذکر کر دی جاتی ہیں اس کی مثال ''اطراف الکتب الخمسہ'' ہے جو ابو العباس کی لکھی ہوئی ہے۔ اور ''اطراف المزی'' بھی اس کی مثال ہے۔

## فتنہ انکارِ حدیث

میری خواہش تو یہ تھی کہ میں شرح وبسط کے ساتھ، حدیث شریف کی افادیت، اس کی تاریخ، اس کی جمع وتدوین اور اس کی فنّی حیثیت پر لکھوں نیز منکرین حدیث کا پورا شجرہ ذکر کروں تاکہ حدیث شریف کے ہر ہر طالب علم کو ان کی بابت معلومات بہم پہنچیں اور ان کو علم حدیث کی خدمت میں مشکلات پیش نہ آئیں یا کم از کم تھوڑی ہو جائیں۔ جب بھی کوئی صاحب علم حدیث شریف کی بات کرتا ہے تو لوگ اس کا رد کرنے کی کوشش کرتے ہیں قرونِ اولیٰ میں ایسا کچھ نہ تھا جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا لوگ عربی زبان وادب سے دور ہوتے چلے گئے اور عربی کی بجائے انگریزی پڑھنے پڑھانے کا رواج عام ہوا تو وہ طبقہ جو عربی زبان سے دور تھا اس نے انگریزوں سے دین سیکھنے کی کوشش کی جو کچھ ان کے ہاں سے مطالعہ میں آیا اس کو معتبر جانا اور جو کچھ اہل دین سے ملا اس کو اعتراض کی نظر سے دیکھنا شروع کیا پھر بجائے اس کے کہ یہ طبقہ عربی زبان وادب سے آگاہی حاصل کرتا اور علوم وفنون کو اصل زبان کے ذریعے سیکھتا، لیکن ایسا نہ کیا گیا بلکہ اپنی رائے ہی کو کافی جان لیا گیا اور اسی کو قانون قرار دے کر اہل اسلام پر ٹھونسا گیا۔

اولاً تو میری رائے اسی طرح کی تھی کہ مختلف زاویوں سے منکرین حدیث کا جائزہ لینے کے بعد ان کا رد کر دیا جائے پھر خیال آیا کہ کیوں نا ان لوگوں کو ڈائریکٹ پڑھا جائے اور دیکھا جائے کہ آخر ہمارے برصغیر پاک وہند میں اس طرح کے نظریات نے کیونکر جنم لیا چنانچہ میں نے مختلف لوگوں کی کتابوں کا مطالعہ کیا جنہوں نے کسی نہ کسی حوالے سے احادیث مبارکہ کا انکار کیا ہے۔ اس مطالعہ کے دوران جو کچھ مجھ پر واضح ہوا وہ یہ ہے۔

جنگ آزادی ہند میں مسلمانان برصغیر کو ناکامی ہوئی۔ اس ناکامی کے بعد مسلمانوں پر انگریزوں نے کوہ قیامت توڑا ۱۸۵۷ء کی اس جنگ آزادی کے بعد ہندوستان پر انگریزوں کا مکمل قبضہ ہو گیا اور لال قلعہ دلّی پر انگریز نے اپنا پرچم لہرا دیا۔ مسلمان بڑی بُری طرح سے مغلوب ہوئے اس مغلوبی میں اہل اسلام کسی ایسے رہنما کی تلاش

میں تھے جوان کو انگریز کے ظلم وستم سے نجات دلائے چنانچہ سر سید احمد خان صاحب نے ان حالات میں ایک رسالہ نکالا جس کا نام تہذیب الاخلاق رکھا گیا اس میں انہوں نے آیات قرآنی کے وہ معنی بیان کیے جو اصلاً مراد نہ تھے چونکہ اہل اسلام آیاتِ قرآن کے معانی کو احادیث مبارکہ کی روشنی میں متعین کرتے تھے اور اس طرح آیات قرآن کے وہ معانی مسلمانوں کے لئے فائدہ مند ہوتے تھے اور یہی درست طریقہ بھی تھا اب ایک جگہ ایک آیت کریمہ کے حکم کو سر سید احمد خان صاحب اپنی ذاتی رائے سے بیان کرتے تو اہل علم اس سے اختلاف کرتے اور ماننے کو تیار نہ ہوتے ظاہر ہے اس طرح کے حالات میں احادیث مبارکہ کسی بھی شخص کے لئے آیاتِ قرآن میں ذاتی رائے کو دخل اندازی کرنے میں رکاوٹ تھیں۔

## رب راضی تو جگ راضی:

اپنا راستہ صاف کرنے کے لئے، اور اپنی من مانی آراء کو اہل اسلام کا نظریہ قرار دینے کے لئے احادیث مبارکہ کو راہ کا پتھر سمجھا گیا اور اس رکاوٹ کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی اور احادیث مبارکہ کو نا قابل اعتماد قرار دے کر اپنی راہ کو ہموار کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی۔ یہ سب اس لیے کیا گیا تا کہ انگریز بہادر کو خوش کیا جائے۔ لیکن اس سب کے باوجود انگریز خوش نہ ہوا، اس میں کوئی شک نہیں، ہم لوگوں کو خوش کرنے کے لئے جو کچھ کرلیں وہ ہرگز خوش نہ ہوں گے ہاں ہم اگر اپنے اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش کرلیں تو سارا زمانہ ہم سے راضی ہو جائے گا اور اگر بالفرض زمانہ نہ بھی راضی ہو تو پروا کیا ہے جب رب راضی تو سب راضی ہمیں اپنے سارے کام کا رخ فقط رضائے مولیٰ کی طرف رکھنا چاہیے اس زاویے سے ہرگز نہ ہٹنا چاہیے یہی کامرانی کی دلیل ہے اسی طرز عمل سے ہم اپنی منزل مقصود کو پانے میں کامیاب ہوں گے۔ اور ملت اسلامیہ کو عظمت رفتہ پھر میسر آجائے گی۔ اس موضوع پر لکھنے سے قبل بہت غور وخوض کرتا رہا۔ کئی بار خیال آتا اس عنوان پر خوب لکھنے کی غرض سے مطالعہ کیا تو مواد اس قدر جمع ہو گیا کہ اگر اسے ترتیب دیا جاتا تو شرح ترمذی کی پہلی جلد کے برابر صفحات بن جاتے پھر سوچا کہ اس موضوع پر مختصراً لکھ دیتا ہوں تا کہ مقدمہ طوالت اختیار نہ کرے سو اب مختصر ہی لکھنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ اس موضوع پر میرے بیٹے احمد رضا قادری نے ایک کتاب لکھی ہے وہ ضرور مطالعہ فرمالیں۔

## انکار حدیث کا معنی ومفہوم:

لغت کی کتب میں انکار حدیث کے متفرق معانی بیان ہوئے ہیں ان میں سے چند کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اظہر اللغات میں یوں مذکور ہے۔

انکار! نا منظور، انحراف، نہ ماننا، ناں کر دینا۔

حدیث! رسول اکرم تاجدار عرب وعجم ﷺ کے قول وفعل کی خبر، بیان، ذکر اور پیغام سے انحراف کرنا نہ ماننا۔

## مقام حدیث میں ہے:

منکر حدیث کے لفظی معنی ہیں حدیث کا انکار کرنے والا ①

فیروز اللغات میں ہے۔

انکار، نہ ماننا، نامنظور کرنا، انحراف، مخالفت

حدیث! نئی بات، نئی چیز، بیان، ذکر، تاریخ سند ②

## انکار حدیث کے اصطلاحی معنی یوں کیے جاتے ہیں:

اصطلاح شرع میں حضور ﷺ کے قول، فعل کی خبر سے انحراف کرنے کو انکار حدیث کہتے ہیں۔ جہاں تک میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ ہر دور میں کوئی نہ کوئی ایسا شخص پیدا ہو ہی جاتا ہے جو ذہنی طور پر تو بڑا تیز طرار ہوتا ہے مگر وہ علوم وفنون پر وہ دسترس نہیں رکھتا جو ایک فقیہ عالم کو حاصل ہوتی ہے اسی کمی کو چھپانے کے لئے وہ ایسی ایسی راہیں نکالتا ہے جن کی بدولت وہ لوگوں کو باور کروا سکے کہ وہ بھی ایک محقق ہے وہ بھی ایک مفکر ہے اسی خواہش کو پورا کرنے کے لئے وہ کئی پاپڑ بیلتا ہے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن کو کوئی بات اصلاً معلوم نہیں ہوتی اور وہ لوگ اپنی غلط سلط روش کو درست قرار دینے کے لئے اور اپنی کمی کو چھپانے کے لئے الٹا حدیث ہی کا انکار کر دیتے ہیں حالانکہ چاہیے یہ تھا کہ کوئی نقطہ نظر بنانے سے پہلے غور کیا جاتا اس مسئلہ کی چھان پھٹک کی جاتی اور جو کچھ تحقیق سے سامنے آتا اس کو اپنایا جاتا اور جس کی تحقیق نہ ہوتی اس کو رد کر دیا جاتا مگر ہمارے ہاں الٹی گنگا بہتی ہے جس سمت کوئی منہ اٹھا کر چل پڑتا ہے بس چلا ہی جاتا ہے اس کو سمجھانا بھی ایک بہت بڑا معمہ بن کر رہ جاتا ہے۔

## واصل بن عطا فتنہ کی جڑ تھا:

یہ ایک ایسا شخص تھا جو انتہائی فتنہ پرور تھا، اس نے ابتداء اسلام میں ہی ایک بڑا فتنہ کھڑا کر دیا تھا اور نہ صرف اکیلا اس میدان میں رہا بلکہ اپنے ساتھ ایک جماعت کو ملا لیا اور خوب فتنہ گری کی۔ اس کی فتنہ پروری کی داستان کا تذکرہ کرتے ہوئے صاحب وفیات الاعیان نے لکھا ہے۔

ابوحذیفہ واصل بن عطا معتزلی غزال نام سے پہچانا جاتا تھا اس کے بارے میں ہے کہ وہ مولیٰ بنی حبہ یا مولی بنی مخزوم تھا علم کلام میں بُلَغاء متکلمین کا امام تھا ابوالعباس مبرد نے اپنی کتاب الکامل میں واصل بن عطا کی بابت لکھا

---

① فیروز اللغات

① ایضاً

ہے۔ وہ بڑی عجیب وغریب چیز تھا زبان میں لکنت کی وجہ سے لفظ راء کو پڑھنے میں سخت غلطی کا ارتکاب کرتا تھا اس کا ذکر معتزلی شاعر نے بھی کیا ہے۔ (۱)

سمعانی نے اپنی کتاب ''الانساب'' میں لکھا ہے واصل بن عطا معتزلی تھا۔ اصلاً وہ پہلے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا مسلمانوں میں اختلاف رونما ہونے کی وجہ یہ تھی کہ خوارج نے ارتکاب کبائر پر حکم کفر لگا دیا تھا دوسری جماعت کا موقف یہ تھا کہ کبائر سے بندہ کافر نہیں ہوتا بلکہ مومن ہی رہتا ہے ہاں البتہ فاسق ہو جاتا ہے واصل بن عطا ان دونوں جماعتوں سے الگ ہوا اور اپنا ایک نیا گروہ تشکیل دے لیا اور کہنے لگا اس وقت کا فاسق نہ مومن ہے نہ کافر بلکہ ان دونوں منازل کے درمیان کہیں ہوتا ہے اس پر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو دھتکار دیا۔

فَطَرِدَهُ الْحَسَنُ عَنْ مَجْلِسِهِ فَاعْتَزَلَ عَنْهُ (۲)

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے واصل بن عطا کو ڈانٹا تو وہ آپ کی مجلس سے نکل گیا اس نے اپنے ساتھ ایک اور شخص کو بھی ملا لیا جس کا نام عمرو بن عبید تھا یہی وہ دو ۲ سرغنہ ہیں جنہوں نے معتزلہ پیدا کیے قتادہ بن دعامہ نے ان کو معتزلہ کے نام سے سب سے پہلے تعبیر کیا۔ (۳)

واصل بن عطاء نے کچھ کتابیں بھی لکھی تھیں جو یہ ہیں:

۱۔ اصناف الموحیہ ۲۔ التوبہ ۳۔ المنزلۃ بین المنزلتین ۴۔ معانی القرآن
۵۔ الخطب فی التوحید والعدل ۶۔ السبیل الی معرفۃ الحق ۷۔ الدعوۃ
۸۔ طبقات اہل العلم والجہل (۴)

## فتنہ انکار حدیث کے پس پردہ کیا ہے:

جس فتنے کا دروازہ واصل بن عطاء نے کھولا تھا اس کو اس نے کمال مکاری سے خوب تقویت دی آہستہ آہستہ ان لوگوں نے اپنی ایک جماعت تیار کر لی۔ اور پھر وہ محاذ آرائیاں ہوئیں کہ امت آج تک ان کی زد سے نکل نہیں پائی۔ اس نے اپنی کتاب معانی القرآن اور الدعوۃ میں اس نقطہ نظر کو منوانے کی کوشش کی کہ دین صرف اور صرف قرآن سے سمجھنا چاہیے حدیث کی کوئی ضرورت نہیں جب اس نے ان کتابوں کے ذریعے اپنے من گھڑت عقیدے کو نشر کیا تو عامۃ المسلمین نے اس کو صاف صاف کہہ دیا اگر تو یہ کہتا ہے کہ قرآن کے ساتھ حدیث کی ضرورت نہیں تو اس کا

(۱) ابن خلکان م ۶۸۱ھ وفیات الاعیان ج ۳ / ۲۱۲ مطبوعہ بیروت لبنان۔
(۲) ابن خلکان م ۶۸۱ھ وفیات الاعیان ج ۳ صفحہ ۲۱۲ مطبوعہ بیروت لبنان۔
(۳) ایضاً // // // //
(۴) ابوالعباس شمس الدین احمد بن محمد بن بکر بن خلکان وفیات الاعیان ۳ / ۲۱۴ مطبوعہ بیروت لبنان۔

مطلب یہ ہے کہ تو یہ کہتا ہے کہ نبی اور رسول علیہ السلام کی بھی کوئی ضرورت نہیں جب یوں جواب آیا تو کچھ کچھ لا جواب ہوا مگر اپنے غلط مؤقف سے ہٹا نہیں۔ بہر حال عوام النّاس نے اس کے دلائل کا منہ توڑ جواب دیا۔ یہ سب اثر تھا حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے زور بیان کا انہوں معتزلہ کی تردید شدید فرمائی۔ جب کہ معتزلہ اپنے آپ کو اہل العدل والتوحید کہنے لگے۔

اس میں کوئی شک نہیں جس دور میں بھی کسی فرد یا کسی جماعت نے امام الانبیاء علیہ السلام کی ذات اطہر سے مسلمانوں کو دور ہٹانے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے فوراً کسی نہ کسی بندے کو کھڑا کر دیا جس نے ایسے غیر شفاف لوگوں کی ایسی درگت بنائی کہ رہتی دنیا تک اسے یاد رکھا جائے گا۔ نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی محبت ایسا جوہر نایاب ہے جو وہاں وہاں کام آتا ہے جہاں کچھ کام نہیں آتا۔ معتزلہ اگر چہ زیادہ عرصہ زور میں نہ رہ سکے مگر اپنے عروج کے تھوڑے عرصے میں ایسے گندے جراثیم پیدا کر گئے جو ہر دور میں ذرا موقعہ ملنے پر نکل آتے ہیں اس تسلسل سے نکلنے والے ان جراثیموں کا علاج بھی عین موقعہ پر ہی ہوتا رہا ہے۔ اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا ان شاء اللہ ضرورتِ حدیث ایک ایسا امر ہے جس پر کچھ عرصہ کے لئے پردہ تو پڑ سکتا ہے مگر ہمیشہ کے لئے اس سے انحراف ممکن نہیں انکارِ حدیث کے پیچھے دراصل یہی راز پوشیدہ ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح اہل ایمان کو ذات سرور عالم ﷺ سے دور کیا جائے الحمد للہ ہمارے اکابر نے بھی ہر دور میں اس قسم کی مخلوق کا ردِ بلیغ کیا ہے پھر یہ لوگ ان کے دلائل کے سامنے بھی ٹھہر نہیں پائے واصل بن عطا کی عمر بہت لمبی ہوئی یہ شخص ۸۰ھ کو پیدا ہوا اور ۱۸۱ھ میں مر گیا اس طرح اس کی عمر سو سال سے بھی زیادہ ہوئی۔ ایک جگہ یوں بھی ہے کہ اس کی موت ۱۸۱ھ کو ہوئی۔

## عمرو بن عبید!

فتنہ انکارِ حدیث کا دوسرا سرغنہ عمرو بن عبید تھا۔ جب حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے واصل بن عطاء کو غلط نظریات اپنانے کی بنا پر ڈانٹا تو اس ڈھیٹ نے بجائے معذرت کرنے اور راہ حق کی طرف لوٹ آنے کے لوگوں سے رابطے شروع کیے اور ان کے ساتھ مل کر ایک جماعت تشکیل دینے کی بھرپور کوشش شروع کر دی چنانچہ واصل بن عطا نے اپنے منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے عمرو بن عبید کو ساتھ ملایا اور الگ جماعت بنا ڈالی علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں۔

''حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے واصل بن عطاء کو ڈانٹا تو وہ آپ کی مجلس سے نکل گیا اس نے اپنے ساتھ ایک اور شخص کو ملا لیا جس کا نام عمرو بن عبید تھا یہی وہ دونوں سرغنے تھے جنہوں نے معتزلہ پیدا کیے قتادہ بن دعامہ

نے سب سے پہلے ان کو معتزلہ کہا''۔ ①

ان لوگوں نے آگے چل کر ایک بڑا خطرناک محاذ بنا لیا بڑے ائمہ کرام کو ان لوگوں کے ہاتھوں سخت تکالیف اٹھانا پڑیں مسئلہ خلق قرآن انہی لوگوں کا کھڑا کیا ہوا تھا جس کی زد میں بنو عباس کے بعض خلفاء بھی آئے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کو سخت مصائب و آلام برداشت کرنا پڑے۔ علامہ زمخشری انہی لوگوں کا ترجمان تھا یہ وہی ہے جس نے تفسیر کشاف لکھی ہے۔ اس طرح اس فتنے کو تقویت دینے والوں کی ایک لائن لگ گئی۔ جن میں سے کچھ کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ ابو الحذیفہ واصل بن عطا الغزال (م ۱۳۱ھ، ۸۵۰ء)
۲۔ عمرو بن عبید
۳۔ ابو الھذیل احمد بن الھذیل العلاف (م ۲۳۵ھ ۸۵۰ء)
۴۔ ابراھیم بن سیار بن ھانی النظام البصری (م ۲۳۱ھ ۸۴۵ء)
۵۔ ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ (م ۲۵۵ھ ۸۷۰ء)
۶۔ ابو علی محمد بن عبد الوہاب الجبائی (م ۳۰۳ھ ۹۱۶ء)
۷۔ ابو سھل بشیر بن المعتمر البغدادی (م ۲۱۰ھ ۸۲۵ء)
۸۔ ثمامہ بن الاشرس النمیری (م ۲۱۳ھ ۸۲۸ء)
۹۔ احمد بن ابوداؤد (م ۲۳۲ھ ۸۴۷ء)
۱۰۔ ابو موسیٰ اعزداد ②

## معتزلہ نے اہل اسلام کو تذبذب میں ڈال دیا:

ان سب لوگوں نے اپنے غلط سلط نظریات کو پورے زور سے فروغ دینے کی کوشش کی اور ایک بڑا فتنہ کھڑا کیا چونکہ ان پر عقل کا غلبہ تھا اس لیے یہ اپنے مؤقف کو دوسروں تک پہنچانے میں کچھ حد تک کامیاب ہو گئے۔ مجھے تو یوں لگتا ہے کہ یہ لوگ رسول اکرم ﷺ کی احادیث کے تعارضات کو دور کرنے کی صلاحیت نہ رکھتے تھے اور اپنی کجی پر پردہ ڈالنے کی غرض سے انہوں نے حدیث شریف کی ضرورت ہی سے انکار کر دیا حالانکہ اگر محنت کی جائے مطالعہ کو بڑھایا جائے غور و خوض کی عادت ڈالی جائے حقائق شناسی کو شعار بنایا جائے تو تعارض احادیث کو دور کرنا کوئی مشکل کام نہ تھا ہم نے شرح جامع ترمذی میں بہت سارے مقامات پر اس طرح کے تعارض کو دور کیا ہے اس کو پڑھنے کے

① ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر م ۶۸۱ھ وفیات الاعیان ۳ ج ص ۲۱۲ مطبوعہ بیروت لبنان۔
② اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۲۱؛ ۲۱۰ دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۷۸ء

بعد دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ کلام رسول ﷺ کو پڑھ کر فوراً ہی کوئی حکم نہ لگانا چاہیے بلکہ اس پر خوب غور و خوض کرنا چاہیے معتزلہ ایسا بدترین گروہ تھا کہ اس نے اہل اسلام کو تذبذب میں ڈال دیا اسی تذبذب کا نتیجہ تھا کہ لوگوں میں مختلف الانوع گروہ پیدا ہو گئے شیخ ابن تیمیہ پر بھی اسی گروہ کا اثر نظر آتا ہے۔ اسی کج فہمی نے امّت مسلمہ کو نقصان پہنچایا۔

## مدّعی اتنا بتا دے کونسا قرآن:

منکرین حدیث پرلے درجے کے ہٹ دھرم واقع ہوئے ہیں ان پر لاکھ محنت کرو درس و تدریس کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کرو سب بے سود ان لوگوں کی عقل ہی چل گئی ہے۔ حقائق سمجھنا تو دور کی بات ہے ان کو تو بنیادی چیزیں تک یاد نہیں ان کو صرف اتنا یاد ہے قرآن ہی کافی ہے اس میں کوئی شک نہیں اہل ایمان کو قرآن کافی ہے مگر اس دعویٰ کے مدعی اتنا تو بتا دیں کون سا قرآن کافی ہے کس قرآن کو قانون قرار دیتے ہیں کون سا قرآن ہر مسئلہ کا حل بتاتا ہے۔ وہ کہاں سے آیا، کب آیا، کہاں آیا، کس پر آیا ظاہر ہے جواب یہی ہوگا۔ سرزمین عرب میں آیا، آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے آیا، مکہ مشرفہ مدینہ طیبہ دیگر مقامات پر آیا اور حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ پر آیا۔ لہٰذا لازم ٹھہرا کہ اس ذات اقدس کو حجت مانا جائے جن پر قرآن آیا اگر اس ذات مبارک کو حُجت نہ تسلیم کیا جائے تو قرآن کریم کو کیونکر حجت مانا جا سکتا ہے۔ ثابت ہوا کہ قرآن حکیم کو ماننے کے لئے ضروری ہے کہ سرور عالم ﷺ کی ذات مطہر کو حجّت مانا جائے۔ ان کی ایک ایک ادا کو حجّت تسلیم کیا جائے، ان کی ایک ایک بات کو لائق التفات سمجھا جائے اور ان کی مبارک احادیث کو یقیناً قرآن کی تفسیر مانا جائے اگر احادیث کو اس قدر مقام بھی نہ دیا جائے تو اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ ہم قرآن کو ہی نہیں مانتے اس لیے کہ قرآن کریم خود اولاً حدیث ہوا کہ اس کا مصدر یعنی جائے صدور دَھَنِ رسول ﷺ ہے پھر خود رسول اکرم تاجدار عرب و عجم ﷺ نے فرمایا یہ قرآن ہے اور یہ میری بات یعنی حدیث ہے۔ جب تک نبی کریم علیہ السلام کی ذات ستودہ صفات کو ہر نقص سے پاک نہ مانا جائے اس وقت تک قرآن حکیم پر ایمان لانے کا مطلب ہی واضح نہیں ہوتا۔

## صاحب حُجتِ حدیث لکھتے ہیں:

اسلام میں تقریباً پہلی صدی تک صحیح احادیث کو بلا تفصیل متفقہ طور پر حُجّت سمجھا جاتا تھا حتیٰ کہ معتزلہ ظاہر ہوئے ان کے دماغوں پر عقل کا غلبہ تھا انہوں نے حشر و نشر، رویت باری تعالیٰ، صراط و میزان، جنت و جہنم اور اس قسم کی دوسری احادیث کو قابل تسلیم نہ سمجھا اور اپنے مزاجی فساد کی وجہ سے اخبار متواترہ کے سوا بقیہ احادیث کا سرے سے انکار کر دیا [1]

---

[1] مولانا بدر عالم، حجت حدیث ص ۹۲، کراچی ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی۔

## منکرین حدیث کی ایک بیّن پہچان:

جب تک عقل کو سرور دور عالم نور مجسم ﷺ کی بارگاہ اقدس کی لونڈی نہ بنا دیا جائے بلکہ سید عالم علیہ السلام کے قدموں پر قربان نہ کر دیا جائے حق واضح ہو ہی نہیں سکتا۔ موجودہ دور میں جو لوگ اسلام میں مزید فتنہ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ بھی عقل ہی کو کسوٹی بنا رہے ہیں میری کئی مرتبہ ایسے لوگوں سے بات ہوئی ہے وہ بالکل معتزلہ ہی کی طرز پر بات کرتے ہیں کہ ہم تو اسلام کو عقل پر پرکھتے ہیں ہمارے پاس عقل ہے یہی طریقہ معتزلہ کا تھا یہ ان لوگوں ہی کا بقیہ ہیں ایسے لوگ جو عقل عقل کی رٹ لگا کر رسول اکرم تاجدار عرب وعجم ﷺ کی احادیث کا انکار کرتے ہیں۔

## مرد مؤمن کا طرۂ امتیاز:

میں نے پچھلی سات صدی کے اکابرین، علماء فقہا، محدثین، مؤرخین اور مصنفین کا مطالعہ کیا ہے۔ یقیناً وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے ان کی زندگیاں انسانوں کی فلاح وبہبود کے لئے کام کرنے میں صرف ہوئیں انہی بزرگوں نے رات دن ایک کر کے کام کیا تحقیقات فرمائیں کتب تصنیف کیں اور اس طرح انسانیت کی بالعموم اور اہل اسلام کی بالخصوص خدمت کی ان بزرگوں میں سے ہر ایک اپنی جگہ ایک پوری تحریک تھا وہ اپنی ذات میں انجمن تھے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، امام مالک رضی اللہ عنہ، امام شافعی رضی اللہ عنہ، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ، ائمہ اہل بیت، الغرض تمام بڑے بڑے علماء وفقہاء اور صوفیائے کرام کا کام بتاتا ہے کہ انہوں نے تمام انسانوں کو ایک ہی راہ دکھائی ایک ہی درس دیا ایک ہی طرح بتائی، ایک ہی طریقہ سکھایا ایک ہی انداز سمجھایا کہ کامیاب زندگی گزارنے کے لئے ضروری ہے کہ ہمارا عمل امام الانبیاء حبیب کبریا علیہ التحیہ والثناء کی سنت اطہر کے مطابق ہو جائے۔

امام احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ کا طُرّۂ امتیاز یہ ہے کہ آپ نے ساری امّت کو ایک ہی درس دیا، ایک ہی راہ بتائی، ایک ہی طرح سمجھائی کہ شرافت نام ہی اطاعت رسول ﷺ کا ہے۔ دیانت نام ہی دامن مصطفی ﷺ کو تھام لینے کا ہے۔ عدالت نام ہی سرور عالم ﷺ کی عظمت کو مان لینے کا ہے۔ صداقت نام ہی حبیب خدا علیہ السلام کی محبت میں غرقاب ہونے کا ہے۔ جب ساری اُمّت اپنے آقا علیہ السلام کی محبت میں غرقاب ہوگی تو وہ اپنے ایک ایک عمل میں سنت کی پیروی کرے گی اور احادیث طیّبات سے استفادہ کرے گی۔

## ابوالحسن علی ندوی رقم طراز ہیں:

معتصم اور واثق جو مذہب اعتزال ومعتزلہ کے سرپرست تھے۔ ان کے انتقال کے بعد معتزلہ کا زور ٹوٹ گیا واثق کا جانشین خلیفہ متوکل مذہب اعتزال کا دشمن اور ان سے بیزار تھا اس نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر معتزلہ کی عظمت واقتدار کے نشان مٹائے اور ان کو حکومت سے بے دخل کر دیا لیکن علمی حلقوں میں ابھی معتزلہ کا اثر باقی تھا[1]

---

[1] ابوالحسن علی ندوی تاریخ دعوت وعزیمت ج ا ص ۱۲۹ کراچی مجلس نشریات اسلام

## بدعقیدہ لوگوں سے اجتناب:

معتزلہ ایک ایسا گروہ تھا جس نے اسلام کے زرّیں اصولوں کو غبار آلودہ کرنے کی بھرپور کوشش کی ان میں اگرچہ بڑے بڑے عالم بھی تھے مگر وہ علم کس کام کا جو انسان میں متانت پیدا نہ کرے۔

وہ علم کس کام کا جو انسان میں دیانت پیدا نہ کرے، وہ علم کس کام کا جو انسان میں شرافت پیدا نہ کرے۔ وہ علم کس کام کا جو انسان میں عدالت پیدا نہ کرے۔ وہ علم کس کام کا جو انسان میں صداقت پیدا نہ کرے، وہ علم کس کام کا جو انسان میں حقانیت پیدا نہ کرے۔ علامہ زمخشری بہت بڑا عالم تھا اس نے قرآن کریم کی تفسیر لکھی جس کا نام کشاف ہے ہمارے اکابر نے فیصلہ کر دیا ہے اگر صاحب کشّاف کوئی علمی بات کرے کوئی صرفی نحوی قاعدہ بیان کرے تو اس کو مانیں گے اس کی طرف نظر کریں گے لیکن وہ اگر عقیدے سے متعلق کوئی بات کرے تو ہرگز نہ مانیں گے اس لیے کہ وہ بدعقیدہ تھا۔

## حافظ ابن حزم لکھتے ہیں:

اہل سنت خوارج اور شیعہ وقدریہ تمام فرقے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان احادیث کو جو ثقہ راویوں سے منقول ہوں برابر قابل حجّت سمجھتے رہے یہاں تک کہ پہلی صدی کے بعد متکلّمین معتزلہ آئے اور انہوں نے اس اجماع کے خلاف کیا[۱]

## کس قدر ستم ظریفی ہے:

بعض لوگ شاید فطرتاً ایسے ہوتے ہیں وہ علم وفن سیکھنے کی بجائے اپنی عقل ہی سے مسائل حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگرچہ عقل بھی رب کائنات کا بہت بڑا انعام ہے۔ لیکن اصول وفروع تو پڑھنے ہی پڑھتے ہیں اس کے علاوہ چارہ نہیں ہوتا۔ میں ایک بار ایک منکر حدیث سے گفتگو کر رہا تھا میں نے قرآن حکیم کی ایک آیت پیش کی وہ مجھے کہتا ہے یہ کیا ہے؟ میں نے فوراً مصحف شریف اٹھا کر اس کے ہاتھ میں دے دیا بلکہ آیت مبارکہ کھول کر سامنے کر دی میں نے کہا یہ ہے اب وہ صاحب کہنے لگے اس کا کیا مطلب ہے میں نے کہا جس بندے میں ایک آیت کریمہ کا خود ترجمہ کرنے کی صلاحیت نہ ہو وہ حدیث شریف کی فنّی حیثیت پر بات کرے یہ کس قدر ستم ظریفی ہے ایسے لوگوں کا اللہ ہی حافظ ہے۔

اگر کسی مسئلہ پر امّت کا اجماع ہو جائے تو اس مسئلہ کو دوبارہ زیر بحث لانا یا اس کے خلاف نقطہ نظر بنانا یہ کوئی عقل مندی نہیں ہوتی منکرین حدیث اجماع کے بھی منکر ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ کسی صورت بھی امّت کی وحدت گوارہ نہیں کرتے۔

---

۱ مولانا بدر عالم حجت حدیث: ۹۲ کراچی ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی

اس میں کوئی شک نہیں اس جہاں میں سب سے بہتر قانون وہی ہے جو محبوب رب العالمین نے انسانوں کو عطا فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ پر قرآن حکیم جیسی عظیم و جلیل کتاب نازل فرمائی اور اس کی تشریح کے لئے اپنے حبیب علیہ السلام کو منتخب فرمایا ظاہر ہے۔

قرآن حکیم کی تفہیم کے لئے ضروری ہے کہ سرور عالم ﷺ کی مبارک سُنّت اور آپ کی احادیث مبارکہ کو ہر ہر مقام پر پیش نظر رکھا جائے کہ اس کے بغیر قرآن کا سمجھ میں آنا امرِ محال ہے جن لوگوں نے سید عالم ﷺ کے دامنِ کرم کو چھوڑ کر قرآن حکیم کو سمجھنے کی کوشش کی انہوں نے جگہ جگہ ٹھوکریں کھائیں ان کو قرآن کریم کا سمجھ آنا تو درکنار رہا وہ اپنے آپ کو بھی بھول گئے اس گلشن دنیا میں بہار اسی وقت قائم رہ سکتی ہے جب ہمارے ایک ہاتھ میں اللہ تعالیٰ کا قرآن ہو اور دوسرے ہاتھ میں رسول اکرم تاجدار عرب و عجم ﷺ کی حدیث مبارک ہو اگر سُنّت کو چھوڑ کر کوئی قرآن حکیم کی تفہیم کی بات کرتا ہے تو وہ پرلے درجے کا جاہل ہے اس کی کوئی بات لائق التفات نہیں، اس کی کوئی تحقیق ایسی ہو ہی نہیں سکتی کہ جس کی طرف توجہ کی جائے۔ اس بیچارے نے کیا تحقیق کرنی ہے جس کے ہاتھ سے دامن مصطفی ﷺ چھوٹ گیا۔ جس نے رسول اکرم ﷺ کی احادیث کا انکار کیا وہ کیا پرواز کرے گا جیسے ہی کوئی شخص سرور عالم ﷺ کی احادیث کا انکار کرتا ہے ویسے ہی اس کے پر کٹ جاتے ہیں اب آپ خود غور فرمائیں پرندے کے پر ہی کٹ جائیں وہ بیچارہ پرواز کا دعویٰ کرے تو کیا کرے بن پروں کے اڑنا ممکن نہیں ہو سکتا پرواز کے لیے پر درکار ہیں اور قرآن سمجھنے کے لئے سرور دنیا و دین کی احادیث مبارکہ درکار ہیں میری سمجھ سے بالا ہے کہ ایک شخص اپنے آپ کو صاحب علم بھی کہے اور عقل مند بھی جانے لیکن اس عظیم ہستی کے کلام کا انکار کردے جس کو رب کائنات نے اپنا شاہکار بنا کر بھیجا ہوا ہے۔ انکار حدیث کرنے والا کتنا ہی مشہور آدمی ہو وہ کیسا ہی بڑا لیڈر ہو ہمارے نزدیک اس کا کوئی مقام نہیں جب تک وہ سید عالم ﷺ کو زندگی کے ہر ہر شعبے میں حُجّت نہ مانے۔

## سر سیّد احمد خان:

یہ وہی ہیں جنہوں نے علی گڑھ سکول بنایا تھا جو بعد میں ترقی کر کے کالج اور پھر یونیورسٹی بن گیا تھا انہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کی حالت کو سدھارنے کے لئے کام کیا، تہذیب الاخلاق رسالہ نکالا، آثار الصنادید نامی کتاب لکھی ان کی کاوشوں سے انگریزوں کا رویہ مسلمانوں سے نرم ہو گیا رسالہ اسباب بغاوت ہند لکھا مسلمانوں کے لئے تعلیم کا بندوبست بھی کیا اور فلاحی کاموں پر بھی توجہ دی۔

چونکہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی ہند میں جس کو انگریزوں نے غدر کا نام دیا تھا مسلمانوں کو بہت مار پڑی، بعض منافقوں نے علماء حق کا ساتھ نہ دیا بلکہ انگریزوں کی طرف داری کی۔ ہمارے لاہور سے علمی کتب خانہ والوں نے جو اردو کا

ٹیسٹ پیپر چھاپا تھا اس میں مرقوم ہے کہ مولوی ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نے ایک میم اور اس کے دو بچوں کی جان بچائی تھی اس پر انگریز نے ان کو شمس العلماء کا خطاب دیا اس وقت واقعی حالات بہت خراب تھے۔ ان حالات کی بنا پر بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ اگر انگریز کو راضی کر لیا جائے تو شاید ہوا کا رخ بدل جائے اور وہ ہمارے حق میں چلنے لگے ہمارے پاس بحیثیت مسلمان قانون کامل بصورت قرآن موجود ہے اور اس کی تشریحات نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ میں ملتی ہیں اگر آیات قرآن کا مطلب حدیث شریف کی روشنی میں متعین کیا جائے تو ان خیر خواہان قوم کا مدعا پورا نہیں ہوتا۔ ہاں اگر ذخیرہ احادیث مبارکہ کو ناقابلِ اعتماد ٹھہرا دیا جائے تو ایسی صورت میں آیات قرآن حکیم میں جہاں چاہیں من مانی تفسیر کریں اور جس طرح چاہیں مطلب نکال لیں اسی غرض کو پورا کرنے کے لئے حدیث شریف کو ناقابل اعتماد قرار دیا گیا اور اس سے استدلال کو غیر ضروری قرار دے دیا گیا۔ بظاہر تو کچھ نظر نہ آتا تھا لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ احادیث مبارکہ کا انکار قرآن کو تشکیک میں ڈالنا تھا جب تک حدیث شریف کا انکار نہ کیا جائے اس وقت تک تشکیک فی القرآن کا مقصد پورا نہ ہوتا تھا۔ قرآن، قرآن کا نعرہ لگانے والے دراصل قرآن کریم کو تشکیک میں ڈالنا چاہتے تھے اگر یہ امت قرآن کو سمجھنا چاہتی ہے اور تشکیک فی القرآن کی ناپاک سازش کو طشت از بام کرنا چاہتی ہے تو صرف قرآن کی بات کرنے والوں کو بتا دیا جائے کہ قرآن کا صحیح معنوں میں ماننے والا اور اس پر عمل پیرا ہونے والا وہ ہے جو قرآن کے مطالب ومفاہیم کو حدیث شریف کے ذریعہ سمجھے اگر کوئی قرآن کو احادیث مبارکہ سے ہٹ کر سمجھنا چاہتا ہے تو اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے وہ بظاہر تو قرآن کا نعرہ لگا رہا ہے درحقیقت وہ قرآن کے اصل پیغام کو چھپانا چاہتا ہے۔

## افتخار احمد بلخی لکھتے ہیں:

انگریزوں کے لائے ہوئے ملحدانہ فلسفہ ونظریات کے دور میں انکار حدیث کی سب سے پہلی آواز وابستگان علی گڑھ کی جانب سے بلند ہوئی اور کیسے بلند ہوئی کہ ایک طرف تو اسلامی ادراک وبصیرت کے ساتھ خیر سے واجبی سا تعلق تھا اور دوسری طرف اپنے زمانہ کی طبعی تحقیقات اور ان کے قیاسی نتائج کو یقینی تسلیم کر لیا گیا اس لئے ضروری ہوا کہ اسلام کی تعلیمات اور مسائل شریعہ کو ان کے مطابق ڈھالا جائے اور یہ کام ہو نہیں سکتا تھا تاوقتیکہ قرآنی آیات کی تعبیر وتاویل کے لئے کھلی چھٹی حاصل نہ کر لی جائے قرآن کے الفاظ اور مضامین کا مسئلہ اس وقت تک حل نہ ہو سکتا تھا جب تک درمیان سے ان تشریحات وتفاسیر کو ہٹا نہ دیا جائے جو قرآن کے منشاء کو متعین کرنے والی ہیں اور وہ تشریحات وتوضیحات رسول ﷺ کی احادیث ہیں اس لئے حدیث کی حجیت سے قطعی انکار کر دیا گیا تاکہ قرآنی آیات کو توڑ مروڑ کر حسب خواہش قالب میں ڈھالا جا سکے۔ [1]

[1] فتنہ انکار حدیث کا منظر وپس منظر حصہ اول ۶۳ صفحہ افتخار احمد بلخی، مطبوعہ مکتبہ چراغ راہ کراچی۔

## سر سیّد احمد خان لکھتے ہیں:

جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے ان کا کوئی اصل وجود نہیں ہوسکتا۔ بلکہ خدا کی بے انتہا قدرتوں کے ظہور کو اور ان قویٰ کو جو خدا نے اپنی تمام مخلوق میں مختلف قسم کے پیدا کیے ہیں ملائکہ یا ملائک کہا ہے جن میں سے ایک شیطان یا ابلیس بھی ہے۔ ①

اگر احادیث مبارکہ کو سامنے رکھا جاتا تو قرآن میں جو ذکر ملائکہ آیا ہے اس کی تفسیر کم از کم مندرجہ بالا طریق سے تو نہ کی جاتی۔ اس کی تشریح کسی صاحب علم وفن کو تو کیا متاثر کرے ایسی وضاحت تو ایک عام مسلمان کو بھی متاثر نہیں کرتی ظاہر ہے اس طرح کی من مانی تفسیر کا دروازہ اسی صورت میں کھولا جاسکتا تھا کہ احادیث مبارکہ کا انکار کر دیا جاتا ان کو ناقابل اعتماد قرار دے دیا جاتا اور اہل ایمان کی توجہ فرامینِ رسول ﷺ سے ہٹا کر اپنی جانب مبذول کروائی جاتی ورنہ یہ کب ممکن ہے کہ ایک طرف ایک عام آدمی کا قول ہو اور دوسری طرف امام الانبیاء ﷺ کا فرمان عالی شان ہو تو لوگ فرمان رسول ﷺ سے صرفِ نظر کر کے کسی دوسرے کی بات پر توجہ دیں۔

## ارشادِ ربّانی ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ②

تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا اور جو گلہ گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا اور جو گر کر مرا اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کرلو۔

قرآن حکیم کی کسی آیت کا معنی اس وقت تک واضح نہیں ہوتا جب تک رسول اکرم ﷺ کی حدیث شریف کو پیشِ نظر نہ رکھا جائے فرمانِ رسول ﷺ سے فرار گمراہی ہے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں رسول اللہ ﷺ کے متعین کردہ مفہوم کو نہ مانتے ہوئے اس کی مراد سے قطعاً بے نیاز ہو کر اپنی عقل ورائے سے معنیٰ بیان کیا گیا۔ تہذیب الاخلاق میں ہے۔ میری تحقیق یہ ہے کہ پرند منخنقہ (گردن مروڑ کر مارا ہوا پرند) کی حرمت باستدلال آیت مستدلہ منصوص قرآنی نہیں ③

---

① تفسیر القرآن سرسید یعنی منقول تنقیح البیان۔ بحوالہ فتنہ انکار حدیث ج ۲، ۹۴ صفحہ مطبوعہ مکتبہ چراغ راہ کراچی۔

② سورۃ مائدہ آیت ۳ ③ تہذیب الاخلاق ج ۲ صفحہ ۲۲۱

## جو دلیل دی گئی اس کا خلاصہ:

آیت کریمہ میں جن چوپایوں کا ذکر ہوا ہے مثلاً موقوذہ، منخنقہ، متردیہ، اور نطیحہ ان میں تا یا تو مونث کی ہوگی یا تائے نقل وتحویل اگر مؤنث کی ہوگی تو اس کا موصوف بھی مونث ہوگا موصوف جو بھی قرار دیا جائے اس کی حُرمت منصوص نہ ہوئی اس لئے کہ وہ موصوف منصوص قرآنی نہیں اور تائے تانیث قرار دینا بھی منصوص نہیں بلکہ اجتہادی ہوا۔ اگر تائے تانیث تحویل ونقل ہو تو ایسی صورت میں بھی اگر چہ کسی موصوف مونث کی تلاش نہ رہے گی مگر جس پر ان الفاظ کا صدق ہوگا بر بنائے تائے نقل وتحویل اس کی حرمت بھی منصوص نہ ہوگی اس لئے کہ تائے نقل وتحویل قرار دینا منصوص نہیں بلکہ اجتہادی ہے ①

غور فرمایا آپ نے کس طرح عربی گرائمر میں سرسیّد احمد خان صاحب غرقاب ہیں بہت محنت فرمائی ہے اس قاعدہ کو بیان کرنے کے لئے لیکن ایک بات یہاں پسِ پردہ ہی رہ گئی کہ اتنی مشقت لگانے کی غایت کیا تھی۔

جنابِ مفسر صاحب خود ہی وضاحت کرتے ہیں کہ

ان الفاظ میں تائے تانیث ہے اور جو موصوف محذوف ہے وہ ''بھیمہ'' ہے یعنی وہ چوپایہ جو جھٹکا دے کر مارا گیا ہو یا جو اوپر سے گر کر مر جائے یا جو لڑتے میں سینگ کی چوٹ سے مر جائے یا جس کو لکڑی کی لٹھ سے مار کر ہلاک کر دیا جائے وہ حرام ہے لہٰذا پرند اس سلسلہ میں نہیں آتا ②

یہ سارے پاپڑ اس لیے بیلے گئے کہ انگریز بہادر کے دسترخوان پر گردن مروڑی ہوئی مرغی کھانے کا جواز پیدا ہوجائے ③

آپ ہی اپنی اداؤں پہ غور کیجئے حضور
ہم کچھ عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

## یہی مردِ مسلمان ہونے کی علامت ہے:

جب انگریز نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد ہندوستان پر قبضہ کرلیا اور لال قلعہ دلّی پر اپنا پرچم لہرا دیا تو مسلمانوں کو بری طرح انتقام کا نشانہ بنایا، بڑے بڑے علماء حق کو شہید کر دیا گیا یا کالے پانی کی سزائیں دی گئیں ان کی جائیدادیں ضبط کرلی گئیں اور اہل ایمان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا انگریزوں نے اپنا تسلّط جمانے کے بعد لوگوں کو اپنی طرز کے کھانے کھلانے کی بھی بھرپور کوشش کی انگریزوں کے باورچی عموماً مرغی کو پکڑ کر اس کی گردن مروڑ

---

① تہذیب الاخلاق ج ۲ صفحہ ۲۱۲ / ۲۱۱ ② تہذیب الاخلاق جلد ۲ صفحہ ۳۱

③ فتنہ انکا حدیث کا منظر و پس منظر حصہ اول افتخار احمد بلخی۔ مکتبہ چراغ راہ کراچی۔

کر بوٹیاں بنا لیتے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ اگر کہیں ایسا موقعہ مل جائے تو انگریز کے دسترخوان پر کھانا تناول کر لینا چاہیے۔ اسلام اس چیز کی قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ جس پرند کو گلہ گھونٹ کر مار دیا جائے اسی کا گوشت پکا کر کھالیا جائے۔ کوئی عام سا مسلمان بھی اس کو پسند نہیں کرتا بلکہ ایسے گوشت سے سخت نفرت کرتا ہے۔ یہی تقاضاءِ ایمان ہے۔ اسی پر قائم رہنا چاہیے یہی مردِ مسلمان ہونے کی علامت ہے۔

مسلمان یقیناً دنیا کی سب سے عظیم قوم ہیں، اس میں کوئی شک نہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے امام الانبیاء علیہ السلام کے ساتھ وہ محبت کی کہ رہتی دنیا تک اس کی مثال ملنا محال ہے۔ انہوں نے آپ کی ایک ایک ادا کو نہ صرف اپنایا بلکہ اس کو ضبط کیا اور اس کو دوسروں تک پہنچانے کا اہتمام کیا دور صحابہ ایسا عظیم و جلیل دور ہے کہ اس کی خوشبو آج تک ان فضاؤں میں محسوس کی جا سکتی ہے۔ وہ اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنّت کو دل وجان سے عزیز رکھتے تھے وہ اپنے آقا و مولیٰ علیہ السلام کی احادیث کو از بر رکھتے تھے لیکن اسی امت کے بعض لوگوں کو نامعلوم کیا دورہ پڑا کہ انہوں نے احادیث مبارکہ کی افادیت کا نہ صرف انکار کیا بلکہ اس کے خلاف ایک محاذ کھڑا کر دیا۔ مطالعہ فرمائیے۔

## نواب اعظم یار جنگ:

انہی کا نام مولوی چراغ علی ہے۔ جس کو نواب اعظم یار جنگ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہی نواب صاحب لکھتے ہیں۔

فقہاء یہ کہتے ہیں کہ گو احادیث مثل اخبار آحاد کے مستند نہ ہوں لیکن عملی طور پر ان کی پیروی کرنا مسلمانوں پر لازم ہے اس کے یہ معنٰی ہوئے کہ بہر حال ہمیں احادیث کی پیروی کرنا چاہیے خواہ ہماری عقل اور کانشیس (ایمان) ہم کو اس پر مجبور کرے یا نہ کرے جن محققین نے احادیث کو جمع کیا اور ان کی چھان بین کی ہے ان کا یہ قول ہے کہ عموماً کیسی ہی مضبوط اور محکم اسناد کیوں نہ ہوں احادیث پر اعتبار نہیں ہو سکتا اور نہ اس میں بیان کی گئی شے اس کا یقینی علم اس سے حاصل ہو سکتا ہے اس قول پر اگر خیال کیا جائے تو احادیث کے لیے معیار صداقت اور اصول عقلی کے قائم کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہتی کیونکہ وہ بذات خود بالکل ناقابل اعتبار ہیں۔ [1]

نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی صاحب کے نزدیک احادیث مبارکہ تو قابل اعتبار نہیں ہیں۔ ان کی تو کوئی حیثیت نہیں جو ان پر اعتماد کیا جائے۔ احادیث مبارکہ کو ناقابل اعتبار قرار دینا ہی ترقی کے لیے ضروری چیز ہے مگر انگریزی حکومت یقیناً قابلِ اعتبار ہے اس پر تو ضرور اعتماد کرنا چاہیے کیونکہ دنیوی تمام فوائد اسی پر اعتماد کرنے میں مضمر ہیں۔ دنیا کی رعنائیاں چھوڑ کر آخرت کی عیش پر کون صبر کرے کون اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین پر عمل پیرا ہو اور کون آخرت تک دنیا کی زندگی بے بسی و بے کسی میں گزارنے پر راضی ہو آخر یہ کوئی عقل مندی تھوڑی

[1] اعظم الکلام فی ارتقاء اسلام جلد ۱ صفحہ ۲۰

ہے دانش تو اس کا نام ہے جو کچھ ملے وہ دنیا میں ہی ملے اس زندگی میں خوب عیش ہو اور راحت ہو نواب اعظم یار جنگ یعنی مولوی چراغ علی صاحب لکھتے ہیں۔

دنیا بھر میں سلطنت انگریزی سب سے بڑی اسلامی سلطنت ہے یعنی ملکہ انگلستان وقیصرہ ہند کی عملداری سب بادشاہوں سے زیادہ ہے خصوصاً اعلیٰ حضرت سلطان روم سے بھی زیادہ مسلمانوں پر ہے۔ ①

مطالعہ فرمالیا آپ نے وہ بیان جو نواب اعظم یار جنگ صاحب نے بڑے اطمینان سے صادر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارا نقطہ نظر اپنی پوری آب وتاب سے منظر عام پر ہے ہمارا عقیدہ ہے، ہمارا اعتقاد ہے کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے صاحب قرآن کی احادیث مبارکہ ضروری ہیں اور آپ کی احادیث کے بغیر قرآن فہمی کا دعویٰ سراسر باطل ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ کوئی بھی شرعی مسئلہ ہو اس کا حل نکالنے کے لئے قرآن وحدیث کا سمجھنا ضروری ہے اور قرآن وحدیث کسی ملکہ انگلستان کو اہل ایمان کی رہبر نہیں کہتے اور کسی انگریزی حکومت کو بڑی اسلامی سلطنت قرار نہیں دیتے۔ انکار حدیث صرف اور صرف اس لیے کیا جاتا ہے تاکہ انگریز کی حکومت کو اسلامی حکومت ثابت کیا جا سکے۔ غیر مسلم، انگریز کی سلطنت کو بڑی اسلامی سلطنت کہنا یہ سب کچھ انکار حدیث کے بعد ہی ممکن ہو سکتا ہے اسی میں یہ نعرہ لگایا جا سکتا ہے۔ نواب صاحب بھی کہتے ہیں۔ قرآن ہمیں تمدنی وسیاسی پولیٹیکل (Political) ② قانون نہیں سکھاتا۔

نواب صاحب تو رہے نواب ایک اور صاحب نے بھی اس میدان میں قدم رکھا۔

## عبداللہ چکڑالوی:

میں نے منکرین حدیث کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ ان کا مزاج سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ تاکہ امت مسلمہ کو بتایا جا سکے کہ ان کو کس طرح پہچانا جا سکتا ہے۔ بہت عرق ریزی کے بعد سمجھ پایا ہوں کہ جب ان لوگوں سے بات چیت ہوگی اور آپ ان کو حدیث کا منکر کہیں گے تو فوراً اس بات کی تردید کریں گے اور بلا تأمل کہہ دیں گے ہم پر الزام ہے ہم کسی صحیح حدیث کا انکار نہیں کرتے جب آپ حدیث شریف کا حوالہ دیں گے تو فوراً کہہ دیں ہم کیسے مان لیں ہم تو دیکھیں گے کہ یہ حدیث جو آپ پیش کر رہے ہیں قرآن کے مطابق ہے ان کا یہ کہنا ایک بہت بڑا دھوکہ ہوتا ہے مطلب اس بات کا صرف اتنا ہوتا ہے کہ اگر تو حدیث ان کے اپنے مفاد میں آ گئی تو بلا روک ٹوک قابل قبول اور اگر حدیث شریف ان کے مؤقف کے خلاف آ گئی تو فوراً اس کی صحت بھی ناقابل اعتماد اور وہ حدیث بھی ناقابل

---

① اعظم الکلام فی ارتقاء اسلام جلد ا صفحہ ۱۵، ۱۶، ۱۷

② اعظم الکلام فی ارتقاء اسلام جلد ا صفحہ ۱۰، ۱۴، ۱۷

اعتبار یہ ان لوگوں کے وہ حربے ہیں جن کے ذریعے یہ پہچانے جاتے ہیں۔لیکن جہاں خود ان کی کوئی ضرورت حدیث شریف سے پوری ہو رہی ہو تو وہاں حدیث پیش کر دیں گے۔اسی سلسلے کی ایک کڑی عبداللہ چکڑالوی بھی ہے۔چکڑالوی صاحب لکھتے ہیں۔

قرآن مجید میں دین اسلام کی ہر چیز من کل الوجوہ مفصل و مشرّح بیان ہوگئی ہے تو اب وحی خفی یا حدیث کی کیا حاجت رہی بلکہ ان کا ماننا اور دین اسلام میں اس پر عمل درآمد کرنا سراسر کفر، شرک، ظلم، فسق ہے [۱]

## منکرین حدیث کی مکّاریاں:

اللہ تعالیٰ بھی بڑا ہی کارساز ہے وہ کسی بدعقیدہ کو ڈھکا چھپا نہیں رہنے دیتا اس کے منہ سے کوئی نہ کوئی ایسی بات نکلوا دیتا ہے جس سے وہ کھل کر لوگوں کے سامنے آجاتا ہے۔

عبداللہ چکڑالوی نے بڑے مکّارانہ طریقے سے حملہ کیا ہے۔کہ قرآن مجید میں ہر چیز مفصل و مشرّح بیان ہوگئی ہے۔بندہ پوچھے کہ یہ من کل الوجوہ کا دائرہ کیا ہے۔لگتا مجھے یوں ہے کہ اس شخص کو من کل الوجوہ کا دائرہ خود معلوم نہ تھا ورنہ وہ ہرگز اس طرح رقم طراز نہ ہوتا۔پھر بیچارہ یہاں تک ہی نہ رہا بلکہ آگے بڑھا اور وحی خفی یا حدیث کا بھی انکار کر دیا اور اس کی ضرورت کی نفی کر دی۔یہاں پہنچ کر بھی دل کو قرار نہ آیا تو لگے ہاتھوں وحی یا حدیث کی حاجت کا انکار کرتے ہی اس پر عمل درآمد کی بات کی اور اس کو کفر، شرک، ظلم اور فسق تک کہہ دیا اور اس کا دائرہ خود متعین کر دیا یعنی ''سراسر'' اب جب بھی کسی منکر حدیث سے بات ہو تو اس کو آغاز پر ہی آپ کہہ دیں تم بتاؤ وحی خفی یا حدیث ہے کیا؟ جب وہ بیان کرنے لگے تو فوراً کہہ دیں اس پر عمل کرنے سے کیا لازم آتا ہے چونکہ یہ لوگ خود اس کو کفر، شرک ظلم اور فسق کہہ کر ساری ڈگریاں دے چکے ہیں لہٰذا ان کو ان کی اپنی عبارت میں رکھ کر رگڑا چڑھائیں انشاءاللہ شفاء ہوگی۔

## مولوی احمد دین امرتسری:

یہ صاحب مولوی عبداللہ چکڑالوی سے بھی دو ہاتھ آگے نکل گئے۔مولوی احمد دین نے امرتسر میں حدیث شریف کے خلاف ایک بہت بڑا محاذ کھڑا کر دیا۔اس نظریے کی اشاعت کے لئے ایک تو امّت مسلمہ، بنائی اور ساتھ ہی ایک ماہنامہ رسالہ بھی نکالا اس کا نام ''البیان'' رکھا اس طرح امرتسر میں ایک حلقہ بنا دیا۔اس شخص کا ایک حلقہ اثر تھا اس وجہ سے یہ فتنہ امرتسر میں ایک نئی طرح کے ساتھ ابھرا، مگر آخر دم توڑ ہی گیا مولوی احمد دین امرتسری نے لکھا ہے۔

اگر حدیثیں بھی قرآن مجید کی طرح ہمیشہ کے لئے مقصود اور ضروری التبلیغ ہوتیں تو ضروری قرآن مجید کی طرح ہی پہچانی جاتیں [۲]

---

(۱) مولوی عبداللہ چکڑالوی، کتاب مناظرہ صفحہ ۱۹ منقول از مقام حدیث

(۲) فتنہ انکار حدیث منظر و پس منظر صفحہ ۹۲ مطبوعہ مکتبہ چراغ راہ کراچی۔

کیا بات ہے الفاظ بڑے زبردست استعمال کیے ہیں مگر معانی سے مطلقاً بے خبر لوگ ہیں۔ ایک عام دماغ کا مالک مسلمان بھی جانتا ہے کہ حدیثیں واقعی ضروری التبلیغ رہی ہیں جب سے قرآن آیا ہے اس وقت سے لے کر آج تک ایک دن بھی ایسا نہیں گزرا جس میں تبلیغ نہ ہوئی اور ایسا بھی نہیں ہوا کہ تبلیغ بغیر حدیث شریف کے ہو کوئی مائی کا لال آج تک ایسا پیدا ہی نہیں ہوا جس نے تبلیغ دین کی ہو اور حدیث شریف کا حوالہ نہ دیا ہو۔ کیا جہالت ہے، کیا اندھا پن ہے۔ کیا کور بینی ہے۔ کیا ہی عقل و فکر سے عاری لوگ ہیں جن کو اپنی بات تک کہنی نہیں آتی مگر وہ بھی بزعم خویش محقق بنے بیٹھے ہیں۔ دراصل یہ لوگ اپنی مرضی کا اسلام بنانا چاہتے تھے اور حدیث شریف ان کے راستے میں رکاوٹ تھی سب سے پہلا اقدام ان کا یہی تھا کہ راستے کا پتھر ہٹا دیا جائے اور جب راہ ہموار ہو گی تو ہم اپنی من مانی کاروائیاں کریں گے جیسا ہم چاہیں گے ویسا دین بنالیں گے اور لوگوں کو کہیں گے یہ ہے دین یہ ہے اسلام لیکن اللہ تعالیٰ نے بروقت علماء حق کو ان کے خلاف کھڑا کر دیا اور ان کی دلائل سے کمر توڑ کر رکھ دی آج تک بیچارے ٹوٹی کمر لیے پھرتے ہیں۔

قرآن مجید کی آیات پڑھ پڑھ کر علماء حق نے ایسی ضربیں لگائیں کہ ان کی ٹیسیں آج تک منکرین حدیث محسوس رہے ہیں۔

## منکرین حدیث کا اصل مقصود منصبِ رسالت پر حملہ:

اس بدطینت گروہ کا اصل مقصود یہ تھا کہ مسلمانوں کے دلوں سے مقامِ رسالت کو محو کر دیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیھم السلام کو ایک عام آدمی کی صف میں لا کھڑا کیا جائے بلکہ دوسرے لوگوں کو ان جیسا لائق مانا جائے اور صاف صاف کہہ دیا کہ نبی بھی عام آدمی ہی کی طرح کا ہوتا ہے۔ یہ ہے منکرین حدیث کا مدعا لیجئے مطالعہ فرمائیے۔ مولوی احمد دین امرتسری کا بیان ہے۔

قرآن مجید رسول خدا کو محض تصرّفِ الٰہی سے ملا ہے، ہاں خدا کی حکمت کا ضرور یہ تقاضا ہے کہ جب کسی کو رسول و نبی (علیہ السلام) مقرر فرمانے کی ضرورت ہو تو موجود اشخاص میں سے لائق اور مناسب شخص یا شخصوں کو ہی چن لیا جائے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ دوسرے لوگ ویسے لائق اور مناسب نہیں بن سکتے لائق اور مناسب نہ بنا ہوا ہونا اور بات ہے دوسرے لوگ بھی ویسے لائق اور مناسب بن سکتے تھے لیکن بنے ہوئے نہیں تھے۔ ①

## منکرین مقامات رسالت کا ناطقہ امام احمد رضا حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بند کیا:

یہ مقام قابلِ غور ہے۔ ان الفاظ پر بطور خاص تفکّر کرنا چاہیے۔ دوسرے لوگ بھی ایسے لائق اور مناسب بن سکتے تھے۔ منکرین کا اصل مدعا یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح انبیاء کرام کے مقدّس گروہ کو عام لوگوں کی مثل ثابت

① فتنہ انکارِ حدیث منظر و پس منظر ۱۹۴ افتخار احمد بلخی مطبوعہ مکتبہ چراغ راہ۔ کراچی

کر دیا جائے تاکہ مسلمانوں کے دل سے اس جماعت مقدسہ کا ادب محو ہو جائے اور جب یہ کام کر لیں گے تو آگے سب کچھ کرنا آسان ہوگا۔لیکن اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں اس طرح کے لوگوں کا ناطقہ بند کروا ہی دیتا ہے اور ایسا بندوبست فرماتا ہے کہ زمانہ انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔

یہ بات میں محض عقیدت کی بنا پر نہیں کہنے لگا بلکہ یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ مقامات انبیاء و اولیاء کو جس طرح دلائل قاہرہ سے امام احمد رضا خاں حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا وہ انہی کا خاصہ ہے انہوں نے اپنی کتب میں قرآن وحدیث اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اجتہادات کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے اگر دامانِ انبیاء ہاتھ سے چھوٹ جائے تو پلے رہ ہی کچھ نہیں جاتا ہماری دنیا و آخرت دونوں جہانوں کی کامیابی کا مدار ہی سرور دو عالم نور مجسم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ومحبت میں مضمر ہے۔

ان کا انداز اتنا دلنشین ہے کہ ہر صاحب شعور کو اس بات کا اعتراف کروا دیتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن کرم چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کو ہرگز راضی نہیں کیا جاسکتا دنیا و آخرت دونوں جہانوں کی کامرانی آپ ہی کے واسطہ سے ممکن ہوسکتی ہے وہ فرماتے ہیں:

مژدہ باد اے عاصیو! شافع شہ ابرار ہے
تہنیت اے مجرمو! ذات خدا غفار ہے ①

مجھے نہیں معلوم بعض لوگوں میں یہ انتہائی بھیانک نظریہ کہاں سے آ گیا کس راستے سے یہ غیر سنجیدہ عقیدہ در آیا بہرحال کوئی مسلمان جو تھوڑی سی سُدھ بدھ رکھتا ہے وہ کبھی بھی اس چیز کو گوارا نہیں کرتا کہ کوئی اس کے پیارے آقا علیہ السلام کو عام انسان کی طرح قرار دے دے وہ تو ہم سب کے ملجیٰ و ماویٰ ہیں۔

منکرین حدیث کی جہاں اور علامات ہیں وہاں ایک بڑی واضح علامت یہ بھی ہے جب ان کو منکر حدیث کہا جائے تو بڑا اچڑتے ہیں اور یوں گویا ہوتے ہیں یہ ہم پر الزام ہے ہم تو حدیث کے قائل ہیں بھلا یہ کیسے ممکن ہے ہم حدیث ہی کو نہ مانیں۔ان سب باتوں کا مقصد صرف اتنا ہوتا ہے کہ لوگوں میں ہم بدنام نہ ہو جائیں ورنہ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جو حدیث شریف ان کے اپنے مطلب کی ہو اس کو فوراً بیان کریں گے اور بیان کرتے وقت یوں محسوس ہوں گے جیسے یہ لوگ حافظ الحدیث ہیں۔اپنے مطلب کی حدیث بیان کرتے وقت نہ یہ یاد کہ یہ قرآن کے مطابق ہے۔نہ یہ یاد کہ یہ مزاج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف تو نہیں۔نہ یہ یاد کہ اس کی اسناد کیسی ہے اس کے راویان کیسے ہیں ثقہ ہیں یا غیر ثقہ۔بس اگر ہم لوگ کوئی حدیث شریف بیان کریں تو فوراً سوالات کی لائن لگا دیتے ہیں ایسے ہی لوگوں میں سے ایک اور صاحب بھی ہیں اب میں ان صاحب کا ذکر کرتا ہوں۔

① حدائق بخشش امام احمد رضا مجموعہ کلام

## اسلم جیراجپوری:

یہ صاحب بھی منکرین حدیث میں بڑا مقام رکھتے ہیں۔ ان کی تحریک بھی بہت حد تک معروف ہوئی لیکن پروان نہ چڑھ سکی اس لیے کہ اہلِ علم نے ان کا بھی ناطقہ بند کر دیا اسلم جیراجپوری لکھتے ہیں۔

جب سے حدیثوں کی تدوین شروع ہوئی ہے اسی وقت سے اہل علم کی ایک جماعت ایسی ہوتی چلی آئی ہے جو اس کی دینی حیثیت کی منکر رہی یعنی ان کے انکار کا مطلب یہ نہیں کہ وہ حدیث کے وجود یا اس کی حقیقت ہی کو نہیں مانتے یا اس کو بالکل جھوٹ جانتے ہیں بلکہ صرف یہ ہے کہ اس کو دینی حُجت نہیں تسلیم کرتے۔ ①

غور کیا آپ نے ان الفاظ پر جب سے حدیثوں کی تدوین شروع ہوئی ہے اسی وقت سے اہل علم کی ایک جماعت ایسی ہوتی چلی آئی ہے جو اس کی دینی حیثیت کی منکر رہی۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ معتزلہ جو حدیث وسنت کے مخالف تھے وہ اہل علم کی جماعت تھی اس کا حال تو آپ پڑھ آئے ہیں کہ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کس شدید طریقے سے واصل بن عطاء کا رد کیا تھا یہی معتزلہ کا دادا تھا اور بعد والے سب کے سب منکرین حدیث اسی اخبث کی نسل سے ہیں۔ دورنگی بھی کیسی باکمال ہے یہ منکرین حدیث جب کسی صاحب علم کے سامنے آتے ہیں تو صاف صاف کہتے ہم کب حدیث شریف کا انکار کرتے ہیں ہم تو حدیث شریف کو بیان کرتے ہیں ہم تو حدیث شریف نقل کرتے ہیں ہم تو حدیث شریف سے استدلال کرتے ہیں یہ باتیں سن کر ہمارے بعض لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ شاید سچ کہہ رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ سچ نہیں ہوتا بلکہ صریح منافقت ہے ہم نے آپ کو وہی تناظر دکھایا ہے کہ جب اپنی ضرورت نکلتی ہو تو حدیث کا حوالہ فوراً دیں گے اس وقت نہ اس کے متن پر اعتراض، نہ اس کی سند پر کوئی اشکال، نہ اس کی تاریخ پر الزام نہ اس کی دینی حیثیت یاد۔ دراصل یہ لوگ اپنا ایک نیا اسلام بنانا چاہتے تھے مگر اہل حق نے ایسا ہونے نہ دیا سخت سے سخت حالات میں بھی ان کی ایک بھی غلط بات چلنے نہ دی۔ جو نغمہ واصل بن عطا نے حضرت حسن بصری کے زمانہ میں گایا تھا اسی کو نئی دھن بنا کر سرسید احمد خان صاحب، نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی، مولوی عبداللہ چکڑالوی، مولوی احمد دین امرتسری، حافظ اسلم جیراجپوری، غلام احمد پرویز اینڈ کمپنی نے گانے کی کوشش کی مگر وہ اپنی پرانی دھن بھی بھول گئے۔

## منکرین کی ایک مشترکہ حرکت!

اس زمانے میں بھی بعض لوگ اسی راگ کو الاپنے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو بھی ایسا حق شناس کمپیوٹر عطا فرمایا ہوا ہے جو ان بازی گروں کا سب کیا دھرا طشت از بام کر دیتے ہیں۔ منکرین حدیث کیسی نئی دھن بنا کر پرانا راگ الاپنے آئیں مگر مسلمان ان کو پہچان لیتے ہیں۔ یہ لوگ ہزار شور مچائیں لاکھ پینترے بدل بدل

① مطالعہ حدیث صفحہ ۵۰ مضمون منکرین حدیث از حافظ اسلم جیراجپوری بحوالہ صفحہ ۱۲ فتنہ انکار حدیث

کر بات کریں آخر پکڑے ہی جاتے ہیں۔ وہ کون سی حرکت ہے جس سے یہ منکرین حدیث پکڑے جاتے ہیں ان سب لوگوں کی ایک مشترکہ حرکت ہے جو ان کو چھپا نہیں رہنے دیتی وہ ہے مقامات انبیاء کا انکار، محمد عربی ﷺ کی شوکتِ خداداد کا انکار۔ تمام اہل ایمان کو یقین کامل رکھنا چاہیے کہ اس امت کی ساری عزت وعظمت نبی کریم ﷺ کے دامن کرم سے وابستہ ہونے میں ہے آپ کی محبت میں غرقاب ہونا ہی ایمان کے کامل ہونے کی علامت ہے اگر محبت رسول ﷺ میں کمی ہوگئی تو اس کا صاف مطلب یہ ہے قوتِ ایمانی کی حلاوت میں کمی ہے اور جسے اپنے آقا علیہ السلام پر کوئی اعتراض سوجھ گیا سمجھ لو ایمان ضائع ہوگیا اور تمام ترعنایات رب العالمین کا دروازہ بند ہوگیا۔ جو شخص رسول اکرم تاجدار عرب وعجم ﷺ سے وفا نہیں کرتا وہ کسی اور سے کیا وفا کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ کی حیثیت کو چیلنج کرنا اور آپ کی حدیث شریف کو آپ کی سُنّت مطہرہ کو قانون نہ ماننا یہ پرلے درجے کے جاہلوں کی روش ہے اس طرح کے لوگوں کو نولفٹ (No lift) پر رکھنا چاہیے کہ ایسے لوگ ہوتے ہی اس قابل ہیں۔

## منکرین حدیث کا علاج:

میرا تیس سالہ تجربہ ہے جب بھی اس قسم کے لوگ کسی صاحب علم وفن کے سامنے آتے ہیں تو خلط مبحث کرتے ہیں ان کا علاج یہ ہے کہ ان کو آغاز گفتگو پر ہی یہ کہہ دیا جائے جب تک ایک مسئلہ پر گفتگو نتیجہ پر نہ پہنچے دوسرا مسئلہ شروع نہیں کرنے دیں گے ان کو ایک جگہ اُصول میں پھنسا کر خوب زچ کیا جائے تا کہ آئندہ زندگی بھر یاد رہے کہ کسی سچے مسلمان سے گفتگو میں ذِلت ہی اٹھانا پڑتی ہے۔ اپنے عقائد ونظریات کو دلائل کے ساتھ بیان کرنا چاہیے۔ جب آپ اپنے آپ کو منکرین حدیث یعنی منکرین مقامات انبیاء واولیاء کے سامنے دلائل کے جہاں میں اتاریں تو خوب براھین سے پُر گفتگو کریں نیز اب موقعہ ہے کہ آپ اصطلاحاتی انداز اپنائیں اور پوری کوشش کریں کہ مخالف یہ کہنے پر بار بار مجبور ہو کہ کیا؟ جب کیا؟ کہے تو اب سمجھ لیجئے کہ اس منکر مقام مصطفیٰ ﷺ کی ذلت کا وقت آ گیا ہے لہٰذا وہیں خوب شان محبوب رب بیان کریں شاید اب ہی اس منکر کو سمجھ آجائے بہرحال اس بات پر یقین رکھیں کہ غلبہ آخر نبی کریم ﷺ کے سچے غلاموں ہی کو حاصل ہوگا اور مقام مصطفیٰ ﷺ ہمیشہ ہمیشہ سربلند رہے گا امام احمد رضا خاں حنفی فرماتے ہیں۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

یہ بات خوب یاد رکھ لیجئے، جو شخص قرآن پڑھ کر کمالات رسول ﷺ کا انکار کرے سمجھ لو منکر ہے بد بخت ہے، بدطنیت ہے، بےحمیّت ہے۔ صداقت ودیانت سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں۔ اور اگر کوئی شخص قرآن پڑھ پڑھ کر نبی محتشم ﷺ کی شان بیان کرے اور بار بار کہے اس آیت مقدسہ سے رسول اللہ ﷺ کی یہ شان سمجھ آتی ہے، اس آیت سے آپ کا یہ مقام بلند تر سمجھ آتا ہے۔ اس آیت سے ایک یہ کمال بھی بیّن ہوتا ہے اسی آیت سے ایک مزید

عظمت کا پتہ چلتا ہے۔تو یقین کرلو یہ شخص پکا مسلمان ہے دیانت وصداقت اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔اسی طرح اگر کوئی شخص حدیث نبوی پیش کرتا ہے اور اس سے استدلال کرتے ہوئے آپ پر کسی بھی انداز میں اعتراض کرتا ہے کسی کمال کی نفی کرتا ہے تو سمجھ لو یہ بھی منکر ہے، بد بخت ہے، بدطینت ہے بے حمیّت ہے صداقت ودیانت سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔اور اگر حدیث پڑھ کر شان رسالت بیان کرتا ہے۔مقام مصطفی علیہ السلام کو بیّن کرتا ہے تو یقین کرلیں یہ شخص پکا مسلمان ہے مقامات نبوت کو ماننے والا ہے۔خوش بخت ہے، صالح طینت ہے، باحمیّت ہے، صداقت ودیانت کا علمبردار ہے۔ایسے لوگوں کی صحبت میں ضرور بیٹھنا چاہیے اور دوسروں کو بھی ایسے نیک آدمی کی مجلس میں لے جانا چاہیے۔اس کی برکت یہ ہوگی کہ آج کا ایک سلجھا ہوا مدلل کا ایک پورا خاندان ہوگا۔

عرصہ ہوا میں نے جامع ترمذی شریف کی شرح پر کام شروع کیا ہوا ہے الحمدللہ جلد اوّل مکمل ہو چکی اس پر اختتامی دستخط بھی کر چکا۔مقدمہ لکھنا باقی تھا وہ بھی لکھ دیا، احباب سے اس کی اشاعت کے لئے گزارش کر رہا تھا لیکن اس کے چھپنے کے اسباب پیدا نہ ہوئے اگرچہ مایوس تو نہیں تھا لیکن پریشان ضرور تھا اس لئے کہ یہ بھی سُنا تھا کہ لوگ کہتے ہیں کب آئے گی شرح ترمذی پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہوا کہ حرمین شریفین کی حاضری کے اسباب بن گئے۔میں پاکستان سے روانگی کے وقت کچھ کتب ورسائل کے مسوّدات ہمراہ لے آیا کچھ پر تو مکّہ مشرفہ میں مستجاب پر بیٹھ کر دستخط کیے، اور کچھ مسوّدات مدینہ شریف لے آیا ہوں ان پر یہاں دستخط ثبت کروں گا۔ان شاءاللہ

## وحدت امت کی دعا

مدینہ منورہ میں مسجدِ نبوی شریف میں حاضر ہوں۔گنبد خضرٰی شریف کی زیارت کر رہا ہوں۔کمال الطاف محسوس کر رہا ہوں، یوں لگتا ہے جیسے دل پر سکینہ نازل ہو رہا ہے اس وقت ایسا اطمینان حاصل ہے کہ عمر بھر ایسا اطمینان شاید نہیں دیکھا۔نظریں اٹھا اٹھا کر گنبد خضرٰی کو دیکھ رہا ہوں اور نظریں جھکا جھکا کر سرکار دوعالم نور مجسّم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں عرض کر رہا ہوں یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ساری امت کی شفاعت فرمائیے گا خصوصاً اس گناہ گار وسیاہ کار (راقم الحروف) کی، میرے اہل خانہ کی میرے تمام روحانی بیٹوں اور بیٹیوں کی نیز جن جن خواتین وحضرات نے چلتے وقت سلام ودعا کا کہا تھا ان سب کا سلام بھی قبول فرمائیے اور ان کی شفاعت بھی فرما دیجئے گا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم جو جو احباب میری شرح ترمذی کی اشاعت میں کسی طرح بھی حصہ لیں ان کی دنیا وآخرت کے معاملات بہتر ہو جائیں یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ باب اللہ ہیں آپ ہی اللہ تعالیٰ کی معرفت کا واحد ذریعہ ہیں ہم نے اللہ تعالیٰ کو آپ کی وساطت سے ہی مانا ہے اللہ تعالیٰ وہی ہے جو آپ کا رب ہے۔میں نے

اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں ہاتھ پھیلا دیئے ہیں یا اللہ جل جلالک تو میری مغفرت فرما، میرے گھر والوں کی مغفرت فرما یا اللہ میرے تمام روحانی بیٹوں اور بیٹیوں کی مغفرت فرما بلکہ ساری امت محمدیہ کی مغفرت فرما ان میں وحدت پیدا فرما۔ یا اللہ مجھے وحدت امت کے لئے کام کرنے کی توفیق عطا فرما میری مدد فرما اور میرے لئے آسانیاں پیدا فرما، جامعہ اسلامیہ رضویہ کی تعمیر و ترقی کے لئے خزانہ غیب سے اسباب پیدا فرما، تعلیم و تربیت اسلامی کو عالمگیر شہرت عطا فرما۔

## فیوض النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یا اللہ جل جلالک میں نے تیرے پیارے رسول حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری احادیث مبارکہ کی شرح لکھی ہے۔ میں نے حدیث شریف کی مشہور و معروف کتاب ''جامع ترمذی شریف'' جس کو علماء و محدثین نے ''صحیح ترمذی شریف'' بھی کہا ہے اس کی شرح لکھی ہے۔ اس کا نام ابھی تک نہیں رکھا تھا بہت سارے نام زیر غور تھے مگر آج تیرے محبوب سیّد عالم نور مجسّم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں گنبد خضرٰی شریف کے سامنے بیٹھ کر اس کا نام ''فیوض النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرح جامع ترمذی'' رکھا ہے اس نام کو اپنی بارگاہِ اقدس میں شرف قبولیت عطا فرما، اس کو ساری امت کے لئے نافع بنا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب آپ ہی کے فیوض و برکات سے ممکن ہو سکا ہے اور یقیناً یہ آپ ہی کی نظر کرم ہے کہ مجھ جیسا نکمّا طالب علم اور اتنی عظیم خدمت کہ شرح حدیث کا کام مجھ ناچیز سے لے لیا گیا ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم شفقت فرمایئے گا، لطف و کرم سے نوازیئے گا میری شرح چھپ بھی جائے اور اس کو مقبولیت بھی حاصل ہو۔ جو کام ابھی باقی ہے وہ بھی مکمل ہو جائے اور میں اس کام کو مکمل کرنے کے بعد تفسیر پر بھی کام کرنا چاہتا ہوں۔ عمر وفا کرے اور دین کا بہت سارا کام مجھ فقیر سے لے لیا جائے۔ امین بجاہ سیّد المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ و اصحابہ، وازواجہ و ذریتہ و اولیاء امتہ و علماء ملتہ اجمعین۔

محمد ارشد القادری

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

۱۵ مارچ ۲۰۱۲ء جمعرات

۳:۲۰ مسجد نبوی شریف میں گنبد خضرٰی شریف کے سامنے بیٹھ کر لکھا گیا

مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً و تعظیماً

# معیارِ اصلاح

ہر شخص کی عقل کسوٹی نہیں ہے بلکہ فیصلہ اہل علم، ائمہ دین کے فرامین کی روشنی میں کرنا ضروری ہے۔ ورنہ قدم قدم پر شیطان بہکائے گا اور جہنم کی طرف لے جانے کی پوری کوشش کرے گا۔ اس ازلی دشمن سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم لوگ اپنی اصلاح کریں اور کسی نہ کسی اللہ کے بندے سے رابطہ قائم رکھیں جو صاحب علم بھی ہو اور صاحب عمل بھی ہو اپنے اندر تکبر و غرور کو ہرگز جنم نہ لینے دیں جہاں تک ہو سکے عاجزی پیدا کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنی رحمتوں کی برسات فرمائے۔ جو شخص انا کو ذبح کر دیتا ہے اور خالص اللہ کے لیے زندہ رہتا ہے وہ زندگی بھر کبھی کسی کا محتاج نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کو کبھی خیفت ہوتی ہے۔

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہیے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

(محاسبات ارشدیہ، جلد اوّل (علمی محاسبہ)، صفحہ ۲۲۲)

# باب نمبر ۱

# ابواب الطّہارۃ

جامع ترمذی کی مبارک احادیث کی شرح کا آغاز ابواب الطّہارۃ سے ہورہا ہے ۔آیئے آپ بھی اس مبارک کلام سے استفادہ کریں۔جسم وروح برکات محسوس کریں گے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

امام ابوعیسٰی ترمذی نورّ اللہ مرقدہ نے اپنی کتاب جامع ترمذی کا آغاز ابواب الطّھارہ سے کیا ہے۔ چونکہ طہارت ایک ایسا عمل ہے۔ جو تمام امور میں اوّلین حیثیت کا حامل ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے وہ عظیم سپوت جن کے ذمے دعوت و تبلیغ کا کام لگایا گیا تھا انہوں نے اپنا فرض پوری دیانت داری سے ادا فرمایا۔ یہ حضرات جب کسی کافر، مشرک کو کلمہ پڑھاتے تھے تو اوّلاً اس کو طہارت کا حکم دیتے تھے ایمان لانے کے لئے طہارت شرط تھی۔ طہارت ہی ایک ایسا عمل ہے جو انسان میں نفاست پیدا کرتا ہے۔

## حکمتِ تبلیغ:

اللہ تعالٰی نے اپنے پیارے محبوب دانائے کل غیوب عالِم ما کان و ما یکون حضرت محمد مصطفی احمد مجتبٰی سرورِ دوعالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرما کر تبلیغ دین کے تین اصول عطا فرمائے چنانچہ سورہ نحل میں ارشاد ہوتا ہے۔

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَ الۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَ جَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِهٖ وَ هُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِیۡنَ ﴿۱۲۵﴾ ①

اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ حکمت سے، عمدہ انداز بیان سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔ بیشک تمہارا ربّ خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے راہ والوں کو۔

اس آیت کریمہ میں تبلیغ کے تین اصول بیان فرمائے گئے ہیں (۱) حکمت (۲) عمدہ انداز بیان (۳) مناظرہ و بطریق احسن آج بھی اگر انہی تین اصولوں پر عمل کرتے ہوئے تبلیغ کی جائے تو پوری دنیا میں صالح انقلاب برپا کیا جا سکتا ہے۔ آپ یقین فرمائیں جو اصول تبلیغ خالقِ کائنات نے عطا فرمائے ہیں ان سے بہتر طریقہ ہو ہی نہیں سکتا جس سے تبلیغ کی جائے تو وہ مؤثر ہو سکے جب بھی قوم مسلم کا گراف گرا کوئی اللہ کا بندہ اس امت کی اصلاح پر مامور ہوا اس

① سورہ نحل آیت نمبر ۱۲۵

نے مندرجہ بالا تین اصولوں کو پیش نظر رکھ کر تبلیغ کی تو گرتا ہوا گراف دوبارہ اوپر چلا گیا اور امت کی تنزلی ترقی میں بدل گئی۔طریق کار وہی نافع ہوگا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنایا تھا۔

## علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری رقم طراز ہیں!

اسعد بن زرّارہ اور مُصعَب بن عمیر رضی اللہ عنہما دعوت و تبلیغ کے ارادے سے نکلے اور دار بنی عبد الاشھل و دار بنی ظفر کی طرف تشریف لائے۔سعد بن معاذ اور اسید بن حُضیر بھی قریب ہی تھے جو اپنی قوم کے سردار تھے،سعد بن معاذ اسعد بن زرّارہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ان دنوں یہ دونوں مشرک تھے۔حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بنی ظفر کے ایک احاطے میں جلوہ گر ہوئے اس کنوئیں کے قریب جسکو بئر فرق کے نام سے یاد کیا جاتا تھا،اہل اسلام حضرت مصعب بن عمیر کے گرد جمع ہو گئے۔سعد بن معاذ نے اسید بن حُضیر سے کہا۔جاؤ جا کر ان دونوں حضرات کی خبر لو جو ہمارے کمزور لوگوں کو بے وقوف بنا رہے ہیں۔میں خود ان سے نمٹ لیتا لیکن تمھیں معلوم ہے اسعد بن زرّارہ میرا خالہ زاد بھائی ہے میں اس سے الجھنا نہیں چاہتا اسید بن حُضیر نے اپنا حربہ پکڑا اور ان کی جانب چل دیئے جہاں اسعد بن زرّارہ اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما دعوت و تبلیغ کا کام کر رہے تھے وہاں جا کر اسید بن حُضیر نے خوب گالی گلوچ کیا مزید کہا۔یہ کیا تم لوگ ہمارے کمزور لوگوں کو بے وقوف بنا رہے ہو دفع ہو جاؤ یہاں سے اگر اپنی جان کی خیر چاہتے ہو۔اس پر حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ تشریف رکھیں ہماری بات سُن لیں اگر اچھی لگے تو مان لینا ورنہ کوئی مجبوری نہیں اسید بن حُضیر نے اپنا نیزہ ایک طرف رکھا اور ان کی مجلس میں بیٹھ گے۔حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اسلام پر تعارفی گفتگو کا آغاز فرمایا۔قرآن حکیم کی تلاوت فرمائی،انداز ایسا پر تاثیر تھا کہ ان کی دعوت اسید بن حُضیر کے دل و دماغ میں اتر گئی چنانچہ اسید بن حُضیر کہنے لگے۔

مَا اَحسَنُ هٰذَا وَاَجمَلَهٗ! كَيفَ تَصنَعُونَ اِذَا اَرَدتُّم اَن تَدخُلُوا فِي هٰذَا الدِّينِ؟ قَالَا تَغتَسِلُ، فَتَطَهَّرُ ثَوبَيكَ ثُمَّ تَشهَدُ شَهَادَةَ الحَقِّ ثُمَّ تُصَلِّي رَكعَتَينِ [1]

آپ کے بیان سے ثابت ہوا یہ دین نہایت ہی احسن اور پیارا ہے۔جب آپ کسی کو اس دین میں داخل کرتے ہیں تو کیسے کرتے ہیں۔حضرت مُصعب بن عمیر اور اسعد بن زرّارہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اوّلاً اس کو غسل کرنے کو کہتے ہیں ثانیاً کپڑوں کی طہارت کا حکم دیتے ہیں پھر شہادت حق کا اعلان کرواتے ہیں اس کے بعد دو رکعت پڑھنے کو کہتے ہیں۔

---

[1] ابوجعفر محمد بن جریر طبری م ۳۱۰ھ تاریخ الامم والملوک ج ۱ ص ۵۶۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

یہ ہے وہ بابرکت طریقہ جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غیر مسلموں کو حلقہ بگوشِ اسلام کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک کسی کافر و مشرک کا ایمان لانے سے پہلے پاک ہونا اور طہارت حاصل کرنا شرط تھا اس نقطہ نظر کو بیّن کرنے کیلئے امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی نے اپنی جامع ترمذی کا آغاز ابواب الطّھارہ سے فرمایا جو عین حق وصواب ہے۔

یوں تو طہارت کی بہت ساری اقسام ہیں مگر دو ۲ قسمیں بہت مشہور ہیں اب میں انہی دو کے حوالے سے کچھ ضبطِ تحریر میں لاؤں گا تا کہ طہارت کیا ہے اور اس کی برکات کیا ہیں اس کو واضح کیا جائے جس کو پڑھ کر اھل ایمان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور دل قرار و سکون پائے اللہ تعالیٰ اس نقطہ نظر کو بیّن کرنے میں میری دستگیری فرمائے امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

طہارت کی دو قسمیں یہ ہیں: (۱) طہارت ظاہری (۲) طہارت باطنی

## طہارت ظاہری:

یہ وہ طہارت ہے جو پانی یا اس کے قائم مقام سے حاصل ہو جائے۔ یہی وہ طہارت ہے جسکو طہارت بدنی یا طہارت ظاہری سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ استنجاء سے بھی حاصل ہوتی ہے اور اس کو وضو کے ذریعے بھی حاصل کیا جاتا ہے۔ طہارت غسل سے بھی میسّر آتی ہے۔ تیمّم بھی طہارت کا شرعی ذریعہ ہے۔ تیمّم سے وضو ہو جاتا ہے اور اس سے نماز پڑھی جاسکتی ہے جس طرح تیمّم وضو کا قائم مقام ہے اسی طرح غسل کا بھی قائم مقام ہوتا ہے۔ طہارت ظاہری کو یہ شرف حاصل ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کسی بھی غیر مسلم کو کلمہ پڑھا کر حلقہ بگوش اسلام کرنے سے پہلے اس کو طہارت سے مزّین ہونے کا حکم دیتے تھے اس عمل سے طہارت ظاہری کی اہمیت بھی سامنے آتی ہے اور اس کی برکات بھی معلوم ہوتی ہیں۔

## ابوالفداء حافظ ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں بیعت عقبہ اولیٰ میں ان دس حضرات کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں حاضر ہوئے اور مندرجہ ذیل امور پر آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے، ہم چوری نہ کریں گے۔ ہم زِنا نہ کریں گے، ہم اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے اور ہم بہتان نہ لگائیں گے اسی طرح دیگر برائیاں بھی نہیں کریں گے [1] اس کے بعد کچھ اھل اسلام بارگاہ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں حاضر ہوئے جن میں معاذ بن عُفراء اور رافع بن مالک کے نام سرفہرست آتے ہیں یہ

---

[1] ابی الفداء الحافظ ابن کثیر دمشقی م ۷۷۴ھ البدایہ والنھایہ ۳/۱۵۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

عرض گذار ہوئے ہمارے ساتھ کوئی ایسا مرد روانہ فرمایئے جو ہمیں دین سمجھائے اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا، وہ آ کر حضرت اسعد بن زرّارہ کے ہاں (مدینہ شریف) میں مقیم ہوئے۔

ابن اسحٰق امام زُھری کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

فَلَمَّا انْصَرَفَ عَنْهُ الْقَوْمُ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَھُمْ مُصْعَبَ بْنَ عُمَیْرِ بْنِ ھَاشِمِ ابْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ عَبْدِ الدَّارِ بْنِ قُصَیٍّ قَصَیٍّ، وَاَمَرَہٗ اَنْ یَقْرَءَھُمُ الْقُرْاٰنَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْاِسْلَامَ وَیُفَقِّھُھُمْ فِی الدِّیْنِ [1]

وہ لوگ (مدینہ شریف) جو مبلّغ لینے کی غرض سے آئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کے ہمراہ حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصّی کو روانہ فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ اھل مدینہ کو قرآن سیکھائیں، اسلام کی تعلیم دیں اور ان کو دین خوب سمجھائیں۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آ کر حسب ارشاد حضرت اسعد بن زرّارہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرے۔ دونوں بزرگوں نے ملکر تبلیغ کرنے کا طریق کار طے کیا پھر اپنے مقررہ مقام کی طرف چل دیئے۔ جب تبلیغ کا آغاز فرمایا تو حالات انتہائی سنگین تھے۔

حضرت اسعد بن زرّارہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو کہا مدینہ طیبہ کے یہ دو سردار ہیں (۱) سعد بن معاذ (۲) اسید بن حُضیر اگر یہ دونوں حضرات مسلمان ہو جائیں تو پوری قوم ہمارے ساتھ آ جائے گی۔ مخالفت کے باوجود حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے نہایت دانائی سے کام لیتے ہوئے تبلیغ کا آغاز فرمایا، موسیٰ بن عقبہ کا کہنا یہ ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے سورہ زُخرف کی ابتدائی آیات تلاوت فرمائی تھیں [1]

اوّلاً تو اسید بن حضیر آئے انہوں نے بڑی سخت زبان استعمال کی بلکہ سب وشتم کیا مگر حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی حکمت اور صبر نے ان کو بات سننے پر آمادہ کر لیا جب اسلام کی تعلیم سماعت کی تو دل میں جگہ بن گئی اور وہ اسلام کی نعمت سے مالا مال ہو گئے۔ اس کے بعد انتہائی غصہ کے عالم میں لال پیلے ہوتے سعد بن معاذ آئے انہوں نے تو گالی گلوچ اور سخت گیری کی حد کر دی لیکن حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے بھی صبر پر کمال استقامت دکھائی نتیجہ یہ نکلا کہ سعد بن معاذ بول اٹھے۔

---

① ابی الفداء الحافظ ابن کثیر الدمشقی م ۷۷۴ھ البدایۃ والنھایۃ جلد نمبر ۳/۱۶۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

اللہ کی قسم ہم اسلام کو اس طرح اس سے پہلے نہ جانتے تھے جس طرح مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی گفتگو سے جانا ہے۔اس کے بعد سعد بن معاذ نے حضرت مصعب بن عمیر اور اسعد بن زرّارہ رضی اللہ عنہما سے کہا کسی کو اسلام قبول کروانے اور اس کو دین میں داخل کرنے کے لئے آپ کا طریق کار کیا ہے؟ اس سوال کے جواب میں حضرت مصعب بن عمیر اور سعد بن زرّارہ رضی اللہ عنہما نے بیک زباں ہو کر فرمایا۔

تَغْتَسِلُ فَتَطَهَّرُ ثَوْبَيْكَ ثُمَّ تَشْهَدُ شَهَادَةَ الْحَقِّ، ثُمَّ تُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ[1]

غسل فرمایئے پاک ہو جایئے، اپنے کپڑوں کو پاک کیجیئے پھر شہادتِ حق کا اعلان کر دیجیئے، اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھیے،

قرآن حکیم کی تلاوت نے حق کو دل تک پہنچایا، جب دل نے حق کو قبول کرنے کی تیاری کر لی تو اب طہارت ظاہری ضروری ہوئی چنانچہ سعد بن معاذ نے بھی کلمہ پڑھ لیا اور اسلام کے مضبوط قلعہ میں داخل ہو گئے ایمان لانے کے بعد چپ چاپ جا کر حجرہ نشیں نہ ہو گئے بلکہ سیدھے اپنی قوم کے پاس تشریف لے گئے اور جا کر ان کو دعوت الی الحق دی اور یوں گویا ہوئے۔

قَالَ فَاِنَّ كَلَامَ رِجَالِكُمْ وَنِسَائِكُمْ عَلَيَّ حَرَامٌ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا اَمْسَىٰ فِيْ دَارِ بَنِيْ عَبْدِالْاَشْهَلِ رَجُلٌ وَلَا امْرَاَةٌ اِلَّا مُسْلِمًا اَوْ مُسْلِمَةً[2]

اے میری قوم تمھارے مردوں عورتوں سے بات کرنا مجھ پر حرام ہے جب تک تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لے آؤ۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی جلالت کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں رات ہونے سے پہلے پہلے ہی دار بنی عبدالاشھل کے تمام مرد اور عورتیں مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

یہ ہے اندازِ تبلیغ یہ ہیں برکاتِ طہارت اس کو کہتے ہیں نظر سے باطن میں تبدیلی پیدا کرنا اسی کا نام قوت روحانی ہے۔ یہ سب نگاہ کا اثر تھا۔

تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے
کھویا گیا ہے تجھ سے وہ جذب قلندرانہ

---

① ابی الفداء الحافظ ابن کثیر الدمشقی م ۷۷۴ھ البدایۃ والنہایۃ جلد نمبر ۳ ص ۱۶۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

② ابی الفداء الحافظ ابن کثیر الدمشقی م ۷۷۴ھ البدایۃ والنہایۃ جلد نمبر ۳ ص ۱۶۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

## علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حج کے زمانہ میں قبیلہ خزرج کے چھ افراد سے ملاقات کی اور ان کو اسلام کی دعوت دی، ان حضرات کے نام یہ ہیں:

۱۔ ابوامامہ اسعد بن زرّارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن النجار

۲۔ عوف بن الحرث بن رفاعہ بن سواد بن مالک بن غنم، یہ ابن عُفراء ہیں۔

۳۔ رافع بن مالک بن العجلان بن عمرو بن عامر بن زید بن مالک بن غضبہ بن جشم بن الخزرج

۴۔ طبقہ بن عامر بن حیدرہ بن عمر بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن مراد بن یزید بن جشم۔

۵۔ عقبہ بن عامر بن اَبی بن زید بن حزام بن کعب بن غنم بن سلمہ

۶۔ جابر بن عبداللہ بن رناب بن النعمان بن سلمہ بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ان حضرات کا ملاقات کرنا اور پھر مدینہ شریف کی طرف لوٹ جانا ایسا نافع ہوا کہ مدینہ طیبہ کے گھر گھر میں رسول اکرم نبی مکرّم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ذکر خیر ہونے لگا۔ اگلے سال انصار مدینہ کے بارہ افراد نے مکہ مکرّمہ حاضر ہوکر زیارت وملاقات کی۔ چھ کا ذکر تو پہلے کیا جاچکا ہے ان میں سے حضرت جابر بن عبداللہ اس سال نہیں آئے تھے۔ اس طرح سابقہ پانچ احباب آئے اور سات مزید ساتھ لائے۔ ان کے اسماء یہ ہیں۔

۱۔ معاذ بن الحرث عوف بن الحرث کے بھائی یہ وہی ابن عفراء ہیں۔

۲۔ ذکوان ابن عبد قیس بن خالدۃ،

۳۔ خالد بن مخلد بن عامر بن زریق،

۴۔ عبادہ بن صامت بن قیس بن اصرم بن فھد بن ثعلبۃ بن صرمہ بن اصرم بن عمرو بن عبادۃ بن عصیبۃ، یہ بنی حبیب سے ہیں۔

۵۔ عباس بن عبادہ بن فضلہ بن مالک بن العجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف، [2]

پانچ یہ اور پانچ سابق والے حضرات اس طرح یہ کل دس افراد ہو گئے قبیلہ دوس میں سے دو حضرات آئے تھے ان کے نام یہ ہیں:

---

(۱) علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون م ۸۰۸ھ تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۴۰۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان

(۲) علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون م ۸۰۸ھ تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۴۰۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان

۱۔ ابوالھیثم مالک بن التیھان ان صاحب کا تعلق بنو عبدالاشھل بن جشم بن الحرث بن الخزرج بن عمر بن ملک بن اوس سے ہے۔

۲۔ عُوَیم بن ساعدہ ان صاحب کا تعلق بنو عمرو بن عوف بن مالک بن الاوس بن حارثہ سے ہے۔

علامہ ابن خلدون کی تحقیق کے مطابق اوّلاً چھ افراد بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں حاضر ہوئے ان چھ حضرات میں حضرت جابر بن عبداللہ بھی شامل تھے لیکن دوسرے موقعہ پر حضرت جابر بن عبداللہ حاضر نہ ہوئے بلکہ اس مرتبہ پانچ افراد آئے پانچ مزید قبیلہ خزرج سے آئے اور دو قبیلہ اوس سے آئے اس طرح ان کی کل تعداد بارہ ہوگئی مطلب یہ ہوا کہ پانچ حضرات مزید سات کو دعوت دے کر ہمراہ لائے۔

ان تمام حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بیعت کی چونکہ یہ بیعت جہاد کے فرض ہونے سے پہلے تھی اس لئے اس بیعت کا تعلق خالصۃً اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے تھا اور یہ بیعت درج ذیل امور پر کی گئی تھی:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔

۲۔ وہ چوری نہیں کریں گے۔

۳۔ وہ زِنا نہیں کریں گے۔

۴۔ وہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے۔

۵۔ وہ جھوٹا الزام نہیں لگائیں گے۔

## علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون ہی رقم طراز ہیں:

جن حضرات کا اوپر ذکر ہوا ہے جب بیعت کرنے کے بعد مدینہ طیبہ کو واپس جانے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ابن مکتوم اور مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کو ان کے ہمراہ روانہ کیا تاکہ وہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ جو لوگ ان میں سے مسلمان ہو جائیں انہیں قرآن اور شرائع کی تعلیم دیں، مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مدینہ شریف میں اسعد بن زرّارہ کے ہاں مقیم ہوئے۔ اور مسلمانوں کی امامت کروانے لگے۔ انصارِ (مدینہ) میں سے خلقِ کثیر ان کے ہاتھ پر اسلام لائی سعد بن معاذ اور اسعد بن زرّارہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی تھے۔ سعد بن معاذ اور اسید بن حُضیر، علامہ ابن خلدون نے اسید بن حصین لکھا ہے جبکہ دوسرے علماء نے اسید بن حُضیر لکھتا ہے۔

دونوں اسعد بن زرّارہ کے پاس آئے، وہ بنی عبدالاشھل کے ہمسائے تھے ان دونوں نے اسعد بن زرّارہ کی مخالفت کی مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اسلام کی طرف ھدایت عطا فرمائی۔ ان دونوں کے اسلام

لانے کی برکت یہ ہوئی کہ بنی عبدالاشھل کے تمام مردوں اور عورتوں نے ایک ہی دن میں اسلام قبول کرلیا۔ ①

طہارت کی بہت ساری اقسام ہیں مگر دو قسمیں بہت مشہور ہیں: (۱) طہارت ظاہری (۲) طہارت باطنی

## طہارت ظاہری:

طہارت ظاہری وہ طہارت ہے جو پانی یا اس کے قائم مقام سے حاصل ہو جائے یہی وہ طہارت ہے جس کو طہارت بدنی یا طہارت جسمانی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ یہ استنجاء سے بھی حاصل ہوتی ہے، وضو سے بھی حاصل ہوتی ہے اور غسل سے بھی حاصل ہوتی ہے۔ اس کی بڑی برکات ہیں۔ ہم نے تاریخ طبری، ابن خلدون اور البدایہ والنھایہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے طہارت ظاہری کو یہ شرف حاصل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی کافر، مشرک کو کلمہ پڑھانے سے قبل اس طہارت سے مزین ہونے کا حکم فرماتے تھے۔

حضرت مُصعب بن عمیر اور اسعد بن زرّارہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے ہم جب کسی شخص کو دین اسلام میں داخل کرتے ہیں تو اوّلاً اس کو غسل کرواتے ہیں ثانیاً کپڑوں کی طہارت کا حکم دیتے ہیں ثالثاً اس کو کلمہ شہادت پڑھاتے ہیں اور پھر اس کو دو رکعت نماز پڑھاتے ہیں۔ ②

استنجاء، وضو، غسل اور تیمّم طہارت ظاہری کے ذرائع ہیں انہیں سے طہارت ظاہری حاصل ہوتی ہے۔ اس کی بے پناہ برکات ہیں جن کو احاطۂ تحریر میں لانا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ بہر حال ان ذرائع طہارت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے تا کہ طہارت کے امور سے آگاہی حاصل ہو جائے۔

## طہارت باطنی

طہارت باطنی بہت ضروری چیز ہے اگر یہ نعمت کسی انسان اہل ایمان کو میسر آ جائے تو وہ رب تعالیٰ کے محبوبوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ طہارت روحانی اور طہارت نفسانی طہارت باطنی ہی کے دوسرے نام ہیں۔ جس طرح طہارت بدنی، استنجاء، وضو اور غسل و تیمّم سے حاصل ہوتی ہے اسی طرح طہارت باطنی دولت ایمان کی برکات سے حاصل ہوتی ہے۔ اس میں چمک محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی برکت سے آتی ہے۔ آپ اندازہ فرمائیں غسل سے بندے کا جسم خوب پاک صاف ہو جاتا ہے، لیکن یاد رہے غسل کرنے سے صرف جسم ہی پاک وصاف ہوگا باطن کی طہارت غسل سے نہیں ہوتی بلکہ باطن کی طہارت تو کلمہ شہادت سے ہوتی ہے کے

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

---

① علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون م ۸۰۸ھ تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۴۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

② ابی جعفر محمد بن جریر طبری م ۳۱۰ھ ج ۱ ص ۵۶۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

پڑھنے سے ہوتی ہے لہٰذا ثابت ہوا ظاہری طہارت کے ساتھ ساتھ باطنی طہارت بھی بہت ضروری ہے بلکہ باطن کی طہارت ہی اصلاً آخرت کی زندگی میں کامیابی کا سبب ہے۔طہارت باطنی کا ایک نام طہارت نفسانی بھی ہے، اگر اس کو طہارت نفسانی سے تعبیر کر لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا۔ بندہ حق کو اندر باہر سے پاک ہونا چاہیے۔چونکہ نفس جہان روح پر بولا جاتا ہے وہاں خون پر، جان پر، سانس پر، دل پر اور جسم پر بھی بولا جاتا ہے، لہٰذا طہارت باطنی سے جہاں روح کو ستھرا کیا جاتا ہے وہیں جسم کی طہارت و پاکیزگی کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔ یہ جو بعض لوگ کہہ دیتے ہیں ظاہری طہارت سب کے لئے ہے ہم نے باطنی طہارت حاصل کر لی ہے تو یاد رہے ان کو اس قول کیلئے سند لانا ہوگی اور سندیوں ہی ملے گی بدن بھی پاک اور روح بھی پاک، یعنی باہر بھی پاک اور اندر بھی پاک جسم و جان دونوں پاک تو طہارت باطنی حاصل ورنہ نہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع کا آغاز ابواب الطّھارہ سے اس لیے فرمایا کہ ایمان لانے سے قبل بھی طہارت ضروری ہے۔جب کہ ہم نے ابھی حضرت اسعد بن زرّارہ اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کا عمل مبارک نقل کیا ہے۔اب ہم قرآن حکیم سے وہ آیات مقدسات نقل کرتے ہیں جن میں طہارت کا ذکر ہے پھر ہم وہ احادیث و آثار لائیں گے جن میں طہارت کی فضیلت پر بات کی گئی ہے اسی طرح ہم طہارت کے لغوی مطلب کو بھی واضح کریں گے۔تا کہ طہارت کی حقیقت کو سمجھنا آسان ہو جائے۔ نیز اقسام طہارت پر بھی کچھ ارقام کریں گے۔

# طہارت کی فضیلت پر آیاتِ قرآنی

اللہ تعالیٰ اپنی مقدس کتاب قرآن کریم فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے۔

۱۔ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ①

بیشک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو (طہارت قائم رکھنے والوں کو)

اس آیت مبارک میں طہارت کا ذکر توبہ کے بعد ہوا ہے لہٰذا یہاں مراد طہارت باطنی ہے۔جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل تھا وہ پہلے طہارت ظاہری کرواتے تھے پھر کلمہ پڑھاتے تھے تا کہ طہارت کاملہ حاصل ہو جائے اس مقام پر طہارت سے مراد طہارت باطنی ہے۔چونکہ توبہ کے ذریعے تطہیر نفس ہوتی ہے۔

① سورہ بقرہ آیت ۲۲۲

## اقول وباللہ التوفیق!

چونکہ لغت عرب میں نفس جہاں روح پر بولا جاتا ہے، وہاں جسم پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، لہٰذا اس مقام پر طہارت سے مراد دونوں طرح کی طہارت ہے طہارت جسم بھی اور طہارت روح بھی ظاہری اور باطنی طہارت ہی کو طہارت کاملہ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے میرا جی چاہتا تھا میں طہارت کے حوالے سے بہت تفصیل کے ساتھ لکھوں مگر طوالت کے ڈر سے مختصراً لکھ رہا ہوں۔

ربّ العالمین ارشاد فرماتا ہے:

۲۔ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ ①

اور ان بیویوں کی نزدیکی نہ کرو جب تک پاک نہ ہولیں پھر جب پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے تمھیں اللہ نے حکم دیا ہے۔

ابو العباس کا قول یہ ہے کہ اس مقام پر طہارت سے مراد انقطاع الدم ہے یعنی حیض کا آنا بالکل رک جانا اور خون کے اثرات کا زائل ہو جانا۔ لیکن یاد رہے جب عورت کو حیض آنا بند ہو جائے تو اسے چاہیے پہلے غسل کرے پھر اپنے شوہر کے پاس جائے تفصیلاً احکام اس بارہ میں حیض کے مسائل میں آئیں گے ان شاء اللہ العزیز ایک اور جگہ پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۳۔ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ ②

اور اگر تمھیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب ستھرے ہو لو۔

اس جگہ طہارت سے مراد جسمانی طہارت ہے جو پانی یا اس کے قائم مقام سے حاصل ہوتی ہے۔ ③

میری دلی تمنا تو یہ تھی میں ان آیات مقدسات کے حوالے سے بہت تفصیلی دلائل پیش کروں اور ان کی فضیلت پر شرح وبسط سے بات کروں مگر یہ جگہ اس کی متحمل نہیں جب تفسیر کے حوالے سے کچھ ضبط تحریر میں لاؤں گا تو وہاں وضاحت کے ساتھ تذکرہ کروں گا ان شاء اللہ الرحمن۔

سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

۴۔ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ④

اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور ستھرے اللہ کو پیارے ہیں۔

---

① سورہ بقرہ آیت ۲۲۲ ② سورہ مائدہ آیت ۶

③ السیّد محمد مرتضیٰ بن محمد الحسینی الزبیدی م ۱۲۰۵ھ تاج العروس من جواہر القاموس ج ۱۲ ص ۲۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

④ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۲۲

اس آیت کریمہ کو نقل کرنے کے بعد علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی رقم طراز ہیں:

اس آیت میں طہارت سے مراد پانی کے ساتھ استنجاء کرنا ہے یہ آیت کریمہ انصار مدینہ کے حق میں نازل ہوئی وہ طہارت حاصل کرنے کے لئے ڈھیلہ استعمال کرنے کے بعد پانی کا استعمال بھی کرتے تو اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا الفاظ میں ان کی تعریف فرمائی۔

سورہ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:

۵۔ وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ۝[1]

اوران کے لئے ان باغوں میں ستھری بیبیاں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

اس آیت مبارکہ کے ضمن میں صاحب تاج العروس نے لکھا ہے:

اس کا مطلب یہ ہے جنت میں جو ازواج مطہرات اہل ایمان کو ملیں گی وہ حیض، بول اور پاخانہ سے بالکل پاک ہونگی۔ ابو اسحٰق کا قول یہ ہے کہ وہ عورتیں ان تمام عوارض سے کوسوں دور ہوں گی جو دنیا کی عورتوں کو کھانے پینے کی وجہ سے لاحق ہوتے ہیں اور ان سے پاکیزگی حاصل کرنا پڑتی ہے یہ عورتیں طہارت اخلاق اور عفت سے مزین ہوں گی مطہرہ ہونا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ وہ ہر طرح کی طہارت سے مالا مال ہونگی اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ لفظ مطہرہ کلام عرب میں طاہرہ سے زیادہ عظمت کا حامل ہے۔[2]

سورہ بقرہ میں ربّ العٰلمین ارشاد فرماتا ہے:

۶۔ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَٰكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ[3]

میرا گھر خوب ستھرا کرو طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع، سجود والوں کیلئے۔

علامہ زبیدی ابو اسحٰق کے حوالے سے یوں تحریر فرماتے ہیں:

اس مقام پر طہارت سے مراد ہے یہ کہ میرے گھر کو بتوں سے مکمل طور پر پاک کر دو۔ میں کہتا ہوں اس مقام پر جو کچھ ارشاد ہوا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے دل کی یوں تطہیر کرو کہ وہ سکینہ کو قبول کرنے کی اپنے اندر صلاحیت پیدا کرے۔ جیسا کہ دوسری جگہ اس کی صراحت فرماتے ہوئے خالق کائنات نے ارشاد فرمایا ہے:

۷۔ هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ ۗ[4]

وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اتارا تاکہ انہیں یقین پر یقین بڑھے۔

---

① سورہ بقرہ آیت ۲۵

② السید محمد مرتضیٰ بن محمد الحسینی الزبیدی م ۱۲۰۵ھ تاج العروس من جواہر القاموس ج ۱۲ ص ۲۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

③ سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۲۵ ④ سورہ فتح آیت ۴

اس آیت مبارکہ کی تشریح میں ازھری کا قول یوں مذکور ہے وہ کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر طرح کی معصیت اور افعالِ محرمہ سے اس گھر کو پاک وطاہر کرو۔ ①

ظاہر ہے طہارت ہی وہ عمل مبارک ہے جو انسان کے دل کو اطمنان فراہم کرتا ہے اسی سے وہ تمام کمالات حاصل ہوتے ہیں جو بندگانِ خدا کی رہنمائی کا ذریعہ بنتے ہیں ان تمام افعال اور اقوال کی اصلاح اسی قوت عظیمہ سے ہوتی ہے اور آگے چل کر وہ لوگ جنہوں نے طہارت ظاہری کے ساتھ طہارت باطنی کا سبق بھی پڑھ لیا ہوتا ہے۔ وہ نہ صرف اپنی ذات کو اپنے خالق کے قریب کر لیتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی وہ راہ دکھاتے ہیں جو ان کے مالک ومولیٰ کے در کی طرف جاتی ہے۔ بس یہی وہ کمال ہے جو اسلام اپنے ماننے والوں میں پیدا کرنا چاہتا ہے بندے کا تعلق اپنے خالق سے مضبوط سے مضبوط طریقے پر قائم ہوجائے جو ہر حال میں اس کی استقامت کا سبب بنے اور دم واپسی تک اس کو ایسا اطمنان عطا کئے رہے جو راہ حق سے ایک انچ بھی دائیں بائیں نہ ہونے دے میرا مشاہدہ ہے ظاہری طہارت بندے میں ایک طرح کا سکینہ پیدا کرتی ہے اگر غسل، وضو اور استنجاء وغیرہ صحیح صحیح طریقے سے کیے جائیں تو ایک خاص قسم کی لطافت انسان اپنے اندر محسوس کرتا ہے اپنے آپ کو بہت ہلکا پھلکا پاتا ہے اور اس کو ایک ایسی راحت ملتی ہے جس کا اظہار الفاظ کے ساتھ ممکن نظر نہیں آتا اور اگر کسی بندہ حق کو طہارت ظاہری کے ساتھ طہارت باطنی جسے طہارت قلبی سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے حاصل ہوجائے تو وہی بندہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کاملین کی صف میں جا کھڑا ہوتا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۸۔ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝۲ فِیْهَا كُتُبٌ قَیِّمَةٌ ۝۳ ②

وہ اللہ کا رسول کہ پاک صحیفے پڑھتا ہے ان میں سیدھی باتیں لکھی ہیں۔

اس آیت مبارکہ کو نقل کرنے کے بعد علامہ محمد مرتضیٰ حنفی نے لکھا ہے:

یہاں طہارت سے مراد ادناس و باطل سے مبرّا ہونا ہے۔ ③ یہی مطلب علم وآگہی کی طرف مائل کرتا ہے اور انسان کو جو اللہ تعالیٰ نے عقلِ سلیم عطا فرمائی ہے وہ بھی اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ میں بھی ان ہی معنوں کی طرف خود مائل ہوں اور میرا دل یہ گواہی دیتا ہے ساری کائنات میں قرآن ہی ایک ایسا صحیفہ اور لاریب کتاب ہے کہ جب سے نازل ہوئی اس وقت سے لے کر آج تک ہر ادناس و باطل سے منزّہ رہی اور قیامت تک رہے گی۔ یہی حق ہے اللہ تعالیٰ تمام اہل اسلام کا عقیدہ پختہ اور مضبوط رکھے اور اعمال صالحہ میں برکت عطا فرمائے۔

① السیّد محمد مرتضیٰ بن محمد الحسینی الزبیدی الحنفی م ۱۲۰۵ھ تاج العروس من جواہر القاموس ج ۱۲ ص ۳۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

② سورہ بینہ آیت ۲، ۳

③ السیّد محمد مرتضیٰ بن محمد الحسینی الزبیدی الحنفی م ۱۲۰۵ھ تاج العروس من جواہر القاموس ج ۱۲ ص ۳۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

سورہ بینہ کی آیت دو تین کے تحت صاحب نور العرفان نے جو کچھ رقم فرمایا وہ مجھے بہت اچھا لگا آپ کی نذر کرتا ہوں آپ بھی مطالعہ فرمائیں اِنْ شَاءَ اللّٰہُ راحت ملے گی۔

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم، یہاں یہ نہ فرمایا کہ کس کی طرف رسول، معلوم ہوا کہ حضور ساری خدائی کے رسول ہیں رسول اور وکیل دونوں دوسرے کا کام کرتے ہیں۔ وکیل اپنی ذمہ داری پر، رسول بھیجنے والے کی ذمہ داری پر کہ رسول کا کلام وکام اپنا نہیں ہوتا بھیجنے والے کا ہوتا ہے حضور کا ہر کلام وکام بلکہ ہر ادا رب تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ کیونکہ اس کے رسول ہیں اور ہر حالت میں رسول ہیں لہٰذا حضور پر اعتراض رب پر اعتراض ہے حضور کی مدح رب کی حمد ہے خیال رہے رسول کی تنوین تعظیمی ہے یعنی شاندار رسول جو ہمیشہ سے رسول ہیں۔ انسان مرکر بادشاہ کی حکومت سے نکل جاتا ہے مگر حضور کا امتی رہتا ہے اس لئے قبر میں ان کی پہچان کرائی جاتی ہے حضور سے پہلے یہ سوالات قبر نہ تھے۔ (۱)

اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ میں ارشاد فرماتا ہے:

۹۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ۔ (۲)

بیشک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔

اس آیت مبارکہ کو نقل کر کے علامہ زبیدی نے لکھا ہے:

یعنی بہ تطھیر النفس

اس کا مطلب آپ (قرآن) کے ذریعے تطہیر نفس کرنے والے۔ (۳)

صاف ظاہر ہے اس آیت کریمہ میں وہی لوگ مراد ہیں جو اپنے نفس کی تطہیر کرتے ہیں۔ یقین فرمایئے سب سے مشکل کام تطہیر نفس ہی ہے۔ اگر یہ حاصل ہو جائے تو سب بگڑے کام بن جاتے ہیں حقائق کی معرفت ہونے لگتی ہے۔ دقیق سے دقیق مسائل کا حل منٹوں میں سمجھ آنے لگتا ہے وہ معارف قلب پر واضح اور جلی ہونے لگتے ہیں کہ انسان خود حیران رہ جاتا ہے یا اللہ میرے دل میں ایسی عظیم فکر بھی سمائی ہوئی تھی یہی وہ کمال ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ کے قرب سے نوازتا ہے اور بندوں کی خدمات سرانجام دینے، انکے مسائل حل کرنے انکی مشکلات کو دور کرنے اور ان میں استقامت علی الحق کا وہ ملکہ پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے جو ان کو کسی مقام پر بھی حق سے ہٹنے نہیں دیتا بس یہی وہ قوت ہے جو بندے میں تطہیر نفس کی برکت سے پیدا ہوتی ہے۔ میں چاہوں گا آپ بھی تطہیر قلب ونفس کی طرف توجہ

(۱) تفسیر نور العرفان: مفتی احمد یار نعیمی بدایونی زیر آیت ۲ سورہ بینہ (۲) سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۲۲

(۳) السید محمد مرتضیٰ بن محمد الحسینی الزبیدی الحنفی م ۱۲۰۵ھ تاج العروس من جواہر القاموس ج ۱۲ ص ۲۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

کریں رب تعالیٰ آپ پر بھی انعامات کی بارش فرمائے گا دنیا و آخرت دونوں جہانوں کی برکات آپ کے دامن میں سمٹ آئیں گی اللہ تعالیٰ توفیق عمل مرحمت فرمائے امین۔

سورہ آلِ عمران میں ارشاد ربّانی ہے:

۱۰۔ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ①

اور تجھے کافروں سے پاک کردوں گا۔

اگر چہ اس مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہو رہا ہے اور ان کو مخاطب کر کے رب تعالیٰ فرما رہا ہے اے ابنِ مریم میں تجھے کافروں سے پاک کردوں گا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گے میں کمال مہربانی سے آپ کو اپنی جانب اٹھالوں گا چونکہ یہاں بھی مُطَهِّرُكَ موجود ہے جو طھر ہی سے نکلا ہوا ہے اس لئے علامہ زبیدی نے طہارت کی آیات کا ذکر کرتے ہوئے سورہ آلِ عمران کی اس آیت مبارکہ کو بھی بطور استدلال نقل و ذکر فرمایا ہے۔

صاحب تاج العروس لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ میں آپ کو ان کافروں کے نرغہ سے نکال لوں گا اور یہ جو کچھ آپ کے ساتھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس سے آپ کو بالکلیہ منزّہ کردوں گا۔ ②

سورہ واقعہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

۱۱۔ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ

اسے نہ چھوئیں مگر باوضو۔

علامہ مرتضیٰ زبیدی ارقام فرماتے ہیں:

وہی لوگ اس کتاب قرآن حکیم کو چھوئیں جو تطہیر نفس کر لیں اس لئے کہ تطہیر نفس کے بغیر حقائق کی معرفت تک رسائی ممکن ہی نہیں، جو لوگ فساد، جہالت اور مخالفت جیسے عیوب کے گرد و غبار اور میل کچیل سے پاکیزگی حاصل کر لیں وہی حقائق کی اصل تک پہنچ سکتے ہیں۔

## قرآن حکیم کو چھونے کا مسئلہ:

خیال رہے کہ جنبی، حائضہ اور نفاس والی عورت قرآن کریم کو بغیر غلاف نہیں چھو سکتے یہ لوگ اپنے پہنے ہوئے کپڑے کے گوشہ سے بھی چھو نہیں سکتے بے وضو آدمی اپنے کپڑے کے پلو سے چھو سکتا ہے نیز بے وضو بغیر چھوئے

① سورہ العمران آیت ۵۵

② السیّد محمد مرتضیٰ بن محمد الحسینی الزبیدی الحنفی م ۱۲۰۵ھ تاج العروس من جواہر القاموس ج ۱۲ ص ۲۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

قرآن پڑھ سکتا ہے۔ (۱)

اس میں کوئی شک نہیں مترجم قدس سرّہ العزیز امام احمد رضا خان محدث بریلوی نے جو مُراد آیت لَا یَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ سے لی ہے وہ بہت ہی عمدہ اور پاکیزہ ہے۔ یقیناً وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے منشاء کو ہم سے کہیں زیادہ جاننے والے تھے۔ ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے وہ قرآن حکیم کو مس کرنے سے قبل وضو کرے تاکہ اس کو طہارت حاصل ہو اور مطھرون کے زُمرے میں شامل و داخل ہو جائے۔

اھلِ علم پر واضح ہے ہم قرآن حکیم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس کا گتہ اور اسکا کاغذ قرآن نہیں بلکہ اس کی وہ عبارت قرآن ہے جو اس پر رقم ہے۔ یہی وجہ ہے بے وضو آدمی غلاف اور اس کاغذ کو مس کر سکتا ہے جس پر قرآن حکیم لکھا ہوا ہے۔ اکثر مجھ سے حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی جامع مسجد میں منعقدہ نشستوں (۲) میں سوال ہوتا رہا ہے کہ جب کوئی استاد کالج یا یونیورسٹی میں پوری کلاس کو لیکچر دے رہا ہوتا ہے اور اس وقت تمام کلاس کا باوضو ہونا مشکل ہوتا ہے تو کیا ایسی صورت میں قرآن حکیم کو بغیر وضو چھونا جائز ہے؟۔

میں عرض کروں گا بہتر و افضل تو یہی ہے کہ استاذ بھی باوضو ہو اور پوری کلاس بھی باوضو ہو تاکہ قرآن حکیم کی معرفت اور حقائق پوری روحانیت اور آب و تاب کے ساتھ دل کی گہرائیوں تک رسائی حاصل کریں اور قلبی کیفیت کو متبع وفرماں بردار کردیں اس طرزِ عمل کا ایک عظیم فائدہ یہ بھی ہوگا کہ جب پڑھنے والا خوب تیاری اور پاکیزگی کا اہتمام کر کے نکلے گا تو آیات قرآن کی وہ وہ برکات خود مشاہدہ کرے گا جن کو کبھی خواب میں بھی دیکھنا ممکن نہ تھا اور ایسے حقائق و معارف سے روشناس ہوگا جو اس کو اور اس سے تعلق رکھنے والوں کو واقعی خالقِ کائنات کی قربت و عطا کا ذریعہ ہو سکے گا۔ چونکہ ہم کاغذ و گتہ کو قرآن نہیں مانتے اگرچہ حنابلہ کے نزدیک گتہ و کاغذ بھی قرآن ہے مگر وہ ان کا غلو ہے اور ہمارا راستہ بڑا آسان اور سیدھا سادہ ہے لہٰذا اگر کوئی استاذ پڑھاتے وقت اور طلباء پڑھتے وقت باوضو نہ ہوں تو وہ کاغذ کو چھو سکتے ہیں اور اگر اس طرح چھو کر کام چل جائے استاد پڑھا سکے اور طلبہ پڑھ سکیں تو کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔

## غیر مسلموں کیلئے چھونے کا حکم:

قرآن حکیم نے صاف لفظوں میں بتایا ہے کہ اس کو چھونے کیلئے آدمی کا پاک ہونا ضروری ہے۔ اھلِ ایمان کے لئے تو وضو ضروری ہے وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہی نہیں کیا وہ اس کو چھو سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ

---

(۱) مفتی احمد یار خاں نعیمی بدایونی تفسیر نور العرفان زیر آیت ۹۷ سورہ واقعہ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات

(۲) یہ سوال و جواب کی نشستیں جامع مسجد گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ میں جمعرات کو ظہر اور مغرب، ہفتہ کو مغرب کے بعد اور اتوار کو ظہر کے بعد ہوتی ہیں۔ سوال کرنے کی عام اجازت ہوتی ہے اور قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیا جاتا ہے۔ (محمد ارشد القادری)

قرآن حکیم ساری انسانیت کے لئے ھدایت کا ذریعہ اور کھلا ہوا باب ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ [۱]

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا لوگوں کے لئے ھدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں۔

اب غور طلب معاملہ یہ ہے کہ قرآن حکیم کو خالق کائنات نے هُدًى لِّلنَّاسِ (قرآن سارے لوگوں کیلئے ھدایت کا ذریعہ ہے) قرار دیا ہے اب اگر ہم کسی غیر مسلم کو اس کے مطالعہ وتلاوت سے روک دیتے ہیں تو یہ منشاء ربانی کس طرح پورا ہوگا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ کسی غیر مسلم کو قرآن حکیم کا مطالعہ کرنے سے منع نہ کریں بلکہ دعوت دیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب کو ضرور پڑھیں ہاں البتہ اتنا ضرور کہیں گے چونکہ ہر ذی عقل صاف ستھرا رہنا پسند کرتا ہے وہ چاہتا ہے کہ اس کا بدن صاف ستھرا ہو، اسکی صحت اچھی رہے اس کا لباس اجلا اور صاف ستھرا ہوتا کہ دیکھنے والوں کو وہ جاذب نظر لگے، تو کوئی بھی انسان جب قرآن حکیم کو چھونے لگے تو ظاہری طہارت کا اہتمام تو کرے گا۔

باقی رہا اس کا دل میں اترنا اور باطن کو پاک وصاف کر دینا تو ان شاء اللہ جو اس کو سمجھنے کی غرض سے پڑھے گا اگرچہ ابتداً اس کا تنقیدی نقطہ نظر ہی کیوں نہ ہو یہ اس کے دل کی اتھاہ گہرائیوں تک پہنچنے کا راستہ خود بنائے گا۔

## انقلاب صالح برپا ہوسکتا ہے:

اگر ہماری نظر میں وہ جوہر پیدا ہو جائے جو ہمارے بزرگوں کی نظر میں تھا تو آج بھی انقلاب صالح برپا ہوسکتا ہے۔ یہ کمال صرف اور صرف اسی صورت میں میسر آسکتا ہے کہ ہم طہارت ظاہری کے ساتھ ساتھ طہارت باطنی کا بھی اہتمام کریں جب بندہ کا باطن روشن ہو جاتا ہے تو اس کو دور ونزدیک کی ہر شئے واضح نظر آنے لگتی ہے یہی وہ مردانِ حق ہوتے ہیں جو نظر ڈال کر دلوں کی کایا پلٹ دیتے ہیں۔

اقبال کہتے ہیں:

تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے
کھویا گیا ہے تجھ سے وہ جذب قلندرانہ

اس جذب قلندرانہ کو حاصل کرنے کے لئے ایک بار پھر تطہیر ذہن وقلب کی ضرورت ہے اگر ہم آج بھی تہیہ کر لیں کہ ہم نے اپنی اصلاح کرنی ہے اور ساری دنیا کے انسانوں کو راہ حق کی جانب مائل کرنا ہے تو ہمارے اندر پھر وہ قوت نظر پیدا ہو سکتی ہے جس کے ذریعے ہم دوسروں کو ھدایت کی طرف بلا سکتے ہیں، شاید ہم نے کبھی اس طرف نظر ہی

---

(۱) سورہ واقعہ آیت نمبر ۷۹۔

نہیں کی اور نہ ہی ہم نے کبھی وقت نکالا ہے تا کہ ہم اس وقت میں اپنی اصلاح کی طرف توجہ لگا سکیں دنیا اور اس کی راحتوں نے ہمیں ایسا اپنی طرف کھینچ رکھا ہے کہ ہم اپنے دین وایمان کو وقت ہی نہیں دے پاتے۔ اپنی زندگی کے حسین ترین لمحات اس طرح گذار رہے ہیں کہ اختتام زندگی پر افسوس کے سوا اور کچھ میسر نہ ہوگا ابھی وقت ہے آئیں ہم سب مل کر اپنے ظاہر اور باطن کی طہارت کا ساماں کریں اور فرامین رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو پڑھیں سمجھیں اور ان پر عمل پیرا ہونے کی پوری کوشش کریں نیز دوسروں تک پہنچانے کے لئے سرگرم عمل ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ سورہ مائدہ میں ارشاد فرماتا ہے:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٤١﴾ ①

(کچھ لوگ) وہ ہیں کہ اللہ نے ان کا دل (ان کے کرتوتوں کے سبب) پاک کرنا نہ چاہا انہیں دنیا میں رسوائی ہے اور انہیں آخرت میں بڑا عذاب۔

علامہ محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی ارقام فرماتے ہیں:

اس آیت کریمہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کی ھدایت کا (ان کے کرتوتوں کے باعث) ارادہ ہی نہیں فرمایا۔ ②

ہم نے کئی مقامات پر عرض کیا ہے جہاں جہاں اس طرح کے فرامین قرآن وحدیث میں مذکور ہوں گے وہاں وہاں مراد یقیناً یہی ہوگی کہ یہ لوگ اپنی حرکات کی وجہ سے اپنے رب تعالیٰ کے غضب کے مستحق قرار پائے تو چونکہ وہ خود ھدایت ربانی کے طالب ہی نہ ہوئے بلکہ اس کی شدومد کے ساتھ مخالفت پر اتر آئے تو اب رب تعالیٰ نے بھی ان کی اسی خواہش کو پورا کر دیا کہ ان کو ہدایت سے یقیناً پرے کر دیا تا کہ ان کو بھی معلوم ہو جائے کہ اگر انہوں نے ہدایت کی طلب ہی نہیں کی تو ہم بھی ان کو ہدایت دینے پر آمادہ نہیں ہیں اگر وہ طالب ہدایت ہوتے تو ہم بھی ان کو ہدایت عطا فرماتے ان کا ہدایت سے اعراض کرنا ہی اس امر کا باعث ہوا کہ رب کائنات نے ان کو ھدایت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا۔ جو کوئی بھی ہدایت کا طالب ہوتا ہے وہ فرد واحد ہو یا کوئی خاندان، وہ پوری کی پوری قوم ہو یا چند قبائل خالق کائنات ان سب کی ہدایت کا بندوبست فرما ہی دیتا ہے۔

---

① سورہ مائدہ آیت نمبر ۴۱

② السیّد محمد مرتضیٰ بن محمد الحسینی الزبیدی الحنفی م ۱۲۰۵ھ تاج العروس من جواہر القاموس ج ۱۲ ص ۲۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

جولوگ رسول اکرم تاجدار عرب وعجم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں وہ تو یقیناً راہِ حق پر گامزن ہو جاتے ہیں اور انہیں رب تعالیٰ کی طرف سے پورا پورا تحفظ دیا جاتا ہے دنیا وآخرت دونوں جہانوں میں ان کو سرخروئی حاصل ہوتی ہے اور ان کا ٹھکانہ خلدِ بریں قرار پاتا ہے اور جولوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو کبھی ہدایت نصیب نہیں ہوتی بلکہ وہ جہنم کا ایندھن بن جائیں گے۔

سورہ نساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ①

اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی (ہے)

اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کی تطہیر فرماتا ہے اور انہی لوگوں کو ہدایت دیتا ہے جو اس کے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دامنِ کرم سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔

سورہ اعراف میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْیَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ ②

اور اس کی قوم کا (حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا) کچھ جواب نہ تھا مگر یہی کہنا کہ ان کو اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ تو پاکیزگی چاہتے ہیں۔

علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

یہ بات انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام اور آپ کے متبعین سے ناراضگی کے طور پر کہی اور غصہ کھا کر ان کو یوں کہا یہ بڑے پاکیزہ بنتے ہیں ان کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو۔ ③

---

① سورہ نساء آیت نمبر ۱۱۵ ② سورہ اعراف آیت نمبر ۸۲

③ السیّد محمد مرتضیٰ بن محمد الحسینی الزبیدی الحنفی م ۱۲۰۵ھ تاج العروس من جواہر القاموس ج ۱۲ ص ۲۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

## پاکباز لوگوں پر طنز:

یہ انداز بیان بتارہا ہے قوم لوط کو پاکیزگی پسند نہ تھی بلکہ وہ اپنی من مانی کرنے کے عادی ہوچکے تھے اب ان کی حالت اس حد تک ناگفتہ بہ ہوچکی تھی کہ کوئی نصیحت بھی ان پر اثر انداز نہ ہوتی تھی بجائے اس کے کہ وہ حضرت لوط علیہ السلام کی تبلیغ سے راہِ حق کی طرف مائل ہوتے اپنی غلطیوں کوتاہیوں سے فوراً معافی کے طلب گار ہوتے الٹا ان پاکباز لوگوں پر طنز کرنا شروع کیا اور ان کی پاکبازی پر غصہ کھا کھا کر وہ وہ باتیں بنائیں کہ طہارت جو ایک ایسی صفت ہے جو بندے کو نکھار بخشتی ہے اس کو عیب ظاہر کرنے پر تل گئے۔ پورا زور اس پر صرف کرنا شروع کردیا کہ جو لوگ ہماری طرح کے اعمال نہیں کرتے وہ ذہنی طور پر شاید نارمل ہی نہیں ہیں ان کو معذور (DISABLED) ظاہر کرنے کی بھرپور کوشش کی تاکہ لوگ ان اھلِ حق کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کی طرف کہیں مائل نہ ہوجائیں۔ حالانکہ پاکیزگی وطہارت کی طرف لوگوں کو مائل کرنا ہی بہت بڑا کمال ہے، چونکہ نفس تو ہر وقت برائی پر آمادہ رہتا ہے اور بندے کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر آمادہ کرتا ہے اور بالآخر انسان کو ذلت کی اس وادی میں دھکیل دیتا ہے جہاں سے نکلنا کبھی ممکن نہیں ہوتا یا بہت مشکل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سورہ ھود میں فرماتا ہے:

وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ۔ [1]

اور اس کے پاس اس کی قوم دوڑتی آئی اور انہیں پہلے ہی سے برے کاموں کی عادت پڑی تھی (حضرت لوط علیہ اسلام نے) کہا اے قوم یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لئے ستھری ہیں تو اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو کیا تم میں ایک آدمی بھی نیک چلن نہیں۔

پہلے ذکر کیا جاچکا ہے قوم لوط (علیہ اسلام) برائیاں کرکر کے اس قدر گندی ہوچکی تھی کہ ان کے نزدیک طہارت نام کی کوئی چیز باقی ہی نہ رہی تھی وہ دن رات اپنے نفس کی خواہشات کو پورا کرنے میں سرگرم عمل رہتے تھے جب انہیں حضرت لوط علیہ السلام اور آپ کے ماننے والوں نے برائی سے روکا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کیا تو بجائے حق سن کر اس کو قبول کرنے کے الٹا وہ لوگ ان پاکبازوں کے مخالف ہوگئے اور بطور طنز کہنے لگے یہ جو بڑے پاک

---

(1) سورہ ھود آیت نمبر ۷۸

وصاف بنتے ہیں ان کو اپنی بستی ہی سے نکال دو یہ اس قابل ہی نہیں ہیں کہ ہمارے ساتھ رہ سکیں۔

سورہ ھود کی اسی آیۂ مبارکہ کے تحت تاج العروس میں مرقوم ہے:

هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ الخ اس کا مطلب ہے یہ عورتیں تمہارے لئے بہت ہی صاف ستھری ہیں اور یہ (جو میری قوم کی بیٹیاں ہیں) تمہارے لئے حلال وطیب ہیں۔[1]

قوم لوط (علیہ السلام) کی ذہنیت نہایت ہی گندی ہو چکی تھی اور انکے اعمال اس سے بڑھ کر گندے تھے وہ کبھی بھی طہارت کو اختیار کرنے کیلئے تیار نہ تھے اور نہ ہی اس کی کوئی فضیلت ماننے پر آمادہ تھے وہ تو الٹا اھل طہارت کو اپنی بستی ہی سے نکالنے پر پورا پورا زور صرف کرنے لگے تھے مقصد انکا صرف اتنا تھا یہ لوگ نہ ہم میں رہیں گے اور نہ ہی ہمیں ہماری حرکات بد سے روکنے والا کوئی ہوگا پھر ہم ہونگے اور کھلم کھلا ہماری خواہشات نفس پروان چڑھیں گی۔

اس نقطہ نظر کو اگر سامنے رکھا جائے تو بڑی آسانی سے یہ بات سمجھ آجاتی ہے انسان جب برائی کی طرف جاتا ہے تو ابتداً اس کا خیال یہ ہوتا ہے یہ سب اپنے اختیار میں ہوگا جب تک جی چاہے گا اس سے خوب انجوائے (ENJOY) کریں گے اور جب جی بھر جائے گا تو اسے چھوڑ دیں گے مگر حقائق یہ نہیں ہیں بلکہ وہ تو بالکل اس کے برعکس ہیں برائی میں مبتلا ہونے والا غلط فہمی میں ہوتا ہے وہ جب برائی کی دلدل میں پھنس جاتا ہے تو اس سے نکلنا انتہائی مشکل ہوتا ہے اس لئے اہل حق کہتے ہیں برائی کرنا تو درکنار اس کی طرف توجہ کرنا بھی گناہ ہے بندہ مومن کو ہمیشہ اللہ کا ذکر کرتے رہنا چاہئے تاکہ اس کے اوقات اپنے رب سے ڈرتے ہوئے گذریں اور وہ بندہ دائماً اپنے خالق کا شکر گذار رہے۔



[1] السید محمد مرتضیٰ بن محمد الحسینی الزبیدی الحنفی م ۱۲۰۵ھ تاج العروس من جواہر القاموس ج ۱۲ ص ۲۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

# طہارت کی فضیلت پر احادیث مبارکہ

ابن ابی شیبہ اپنی منصف میں روایت کرتے ہیں:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ثَلَاثَ مِرَّاتٍ فُتِحَتْ لَهٗ ثَمَانِيَةُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَاءَ [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں، جس شخص نے وضو کیا اور تین مرتبہ یہ کلمہ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھے تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

عَنْ... عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَتَمَّ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ اِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فُتِحَتْ لَهٗ ثَمَانِيَةُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَاءَ [2]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کمالِ احتیاط کے ساتھ وضو کرے پھر اپنا سر آسمان کی طرف اٹھائے اور یوں کہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تو اس

---

(۱) امام ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ م ۲۳۵ھ الکتاب المنصف ص ۱۳ فی الاحادیث والآثار جز اول مطبوعہ دار التاج بیروت لبنان

(۲) امام ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ م ۲۳۵ھ الکتاب المنصف ص ۱۳ فی الاحادیث والآثار جز اول مطبوعہ دار التاج بیروت لبنان

کے لئے جنّت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے جنّت میں داخل ہو جائے۔

عَنْ ضِحَاكٍ قَالَ كَانَ حُذَيْفَةُ إِذَا تَطَهَّرَ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ①

ضحاک بیان کرتے ہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جب طہارت (وضو) فرماتے تو یوں کہتے ہیں گواہی دیتا ہوں اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں بیشک محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم، اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں اے اللہ مجھے توابین اور متطہرین میں شمار فرما۔

عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا يُحَافِظُ عَلَى الطَّهُوْرِ اِلَّا مُؤْمِنٌ ②

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خادم خاص ہیں وہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا طہارت (وضو) کی حفاظت فقط مومن ہی کرتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ تَرَ مِنْ اُمَّتِكَ؟ قَالَ هُمْ غُرٌّ مُحَجَّلُوْنَ بُلْقٌ مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ ③

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ راوی، وہ بیان کرتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ ان کو کیسے پہچانئیں گے جن کو آپ نے دیکھا ہی نہیں حالانکہ وہ آپ کے امتی

① امام ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ م ۲۳۵ھ الکتاب المنصف فی الاحادیث والآثار ج ا ص ۱۳ مطبوعہ دار التاج بیروت لبنان

② امام ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ م ۲۳۵ھ الکتاب المنصف فی الاحادیث والآثار ج ا ص ۱۳ مطبوعہ دار التاج بیروت لبنان

③ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ م ۲۳۵ھ الکتاب المنصف فی الاحادیث والآثار ج ا ص ۱۳ مطبوعہ دار التاج بیروت لبنان

ہیں؟ ارشاد فرمایا میں ان کو آثار وضو کے باعث چمکتے دھمکتے اعضا سے پہچان لوں گا۔
امیر علامہ علاؤالدین علی روایت کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اِنَّهُمْ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ) كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ تَرِمِنْ اُمَّتِكَ؟ قَالَ هُمْ غُرٌّ مُحَجَّلُوْنَ بُلْقٌ مِنْ آثَارِ الطُّهُوْرِ ①

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) آپ اپنے ان امتیوں کو کیسے پہچانیں گے جن کو آپ نے (بظاہر) دیکھا ہی نہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں ان کو طہارت وضو کے سبب چمکتے دھمکتے اعضا سے پہچان لوں گا۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَرِدُوْنَ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنَ الْوَضُوْءِ سِيْمَا اُمَّتِيْ لَيْسَ لِاَحَدٍ غَيْرِهَا ②

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا وضو کے باعث اعضاء کا چمکنا میری امت کی علامت ہوگی ان کے علاوہ کہیں اور نظر نہ آئے گی۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَاتَ طَاهِرًا بَاتَ فِيْ شِعَارِهٖ مَلَكٌ فَلَمْ يَسْتَيْقِظْ اِلَّا قَالَ الْمَلَكُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِكَ فُلَانٍ فَاِنَّهٗ بَاتَ طَاهِرًا ③

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما راویت کرتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے طہارت کی حالت میں رات گذاری اس نے گویا فرشتے کی طرح رات

① امیر علاؤالدین علی بن بلبان فارسی م ۷۳۹ھ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۱۹۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان
② ایضاً // // //
③ ایضاً // // //

گذاری اس کے بیدار ہونے سے بھی پہلے فرشتہ دعا کرتا ہے اے اللہ اپنے فلاں بندے کو بخش دے اس لئے کہ اس نے طہارت کی حالت میں رات گذاری ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهٖ فَلَا يَغْمُسَنَّ يَدِهٖ فِیْ اِنَائِهٖ حَتّٰى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِیْ اَيْنَ بَاتَتْ يَدُهٗ[۱]

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نسبت سے بیان کرتے ہیں آپ نے یوں ارشاد فرمایا تم میں سے جو کوئی نیند سے بیدار ہو تو وہ اپنا ہاتھ کسی برتن میں نہ ڈالے جب تک اسے تین مرتبہ دھو نہ لے اس لئے کہ اسے نہیں معلوم کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گذاری۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ فَاِنَّهٗ مُطَهِّرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ عَزَّوَجَلَّ[۲]

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم پر مسواک کرنا لازم ہے بیشک یہ منہ کی طہارت ہے اسی طرح رب عزوجل کی خشنودی کا باعث ہے۔

امام ابوجعفر طحاوی قدس سرہ العزیز اپنی شرح معانی الآثار میں یوں روایت کرتے ہیں:

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ تَوَضَّأَ ثَلٰثًا ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ هٰذَا طُهُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ[۳]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب وضو فرمایا تو اپنے اعضا کو تین تین مرتبہ دھویا، پھر یوں ارشاد فرمایا ھذا اطھور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طہارت (وضوء) ہے۔

---

۱ امیر علاؤالدین علی بن بلبان فارسی م ۷۳۹ھ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۱۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

۲ امیر علاؤالدین علی بن بلبان فارسی م ۷۳۹ھ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۱۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

۳ امام ابوجعفر الطحاوی م ۳۲۱ھ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۸ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

عَنْ شَقِيْقٍ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا وَّعُثْمَانَ تَوَضَّأَ ثَلٰثًا ثَلٰثًا وَقَالَا هٰكَذَا كَانَ يَتَوَضَّأُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ①

حضرت شقیق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کو وضو کرتے وقت (اعضاء وضو کو) تین تین مرتبہ دھوتے دیکھا تو انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی اسی طرح وضو فرماتے تھے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّةً ②

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے اعضاءِ وضو کو ایک ایک بار دھونے پر اکتفاء فرمایا۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ ثَلٰثًا ثَلٰثًا ③

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جب وضوء فرمایا تو (اعضائے وضو کو) تین تین مرتبہ دھویا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِوُضُوْءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَرَّةً مَرَّةً اَوْ قَالَ تَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً ④

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وضو کی اطلاع نہ دوں جو کہ ایک ایک مرتبہ (اعضاء وضو کو دھونا) تھا یا یوں فرمایا آپ نے وضو کرتے ہوئے (اعضا کو) ایک ایک بار دھویا۔

---

① امام ابوجعفر الطحاوی م ۳۲۱ھ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۸ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

② امام ابوجعفر الطحاوی م ۳۲۱ھ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۸ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

③ امام ابوجعفر الطحاوی م ۳۲۱ھ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۸ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

④ امام حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید الربعی القزوینی م ۲۷۳ھ سنن ابن ماجہ ص ۲۴ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

امام ابن ماجہ اپنی سنن میں یوں روایت فرماتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَا یُقْبَلُ اللّٰہُ صَلٰوۃً اِلَّا بِطُھُوْرٍ وَلَا صَدَقَۃٌ مِنْ غُلُوْلٍ ①

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راویت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں کرتا اور مالِ خیانت سے صدقہ قبول نہیں فرماتا۔



مندرجہ بالا حدیث شریف تغیر الفاظ سے امام مسلم نے بھی روایت کی ہے:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَنَفِیَّۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الصَّلٰوۃِ الطُّھُوْرُ وَتَحْرِیْمُھَا التَّکْبِیْرُ وَتَحْلِیْلُھَا التَّسْلِیْمُ ②

محمد بن حنفیہ اپنے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا طہارت نماز کی کنجی ہے اس کی حرمت تکبیر ہے اور اس کی حِلّت سلام ہے مطلب یہ ہے تکبیر تحریمہ کے ذریعے نماز میں داخل ہوا جاتا ہے اور سلام کے ساتھ نماز سے فراغت ہو جاتی ہے۔

حَدَّثَنِیْ حُمْرَانُ مَوْلٰی عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ رَاَیْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَاعِدًا فِی الْمَقَاعِدِ فَدَعَا بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فِیْ مَقْعَدِیْ ھٰذَا تَوَضَّأَ مِثْلَ وُضُوْئِیْ ھٰذَا ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ مِثْلَ وُضُوْئِیْ ھٰذَا غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَلَا تَغْتَرُّوْا ③

① امام حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید الربعی القزوینی م ۲۷۳ھ سنن ابن ماجہ ص ۲۵ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی
② ایضاً // // // //
③ ایضاً // // // //

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے غلام بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت عثمان کو دیکھا انہوں نے یہیں پانی منگوا کر وضو فرمایا اور پھر یوں گویا ہوئے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس جگہ اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا جیسے میں نے وضو کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تھا جو کوئی اس طرح وضو کرے جیسے میں نے وضو کیا ہے تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور یہ بھی فرمایا تم اس (بشارت عظیم) پر مغرور نہ ہو جانا۔

عَنْ عُمَرَ قَالَ رَاٰنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبُوْلُ قَائِمًا فَقَالَ يَا عُمَرُ لَا تَبُلْ قَائِمًا فَمَا بُلْتُ قَائِمًا بَعْدُ ①

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا تو فرمایا اے عمر کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا کرو چنانچہ میں نے اس کے بعد کبھی بھی کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا۔

## برکاتِ طہارت

امام نسائی اپنی سنن میں یوں روایت کرتے ہیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمُ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَا يَمْحُوْ اللّٰهُ بِهٖ خِطَايَا وَ يَرْفَعُ بِهٖ الدَّرَجَاتِ اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَ كَثْرَةُ الْخُطَا اِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ ②

① امام حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ الربعی م ۲۷۳ھ سنن ابن ماجہ ص ۲۵ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

② امام ابوعبداللہ احمد بن شعیب علی النسائی سنن نسائی ۱/ ۱۸ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا میں تم لوگوں کو وہ عمل نہ بتاؤں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ گناہوں کو محو کر دیتا ہے اور درجات کو بلند فرما دیتا ہے وہ اسطرح سے ہے کہ سخت مشکل (سردی اور کسی دوسری تکلیف) میں بھی مکمل وضو کرنا (طہارت حاصل کرنا) اور مساجد کی جانب رواں دواں ہونا نیز ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہناء یہی رباط ہے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ الفاظ تین مرتبہ دہرائے۔

## رباط کی قدرے وضاحت!

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ①

اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ کامیاب ہو جاؤ۔

عَنْ عُثْمَانَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَتَمَّ الْوُضُوْءَ كَمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فَالصَّلٰوٰتُ الْخَمْسُ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ ②

یہ حدیث مبارک صحیح ابن حبان میں بھی ہے۔

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی یوں مکمل وضو کرے جیسے اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے اس طرح پانچوں نمازوں کے درمیان جو غلطی گناہ سرزد ہو گا وہ نمازیں ہی اس کا کفارہ ہو جائیں گی۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرِ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ يُقْبِلُ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهٖ وَوَجْهِهٖ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ ③

---

① سورہ العمران آیت نمبر ۲۰۰

② امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی م ۳۰۳ھ سنن نسائی ۱/۱۸ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

③ امیر علاؤ الدین علی بن بلبان فارسی ۷۳۹ھ الاحبان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۱۹۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

حضرت عقبہ بن عامر جھنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی وضو کرنے لگے تو کمال احسن طریقے سے وضو کرئے پھر وضو کرنے کے بعد دو رکعت نماز نہایت خضوع وخشوع سے ظاہراً وباطناً متوجہ ہو کر پڑھے تو ایسے شخص کے لئے جنّت واجب ہو جاتی ہے۔

رابطو سے مراد سرحد اسلامی پر پہرہ دینا ہے رباط اسی سے متعلق ہے جہاں اس سے مراد اسلامی ملک کے باڈر پر مستعد رہنا ہے اور اپنی خدمات ہر حال میں پیش کرنا ہے سردی ہو یا گرمی، موسم بہار ہو یا خزاں بارش ہو یا برف باری اسی طرح خدمت دین کے لئے کمر بستہ رہنا، رات دن ایک کر کے مشکلات برداشت کر کے، دین اسلام کے سنہری اصولوں سے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو آگاہ کرنا ان کو راہِ حق کی جانب مائل کرنا اور ان میں یہ جذبہ پیدا کرنا کہ وہ بھی اپنے قیمتی اوقات میں سے کچھ وقت نکال کر دین کی خدمت کریں، اس کی ترویج واشاعت کے لئے کام کریں نیز تبلیغ ودعوت کے کام میں ہرگز سستی نہ کریں بلکہ مستعد ہو کر اپنا فریضہ سرانجام دیں یہ بھی رباط ہے۔

اس طرح ناساز حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کی یاد میں رہنا، اگرچہ سخت سردی کا موسم ہو اس میں بھی وضو کرنا اور نماز کی ادائیگی کے لئے نکلنا کچھ فاصلہ طے کر کے مساجد کی طرف جانا ایسے ہی دوسری اور بہت ساری مشکلات کے باوجود فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرنا بلکہ عین وقت پر ان کو ادا کرتے رہنا بھی رباط ہے۔

اب مراد اور بھی واضح ہوگئی کہ اگر کوئی بندہ مومن اچھے طریقے پر وضوء کرتا ہے اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال کر بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں سربسجود ہو جاتا ہے تو یہ بھی ایک طرح کا جہاد ہی ہے اور اس بندے کو بھی جہاد کرنے والے کی طرح ثواب اور اجر دیا جائے گا اس لئے حدیث مبارک میں فرمایا گیا ہے۔

''عمدہ طریقے سے وضو کرنا اگرچہ موسم سخت سردی کا ہو یا کوئی اور ایسی ہی مشکل درپیش ہو۔ وضو کر کے مسجد کی طرف پوری مستعدی سے جانا اور پھر ایک نماز ادا کرنے کے بعد دوسری نماز کے لئے انتظار میں رہنا یہی رباط ہے اس کو حدیث شریف میں تین بار دہرایا گیا''۔

اب مطلب صاف واضح اور بیّن ہوا۔ نماز کے لئے وضو کرنا رباط ہے نماز کے لئے چل پڑنا رباط ہے۔ نماز میں کھڑے ہو جانا رباط ہے اور ایک نماز کی ادائیگی کے بعد دوسری کے لئے انتظار بھی رباط ہے۔

امام ابوداؤد اپنی سُنن میں یوں روایت کرتے ہیں:

عَنْ اَبِي الْمَلِيْحِ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَدَقَةً مِنْ غُلُوْلٍ وَلَا صَلٰوةً بِغَيْرِ طُهُوْرٍ ①

① امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی م ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ۱/۹ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

حضرت ملیح اپنے والد گرامی اسامہ بن عمیر ھُذلی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ ناجائز یا حرام مال سے صدقہ قبول نہیں فرماتا اور اسی طرح طہارت کے بغیر نماز بھی قبول نہیں فرماتا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ تَعَالٰی جَلَّ ذِكْرُهُ صَلٰوةَ اَحَدِكُمْ اِذَا اَحْدَثَ حَتّٰی یَتَوَضَّاَ ①

یہ حدیث شریف امام مسلم نے بھی ذرا سے تغیر الفاظ سے نقل فرمائی ہے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری نماز بغیر وضو کے قبول نہیں فرماتا حتّٰی کہ بے وضو وضو کرے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِیَّةِ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ وَتَحْرِیْمُهَا اَلتَّكْبِیْرُ وَتَحْلِیْلُهَا التَّسْلِیْمُ ②

محمد بن حنفیہ اپنے والد گرامی حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا طہارت نماز کی کنجی ہے۔ تکبیر اس کی حُرمت ہے اور سلام اس کی حِلّت مطلب یہ ہے تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہہ کر نماز میں داخل ہوا جاتا ہے اور سلام پھیر کر نماز سے فراغت حاصل کی جاتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ غُطَیْفِ الْهُذَلِیِّ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ فَلَمَّا نُوْدِیَ بِالظُّهْرِ تَوَضَّاَ فَصَلّٰی فَلَمَّا نُوْدِیَ بِالْعَصْرِ تَوَضَّاَ فَقُلْتُ لَهٗ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ تَوَضَّاَ عَلٰی طُهْرٍ كُتِبَ لَهٗ عَشْرُ حَسَنَاتٍ ③

---

① امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث م ۲۷۵ھ سنن ابی داؤد ۱/۹ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی
② ایضاً // // // //
③ ایضاً // // // //

ابوغطیف ھذلی بیان کرتے ہیں، میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمتِ عالیہ میں حاضر تھا، نماز ظہر کے لئے اذان ہوئی تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے وضو کیا اور نماز پڑھی، جب اذان عصر ہوئی تو انہوں نے دوبارہ وضو فرمایا۔ میں نے بغرض تحقیق ان کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔ جس کو طہارت حاصل ہو پھر بھی وہ وضو کرے تو ایسے شخص کے لئے دس نیکیاں رقم کر دی جاتی ہیں۔

امام مسلم اپنی الجامع الصحیح میں یوں روایت فرماتے ہیں:

عَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ الطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاٰنِ اَوْ تَمْلَأُ مَابَيْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالصَّلٰوةُ نُوْرٌ وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ وَالْقُرْاٰنُ حُجَّةٌ لَكَ اَوْ عَلَيْكَ كُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْ فَبَائِعٌ نَفْسَهٗ فَمُعْتِقُهَا اَوْ مُوْبِقُهَا ①

ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا طہارت نصف ایمان ہے۔ الحمد للہ میزان کو پُر کر دیتا ہے سبحان اللہ والحمد للہ یہ زمین و آسمان کو بھر دیتا ہے یا ان دونوں کے درمیان (والے خلاء) کو پُر کر دیتا ہے۔ صلوٰۃ نور ہے، صدقہ برھان ہے، صبر ایک (خاص) نور ہے اور قرآن حجت ہے تمہارے حق میں یا دلیل ہوگی تمہارے خلاف۔ لوگ صبح جب بیدار ہوتے ہیں تو اپنے آپ کو فروخت کر دیتے ہیں گویا وہ یا تو اپنے جسد کو دوزخ سے آزاد کرا لیتے ہیں پھر یا اس کو بمتلاء عذاب کر کے ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَزِيْدَ اللَّيْثِيَّ اَخْبَرَهٗ اَنَّ حُمْرَانَ مَوْلٰی عُثْمَانَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ دَعَا بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّاَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰی اِلَی الْمِرْفَقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرٰی مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهٗ

① شیخ الاسلام امام مسلم بن ابی الحسین بن الحجاج القشیری ۲۶۱ھ ۱/۱۱۸ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهٗ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ①

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پانی طلب فرمایا اور اس سے وضو کیا تو آپ نے تین تین مرتبہ اپنے ہاتھوں کو دھویا پھر کلی فرمائی اور ناک میں پانی چڑھایا اسی طرح آپ نے تین مرتبہ اپنے چہرہ مبارک کو دھویا، اپنے دائیں ہاتھ کو کہنی سمیت تین مرتبہ دھویا پھر بائیں ہاتھ کو کہنی سمیت تین بار دھویا، سر کا مسح کیا، اپنے دائیں پاؤں کو ٹخنے سمیت تین مرتبہ دھویا، پھر اپنے بائیں پاؤں کو ٹخنے سمیت تین بار دھویا، اس کے بعد یوں ارشاد فرمایا میں نے رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس طرح وضو کرتے دیکھا جیسے میں نے خود وضو کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضو فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا جو کوئی اس طرح وضو کرے جیسے میں نے وضو کیا ہے پھر اٹھ کھڑا ہو اور دو رکعت نماز ادا کرے اس حالت میں کہ اس کا جسم وجان پوری طرح نماز میں متوجہ رہے تو ایسے شخص کے تمام پچھلے (صغیرا) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

عَنْ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ قَالَ تَوَضَّأَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ يَوْمًا وُضُوْءًا اَحْسَنَ ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ هٰكَذَا ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يَنْهَزُهٗ إِلَّا الصَّلٰوةُ غُفِرَ لَهٗ مَا خَلَا مِنْ ذَنْبِهٖ ②

---

① صحیح السلام امام مسلم بن ابی الحسین بن الحجاج القشیری م ۲۶۱ھ ۱/ ۱۲۰ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی
② ایضاً // // // //

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے غلام حمران بیان کرتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک دن کامل وضوفرمایا تو کہنے لگے میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا آپ نے بطریق احسن وضوفرمایا پھر ارشاد ہوا جو کوئی اس طرح وضو کرے اور مسجد کی طرف جائے اس کی نیت فقط نماز کی ہو علاوہ ازیں اور کوئی ارادہ (مثلاً سیر وغیرہ کا) نہ ہو اس کے تمام گناہوں کو بخش دیا جاتا ہے۔ (اس طہارت کی بدولت)

امام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری روایت کرتے ہیں:

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةُ مَنْ اَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ قَالَ رَجُلٌ مِنْ حَضْرَ مَوْتَ مَا الْحَدَثُ يَا اَبَاهُرَيْرَةَ قَالَ فُسَاءٌ اَوْ ضُرَاطٌ ①

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ راوی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اس کی نماز قبول نہیں کی جاتی جو بے وضو ہو جائے حتٰی کہ وضو کرلے۔ حضر موت کے رہنے والے ایک شخص نے پوچھا اے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ حدث کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا فساء یا ضُراط۔ یعنی ہوا کا خارج ہونا اگر آواز سے خارج ہو تو فساء سے تعبیر کیا جائے گا اور اگر بغیر آواز کے خارج ہو تو ضراط سے تعبیر کیا جائے گا۔

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِلَالٍ عَنْ نُعَيْمِ الْمُجْبَرْ قَالَ رَقَيْتُ مَعَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَلٰى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ فَتَوَضَّأَ فَقَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اُمَّتِيْ يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يُّطِيْلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ ②

حضرت نعیم مجبر رضی اللہ عنہ راوی، بیان کرتے ہیں میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد (نبوی) کی چھت پر چڑھا۔ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے وضو کیا پھر فرمانے لگے میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تھا۔ آپ ارشاد فرما رہے تھے میری

---

① امام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری ۲۵۶ھ صحیح بخاری ۱/۲۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی
② ایضاً // // //

امت کو قیامت کے دن چمکتے دھمکتے عضا والے کہہ کر بلایا جائے گا ان کا یہ کمال آثار وضو کی وجہ سے ہوگا تو جو کوئی چاہئے اس کی چمک دھمک اور زیادہ ہو اس کو چاہیے ایسا (وضو اچھی طرح) کرے۔

عَنْ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْخَلَاءَ فَوَضَعْتُ لَهُ وَضُوْءً قَالَ مَنْ وَضَعَ هٰذَا فَأُخْبِرَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ ①

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما راوی، فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بیت الخلا میں تشریف لے گئے تو میں نے آپ کے لئے پانی پیش کیا تو آپ کو بتایا گیا (عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما نے پیش کیا ہے) تب رسول اللہ نے یہ دعا کی "اے اللہ اس کو دین کی سمجھ عطا فرما"

طہارت کے لئے پانی پیش کر کے ایک سعادت حاصل کی، اس خدمت کی وجہ سے دعا ملی خوب نوازے گئے اس دعا ہی کا اثر تھا آپ کو حبر الامۃ جیسا عظیم خطاب عطا ہوا جو آپ کی پہچان بن گیا قیامت تک آپ کا علم وفن مسلم رہے گا۔ آپ کا علمی مبلغہ اپنی مثال آپ تھا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَرَّةً مَرَّةً ①

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما راوی، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضو کرتے وقت اپنے اعضاء کو ایک ایک مرتبہ دھویا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ زَيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ②

حضرت عبد بن زید رضی اللہ عنہ راوی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضو فرماتے ہوئے اعضاء وضو کو دو دو مرتبہ دھویا۔

---

① امام المحدثین ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری م ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی

② امام المحدثین ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری م ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی

③ ایضاً // // // //

## نور معرفت حاصل کریں:

جس قدر ہو سکا میں نے پوری کوشش کر کے طہارت کے موضوع پر آنے والی احادیث مبارکہ کو جمع کیا ہے اور وہ آپ کی خدمت میں پیش کیں تاکہ آپ بھی ان کا مطالعہ کر کے نور معرفت حاصل کریں اپنی ذات کی اور دوسرے مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ان کو ضبط و حفظ میں لائیں اور ان کی نشر و اشاعت کریں تاکہ عامۃ الناس کو خاطر خواہ فائدہ حاصل ہو اور امت مسلمہ کی مجموعی ضرورت پوری ہو اگر آج بھی اس امت کے نوجوان اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اپنے آقا اپنے مولیٰ امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو یاد کریں، ان کو دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کریں تو یقیناً اس معاشرے میں انقلاب صالح برپا ہو جائے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ ہمارا وقت جوانٹ بنٹ شنٹ میں لگ رہا ہے وہ وقت دین کی تبلیغ میں صرف ہونا چاہئے۔ ہمارا اپنا عمل موافقتِ قرآن و حدیث ہو جائے اور دوسروں کو بھی اس کی طرف دعوت دی جائے۔

# باب نمبرا

## لَا تُقْبَلُ صَلٰوۃٌ بِغَیْرِ طُهُوْرٍ۔

نماز طہارت کے بغیر قبول نہیں کی جاتی۔

آیئے آپ بھی پوری توجہ کے ساتھ اس باب میں آنے والی حدیث شریف کا مطالعہ کریں۔ آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی دل راحت پائے گا۔

اس باب کے ماتحت ایک ہی حدیث مبارک آرہی ہے۔

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع ترمذی مدون کر کے اہلِ اسلام پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ یہ احقر العباد اس کی شرح لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے لئے اس کام کو آسان فرمائے اور اپنے حبیب کریم علیہ السلام کے توسل سے میری مدد فرمائے تا کہ یہ کام بخیر وخوبی انجام کو پہنچے۔

سب سے پہلے میں امام ترمذی کی جامع کے ابواب الطہارہ کی شرح اس طرح کروں گا کہ اوّلاً متعلقہ باب کا ذکر کروں گا پھر اس کے تحت آنے والی احادیث مبارکہ کا تذکرہ کروں گا نیز اس باب میں آنے والی حدیث شریف کا متن نقل کر کے اس کا بامحاورہ اردو ترجمہ کروں گا اس کے بعد اس حدیث شریف کی سند میں آنے والے تمام رواۃ کے حالات واحوال کا تذکرہ کروں گا پھر شرح حدیث لکھوں گا اور آخر میں درس حدیث کے عنوان سے ایک خلاصہ بھی تحریر کروں گا تا کہ جامع ترمذی شریف کا درس بھی بآسانی دیا جا سکے جن راویان حدیث کے حالات واحوال پہلے ذکر ہو چکے ہوں گے اور دوبارہ سند میں آئیں گے اس کا حوالہ ذکر کر دوں گا۔

## شرح ابواب الطہارہ

طہارت کی بابت جو کچھ نبیٔ اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اس کا ذکر ان ابواب میں ہو گا۔ اب ان ابواب کی شرح کا آغاز ہو رہا ہے آیئے آپ باادب ان کا مطالعہ فرمایئے۔ ان شاء اللہ دین ودنیا کی برکات نصیب ہوں گی۔ ایک مسلمان کی زندگی میں ان فرامین اقدس سے وہ انقلاب برپا ہو سکتا ہے جس سے پوری ملّت اسلامیہ فیض پا سکتی ہے۔ آج بھی اگر یہ امت اپنے آقا مولیٰ حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مطہرہ کو اپنائے تو ساری دنیا میں پھر وہی عظمت ہو گی جو قرون اولیٰ میں تھی۔ اب آپ اس عظیم انسان اس عظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک گفتگو سے استفادہ کریں گے جنہوں نے مختصر ۲۳ سال کے عرصہ میں دنیا کا سب سے بڑا انقلاب برپا کیا۔

## حدیث نمبر ۱

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، أَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، ح وَحَدَّثَنَا هَنَّادٌ، وَحَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ مُصْعَبِ ابْنِ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُورٍ، وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُولٍ". قَالَ هَنَّادٌ فِي حَدِيثِهٖ: "إِلَّا بِطُهُورٍ".

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا الْحَدِيثُ أَصَحُّ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ وَأَحْسَنُ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، عَنْ أَبِيهِ وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَنَسٍ، وَأَبُو الْمَلِيحِ ابْنُ أُسَامَةَ اسْمُهُ: عَامِرٌ، وَيُقَالُ: زَيْدُ بْنُ أُسَامَةَ بْنِ عُمَيْرٍ الْهُذَلِيِّ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا نماز طہارت کے بغیر قبول نہیں کی جاتی، اسی طرح مالِ خیانت وحرام سے صدقہ قبول نہیں کیا جاتا۔ جناب ھناد کی روایت کردہ حدیث میں بغیر طھور کی بجائے الابطھور کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث زیادہ صحیح ہے۔ اور احسن بھی ہے اسی باب کے حوالے سے۔ اس طرح اس باب میں ابوملیح اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں پھر حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایات موجود ہیں۔ یہ جو ابوملیح بن اسامہ ہیں ان کا نام عامر ہے۔ ان کو زید بن اسامہ بن عمیر الھُذَلِیِّ بھی کہا جاتا ہے۔

# حدیث نمبر ا کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

میں چاہوں گا امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جن احادیث مبارکہ کو روایت کیا ہے ان کی فنّی حیثیت بھی بیان کرتا چلا جاؤں تاکہ پڑھنے والوں کو حدیث شریف کی فنی حیثیت بھی معلوم ہوتی چلی جائے۔ اس طرح حدیث شریف پر اعتراضات کرنے والوں کا محاسبہ کرنا آسان ہو جائے گا اور مقامات حدیث کو اچھے طریقے سے سمجھا جا سکے گا۔ اور اس کے فیوض و برکات کا صحیح معنوں میں اندازہ ہو سکے گا۔

### راویان حدیث کے احوال:

اب ہم ان تمام راویانِ حدیث کے حالات واحوال پر روشنی ڈالتے ہیں جو حدیث نمبر ا کی سند میں مذکور ہیں۔

### ا} قتیبہ بن سعید:

یہ ثقہ راوی ہیں ان کے احوال حالات امام ابن حجر عسقلانی نے تہذیب میں ذکر فرمائے ہیں آپ بھی مطالعہ فرمائیں۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قتیبہ بن سعید کا نام ونسب یوں ہے۔ قتیبہ بن سعید بن جمیل بن ظریف بن عبداللہ ثقفی مولاھم ابو رجا بلخی البغلانی وبغلان، ان کا تعلق بلخ سے تھا ابن عدی کہتے ہیں ان کا نام یحیٰی ہے اور قتیبہ لقب تھا۔ ابن مندہ کہتے ہیں ان کا نام علی تھا۔

قتیبہ بن سعید امام مالک، لیث، ابن لھیعہ، رشدین بن سعد، داود بن عبدالرحمن العطار، خلف بن خلیفہ، عبدالرحمٰن بن ابی الموال، بکر بن مضر، فضل بن فضالہ، عبدالوارث بن سعید، حماد بن زید، عبداللہ بن زید بن اسلم، عبدالعزیز بن دراوردی اور ایک کثیر جماعت سے روایت کرتے ہیں۔

قتیبہ بن سعید سے امام ابن ماجہ کے علاوہ ایک جماعت روایت کرتی ہے اور امام ابن ماجہ بھی امام احمد بن حنبل کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح ان سے علی بن مدینی، نعیم بن حماد، ابو بکر حمیدی، محمد بن عبداللہ بن نمیر، یحیٰی بن معین، یحیٰی بن عبدالحمید الحمانی اور ایک کثیر جماعت روایت کرتی ہے۔

ابن معین کہتے ہیں قتیبہ بن سعید ثقہ ہیں، امام ابو حاتم کہتے ہیں ثقہ ہیں، امام نسائی کہتے ہیں ثقہ صدوق ہیں، امام

حاکم کہتے ہیں قتیبہ ثقہ مامون ہے۔امام ابن حبان فرماتے ہیں قتیبہ ثقہ رواۃ میں سے ہیں، مسلم بن قاسم خراسانی کہتے ہیں قتیبہ ثقہ ہیں، زھرہ میں ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قتیبہ سے تین سوآٹھ 308 احادیث روایت کی ہیں اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے قتیبہ سے چھ سواڑسٹھ 668 احادیث روایت کی ہیں۔

## قتیبہ کی وفات!

امام ابن حجر عسقلانی تہذیب میں لکھتے ہیں قتیبہ کی ولادت ۱۵۰ھ کو ہوئی اور ان کی وفات ۲۴۰ھ کو ہوئی[1]

حضرت امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی جامع ترمذی کے ابواب الطہارۃ کی حدیث نمبر ۲ کو ایک دوسری سند کے ساتھ بھی ذکر کرتے ہیں پہلی سند میں معن بن عیسیٰ ،امام مالک بن انس سے روایت کرتے ہیں اور دوسری سند میں قتیبہ بن سعید حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔امام مالک رضی اللہ عنہ کے احوال اس حدیث کے تذکرہ رواۃ میں گذر چکے ہیں۔

## ۲} ابوعوانہ!

ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے۔الوضاح بن عبداللہ ایشکری، ابوعوانہ الواسطی البزاز

ابوعوانہ! ابراھیم بن محمد بن المنتشر ،سعید بن مسروق ثوری، سلیمان الاعمش، سماک بن حرب اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔اسی طرح ان سے عمرو بن عون الواسطی ،ابونعیم الفضل بن دکین، والفضل بن مساور، قتیبہ بن سعید البلخی اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

جناب ابوطالب کہتے ہیں امام احمد بن حنبل سے سوال کیا گیا کہ ابوعوانہ زیادہ مضبوط راوی ہیں یا شریک؟ آپ نے فرمایا اگر تو اپنی کتاب سے روایت کرے تو ابوعوانہ زیادہ مضبوط راوی ہے اور اگر اپنے حافظہ پر اعتماد کرتے ہوئے روایت کرے تو اس میں خلل واقع ہوجاتا ہے۔یحییٰ بن معین نے بھی اسی طرح کے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ابوزرعہ کہتے ہیں ابوعوانہ ہے تو ثقہ مگر شرط یہ ہے کہ وہ روایت اپنی کتاب سے کرے۔امام ابوحاتم نے بھی اس کے قریب قریب ہی اپنی رائے دی ہے۔وہ کہتے ہیں ابوعوانہ ہے صدوق مگر اس کی قوت حفظ پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔ہاں البتہ وہ مجھے ابوالاحوص سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

## ابوعوانہ کی وفات!

محمد بن محبوب بنانی اور یعقوب بن سفیان کا کہنا یہ ہے کہ ابوعوانہ کی وفات ۱۷۶ھ کو ہوئی۔(۱)

## ۳} سماک بن حرب:

ان کا پورا نام اس طرح ہے، سماک بن حرب بن اوس بن خالد بن نزار بن معاویہ بن حارثہ البکری ابومغیرہ الکوفی۔

(۱) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۳۲۱/۸ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

(۲) حافظ جمال الدین مزی م ۷۴۲ھ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ۵۲۱/۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حماد بن سلمہ کہتے ہیں، سماک بن حرب نے اسی ۸۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی، صالح بن احمد اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں سماک بن حرب کی احادیث بہت صحیح ہیں، ابن معین بیان کرتے ہیں سماک بن حرب ثقہ راوی ہیں ابن قانع ان کی وفات کے حوالے سے یوں گویا ہیں۔ سماک بن حرب کا وصال ۱۲۳ھ کو ہوا۔ امام ابن حبان نے سماک بن حرب کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں سماک بن حرب کی روایت کردہ کثیر احادیث مستقیم ہیں، وہ اہل کوفہ میں سے کبار تابعی ہیں اور انکی روایت کردہ احادیث احسن ہیں۔

وَهُوَ صَدُوْقٌ لَا بَأْسَ بِهٖ۔ (۱)

اور وہ صدوق ہیں ان کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں۔

امام ذہبی رقم طراز ہیں:

سماک بن حرب کے بارے میں، یحییٰ، احمد بن ابی مریم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں وہ ثقہ راوی ہیں، ابو حاتم نے انہیں ثقہ وصدوق قرار دیا ہے۔

یہی امام مزید لکھتے ہیں:

وہ فصیح عالم ہیں، اپنی بات کو منطق اور فصاحت سے مزین کرتے ہیں۔ (۲)

## ۴} ھناد بن السری:

ان کا پورا نام ھناد بن السری بن یحییٰ التمیمی ہے۔ یہ ثقہ راوی ہیں۔ ائمہ فن نے ان کی تعدیل بیان فرمائی ہے اور ان کے محاسن کا تذکرہ کیا ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

کَانَ ثِقَةً یعنی وہ مضبوط راوی ہیں۔ ان کا انتقال ۲۴۳ھ میں ہوا۔ (۳)

## ۵} وکیع،

امام ذہبی لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے یحییٰ بن معین سے سنا وہ وکیع کے بارے میں کوئی اچھے خیالات کا اظہار نہیں کر رہے تھے تو میں نے ان سے کہا:

(۱) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۰۴ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار، لاہور

(۲) ابی عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی م ۷۴۸ھ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۳۲ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ، جامع مسجد اہلحدیث باغ والی سانگلہ ہل شیخوپورہ،

(۳) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۶۰۳ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

وَكِيْعٌ خَيْرٌ مِّنْكَ، قَالَ مِنِّيْ؟ قُلْتُ نَعَمْ۔ (۱)

وکیع تجھ سے بہتر ہے، تو انہوں نے کہا مجھ سے بہتر ہے؟ میں نے جواب دیا ہاں۔

وکیع کا پورا نام اس طرح ہے۔ وکیع ابن الجراح الرواسی الکوفی، وہ تبع تابعین میں سے ہیں۔ اصلاً وہ نیشاپور، سمرقند یا اصبہان کے رہنے والے تھے۔ وہ بڑے محدثین میں سے ایک جلیل القدر محدث تھے۔ وہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول پر فتوی دیا کرتے تھے۔ وہ اپنے زمانے میں سب سے زیادہ علم حدیث کے جاننے والے تھے۔ (۲)

وکیع کا انتقال ۱۹۷ھ میں ہوا۔

## ۶} اسرائیل،

علامہ سراج احمد سرہندی لکھتے ہیں:

اسرائیل کا پورا نام اس طرح ہے، اسرائیل بن موسیٰ ابوموسیٰ البصری نزیل ہندوستان، ان کے بارے میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، ابن معین اور ابوحاتم کہتے ہیں وہ ثقہ راوی ہیں۔ (۳)

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اسرائیل کا پورا نام یوں ہے۔ اسرائیل بن موسیٰ ابوموسیٰ البصری نزیل ھند، یہ حضرت خواجہ حسن بصری، ابو حازم اشجعی، محمد بن سیرین اور وھب بن منبہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے جناب سفیان ثوری اور بڑے بڑے محدثین روایت کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں ابن معین اور ابوحاتم کہتے ہیں کہ وہ ثقہ راوی ہیں امام ابوحاتم نے یوں بھی کہا ان کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں۔ امام نسائی فرماتے ہیں ان کی روایت میں کوئی نقص نہیں امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں، امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا اور یہ فرمایا ہے اسرائیل نے ھندوستان کا سفر بھی اختیار فرمایا تھا۔ (۴)

## ۷} مُصعب بن سعد،

مصعب بن سعد کو بڑے بڑے علماءِ فن نے ثقہ قرار دیا ہے ان کے لئے عمدہ کلمات رقم فرمائے ہیں اور ان کی سیرت کو نہایت اعلیٰ قرار دیا ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی رقمطراز ہیں:

(۱) ابی عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی م ۷۴۸ھ میزان الاعتدال ج ۴ ص ۳۳۶ مطبوعہ مکتبہ اثریہ جامع مسجد باغ والی سانگلہ ہل شیخوپورہ

(۲) علامہ سراج احمد فاروقی، حنفی، سرہندی شرح سراج احمد شروح اربع ۲۰/۱ جامع ترمذی مطبوکہ کانپور ہند،

(۳) علامہ سراج احمد فاروقی، حنفی، سرہندی شرح سراج احمد شروح اربع ۲۰/۱ جامع ترمذی مطبوکہ کانپور ہند،

(۴) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱/۲۲۹ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

امام ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے مصعب بن سعد ثقہ ہیں، وہ کثیر الاحادیث ہیں ان کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ عجلی تابعی نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔[۱] ان کی وفات ۱۰۳ھ میں ہوئی۔[۲]

## ۸} حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

ابو عبدالرحمن عبداللہ بن عمر بن خطاب، اسم گرامی ان کی والدہ ماجدہ زینب بنت مظعون ہیں۔ آپ قدیم الاسلام ہیں چھوٹی عمر میں ہی اپنے والد ماجد کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ پہلی مرتبہ غزوہ خندق میں شریک ہوئے اسی طرح بیعت رضوان میں بھی حاضر تھے علم وفضل کے اعتبار سے ان کا شمار بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے۔ وہ سنت کا پیکر تھے اور بدعت سے گریزاں تھے۔ وہ اقوال، افعال اور عبادات میں کمال احتیاط سے سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اتباع کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ جلیل القدر صحابی ہیں جن کے محاسن بے شمار ہیں جہاں وہ بہت بڑے عالم ہیں وہاں وہ تقوٰی کے میدان میں سرفہرست ہی نہیں بلکہ بیت اللہ شریف میں ان کا حلقہ لگتا تھا جہاں لوگ ان سے سوال کر کے دین سیکھتے تھے اور وہ نہایت خوش اسلوبی سے سوالات کے جوابات عنایت فرماتے تھے۔ حرم شریف میں کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ انہوں نے سائل کو توقع کے خلاف جواب دیا سائل نے ذرا الجھنے کی کوشش کی تو آپ نے دلائل سے منہ بند کیا کہ دوبارہ بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔

### عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مناقب بخاری شریف میں:

امام بخاری اپنی جامع صحیح میں یوں حدیث لائے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مبارک زندگی میں اگر کوئی آدمی خواب دیکھتا تو وہ اس کو بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں ذکر کرتا۔ میری بھی دلی خواہش تھی کہ میں بھی کوئی خواب دیکھوں تو اس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں بیان کروں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عہد مبارک میں میں ایک نوعمر لڑکا تھا اور مسجد شریف میں سویا کرتا تھا۔

میں نے خواب میں دیکھا دو فرشتوں نے مجھے پکڑا اور دوزخ کی طرف لے گئے جو انتہائی پیچیدہ کنوئیں کی طرح تھی۔ اس کے دو کنارے تھے اس کے اندر کتنے ہی لوگ تھے، میں ان کو پہچانتا بھی تھا۔ ان کو دیکھ کر میں نے یوں کہنا شروع کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ النَّارِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ النَّارِ

میں دوزخ سے اللہ تعالٰی کی پناہ مانگتا ہوں، میں نار سے اللہ تعالٰی کی پناہ چاہتا ہوں۔

(۱) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱۰/۱۴۵ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

(۲) مجموعہ اربعہ شروح ترمذی ج ۱ ص ۲۰ علامہ سراج احمد فاروقی حنفی سرہندی مطبوعہ کانپور انڈیا،

میری یہ حالت دیکھ کر ان دو میں سے ایک فرشتے نے کہا ڈریئے نہیں، میں نے یہ خواب اپنی ہمشیرہ امّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنھا سے بیان کیا انہوں نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں عرض کیا تو آپ نے یہ خواب سن کر فرمایا: نِعْمَ الرَّجُلُ عُبْدُ اللّٰهِ عبداللہ بہت اچھا آدمی ہے کیا ہی اچھا ہوا گر وہ رات کونماز پڑھا کرے جناب سالم کا بیان ہے اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات کو بہت کم سوتے تھے مطلب یہ ہے کہ آپ اکثر رات کو عبادت کرتے رہتے تھے۔ (۱)

میں نے ۱۹۸۱ء سے لیکر ۲۰۰۹ء تک کتب بینی کی ہے۔ اس طویل عرصہ میں بے شمار کتب میری نظر سے گذر گئیں میرا یہ مطالعہ بتاتا ہے۔ یوں تو دین کا کام تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے خوب کیا ایک سے ایک صحابی اپنے علم وفن تقوی وطہارت میں دوسرے سے بڑھ کر ہیں مگر جو مقام اللہ تعالیٰ نے علم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما کو عطا فرمایا تھا وہ انہی کا خاصا تھا۔ آپ حرم شریف میں مسائل دینیہ بتایا کرتے تھے ایک بار ایک شخص آیا اور اس نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما سے پوچھا اگر احرام کو مچھر کا خون لگ جائے تو کیا دم واجب آتا ہے۔ آپ کو جلال آ گیا اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم عراق سے آئے ہو اس نے کہا ہاں فرمایا جب تم لوگوں نے حضرت امام حسین ابن علی رضی اللہ عنھما کا خون ریگزار کربلا پر بہایا تھا اس وقت مسئلہ یاد نہ آیا اور آج مچھر کے خون کا مسئلہ پوچھنے آ گئے ہو۔ (۲)

جب دل میں حقائق شناسی کا جذبہ بیدار ہوتا ہے تو اسی وقت انسان حق نما ہوتا ہے کسی بھی انسان کی جب تک دینی ماحول میں تربیت نہ ہو اس کو وہ شعور نصیب نہیں ہوتا جس کا تقاضا ایک صالح معاشرہ کرتا ہے۔

## شرح حدیث نمبر ۱

### وجوب طہارت کی وجوہات کیا ہیں؟

وجوب طہارت کی تین وجھیں ہوسکتی ہیں۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں یہ حدیث طہارت کے لئے نص کا درجہ رکھتی ہے کیونکہ اس سے نماز کے لئے طہارت کا وجوب ثابت ہوتا ہے بلا شبہ اس بات پر امت کا اجماع ہے طہارت نماز کی صحت کے لئے شرط ہے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ طہارت نماز کے لئے کب فرض ہوئی ہے ابن الجھم کی رائے یہ ہے کہ اوّل الاسلام میں وضو سنت تھا پھر اس کی فرضیت پر آیت نازل ہوئی تو فرض قرار پایا۔ جمہور علماء فرماتے ہیں اس سے پہلے بھی وضو کرنا نماز کے لئے فرض ہی تھا۔ ہاں البتہ اس امر میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا ہر نماز کے لئے وضو کرنا فرض ہے یا صرف اس کے لئے خاص ہے، جس کا وضو ٹوٹ جائے۔

(۱) امام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری م ۲۵۶ھ صحیح بخاری جلد نمبر ۱ ص ۵۲۹ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی،

(۲) امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی م ۲۷۹ھ جامع ترمذی ابواب المناقب،

سلف کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ وضو ہر نماز کے لئے فرض ہے ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اقدس ہے۔[1]

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ۝[2]

اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھولو اور کہنیوں تک ہاتھ دھولو اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھولو۔

اس آیت مبارکہ کو پیش نظر رکھ کر علماء نے جو کچھ رقم فرمایا اس کو قدرے صراحت کے ساتھ نقل کیا جارہا ہے آپ بغور مطالعہ فرمائیں ان شاء اللہ نافع ہوگا علماء کی ایک جماعت کا کہنا یہ ہے پہلے تو ایسا ہی تھا پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ اب نماز کے لئے وضو کرنا اسی کے لئے ضروری ہے جس کا وضو ٹوٹ جائے۔ لیکن ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرنا یہ مستحب ہے اس پر اہل فتویٰ کا اجماع ہے۔

لہٰذا اب آیت کے معنی میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہا مطلب صاف واضح ہوگیا کہ جب تم بے وضو ہو جاؤ تمھیں حدث لاحق ہو جائے اس حالت میں نماز کا ارادہ کرو تو وضو ضرور کرلو۔ اور اگر حدث لاحق نہیں ہوا تو سابقہ وضو سے نماز پڑھنا بالکل درست وصحیح ہے۔

نماز کے لئے طہارت دو طرح سے کی جاسکتی ہے۔

(۱) پانی سے طہارت کا حصول۔

(۲) مٹی سے طہارت کا حصول۔

## عقل مندی اور دانائی کا تقاضا:

اگر پانی میسر ہو تو وضو یا غسل کر کے طہارت حاصل کی جاتی ہے اور اگر پانی نہ ملے تو پھر تیمم کیا جاتا ہے۔ تیمم جہاں وضو کا قائم مقام ہوتا ہے وہاں غسل کا بھی قائم مقام ہوتا ہے۔ طہارت، فرض نماز، نفل نماز، سجدہ تلاوت، سجدہ شکر اور صلوٰۃ جنازہ سب کے لئے لازم وواجب ہے۔

امام شعبی اور امام محمد ابن جریر طبری سے منقول ہے کہ نماز جنازہ بغیر وضو پڑھنا جائز ہے۔ لیکن یہ مذہب باطل ہے اس کے باطل ہونے پر علماء کا اجماع ہے۔

جو شخص جان بوجھ کر طہارت کئے بغیر نماز پڑھے جبکہ اسے کوئی عذر نہ ہو تو ایسے کرنے والا مرتکب گناہ تو ہے لیکن اسے کافر نہیں کہا جائے گا امام یحییٰ بن شرف نووی فرماتے ہیں اس پر ہمارا اور ہمارے جمہور علماء کا موقف

(۱) امام یحییٰ بن شرف نووی م سنہ ۶۷۶ھ شرح صحیح مسلم ج۱ ص ۱۱۹ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی،

(۲) سورہ مائدہ آیت نمبر ۶۔

یہی ہے۔ (۱)

بندہ مومن کو چاہئے کہ وہ اپنی زندگی نہایت عمدگی اور پاکیزگی کے ساتھ گذارے تا کہ جب وہ اپنے رب کے حضور حاضر ہوتو اس کو انعام واکرام سے نوازا جائے یہ زندگی فانی ہے اور آخرت والی زندگی باقی ہے لہذا عقل مندی اور دانائی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس عارضی زندگی کو اس طرح بسر کیا جائے کہ باقی زندگی کے لئے راحت کا سامان بن جائے۔ دنیوی زندگی ختم ہونے والی ہے یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے اس میں کسی ذی عقل کو ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے یہی وہ حقیقت ہے جو انسان میں پاکیزگی اور طہارت کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (امین)

مطلب یہ ہے کہ طہارت کے بغیر نماز ہرگز قبول نہیں ہوتی۔ لیکن وہ لوگ جن کو طہارت کرنے پر قدرت ہی نہیں ان کے لئے رعایت موجود ہے وہ بغیر طہارت کے بھی نماز پڑھ سکتے ہیں۔

## طہارت پر قدرت نہ ہونا:

ایسے لوگ جن کو طہارت پر قدرت نہ ہو ان کو علماء وفقہا نے فاقد الطہورین قرار دیا ہے۔ ایسے لوگ اگر بغیر طہارت بھی نماز ادا کریں تو ان کو اس کی اجازت ہے مثلاً ایک آدمی کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہیں یا دونوں پیر بھی کٹے ہوئے ہیں ایسے لوگوں کے لئے طہارت کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ بغیر طہارت کے بھی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول جل وعلا۔

وصلی اللہ علیہ والہ وسلم مجبوری وعذر کے عالم میں اپنے احکام نرم فرماتے ہیں۔ اس مقام پر حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ ایسا شخص جس کو طہارت پر قدرت نہ ہو وہ مُصلین یعنی نمازیوں کے ساتھ تشبہ کرے گا وہ رکوع کرے گا اسی طرح سجدہ بھی کرے گا مگر قرات نہیں کرے گا۔

امام مالک رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ فاقدِ طہارت پر نماز فرض نہیں ہے اگر اس وقت وہ نماز ادا نہیں بھی کرتا تو کوئی حرج نہیں لفظ آلاٰن بتاتا ہے کہ اگر بعد میں اس شخص کو طہارت پر کسی طرح قدرت حاصل ہو جائے تو پھر نماز ادا کرے گا۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ اس وقت تو اس شخص پر نماز فرض ہے مگر بعد میں اگر قضا نہ بھی کرے تو کوئی حرج نہیں یعنی اگر اب پڑھ لی تو صحیح ورنہ قضا کی ضرورت نہیں ہے۔

شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں چار وجوہ بیان کی ہیں:

(۱) فاقد الطہورین کے ذمے صرف قضا ہے۔

(۲) ان پر صرف ادا ہی لازم ہے۔

(۳) فی الحال ان پر ادا لازم ہے اور بعد میں اس کی قضا ضروری ہے۔

---

(۱) امام یحییٰ بن شرف نووی م ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۹ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی،

(۴) ان لوگوں کے لئے نماز کا ادا کرنا واجب ہے اور قضا کرنا صرف استحباب کے درجے میں ہے۔[1]

طہارت کے بغیر انسان کو وہ لطافت حاصل نہیں ہوتی جو ایک بندہ مومن کو درکار ہوتی ہے اور طہارت دو قسم کی ہوتی ہے ایک طہارت ظاہری اور دوسری طہارت باطنی اوّل الذکر کا تعلق بندے کے جسم کے ساتھ ہے اور ثانی الذکر کا تعلق بندے کے قلب کے ساتھ ہے۔ اگر کسی بندے کو دونوں طرح کی طہارت حاصل ہو جائے تو وہ بندہ کامل مومن بن جاتا ہے اور اس کو رب کائنات اپنے ہاں سے خاص فیوض و برکات عطا فرماتا ہے۔ وہ فیوض و برکات باقاعدہ نظر آتے ہیں اہل نظر ان کو دیکھ لیتے ہیں۔ اہل حق ان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

## مالِ غُلُول:

لغت کی کتابوں میں 'غُلُول' سے مراد چوری کے اونٹ ہوتے ہیں اور اصطلاح فقہا میں مال غنیمت سے چرائے ہوئے مال کو کہتے ہیں۔ مطلقاً ہر اس مال کو جو خبیث قسم کا ہو اس پر غلول کا اطلاق ہو جائے گا درمختار میں ہے مالِ حرام سے صدقہ کرنا اور پھر اس سے ثواب کی امید رکھنا یہ سب حرام و کفر کے زُمرے میں آتا ہے۔ البتہ بعض حضرات نے حرام لعینہ اور حرام لغیرہ کا فرق رکھا ہے لیکن علامہ تفتازانی نے یوں کہا ہے اس مقام پر حرام قطعی اور حرام ظنّی کا فرق بیان کرنا چاہئے نہ کہ حرام لعینہ اور حرام لغیرہ کا۔

## اقوال وباالله التوفيق ان ربي عليم حكيم:

جو مال حصول کے وقت نیت کی خرابی اور عمل کے فساد سے متہم ہوا ہو اس مال میں سے برکت اٹھ جاتی ہے تو جس میں برکت ہی نہ رہے اس سے آگے برکات کا سلسلہ کیونکر جاری ہو سکتا ہے۔ مال خواہ اموال غنیمت سے چرایا گیا ہو یا وہ کسی کے جانوروں کو چوری کر کے حاصل کیا گیا ہو الغرض کوئی بھی مال جو ناجائز طریقہ سے حاصل کیا گیا ہو اس میں سے اگر صدقہ کیا جائے اور یہ امید رکھی جائے کہ اس صدقہ کرنے سے کچھ فائدہ ہوگا تو یہ امید محض باطل ہے۔ کبھی انسان کے ذہن میں خیال آ سکتا ہے کہ پہلے تو وہ ناجائز طریقوں سے مال حاصل کرے گا اور پھر اس میں سے صدقہ وخیرات کر کے ثواب حاصل کر لے گا تو اس قسم کی سوچ کو سرے سے ہی باطل قرار دے دیا گیا تا کہ برائی کی جڑ ہی کٹ جائے اور آئندہ مخلوق خدا پر ظلم وجور کے تمام دروازے بند ہو جائیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم چونکہ انسانیت کے خیر خواہ ہیں لہٰذا آپ نے انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے احکام جاری فرمائے ہیں۔

آیئے ہم سب ملکر محنت کریں اپنا وقت صرف کر کے دینی مسائل سیکھیں دوسروں تک ان کی تبلیغ کریں خود عمل کر کے ایسا نمونہ پیش کریں جس سے اس امّتِ مسلمہ کی گری ہوئی حالت اور وقار کو پھر سے سہارا ملے اور وہ سر بلند ہو جائے۔ ہر مسلمان کو چاہئے، وہ نماز کی پابندی کرے اور نماز کی ادائیگی سے پہلے اچھی طرح وضو کیا کرے تا کہ اس کی

(۱) امام یحییٰ بن شرف نوری م ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۹ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی۔

نماز قبولیت کے درجے کو پہنچے اور اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل ہو۔اسی طرح ہر مسلمان پر یہ بھی لازم ہے وہ اپنے لین دین کے معاملات کو موافق سنت رکھے مال حلال کمائے اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مالِ حلال وطیّب سے اس کی راہ میں صدقہ کرے تاکہ اس کو اس کے خالق ومالک کی رضا میسر آئے اور وہ دنیا وآخرت میں عزّت پاسکے۔

سید عالم نور مجسم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے اس حدیث شریف کے راوی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں اس حدیث مبارک کو امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں وارد کیا ہے۔امام الانبیاء فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس شخص کو دنیا وآخرت دونوں جہانوں میں خوش وخرم رکھے جس نے میری ایک بات سنی اور پھر اس کی آگے تبلیغ کر دی۔ (۱)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دین کی دعوت وتبلیغ کا کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

## فلاح وبہبود کے لئے احکام جاری ہیں

### غلطی کا احساس ہو جانا بڑی بات ہے

**ترغیب توبہ:**

ایسا شخص جو کسی حکومتی منصب پر فائز رہا ہو۔اس کے بارے میں یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ہر اعتبار سے محفوظ رہا ہوگا اگرچہ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ اس سے کوئی غلطی گناہ ضرور ہی سرزد ہوا ہوگا مگر احتیاطًا ایسے شخص کے لئے دعا کرنے سے اغماض ہی کرنا چاہئے یہ کمال تقوی ہے۔یا پھر وہ شخص سچی توبہ کرے ایسی صورت میں دعا کرنا جائز ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہو کر ابن عامر نے دعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سنا اللہ تعالیٰ طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں فرماتا اور مالِ غُلُول سے صدقہ بھی قبول نہیں فرماتا چونکہ تم بصرہ کے والی رہ چکے ہو لہذا عین ممکن ہے تم مالِ غلول کی میل کچیل سے بچ نہ سکے ہو۔بہت سارے حقوق اللہ اور حقوق العباد تمہارے ساتھ متعلق تھے۔ (۲) نہ جانے ان کا کیا ہوا ہوگا یہ سب کچھ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس لئے کہا تاکہ ابن عامر کو توبہ کی توفیق ملے اور وہ راہِ حق کی طرف متوجہ ہو جائیں، اپنے خالق سے اپنا معاملہ درست کرلیں۔

---

(۱) امام ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ ص ۲۱ مطبوعہ ایم۔ایچ سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

(۲) امام یحییٰ بن شرف نووی م ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ا ص ۱۱۹ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

انسان اگرچہ غلطی کرتا ہے اس سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے مگر بندہ مومن کی پہچان یہ ہے جب اس سے کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور نہایت تضرع اور انکساری کے ساتھ اپنے خالق کے حضور معافی کا طلب گار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو معاف فرما دیتا ہے زبان سے اگر لفظ توبہ نہ بھی نکلے مگر دل میں اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور آئندہ اس طرح کی غلطی نہ کرنے کا عہد کرے تو اس کا نام توبہ ہے۔

## درسِ حدیث

ہر مسلمان کا دل اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت سے سرشار ہوتا ہے۔ قلب مومن ذکر حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جلا پاتا ہے۔ وہ ایک ایک لمحہ جو ان کی یاد میں گذرتا ہے، ہزار ہا فیوض و برکات کا حامل ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں بندہ مومن بہت بڑے مقام و مرتبے کا مالک ہوتا ہے اس کی یہ شان و شوکت صرف اور صرف اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کی بدولت ہی ہوتی ہے۔ دنیا میں اعمالِ صالحہ کی وجہ سے عزّت ملتی ہے آخرت میں بھی عمدہ اعمال کی وجہ سے سرخروئی ہوگی۔

انسان اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے زمین میں، اس کو ایک عظیم مرتبہ عطا کیا گیا ہے زندگی گذارنے کے لئے باقاعدہ ایک زبردست ھدایت نامہ قرآن مجید کی صورت میں عطا فرمایا گیا ہے۔ اس کتاب کی تشریح اور تفسیر کے لئے سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت مطہرہ کو حجت بتایا گیا ہے۔ رسول معظم نبی اکرم تاجدار عرب و عجم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں فرماتا اور مالِ ناجائز و حرام سے صدقہ بھی قبول نہیں فرماتا۔

حدیث شریف میں جو الفاظ بیان ہوئے ہیں وہ اس طرح ہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ والہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لَا تُقْبَلُ صَلٰوةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُوْلٍ۔

میں نے حدیث شریف کی عربی عبارت حصول برکت کے لئے لکھی ہے اس لئے بھی کہ اس زبان میں ایک بہت بڑا کمال یہ ہے کہ یہ کان کے پردے تک نہیں رہتی بلکہ دل کی اتھاہ گہرائیوں تک پہنچ جاتی ہے۔

# باب نمبر ۲

## بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الطَّهُورِ،

### وضو کرنے کی فضیلت

آئیں!
آپ بھی اس باب میں آنے والی حدیث شریف کا مطالعہ فرمائیں قلبی سکون حاصل ہوگا۔
اس باب میں ایک ہی حدیثِ مبارک آرہی ہے۔

## حدیث نمبر ۲

حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مُوسٰى الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسٰى الْقَزَّازُ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ: "إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ، أَوِ الْمُؤْمِنُ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَتْ مِنْ وَجْهِهٖ كُلُّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، أَوْ نَحْوَ هٰذَا، وَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَتْ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ"

قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَهُوَ حَدِيثُ مَالِكٍ عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبُو صَالِحٍ وَالِدُ سُهَيْلٍ هُوَ: أَبُو صَالِحٍ السَّمَّانُ وَاسْمُهُ ذَكْوَانُ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ، اِخْتَلَفُوا فِي اِسْمِهٖ، فَقَالُوا: عَبْدُ شَمْسٍ، وَقَالُوا: عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو، وَهٰكَذَا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَهٰذَا أَصَحُّ.

وَفِي الْبَابِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، وَثَوْبَانَ، وَالصُّنَابِحِيِّ، وَعَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ، وَسَلْمَانَ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، وَالصُّنَابِحِيُّ هُنَا الَّذِي رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي فَضْلِ الطُّهُورِ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ الصُّنَابِحِيُّ، وَالصُّنَابِحِيُّ الَّذِي رَوٰى عَنْ أَبِي بَكْرٍنِ الصِّدِّيقِ لَيْسَ لَهُ سَمَاعٌ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، وَاسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عُسَيْلَةَ، وَيُكْنٰى أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ، رَحَلَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ فِي الطَّرِيقِ، وَقَدْ رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَحَادِيثَ، وَالصُّنَابِحُ بْنُ الْأَعْسَرِ الْأَحْمَسِيُّ صَاحِبُ النَّبِيِّ ﷺ، يُقَالُ لَهُ الصُّنَابِحِيُّ أَيْضًا، وَإِنَّمَا حَدِيثُهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ إِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ فَلَا تَقْتَتِلُنَّ

بَعْدِیْ،

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ راوی رسول اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب بندۂ مسلمان یا بندۂ مومن وضو کرتا ہے، جب وہ اپنا منہ دھوتا ہے تو چہرے کے سارے گناہ ڈھل جاتے ہیں۔ جو گناہ آنکھوں سے سرزد ہوئے وہ بھی ساتھ ہی محو ہوجاتے ہیں یہ سب پانی بہتے بہتے ہوجاتا ہے یا آخری قطرہ کے ساتھ سب گناہ محو ہوتے ہیں یا اس کے مثل کچھ اور فرمایا۔ اس طرح جب وہ اپنے ہاتھوں کو دھوتا ہے تو ہاتھوں کے سارے گناہ ڈھل جاتے ہیں یہاں بھی وہی معاملہ ہے یا تو پانی کے بہتے بہتے ہی سب گناہ فوراً ختم ہوجاتے ہیں یا پھر آخری قطرہ گرتے وقت یہاں تک کہ بندہ گناہوں (صغائر) سے پاک وطیب ہوجاتا ہے۔ حضرت امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس کو جناب مالک نے، جناب سہیل کے حوالہ سے انہوں نے اپنے والد گرامی کے واسطہ سے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ابی صالح سہیل کے والد ہیں، وہ ابوصالح السمان ہیں اور ان کا اسم گرامی ذکوان ہے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے نام مبارک میں اختلاف ہے۔ کچھ اہل علم فرماتے ہیں، ان کا نام عبد شمس ہے، کچھ کہتے ہیں عبداللہ بن عمرو ہے، ایسے ہی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل وذکر فرمایا ہے اور یہ زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس باب میں، حضرت عثمان، حضرت ثوبان، جناب صنابحی، جناب عمرو بن عبسہ، جناب سلمان اور جناب حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے بھی روایات ملتی ہیں۔ جناب صنابحی وہ ہیں جو فضل الطہور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں، وہ عبداللہ صنابحی ہیں، صنابحی وہی شخصیت ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے انکا سماع ثابت نہیں، ان کا نام عبدالرحمن بن عُسیلہ اور کنیت ابو عبداللہ ہے۔ ان صاحب نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زیارت کے لئے سفر اختیار کیا تھا مگر ابھی وہ راہ میں ہی تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا انتقال ہوگیا۔ ان سے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی احادیث مبارکہ مروی ہیں اور صنابحی بن اعسر احمسی یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابی ہیں ان کو صنابحی بھی کہا جاتا ہے۔ جو حدیث ان سے روایت ہے وہ یہ ہے۔ کہتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا میں تمھاری کثرت پر دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔ اس لئے تم میرے بعد باہم جنگ وجدل نہ کرنا۔

# حدیث نمبر ۲ کی فنی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ احادیث مبارکہ کا ترجمہ تشریح کرنے کے ساتھ ساتھ راویان حدیث کی جرح وتعدیل پر بھی بات کرتا جاتا ہوں تا کہ ہر حدیث شریف کی فنی حیثیت بھی قارئین کرام پر واضح ہوتی چلی جائے اور پڑھنے میں لطف زیادہ ہو جائے فُیوض و برکات تو حاصل ہوں گے ہی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ تذکرۂ رواۃ حدیث بھی شامل ہو جائے گا تو مزید فائدہ ہوگا مطالعہ حدیث شریف میں ہر طرح کا قلبی اطمینان شامل ہو جائے گا اور تحقیق کی طرف توجہ بھی مرکوز ہوگی۔

### ۱۔ اسحٰق بن موسیٰ انصاری:

ان کا پورا نام اس طرح ہے۔ اسحٰق بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن یزید الانصاری الخطمی ابوموسیٰ المدنی (۱)

امام ابن حجر عسقلانی رقم طراز ہیں:

امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے اسحٰق بن موسیٰ سے روایت کی ہے۔ اسی طرح ان کے بیٹے موسیٰ بن اسحٰق سے بھی روایت کی ہے۔ امام نسائی نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ خطیب نے کہا کہ وہ مضبوط راوی ہیں ابن عساکر نے لکھا ہے وہ نیشاپور کے قاضی رہے ہیں یحییٰ بن محمد کہتے ہیں وہ اہل سنت ہیں امام ابن حبان نے انکو ثقات میں ذکر کیا امام بغوی کے بقول انکی وفات ۲۴۴ھ کو ہوئی (۲)

### ۲۔ معن بن عیسیٰ:

ان کا پورا نام اس طرح ہے۔ معن بن عیسیٰ بن یحییٰ بن دینار الاشجعی مولاھم القراز ابویحییٰ المدنی احد ائمۃ الحدیث۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

معن ابن عیسیٰ مالک بن انس وغیرھم سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کثیر الحدیث ہیں، مضبوط راوی ہیں۔ مامون یعنی امانت دار ہیں۔ ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ ان کا وصال ۱۹۸ھ میں مدینہ شریف میں ہوا (۳)

علامہ سراج احمد فاروقی حنفی رقم طراز ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں معن بن عیسیٰ ثقہ راوی ہیں انکی بزرگی مسلم ہے۔ ان کو امام مالک رضی اللہ عنہ کی صحبت کا شرف حاصل رہا ہے وہ فتاویٰ امام مالک کے جامع بھی ہیں۔ (۴)

---

(۱) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱/۲۲۶ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

(۲) ایضاً ایضاً

(۳) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱۰/۲۲۶ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

(۴) علامہ سراج احمد فاروقی حنفی سرہندی، شروح اربعہ جامع ترمذی ج ۱/ ۲۲ مطبوعہ کانپور، ہند

## ۳۔ مالک بن انس رضی اللہ عنہ:

یہ امام دارالہجرت، عاشق مدینہ غلام صادق رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ ہیں ان کے فضائل سے کتب بھری پڑی ہیں ان کا عشق رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم مسلم ہے ان کو اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اوران کے مبارک شہر مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بے پناہ محبت تھی وہ سُنّت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی چلتی پھرتی دلیل تھے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

(امام) مالک بن انس (رضی اللہ عنہ) ثقہ ہیں، پکّے امانتدار ہیں، متقی وپرہیزگار ہیں، فقہیہ عالم ہیں اور دین میں حجت ودلیل ہیں۔ معن بن عیسٰی بیان کرتے ہیں میں نے خود حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا تھا بیشک میں بھی بشر ہی ہوں مجھ سے خطا بھی سرزد ہوسکتی ہے اور میری رائے درست وصحیح بھی ہوسکتی ہے لہٰذا اگر تم دیکھو کہ میری رائے موافق سُنّت ہے تو اسکی پیروی کرو۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں امام مالک اللہ تعالی کی مخلوق میں اس کی حجت ودلیل ہیں۔ امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ ۹۵ ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ ھ میں ماہ ربیع الاول کی چودہ ۱۴ تاریخ کو وصال فرمایا[1]۔

حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کی مدح میں حضرت علامہ سراج احمد فاروقی، حنفی، سرہندی شارح ترمذی رقم طراز ہیں:

(امام) مالک بن انس بن مالک بن عمیر بن حارث، ابوعبداللہ اصبحی امام حجاز اور عالم مدینہ ہیں۔ اتباع تابعین سے متورع محدّث، مجتہد اور صاحب مذہب ہیں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ امام مالک رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں امام شافعی نے امام مالک سے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے دریافت کیا تو امام مالک نے فرمایا ان کی قوت استدلال ایسی ہے اگر وہ اس ستونِ مسجد کو سونا ثابت کرنا چاہیں تو فوراً کر ڈالیں۔

امام مالک رضی اللہ عنہ کی ولادت ۹۵ ھ میں ہوئی اور ۱۷۹ ھ میں مدینہ شریف میں انتقال فرمایا[2] بوقتِ وفات ان کی عمر شریف پچاسی ۸۵ سال تھی۔

## ۴۔ قتیبہ بن سعید:

ان کے حالات کا تذکرہ حدیث نمبر ۱ کے تحت ہو چکا ہے۔

---

(۱) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۷۔۸، مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

(۲) علامہ سراج احمد فاروقی حنفی سرہندی، شروح اربعہ جامع ترمذی ج ۱ ص ۲۲ مطبوعہ کانپور انڈیا

## ۵۔ سہیل بن ابی صالح:

امام حافظ ابن حجر عسقلانی تحریر کرتے ہیں:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، سہیل بن ابی صالح کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں، ابن عدی کی رائے یہ ہے سہیل بڑے بزرگ ہیں، ان سے بڑے بڑے علماء نے روایت کی ہے۔ وہ مقبول الاخبار ہیں۔ ان کی حدیث میں کوئی شک نہیں، امام نسائی جب سہیل کی حدیث پر نظر کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے اللہ کی قسم سہیل بہت سے روایان حدیث سے بہتر ہے۔ ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا۔ ابوجعفر کے دور حکومت میں وفات پائی [۱]

علامہ سراج احمد فاروقی، حنفی، سرہندی لکھتے ہیں:

سہیل بن ابی صالح کے بارے میں امام نسائی اور امام دارقطنی فرماتے ہیں وہ ثقہ ہے۔ امام ابوحاتم کا قول یہ ہے کہ سہیل بن ابی صالح کی حدیث حجت کا درجہ رکھتی ہے اسی طرح تقریب میں بھی ان کی بابت یہ کہا گیا ہے کہ وہ صدوق ہیں۔ انہوں نے ۱۴۰ھ میں وفات پائی [۲]

## ۶۔ ابیہ۔ یعنی ابوصالح السمّان ذکوان:

ان کا تذکرہ تہذیب التہذیب میں ہے۔ یہ ثقہ راوی ہیں ان کی توثیق بڑے بڑے ماہرین فن نے کی ہے۔ آپ بھی پڑھ لیں۔

امام شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے: ذکوان ابوصالح السمّان الزیات المدنی مولیٰ جوہرہ بنت الاحمس الغطفانی۔

ذکوان، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابودرداء (عویمر بن مالک) حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابورشد بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت امّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ، حضرت امّ حبیبہ ام المؤمنین، حضرت امّ سلمہ امّ المؤمنین رضی اللہ عنھن سے روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح ان سے ان کی اولاد سہیل، صالح، عبداللہ، عطا بن ابی ریاح رضی اللہ عنہم اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

عبداللہ بن احمد اپنے والد ماجد حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں۔ ذکوان ثقہ ہیں۔ حفص بن غیاث امام اعمش کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ ابوصالح ایسے مؤذن تھے جب وہ اذان دیتے تو گویا ایک چشمہ ابلتا تھا اور جب وہ ہمارے امام کی حیثیت سے نماز پڑھاتے تو عجب رقت آفریں سماں ہوتا۔ امام ابن معین بیان کرتے ہیں ابوصالح ثقہ راوی ہیں۔ امام ابوحاتم نے کہا ابوصالح ثقہ صالح الحدیث ہیں۔ ابوزرعہ کا کہنا یہ ہے کہ ابوصالح ثقہ ہیں مستقیم الحدیث ہیں۔ ابن سعد کہتے ہیں ابوصالح یعنی ذکوان ثقہ ہیں کثیر الحدیث ہیں۔ ساجی

(۱) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۳۱ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

(۲) علامہ سراج احمد فاروقی، حنفی، سرہندی، شرح ترمذی ج ۱ ص ۲۳ مطبوعہ کانپور انڈیا۔

کہتے ہیں وہ ثقہ ہیں اور صدوق ہیں۔ حربی کہتے ہیں ابوصالح ثقات میں شمار ہوتے ہیں۔ امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ عجلی کہتے ہیں ابوصالح ثقہ راوی ہیں۔

## ابوصالح السمّان ذکوان کی وفات:

یحییٰ بن بکیر اور بہت سے دوسرے حضرات اہل علم کا کہنا ہے کہ ابوصالح السمّان ذکوان کی وفات ۱۰۱ھ میں ہوئی۔ (۱)

## ۷۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ:

یہ بڑے جلیل القدر صحابی رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں۔ ان کے بے پناہ محامد اور محاسن ہیں ان کی زندگی سُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔ ان کا حافظہ مثالی تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بے حد محبت کرتے تھے۔

امام ابن حجر عسقلانی رقم طراز ہیں:

ابوھریرہ رضی اللہ عنہ، دوسی، یمانی رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابی ہیں۔ وہ حافظ الصحابہ ہیں ان کے اور ان کے والد کے نام میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے کہا جاتا ہے ان کا نام عبدالرحمن بن صخر تھا، یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان کا نام عبدالرحمن بن نجم تھا، اسی طرح عبداللہ بن عائذ، عبداللہ بن عامر، عبداللہ بن عمرو، عبداللہ بن سکین ابن رزحہ، عبداللہ بن ھانی، عبداللہ بن ثرمل عبداللہ بن صخر، ایسے ہی عامر بن شمس بھی بیان کیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان کا نام زمانہ جاہلیت میں عبدشمس تھا اور کنیت ابوالاسود تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھا اور کنیت ابوھریرہ۔ وہ بلّی سے اس طرح پیار فرماتے تھے جیسے بچوں سے کیا جاتا ہے۔ ان کی والدہ کا نام میمونہ بنت صخر تھا۔ (۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے ابوھریرہ مجھ سے بہتر ہیں اور مجھ سے بڑے عالم ہیں۔ ابن خزیمہ نے زُھری کے حوالے سے بیان کیا حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا۔ میرا نام عبدشمس بن صخر تھا اسلام میں داخل ہونے کے بعد میرا نام عبدالرحمن رکھا گیا اس بات کا تذکرہ امام حاکم نے اپنی مستدرک میں کیا ہے۔ (۲)

امام حافظ ابن حجر عسقلانی مزید لکھتے ہیں:

امام بخاری کا کہنا یہ ہے کہ آٹھ سو 800 کے قریب اہل علم صحابہ وتابعین وغیرھم نے ان سے روایت کی ہے۔ عمرو بن علی بیان کرتے ہیں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ خیبر والے سال تشریف لائے اور مشرف باسلام ہوئے یہ (غزوہ خیبر) ۷ سنہ ھ میں ہوا۔

---

(۱) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۸۹ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

(۲) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۲۹۱ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے بکثرت احادیث کی روایت کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ وہ خود بیان کرتے ہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ میں ایک مسکین آدمی تھا مجھے اکثر بھوک ستایا کرتی تھی، مہاجرین وانصار اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوجاتے تھے مگر میں ہر وقت بارگاہِ اقدس میں حاضر رہتا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اپنی چادر کو بچھادو اور پھر کچھ اس میں اُوک بھر بھر کر ڈالا۔ پھر فرمایا اس کو سمیٹ لو اور اب جو کچھ مجھ سے سنو گے ہرگز نہ بھولو گے۔

میں نے وہ چادر اوپر اوڑھ لی اور حدیث پاک کو جمع کرنا شروع کیا تو گویا وہ سب مجھے یاد ہونے لگا۔

فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا نَسِیْتُ مِنْہُ شَیْأً بَعْدَ (۱)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس کے بعد میں کبھی کوئی شی نہ بھولا۔

اس روایت کو امام بخاری، امام مسلم اور امام نسائی نے زھری کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ علامات نبوت میں سے خود ایک علامت تھے۔ اپنے زمانے کے راویان حدیث میں سے سب سے بڑے حافظ تھے۔

## حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات!

ابن عُیینہ ھشام بن عروہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوھریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کا وصال ۵۷ھ میں ہوا۔ ان کی عمر بوقت انتقال پچاسی 85 سال تھی ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر نماز جنازہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھی (۲)

حضرت ابوھریرہ کا تعلق قبیلہ دوس سے تھا وہ یمن کے علاقہ سے تشریف لائے تھے ان کی آمد ۷ھ کو ہوئی ان دنوں سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم فتوحات خیبر پر مامور تھے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ ۷ھ ہجری کو ایمان لائے انکا وصال ۵۷ھ یا بعض روایات کے بمطابق ۵۸ھ میں ہوا اور اس وقت انکی عمر اُٹھتر 78 سال تھی اس طرح ایمان لاتے وقت ان کی عمر ستائیس 27 سال تھی یہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابوھریرہ جب ایمان لائے اس وقت بچے تھے محض غلط ہے۔

علامہ سراج احمد حنفی لکھتے ہیں:

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ اہل صفہ میں سے ایک ہیں۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بے پناہ محبت رکھتے تھے اور ہمیشہ حاضر خدمت رہتے تھے وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے زیادہ حافظ تھے تمام صحابہ کرام سے زیادہ حدیثیں انہی سے مروی ہیں انکی مرویات کی تعداد پانچ ہزار تین سو چالیس 5340 ہے۔ آٹھ سو 800 سے

(۱) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۲۹۰ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

(۲) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۲۹۱ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

زیادہ صحابہ ان سے روایت کرتے ہیں حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے انہیں بحرین کا حاکم بنایا۔
حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے ۵۹ھ میں وفات پائی اس وقت ان کی عمر 78 سال تھی، وہ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ (۱)

# شرح حدیث نمبر ۲

## وضو کی لغوی تحقیق:

وُضو "وضاۃ" سے بنا ہے اگر اس لفظ کو "وُضُوء" پڑھا جائے تو مطلب ہے وہ عمل جو نماز پڑھنے کیلئے کیا جاتا ہے جس کا حکم قرآن کی سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۶ میں دیا گیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ (۲)

اے ایمان والو جب تم نماز کے لئے کھڑے ہونے لگو تو اپنے چہرے کو دھولیا کرو، اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولیا کرو، اپنے سروں کا مسح کرلیا کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولیا کرو۔

اس آیت مبارکہ میں نماز کیلئے جس عمل کی ترغیب دی گئی ہے جو حکم سنایا گیا ہے اس کو "وُضُوء" کہتے ہیں اور اس کے چار فرض ہیں:

۱۔ چہرے کا دھونا۔
۲۔ ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا۔
۳۔ سر کا مسح کرنا۔
۴۔ پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھونا۔

اسی طرح وہ ماءِ مطہر جس سے وُضُو کیا جائے گا اس پانی کو وَضُو کہتے ہیں اور وہ برتن جس میں ماء مطہر ڈال کر وُضو کیا جائے اس برتن کو وِضُو سے تعبیر کیا جائے گا۔

## پاؤں کا مسح:

بعض لوگ پاؤں پر بھی مسح کرتے ہیں ایسا کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ قرآن حکیم میں تین مرتبہ دھونے کا

(۱) علامہ سراج احمد فاروقی، حنفی سرہندی، مجموعہ شروح اربعہ ترمذی، ج ا ص ۲۳ مطبوعہ کانپور انڈیا۔
(۲) سورۂ مائدہ آیت نمبر ۶

ذکر کیا گیا ہے اور ایک مرتبہ مسح کا تذکرہ ہے اگر دو دھونے اور دو مسح ہوتے تو عبارت میں اوزان دو ایک طرح کے ہوتے اور دو اوزان ایک طرح کے ہوتے ۔لیکن تین اوزان ایک طرح کے ہیں مثلاً وَجُوهَكُمْ اَيْدِيَكُمْ اَرْجُلَكُمْ اور ایک وزن علیحدہ ہے بِرُءُوسِكُمْ لہٰذا تین دھونے ہیں اور ایک مسح ہے۔ اگر با جارہ کا ارجلکم بھی اسم ہوتا تو ضرور وہ اس پر اثر انداز ہوتا اور اَرْجُلَكُمْ کا اعراب ارجُلِکم ہو جاتا مگر اعراب نہیں بدلا اگر سر کی طرح پاؤں کا بھی مسح ہی ہوتا تو با جارہ نے جب روسِ پر عمل کیا تو اس کی س کو جر دی اسی طرح وہ ارجل پر بھی عمل کرتا اور اسکو ارجُلِ کر دیتا لیکن ایسا نہیں ہے ۔لہٰذا ثابت ہوا آیت مذکورہ میں حکم چہروں کو دھونے کا ہے، دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونے کا ہے، دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھونے کا ہے اور سروں کا مسح کرنے کا ہے۔ پاؤں کے مسح کی طرف نظر کی ہی نہیں جا سکتی۔

امام محی الدین نووی رقم طراز ہیں:

جمہور اہل لغت کا کہنا یہ ہے کہ وضو اور طہور دونوں کو ضمہ کے ساتھ تلفظ کیا جائے جیسے وُضُو، طُہُور تو اس فعل کو مصدری معنوں میں لیا جائے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وضو ان دونوں الفاظ کا تلفظ وَضُو اور طَہُور ہے اگر اس طرح پڑھا جائے تو مطلب ہوگا وہ پانی جس سے طہارت حاصل کی جاتی ہے اس کو ابن انباری اور ایک جماعت اہل لغت نے ماہرین فن (لغت) سے نقل کیا ہے۔ جناب خلیل، اصمعی، ابو حاتم سجستانی ازہری اور ایک جماعت نے اس کو وُضو اور طُہور ہی پڑھا ہے صاحب مطالع نے کہا کہ دونوں کو ضمہ کے ساتھ ہی پڑھ لینا چاہئے۔

وضو کی اصل الوضاۃ ہے جس کا معنی ہے حُسن و لطافت ۔نماز کے لئے کئے گئے عمل کو وضو سے اس لئے تعبیر کیا جاتا ہے کہ وضو کرنے والا اس کے ذریعے حُسن و لطافت پاتا ہے۔[1]

## اقول و باللہ التوفیق!

انسان فطرتاً متلون مزاج واقع ہوا ہے یہ ایک حالت پر قائم نہیں رہتا کبھی خوش، کبھی پریشان، کبھی نہایت نرم، کبھی انتہائی سخت، ان حالات میں اسکو ایک چیز کی ضرورت تھی جو اس کے مزاج کو اعتدال پر رکھے بگڑے ہوئے مزاج کو اعتدال پر لے آئے ۔حُسن و لطافت ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو اپنی جانب فوراً متوجہ کرتی ہے لہٰذا وضو ایک ایسا عمل ہے جو انسان کو فوراً حُسن و لطافت عطا کرتا ہے اور نتیجہ اس عمل کا یہ ہوتا ہے کہ انسان کی بگڑی ہوئی طبیعت معاً اعتدال پر آ جاتی ہے اور اس کی وہ حالت جو حد اعتدال سے تجاوز کرنے کی وجہ سے ہوگئی تھی اور جس کے سبب اس سے کئی ایسے افعال ہونا بھی ممکن ہو گئے تھے جو مستقبل کیلئے انتہائی خطرناک تھے، لیکن جب وضو کرے گا تو غصہ ختم ہو جائے گا اس کی جگہ پاکیزگی لے لے گی اور اس کو وہ کمال پھر حاصل ہو جائے گا جس سے اس کی اپنی ذات کو نفع پہنچے گا اور دوسروں کو بھی نفع پہنچائے گا۔ لہٰذا اگر کبھی غصہ آ جائے تو فوراً وضو کر لینا چاہئے۔

(۱) امام محی الدین یحییٰ بن شرف نووی م ۶۷۶ھ شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۹۹ مطبوعہ مکتبۃ الغزالی دمشق۔

## غسل کی تحقیق لغوی!

حضرت علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

پانی کے ذریعے جب غسل کیا جاتا ہے تو اسے غین کے پیش کے ساتھ ہی پڑھا جائے گا اور جب اس کو مصدری معنوں میں لیا جائے گا تو اس وقت غُسل اور غَسل دونوں طرح سے تلفظ کرنا مشہور لغت ہے۔ بعض (علماء وفقہا) نے یوں کہا کہ اگر مصدر کے معنوں میں لیا جائے گا تو غَسل پڑھیں گے اور اگر اغتسال کے معنوں میں لیا جائے گا تو پھر غُسل پڑھیں گے جیسے غَسل جمعہ مسنون ہے اور غُسل جنابت واجب ہے۔ بہر حال فقہا میں تھوڑا بہت صنف ولحن کا اشتباہ موجود ہے۔ اس طرح اگر اس لفظ کو غِسل یعنی غین کے زیر کے ساتھ پڑھا جائے تو مراد وہ چیزیں ہیں جن سے غسل کیا جاتا ہے۔ (۱)

جیسے، صابن، شیمپو اور وہ تمام اشیاء جو غسل میں کام آتی ہیں اس میں کوئی شک نہیں دنیا بھر میں سب سے بہتر نظام زندگی وہی ہے جو اسلام نے عطا فرمایا ہے جس کو شریعت مطہرہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی انسان روزانہ غسل کرتا ہے تو اس کو جسمانی طور پر وہ وہ فوائد حاصل ہوتے ہیں جن کا احاطہ تحریر میں لانا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ بہر نوع غسل کرنے میں صحت ہی صحت ہے فائدہ ہی فائدہ۔

## کیا نیت وضو یا غسل میں فرض ہے؟

امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وضو اور غسل دونوں ہی نیت کے بغیر نہیں ہوتے اسی طرح تیمم بھی۔ امام شافعی کا قول بھی یہی ہے کہ غسل و وضو دونوں نیّت کے بغیر درست نہیں ہیں۔ اور تیمم بھی نیت کے بغیر درست نہیں ہے۔

جناب حسن بن صالح کا قول یہ ہے کہ وضو اور تیمم دونوں ہی بغیر نیت کے ہو جاتے ہیں۔ (۲)

میں نے ان اقوال کو نقل کر دیا ہے تاکہ قارئین کو ائمہ کرام کا نظریہ معلوم رہے اور عمل میں آسانی پیدا ہو جائے زندگی موافق سُنّت گذارنے کا طریق بیّن رہے اور دوسروں تک اس کو پہنچانا آسان ہو جائے۔ علم ہی وہ عظیم دولت ہے جو انسان کو عمل کی طرف مائل کرتی ہے علماء فرماتے ہیں العمل ابن العلم عمل علم کا بیٹا ہے۔

## امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب،

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہر طرح کی طہارت پانی کے ساتھ جائز ہے اور نیّت اس میں ضروری نہیں ہے ہاں البتہ تیمم کے لئے نیّت ضروری ہے۔

---

(۱) امام محی الدین یحییٰ بن شرف نووی م ۶۷۶ھ شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۹۹ مطبوعہ مکتبۃ الغزالی دمشق۔

(۲) الامام ابی بکر احمد الرازی الجصاص الحنفی م ۳۷۰ھ احکام القرآن ج ۲ ص ۳۷۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان۔

امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ قول ہمیں کہیں نہیں ملا کہ تیمم بھی بغیر نیت کے درست ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے تیمم میں نیت ضروری ہے۔ (۱)

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا نظریہ بہت ہی واضح ستھرا اور عام فہم ہوتا ہے ہر مسلمان کیلئے عمل کی راہ آسان اور پر کشش ہوجاتی ہے امام ابوبکر فرماتے ہیں کہ آیت مبارکہ بھی اس پر دلالت کرتی ہے وضو بغیر نیت ہی کے جائز ہوتا ہے وہ آیت کریمہ یہ ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِينَ امَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ط (۲)

اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو اور نہ ناپاکی کی حالت بے نہائے مگر مسافری میں۔

## وجوب طہارت کی وضاحت:

امام ابوبکر جصاص رقم طراز ہیں:

اگر لفظی اعتبار سے دیکھا جائے تو موجب طہارت وہی تکرار عمل ہے جو نماز کے لئے قیام کرتے وقت ہو اور جب اس تکرار کو باعتبار معنی دیکھا جائے تو وجوب طہارت کا سبب نماز کیلئے قیام نہیں بلکہ حدث یعنی غسل کا فرض ہوجانا یا وضو کا ٹوٹ جانا ہی ہے۔

سلیمان بن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فتح مکہ والے دن پانچوں نمازیں ایک وضو سے ادا فرمائیں اور موزوں پر مسح فرمایا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے ایسا عمل فرمایا جو اس سے پہلے کبھی نہ کیا تو ارشاد فرمایا میں نے عمداً ایسا کیا ہے۔

یہ حدیث شریف اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ نماز کے لئے کھڑے ہونا موجب طہارت نہیں اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہر نماز کے لئے جدید طہارت (وضو) نہیں فرمائی۔ (۳)

مزید ارقام فرماتے ہیں:

حدث کے علاوہ ہر نماز سے پہلے ایجاب وضو کی نفی پر روایات موجود ہیں ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ دوسری روایت حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔

---

(۱) الامام ابی بکر احمد الرازی الجصاص الحنفی م ۳۷۰ھ احکام القرآن ج ۲ ص ۳۷۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان۔

(۲) سورہ نساء آیت نمبر ۴۳

(۳) الامام ابی بکر احمد الرازی الجصاص الحنفی م ۳۷۰ھ احکام القرآن ج ۲ ص ۴۶۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان۔

تیسری حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کی گئی ہے اسی طرح عبداللہ سلمانی سے روایت ہے، ابوالعالیہ نے بھی روایت کیا ہے، سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ملتی ہے، ابراھیم اور حسن سے بھی روایت کی گئی ہے اس میں فقہا کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (۱)

اگر تو وضو کی ضرورت ہو تو مزید کیا جائے اور اگر حدث لاحق نہیں ہوا تو وضوء کرنا ضروری نہیں ہے سابقہ وضو ہی سے نماز پڑھی جاسکتی ہے ہاں اگر تجدید وضو کیا جائے تو یہ بڑی ہی فضیلت اور حکمت کی بات ہے۔

## تجدید وضو اور احادیث مبارکہ:

تجدید وضو کی فضیلت پر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی احادیث ملتی ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما کی روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضو کیلئے پانی منگوایا تو ایک ایک بار اعضاء وضو کو دھویا اور ارشاد فرمایا:

هٰذَا وَظِيفَةُ وُضُوءِ مَنْ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ لَهُ صَلٰوةً إِلَّا بِهِ (۲)

یہ وضو کا وظیفہ ہے اللہ تعالیٰ کسی سے وضو کے بغیر نماز قبول نہیں فرماتا۔

ایک مرتبہ یوں ہی کسی اور موقعہ پر پھر پانی منگوایا اور دو دو بار اعضاء وضو کو دھویا تو ارشاد فرمایا:

هٰذَا وُضُوءُ مَنْ تَوَضَّأَ بِهِ ضَاعَفَ لَهُ الْأَجْرَ مَرَّتَيْنِ (۳)

یہ ہے وضو جس نے اس طرح وضو کیا تو اسکا اجر دو گنا کر دیا جائے گا۔

پھر وضو کیلئے پانی طلب فرمایا اعضاء وضو کو تین تین بار دھویا اور ارشاد فرمایا:

هٰذَا وُضُوئِي وَوُضُوءُ النَّبِيِّينَ مِنْ قَبْلِي (۴)

یہ میرا وضو ہے اور ان انبیاء کا وضو ہے جو مجھ سے پہلے ہو گذرے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے یوں فرمایا:

اَلْوُضُوءُ عَلَى الْوُضُوءِ نُورٌ عَلٰى نُورٍ

وضو پر وضو کرنا نور علی نور ہے۔

---

(۱) الامام ابی بکر احمد الرازی الجصاص الحنفی م ۳۷۰ھ احکام القرآن ج ۲ ص ۶۸ ۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان۔
(۲) الامام ابی بکر احمد الرازی الجصاص الحنفی م ۳۷۰ھ احکام القرآن ج ۳ ص ۶۸ ۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان۔
(۳) الامام ابی بکر احمد الرازی الجصاص الحنفی م ۳۷۰ھ احکام القرآن ج ۳ ص ۶۸ ۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان۔
(۴) الامام ابی بکر احمد الرازی الجصاص الحنفی م ۳۷۰ھ احکام القرآن ج ۳ ص ۶۸ ۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان۔

حدیث شریف میں یوں بھی آیا ہے:

لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالْوُضُوْءِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ (۱)

اگر مجھے اپنی امت کے لئے شاق نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے لئے وضو کرنے کا حکم صادر کرتا۔

یہ سب کی سب روایات استحباب وضو پر دلالت کرتی ہیں، اس حال میں نماز سے پہلے وضو کرنا جبکہ وضو ٹوٹا نہ ہو۔ وضو کا وجوب نیند سے بھی ہوتا ہے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اخبار متواترہ سے ثابت ہے، اور یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے نماز کے لئے قیام کرنا موجب وضو نہیں ہے۔ اگر نیند سے بیدار ہونا موجب وضو ہے تو وہ صرف اس صورت میں ہے جب بندہ بیدار ہو کر ارادہ صلوٰۃ سے قیام کرے۔ (۲) یعنی اگر نماز پڑھنے کا ارادہ ہو اور وضو بھی نہ ہو چاہے نیند کی وجہ سے یا دیگر کسی ناقضِ وضو کے سبب سے تو وضو کرنا واجب ہوگا ورنہ سابقہ وضو سے نماز ادا کی جا سکتی ہے۔

امام ابو یوسف، محمد بن عبداللہ، عطا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے نیند سے بیدار ہو کر نماز پڑھی اور وضو نہ فرمایا۔ اس کی بابت آپ کی خدمت اقدس میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنِّیْ لَسْتُ كَاَحَدِكُمْ اِنَّهٗ تَنَامُ عَيْنَایَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِیْ لَوْ اَحْدَثْتُ لَعَلِمْتُهٗ (۳)

میں تم جیسا نہیں ہوں بیشک میری آنکھیں تو سو جاتی ہیں مگر دل نہیں سوتا اگر حدث لاحق ہو تو مجھے علم ہو جاتا ہے۔

اس حدیث شریف کو نقل کرنے کے بعد حضرت امام ابو بکر جصاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ فی نفسہ نیند حدث کا باعث نہیں وجوب وضو اس صورت میں ہوتا ہے حدث کی بابت شعور نہ رہے سونے والے پر نیند کا خوب غلبہ ہو جائے۔ (۴)

## میری آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار رہتا ہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک کہ نیند میں بھی میں بے خبر نہیں ہوتا جو میرا وضو ٹوٹ جائے بلکہ میری تو صرف آنکھیں سوتی ہیں دل تو بیدار ہی رہتا ہے مطلب یہ ہوا میں حالت نیند میں بھی پوری طرح باخبر ہوتا ہوں اور احوال سے آگاہ رہتا ہوں۔ میرا آگاہ رہنا اس وجہ سے ہے کہ مجھ پر نیند کا ایسا غلبہ نہیں ہوتا جو مجھے ارد گرد سے بے

(۱) الامام ابی بکر احمد الرازی الجصاص الحنفی م ۳۷۰ھ احکام القرآن ج ۲ ص ۶۸ ۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان۔
(۲) الامام ابی بکر احمد الرازی الجصاص الحنفی م ۳۷۰ھ احکام القرآن ج ۲ ص ۶۸ ۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان۔
(۳) الامام ابی بکر احمد الرازی الجصاص الحنفی م ۳۷۰ھ احکام القرآن ج ۲ ص ۶۹ ۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان۔
(۴) الامام ابی بکر احمد الرازی الجصاص الحنفی م ۳۷۰ھ احکام القرآن ج ۲ ص ۶۹ ۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان۔

خبر کر دے اور مجھے اپنے احوال کی بھی اطلاع نہ رہے حقیقت تو یہ ہے کہ آپ ساری کائنات کے حالات احوال سے با خبر ہیں یہ باخبر رہنا آپ کے منصب رسالت کی برکت سے ہے۔ مجھے ان لوگوں پر سخت حیرت ہوتی ہے جو کلمہ پڑھ کر بھی امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کمالات کا انکار کرتے ہیں، وہ لوگ کتنے محروم القسمت ہیں۔ ایسے لوگوں پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے اس کے علاوہ بندہ کر بھی کیا سکتا ہے۔ اللہ گواہ ہے جس دل میں سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت رچی بسی ہوتی ہے اس دل میں یہ خیال تک بھی نہیں گذرتا کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کسی بھی طرح کسی معاملہ سے بے خبر ہیں بلکہ اس دل میں تو ہر وقت یہی مبارک عقیدہ راسخ رہتا ہے کہ ہمارے پیارے آقا مولیٰ سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ساری کائنات میں سب سے افضل ہیں اور سب سے زیادہ علم والے ہیں اللہ تعالیٰ کے بعد آپ ہی کا مقام و مرتبہ ہے۔

اس حدیث شریف کو پڑھ کر بھی اگر کوئی بندہ یہ دعوی کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہماری ہی طرح کے بشر ہیں تو اسے اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہئے بس اس نظریے سے اس کے اعمال ہی ضائع نہ ہو جائیں اس لئے کہ نبی اکرم تاجدار عرب و عجم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا واضح ارشاد ہے۔

اِنِّیْ لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ [1]

میں تم جیسا نہیں ہوں۔

مجھے یاد پڑتا ہے اس حدیث کو امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں درج فرمایا ہے۔ وہاں الفاظ غالباً تھوڑے تغیّر کے ساتھ آئے ہیں مگر معنی و مفہوم بالکل (SAME) اس حدیث جیسا ہے جو میں نے ابھی نقل و ذکر کی ہے۔

## برکاتِ وُضو

اس میں کوئی شک نہیں ساری کائنات کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور وہ اس کو ایک نہایت مربوط اور مضبوط انداز میں چلا رہا ہے اس نے ایک ایک چیز کو ایسا پابندِ اوقات بنا رکھا ہے کہ کوئی اس کے حکم سے قطعاً سرتابی نہیں کرتی جس جس کو جہاں جہاں اور جیسا جیسا حکم صادر فرما کر سرگرم عمل بنایا ہے وہ اپنے دائرہ کار سے ایک انچ دائیں بائیں ہو کر نہیں چلتی مثلاً سورج ہی کو دیکھ لیں وہ کیسا اپنے خالق کے حکم کا پابند ہے اس طرح چاند کو دیکھ لیں وہ کیسا فرماں بردار ہے اپنے وقت پر طلوع ہوتا ہے پھر دن گذرنے کے ساتھ ساتھ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ سورج زندگی کو دوبالا کرتا ہے فصلوں کو پکاتا ہے جبکہ چاند کی چاندنی پھلوں میں مٹھاس پیدا کرتی ہے، الغرض ساری کائنات اپنے خالق و مالک کے ہونے پر دال ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کا شکر گزار رہے۔ اس پیارے اللہ تعالیٰ نے انسان کے ساتھ رابطہ اپنے انبیاء کرام کے ذریعے فرمایا ان پر وحی نازل کر کے احکام صادر کر کے فرمایا میرے بندوں کو بتا دو میرا یہ حکم ہے میرا یہ فرمان ہے۔ سب سے

---

(۱) الامام ابی بکر احمد الرازی الجصاص الحنفی م ۳۷۰ھ احکام القرآن ج ۲ ص ۴۶۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور ان کے واسطے سے اپنے بندوں کو اپنا آخری پیغام پہنچایا، قرآن حکیم جیسی لاریب کتاب نازل فرما کر قیام قیامت تک اسکو ذریعہ رُشد وحدایت بنا دیا اور تمام انسانوں کو یہ دعوت عام دے دی اب قیامت تک جو کوئی حدایت کا طالب ہو وہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دامنِ کرم سے وابسطہ ہو جائے اور تعلیمات قرآن وحدیث پر عمل کرے تو دنیا و آخرت کی برکات سے بہرمند ہوگا۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جہاں اور بے پناہ اعمال ایسے تعلیم فرمائے جن کے ذریعے انسان برکات حاصل کر سکتا ہے وہاں ایک عمل وضو بھی بتایا جو بہت ضروری عمل ہے مثلاً نماز پڑھنے کی نیت سے جب کوئی بندہ مومن اٹھے تو اس کو وضو کرنا ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ (۱)

اے ایمان والو جب تم نماز کے لئے کھڑے ہونے لگو تو اپنے چہروں کو دھو لیا کرو اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھو لیا کرو اپنے سروں کا مسح کر لیا کرو اور پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھو لیا کرو۔

یہ (نمبر ۲) حدیث شریف جس کی شرح کی جا رہی ہے۔ اس میں فرمایا گیا ہے۔ جب کوئی بندہ مومن یا بندہ مسلمان وضو کرتا ہے تو اسکے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ بالکل پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں وضو کرتے وقت اعضاء پر تو صرف پانی ہی پڑتا ہے۔ مگر یہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی برکت ہے کہ وہ پانی اپنے اندر وہ تاثیر پیدا کر لیتا ہے کہ بندہ مومن کے گناہوں کو ساتھ بہا کر لے جاتا ہے ہمارا پکا یقین ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرما دیا ہے ویسا ہی ہوتا ہے۔ وضو کرنے سے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ بعض متقدمین کے نزدیک تو مراد مطلقاً یہی ہے کہ سارے ہی گناہ محو ہو جاتے ہیں خواہ وہ کبائر ہوں یا صغائر مگر متاخرین نے اس میں یہ موقف اختیار فرمایا ہے کہ وضو سے وہ سب گناہ محو ہو جاتے ہیں جن کا تعلق صغائر سے ہے اور کبائر بھی معاف ہو جاتے ہیں مگر سچی توبہ کے بعد۔

اندازہ فرمائیں جب رب کائنات نے وضو کرنے کا حکم صادر فرمایا اور اس کو اپنے بندوں پر نافذ فرمایا تو ایک حکم تھا جو اہل ایمان کو سنا دیا گیا اور انہوں نے اس کو جان لیا اور اس پر عمل پیرا ہو گئے وہ اس طرح اپنے اعضاء پر پانی

سورۃ مائدہ آیت نمبر ۶

بہانے لگے اور سروں کا مسح کرنے لگے مگر نظر رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وہ برکات بھی ملاحظہ فرمائیں جن کو عام نگاہ دیکھنے سے قاصر ہے۔ مثلاً جب کوئی بندہ مومن اپنا چہرہ دھوتا ہے تو چہرے کے گناہ محو ہو جاتے ہیں، جب کوئی بندہ مومن اپنے ہاتھوں کو دھوتا ہے تو ہاتھوں کے سارے گناہ محو ہو جاتے ہیں اس طرح جب کوئی بندہ مومن اپنے پاؤں کو دھوتا ہے تو پاؤں کے سارے گناہ مٹ جاتے ہیں یہ جو کچھ ارشاد فرمایا گیا ہے بالکل برحق ہے پانی کو بہتا دیکھ کر بندہ مسلمان کے گناہوں کو بہتا دیکھ لینا یہ وہ کمال ہے جو رب تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام کو بالخصوص اور انکے صدقہ میں اولیا کرام کو بالعموم عطا فرمایا ہوتا ہے۔ نگاہ مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو یہ شرف حاصل ہے وہ باطن کے معاملات تک کو دیکھ لیتی ہے اسی کو روحانی قوت کہتے ہیں۔

## نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ،

وضو کرنے والا گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

اس حدیث شریف میں اھل ایمان کو مژدہ سنایا گیا ہے اور انہیں وضو جیسے پیارے عمل کی بدولت گناہوں جیسی بیماری سے نجات دلا دی گئی ہے۔ گناہوں کا تعلق انسان کے باطن کے ساتھ ہے اور وہ کبھی بھی نہیں چاہتا کوئی دوسرا اس کے باطن کی کجی پر مطلع ہو۔ اگر کسی کو ہمارے باطن کی اطلاع ہو جائے تو وہ ہمارے لئے کیسے جذبات رکھے گا یہ تو پھر وہ شخص جانتا ہے جس سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہو اور اس کا باطن اس کو رہ رہ کر آگاہ کرتا ہو کہ اس کو اس کے نقصان سے بچایا جائے۔ کس قدر فطرت کے قریب اور حقائق معارف کی کان ہے یہ حدیث مبارک جس میں عمل صرف تھوڑا سا وہ بھی وضو کرنا اور اجرا اتنا بڑا کہ انسان کے گناہ محو ہو جاتے ہیں۔

چہرہ دھویا چہرے کے سارے گناہ مٹ گئے، ہاتھ دھوئے، ہاتھوں کے سارے گناہ محو ہو گئے، پاؤں دھوئے، پاؤں کے سارے گناہ معاف ہو گئے۔ سر کا مسح کیا، سر کے سارے گناہ ختم۔ اس عمل کو کرنے والا کتنا خوش نصیب ہے دنیا میں دلی طور پر مطمئن ہوا، سکونِ قلب کی دولت میسر آئی آخرت میں رسوائی سے بچا، مخلوق خدا میں صاحب عزّت ہوا فرشتوں میں لائق احترام ٹھہرا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زبان اطہر سے "نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ" کا لقب پایا قسم باخدا یہ اعزاز جو وضو کرنے والے کو عطا فرمایا گیا ہے دنیا کی بادشاہت سے کہیں زیادہ قابل احترام ہے۔ ہر صاحب عقل شعور کا دل مچل مچل کر پکار اٹھتا ہے میں جلد وضو کرتا ہوں میں جلد نماز پڑھتا ہوں میں جلد سجدہ ریز ہوتا ہوں تا کہ میرا اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائے۔

مسلمانوں کو راہ عمل کی طرف بلانے اور پابند نماز بنانے کا کتنا عمدہ طریقہ اختیار فرمایا گیا ہے انسان کوئی کام بھی فائدے کے بغیر نہیں کرتا اس لئے عین اس کی فطرت کے مطابق اس کو بتایا گیا کہ نماز تو ابھی پڑھی جائے گی اس کا اجر وثواب تو ہے ہی ایک الگ چیز ابھی تو آپ نے صرف وضو کیا ہے اس کی یہ برکت ہے کہ آپ کے سارے گناہ دھل

گئے ہیں سارے گناہ محو ہو گئے ہیں سارے گناہ مٹ گئے تو نماز کے پڑھنے سے کتنا بڑا اجر ملتا ہوگا۔

## اھل اسلام کی ذمہ داری!

آج اھل ایمان کو پھر پورے جذبے پورے انہماک قلبی کے ساتھ دعوت دیکر پیار و محبت سے دین کے ان تمام مسائل سے آگاہ کرنا ضروری ہے جنکا جاننا ایک مسلمان کے لئے باعث عزّ وشرف ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہمارا نظام تعلیم ایسا ناقص ہے کہ اس کو پڑھنے والا اپنے دین وایمان سے وہ تعلق پیدا نہیں کرتا جو کرنا چاہیے تھا۔ تمام اھل اسلام کی ذمہ داری ہے کہ وہ خود دین اسلام کے ضروری مسائل سیکھیں اور آگے دوسرے مسلمانوں کو اسکی تعلیم دیں تا کہ دین حق کی افادیت عام ہو اس کے ماننے والے اس پر عمل کرنے کو اپنے لئے باعثِ عزّت یقین کرلیں۔

## نماز کے فوت ہو جانے کا ڈر ہو تو تیمم کر لینا جائز:

کئی صورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں وضو کی بجائے تیمم کر کے عبادت کر لی جاتی ہے اسلام اپنے ماننے والوں کو آسانیاں فراہم کرتا ہے اور ان کے لئے تنگی پیدا نہیں کرتا لہٰذا یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ ساری روئے زمین پر انسانیت کا سب سے بڑا خیر خواہ دین اسلام ہی ہے اسکا نظام حیات تمام نسانوں کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے اور انہیں فرحت وراحت بہم پہنچاتا ہے۔

## امام ابو بکر جصّاص تحریر کرتے ہیں:

اگر کسی کو یہ خوف لاحق ہو جائے کہ اس کے وضو کرنے کی وجہ سے اس کی نماز عید یا نماز جنازہ رہ جائے گی تو ایسی صورت میں اس کے لئے تیمم کرنا جائز ہو جائے گا حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے وہ تمام حضرات ہر نماز کے لئے وضو فرماتے تھے۔ اس عمل کو استحباب پر محمول کیا گیا ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا ارشاد موجود ہے:

اِذَا تَوَضَّأْتَ فَصَلِّ بِوُضُوْئِكَ مَالَمْ تُحْدِثْ [1]

جب تم وضو کر لو تو اس وضو کے ساتھ اس وقت تک نماز پڑھو جب تک وہ ٹوٹ نہ جائے۔

اس سے واضح ہوا کہ اگر کوئی شخص ہر نماز کے لئے علیحدہ وضو کرے تو یہ باعثِ برکت ہے۔ اور کئی مقامات پر اس عمل کو نورٌ علی نور سے بھی تعبیر کیا گیا ہے اس میں کوئی شک نہیں بندے کو زیادہ سے زیادہ طہارت کا خیال رکھنا چاہیے۔ تا کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے لائق ہو سکے یہی وہ عمل ہے جو بندے میں پاکیزگی اور نفاست پیدا کرتا ہے اور ہر طرح کی گندگی سے بندہ پرے رہتا ہے۔ اور اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھتا ہے اس عمل کی برکت یہ ہے کہ جہاں اس کی اپنی ذات کو فائدہ پہنچتا ہے وہاں دوسروں کو بھی اس کی شخصیت بھلی معلوم ہوتی ہے۔

(۱) الامام ابی بکر احمد الرازی الجصاص الحنفی م ۳۷۰ھ احکام القرآن ج ۲ ص ۴۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان۔

# معیارِ زندگی

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی زندگی سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ، ان کا علم نافع، ان کا اندازِ سوچ اعلیٰ، ان کا عفو و درگزر بے مثال، مگر ہمیں سوچنا یہ ہے کہ کیا ہم بھی ان کے بتائے ہوئے اصولوں پر عمل پیرا ہیں۔ یا کہ نہیں اگر ہیں تو ملت اسلامیہ پر یہ انحطاط کیوں؟ اس کا جواب صاف لفظوں میں یہ ہے کہ ہم صرف دعویٰ ہی کرتے ہیں عملاً نہیں، اگر عمل میں بھی ہم درست ہو جائیں تو آج بھی ملت اسلامیہ دنیا کی تمام ملل پر غالب آسکتی ہے اور آج بھی ملت اسلامیہ کو اپنی کھوئی ہوئی عظمت واپس مل سکتی ہے، آج بھی ملت اسلامیہ کا دبدبہ تمام عالم پر چھا سکتا ہے۔

(امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، صفحہ ۱۱)

# باب نمبر ۳

## "بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ مِفْتَاحَ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ"

پاکیزگی نماز کی چابی ہے۔

اس باب میں آنے والی حدیث مبارک کا مطالعہ کریں طہارت کی حقیقت واضح ہوگی۔

اس باب کے ماتحت ایک ہی حدیث مبارک آرہی ہے۔

## حدیث نمبر ۳

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، وَهَنَّادٌ، وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ

قَالَ أَبُو عِيسٰى هٰذَا الْحَدِيثُ أَصَحُّ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ وَأَحْسَنُ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ هُوَ صَدُوقٌ، وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيهِ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ، قَالَ أَبُو عِيسٰى وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ يَقُولُ كَانَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرٰهِيمَ، وَالْحُمَيْدِيُّ يَحْتَجُّونَ بِحَدِيثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، قَالَ مُحَمَّدٌ وَهُوَ مُقَارِبُ الْحَدِيثِ، قَالَ أَبُو عِيسٰى وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ۔

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ، راوی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا پاکیزگی (وضو) نماز کی کنجی ہے، وہ تمام اقوال وافعال جو تکبیر تحریمہ کہنے سے حرام ہوجاتے ہیں سلام پھیرنے سے وہ پھر حلال ہوجاتے ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس باب میں یہ حدیث زیادہ صحیح ہے بلکہ احسن ہے۔ عبداللہ بن محمد بن عقیل صدوق ہیں البتہ بعض اہل علم نے ان کے استحضار میں کلام کیا ہے۔ میں نے امام بخاری محمد بن اسمٰعیل کو فرماتے ہوئے سنا ہے، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ، جناب اسحٰق بن ابراھیم اور جناب حمیدی، حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیل رضی اللہ عنہ کی حدیث کو حجت مانتے تھے۔ امام بخاری فرمایا کرتے تھے وہ مقارب الحدیث ہیں یعنی ان کی راویت قبول کرنا بالکل درست وصحیح ہے۔ اوراس باب میں حضرت جابر اور ابوسعید رضی اللہ عنھما سے بھی احادیث مروی ہیں۔

# حدیث نمبر ۳ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

۱۔ ھَنّاد ان کے حالات حدیث نمبر ا میں بیان ہو چکے۔

۲۔ قتیبہ بن سعید کے حالات واحوال حدیث نمبر ا میں بیان ہو چکے۔

### ۳۔ محمود بن غیلان!

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ رقم فرماتے ہیں:

محمود بن غیلان جناب وکیع، ابن عُیَینَہ اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں[1] مروزی احمد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں، میں ان کو حدیث کے حوالے سے جانتا ہوں اور وہ صاحب السُّنّہ ہیں انہیں مسئلہ خلق قرآن میں قید کیا گیا تھا۔ امام نسائی فرماتے ہیں وہ ثقہ ہیں، امام ابن حبّان کہتے ہیں وہ ثقہ ہیں انہوں نے انکا ذکر ثقات میں کیا ہے۔

ان کی وفات کے حوالے سے امام بخاری اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہما بیان کرتے ہیں کہ محمود بن غیلان ۲۳۹ھ میں واصل بحق ہوئے۔ ابو رجاء محمد بن حمدیہ مروزی بیان کرتے ہیں کہ محمود بن غیلان ۲۴۶ھ کو حج کے لئے روانہ ہوئے حج کر کے جب وہ مرو واپس آ گئے تو تین سال کے بعد بیس ۲۰ ماہ ذی قعد کو ۲۴۹ھ کو وفات پائی[2]

علامہ سراج احمد حنفی لکھتے ہیں:

محمود بن غیلان بغداد میں تشریف رکھتے تھے۔ وہ ثقہ راوی ہیں، امام ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے۔ انہوں نے ۲۳۹ھ میں وفات پائی[3]

محمود بن غیلان کے حالات امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے قدرے تفصیل سے لکھے ہیں میں نے ان کے حوالے سے بھی ذکر کر دیا ہے اور جتنا مجھے علامہ سراج احمد فاروقی، حنفی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں سے ملا وہ بھی سپرد قلم کر دیا ہے۔

### ۴۔ وکیع!

ان کے حالات حدیث نمبر ا میں ذکر کئے گئے ہیں۔

---

(۱) امام ابن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۵۸ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

(۲) علامہ سراج احمد فاروقی حنفی، سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ ترمذی مطبوعہ نظامی کانپور انڈیا۔

## ۵۔ سفیان بن سعید:

ان کے حالاتِ زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے علامہ سراج احمد حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں لکھا ہے۔ سفیان بن سعید بن مسروق الثوری الکوفی ابوعبداللہ، جلیل القدر عالم ربانی، تبع تابعین میں سے ثقہ راوی اور امیر المومنین فی الحدیث تھے۔ انکی ولادت ۹۷ھ میں ہوئی اور ۱۶۱ھ میں بصرہ کے مقام پر وفات پائی[۱]

## امام ذہبی ارقام فرماتے ہیں:

سفیان بن سعید حجّت اور مضبوط راوی ہے ان کی حیثیت متفق علیہ ہے۔[۲]

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سفیان بن سعید اپنے والد سے ابواسحٰق الشیبانی سے، ابواسحٰق السبیعی سے اور عبدالملک بن عمیر اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔ شعبہ، ابن عیینہ ابوعاصم اور ابن معین کہتے ہیں سفیان بن سعید واحد وہ شخصیت ہیں جنکو امیر المومنین فی الحدیث کہا گیا ہے اور عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں میں نے ایک لاکھ بزرگوں سے کتابت حدیث کی مگر ان میں سفیان سے افضل کسی کو نہ پایا ایک شخص نے عرض کیا اے ابوعبداللہ کیا آپ نے سعید بن جبیر کو کبھی دیکھا ہے فرمایا وہ سفیان بن سعید سے پہلے ہو گذرے تھے میں تو صرف یہ کہتا ہوں میں نے سفیان سے افضل کسی کو نہیں دیکھا جناب وکیع سعید کے حوالے سے بیان کرتے ہیں سفیان مجھ سے زیادہ حافظہ والے ہیں۔ یحٰی بن معین بیان کرتے ہیں سفیان کے زمانے میں کوئی شخص بھی فقہ، حدیث اور زہد میں ان سے آگے نہ نکل سکا۔[۳]

ابونعیم بیان کرتے ہیں سفیان بن سعید ۱۵۰ھ میں کوفہ سے چلے گئے اور دوبارہ تشریف نہ لائے۔ عجلی وغیرہ بیان کرتے ہیں ان کی پیدائش ۹۷ھ میں ہوئی، ابن سعد کہتے ہیں، اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ ان کی وفات ۱۶۱ھ میں بصرہ کے مقام پر ہوئی مزید کہتے ہیں سفیان بن سعید کی ولادت ۹۷ھ کو ہوئی۔ وہ ثقہ تھے، مامون تھے، عابد تھے اور ثابت قدم آدمی تھے امام نسائی فرماتے ہیں ان اشخاص میں سے وہ ایک صاحب جلالت شخص تھے جن کی ثقاہت کو بیان کیا گیا ہے وہ ان لوگوں میں سے ایک تھے جن ائمہ کو اللہ تعالیٰ نے متقین کا امام بنایا ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں سفیان بن سعید سادات النّاس، فقہاء پاکباز اور پرہیزگار لوگوں میں سے تھے ولید بن مسلم کا کہنا ہے میں نے مکّہ مکرمہ میں ان کو فتوی دیتے دیکھا۔ ابورزعہ، ابوحاتم اور ابن معین کہتے ہیں سفیان بن سعید شعبہ سے زیادہ حافظہ کے مالک تھے۔ ابن مدینی کہتے ہیں میں نے یحیٰی بن سعید سے پوچھا آپ کے نزدیک سفیان زیادہ لائق حجت ہے یا مالک تو فرمایا سفیان، اس میں کوئی شک نہیں کہ سفیان ہر اعتبار سے مالک پر فائق ہیں۔[۴]

(۱) علامہ سراج احمد فاروقی، حنفی، سرہندی از مجموعہ شروح اربع ترمذی شریف مطبوعہ نظامی کانپور انڈیا

(۲) ابی عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان اذہبی م ۷۴۸ھ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۶۹ مطبوعہ المکتبہ الاثریہ جامع مسجد اہلحدیث باغ والی سانگلہ ہل پاکستان

(۳) امام ابن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۹۹ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

(۴) امام ابن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۰۲ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

## ۶۔ محمد بن بشار!

یہ صاحب بھی امام ترمذی کے ایک راوی ہیں ان کے حالات کو میں نے خاصی محنت کے بعد جمع کیا ہے اور اس پر جو کچھ میسر آیا وہ سپرد قلم کر رہا ہوں۔

### امام ذہبی لکھتے ہیں:

محمد بن بشار ثقہ اور صدوق راوی ہیں۔ میں کہتا ہوں اصحاب صحاح ستہ نے ان پر اعتماد کیا ہے، ان کو بطور دلیل پیش فرمایا ہے، بلا شبہ وہ حجت ہیں، ابو حاتم اور بہت سے اور علماء کہتے ہیں وہ صدوق ہیں۔ عجلی کہتے ہیں محمد بن بشار کثیر الحدیث ہیں وہ ثقہ راوی ہیں۔ امام ابن خزیمہ نے کتاب التوحید میں لکھا ہے:

**حَدَّثَنَا اِمَامُ اَهْلِ زَمَانِهٖ فِي الْعِلْمِ وَالْاَخْبَارِ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ** (۱)

امام اہلِ زمانہ باعتبار علم واخبار محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا۔

محمد بن بشار نے ۲۵۲ھ کو وصال فرمایا (۲)

امام ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے:

محمد بن بشار بن عثمان بن داؤد بن کیسان العبدی ابوبکر الحافظ البصری بندار، ایک جماعت محدثین سے انہوں نے روایت کیا اور اسی طرح ان سے بھی ایک جماعت علماء نے روایت کیا ہے جناب عجلی بصری نے کہا محمد بن بشار ثقہ ہے کثیر الحدیث ہے امام ابو حاتم نے کہا صدوق ہے امام نسائی فرماتے ہیں محمد بن بشار صالح ہے اس کی روایت قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ امام ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا۔ امام ابن خزیمہ نے ان کا ذکر کتاب التوحید میں کیا اور یوں کہا کہ ہم سے امام اہل زمانہ محمد بن بشار نے بیان کیا ہے۔ امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں ان پر اعتماد کیا ہے مسلم بن قاسم نے ابن مہرانی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ وہ ثقہ مشہور ہے۔ امام دارقطنی نے اثبات حفاظ میں شمار کیا ہے نیز فرماتے ہیں میری رائے یہ ہے محمد بن بشار سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ امام بخاری نے بھی ان سے تقریباً دوسو احادیث راویت کیں اور امام مسلم نے چار سو ساٹھ حدیثیں ان سے روایت کی ہیں۔

محمد بن بشار کی پیدائش کے حوالے سے امام ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے، وہ اس سال پیدا ہوئے جس میں جناب حماد بن مسلم نے وفات پائی پھر وضاحت کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں۔

**وَفَاتُ حَمَّادٍ سَنَة (۱۶۷)**

اور حماد کا انتقال ۱۶۷ھ کو ہوا (۳)

(۱) ابی عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی م ۷۴۸ھ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۹۰ مطبوعہ المکتبہ الاثریہ جامع مسجد اہلحدیث باغ والی سانگلہ ہل پاکستان۔

(۲) ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی م ۷۴۸ھ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۹۰ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ جامع مسجد اہلحدیث باغ والی سانگلہ ہل پاکستان۔

(۳) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۶۱ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

پھر آگے چل کر خود ہی لکھتے ہیں محمد بن بشار کا وصال ۲۵۲ھ کو ہوا اگر اس طرح اوّل بیان کو درست مان لیا جائے تو جناب محمد بن بشار کی عمر ۱۸۵ برس بنتی ہے جو قرین قیاس نہیں لہٰذا یہاں کاتب سے ایک ہندسہ چھوٹ گیا ہے یعنی اصلاً پیدائش ۱۶۷ھ ہوگا اور وفات ۲۵۲ھ میں ہوئی ہوگی۔ (ارشد القادری)

## ۷۔ عبدالرحمٰن بن مھدی:

یہ ثقہ راوی ہیں، ان کی توثیق بڑے بڑے آئمہ فن نے کی ہے۔ آپ بھی مطالعہ فرمالیں۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے۔ عبدالرحمٰن بن مھدی بن حسان بن عبدالرحمٰن العنبر ی، اور یوں بھی کہا جاتا ہے کہ وہ ازدی ہیں۔ وہ ابوسعید بصری اللؤلؤی، حافظ امام العلم کے مولیٰ ہیں۔

عبدالرحمٰن بن مھدی، ایمن بن نابل، جریر بن حازم، عکرمہ بن عمار، ابی خلدہ خالد بن دینار، مھدی بن میمون، مالک، شعبہ اور وہ ان کے شیوخ میں سے ہیں۔ ابن وھب وہ ان سے بڑے ہیں اسی طرح ان کے بیٹے موسیٰ، احمد، اسحٰق، علی، یحییٰ بن حصین اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

جناب حنبل ابی عبداللہ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں میں نے بصرہ میں دو شخصیات مثالی دیکھیں نمبرا یحییٰ بن سعید نمبر ۲ عبدالرحمٰن، ان دونوں میں سے عبدالرحمٰن زیادہ فقیہ تھے۔ احمد بن سنان کہتے ہیں میں نے علی بن مدینی کو کہتے ہوئے سنا عبدالرحمٰن بن مھدی اعلم الناس تھے۔ یہ بات وہ بار بار کہا کرتے تھے۔ ابن ابی صفوان بیان کرتے ہیں۔ میں نے علی بن مدینی سے سنا وہ یوں فرماتے تھے اگر مجھے رکن اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑے ہوکر حلفاً کہنا پڑے تو میں کہنے سے گریز نہ کروں گا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے قطعاً عبدالرحمٰن بن مھدی سے بڑا عالمِ حدیث نہیں دیکھا۔ علی بن نصر علی بن مدینی کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں۔ یحییٰ بن سعید اسماءُ الرجال میں بڑے عالم تھے اور عبدالرحمٰن حدیث کے بڑے عالم تھے۔

ابن مدینی بیان کرتے ہیں، عبدالرحمٰن بن مھدی ایک رات میں آدھا قرآن ختم کرتے تھے۔

## عبدالرحمٰن بن مھدی کی وفات:

ابن سعد کہتے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن مھدی ثقہ کثیر الحدیث تھے۔ جمادی الآخر ۱۹۸ھ میں تریسٹھ ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی[۱]

## ۸۔ سُفیان بن عُیَینَہ!

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں، ابن وھب کہتے ہیں، میں نے سفیان بن عیینہ کے علاوہ کسی شخص کو کتاب اللہ کا

(۱) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ج ۶/ ۲۵۰ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

اتنا بڑا عالم نہیں دیکھا امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جس کے پاس کوئی ایسی نوع علم ہو جو ابن عیینہ کے پاس نہ ہو۔ امام احمد فرماتے ہیں میں نے فقہاء میں سے کسی کو قرآن وسنت کا ابن عیینہ سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔

ابن سعد فرماتے ہیں وہ ثقہ ہیں کثیر الحدیث ہیں اور حجت ہیں مہدی بیان کرتے ہیں سفیان بن عیینہ اہل حجاز میں سے حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے ابو حاتم رازی کہتے ہیں وہ مسلمانوں پر حجت ہیں انہوں نے ستاسی 87 تابعین کی زیارت کی تھی ابن خراش بیان کرتے ہیں وہ ثقہ اور مامون ہیں ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔

سفیان بن عیینہ کی ولادت ۱۰۷ھ میں ہوئی اور ۱۹۸ھ میں مکہ مکرمہ میں انتقال فرمایا[۱]

## ۹۔ عبداللہ بن محمد بن عقیل:

امام ذہبی رقم طراز ہیں، امام ترمذی عبداللہ بن محمد بن عقیل کے بارے میں فرماتے ہیں، وہ صدوق ہیں جن لوگوں نے ان کے بارے کچھ کلام کیا ہے وہ ان کے حافظہ میں کمی آنے کے بعد کیا ہے۔[۲]

**اقول وباللہ التوفیق!** عبداللہ بن محمد بن عقیل کی روایت لائق التفات ہے۔ اس لئے کہ یہ حضرت بہت بڑے بزرگ ہیں تقویٰ وطہارت تو ان کا شعار تھا ان کا تعلق اہلبیت پیغمبر علیہ السلام سے ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی تحریر کرتے ہیں:

عبداللہ بن محمد بن عقیل کی والدہ زینب صغریٰ رضی اللہ عنہا، بنت علی رضی اللہ عنہ ہیں (یہ زینب بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا نہیں ہیں وہ زینب کبریٰ ہیں) یہ حضرت اپنے والد گرامی، اپنے ماموں جان محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ربیع بنت معوذ، حضرت عبداللہ بن جعفر، ابی بن سلمہ بن عبدالرحمن، حمزہ بن صہیب، طفیل بن ابی بن کعب اور سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے روایت کرتے ہیں۔[۳]

میں نے میزان الاعتدال اور تہذیب التہذیب کو اس مقام پر دیکھا ان کے حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد مجھے عجیب محسوس ہوا، امام ذہبی ان کی شخصیت اور ان کے مقام ومرتبہ کے قائل ہیں اسی طرح حضرت امام ابن حجر عسقلانی بھی ان کے مقام مرتبہ کے قائل ہیں مگر ان کے حوالے سے بات کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں۔

قَالَ يَعْقُوبُ وَابْنَ عَقِيلٍ صَدُوقٌ فِي حَدِيثِهِ ضُعْفٌ شَدِيدٌ جِدًّا،

جناب یعقوب، ابن عقیل کے بارے میں فرماتے ہیں وہ خود تو صادق ہیں لیکن ان کی حدیث میں شدید ضعف ہے۔

(۱) تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۰۴ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

(۲) ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی م ۷۴۸ھ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۸۴ مطبوعہ المکتبہ الاثریہ جامع مسجد اہلحدیث باغ والی سانگلہ ہل شیخوپورہ پاکستان

(۳) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۱۳ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

## اقول وباللہ التوفیق!

میرے نزدیک ان کا حسب نسب اتنا اعلیٰ ہے کہ ان کی روایت میں ضعف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہاں البتہ جو یہ کہا گیا ہے کہ ان کے حافظہ میں اضطراب آ گیا تھا اس وجہ سے ان کی روایت لائقِ التفات نہ رہی یہ تو محض ایک قول ہی ہے جو بڑا ہی عجیب محسوس ہوتا ہے حافظہ میں تعطّل آ جانے کے بعد انہوں نے کچھ روایت کیا ہو اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اہلیت کے حافظہ میں اضطراب نہیں آیا کرتا۔

## ۱۰۔ محمد بن علی بن ابی طالب هاشمی ابوالقاسم المدنی المعروف بابن حنفیہ

ان کے احوال کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حنفیہ سے مراد خولہ بنت جعفر بن قیس ہے ان کا تعلق بنو حنیفہ سے تھا یہ حضرت محمد بن حنفیہ اپنے والد گرامی (حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ)، حضرت عثمان، حضرت عمار، حضرت معاویہ، حضرت ابوھریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھم سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے ان کی اولاد روایت کرتی ہے جیسے ابراھیم، حسن، عبداللہ، عمر اور عون اسی طرح ان کے بھتیجے محمد بن عمر بن علی ابن ابی طالب، محمد بن علی بن حسن اور ان کے بھانجے عبداللہ بن محمد بن عقیل، عطا ابن ابی رباح، منہال بن عمرو، محمد بن قیس بن مخرمہ، منذر بن یعلی الثوری، محمد ابن بشر الھمدانی بھی روایت کرتے ہیں۔

عجلی تابعی کہتے ہیں وہ ثقہ ہیں، وہ نہایت ہی پرہیز گار و صالح آدمی تھے ان کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ ان کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے ان کی وفات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بہرحال علامہ امام ابن حجر عسقلانی نے اس طرح ذکر فرمایا ہے۔

### پیدائش و وفات:

محمد بن حنفیہ حضرت ابوبکر صدیق یا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنھما کے دور خلافت میں تولد ہوئے اور تہتر 73ھ اسی 80ھ اکیاسی 81ھ بیاسی 82ھ بانوے 92ھ یا ستانوے 97ھ میں وصال فرمایا۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ذکر فرمایا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیر سلامت تھے یہ مکہ مکرمہ میں تشریف فرما رہے اور جب ان کو شہید کر دیا گیا تو یہ مدینہ منورہ لوٹ آئے۔ ابن حبان نے کہا ہے محمد بن حنفیہ افاضل اھل مدینہ میں سے تھے۔ (۱)

علامہ سراج احمد سرہندی لکھتے ہیں:

محمد بن حنفیہ یعنی محمد بن علی ابن ابی طالب ہاشمی، ابوالقاسم المعروف بابن حنفیہ یہ حنفیہ انکی والدہ ماجدہ ہیں یہ حضرت تابعی ہیں ثقہ بزرگ ہیں اور صالح مرد ہیں ان کی ولادت دور فاروقی میں ہوئی جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی

---

(۱) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۱۵ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

خلافت کے ابھی دو سال باقی تھے اسی طرح ان کی بابت یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے۔ مدینہ منورہ میں ۸۰ھ کو وفات پائی۔ (۱)

علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں:

ابو قاسم محمد بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ ابن حنفیہ کے نام سے معروف ہیں ان کی والدہ حنفیہ ہیں ان بی بی صاحبہ کا نام خولہ بنت جعفر بن قیس بن سلمٰی بن ثعلبہ بن یرتوع بن ثعلبہ بن الدول بن حنفیہ بن لجیم ہے۔

جہاں تک ان کی کنیت ابوالقاسم کا تعلق ہے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کی اجازت دی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا عنقریب میرے بعد تیرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اس کا نام اور کنیت میرے نام اور کنیت پر رکھ لینا۔ لیکن اس کے بعد میری امت میں کسی کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا کہ اس کا نام محمد ہو اور اس کی کنیت ابوالقاسم ہو۔ جیسا کہ محمد بن ابی بکر الصدیق محمد بن طلحہ بن عبداللہ، محمد بن سعد بن ابی وقاص، محمد بن عبدالرحمن بن عوف محمد بن جعفر بن ابی طالب محمد بن حاطب بن ابی بُلتعہ اور محمد بن الاشعث بن قیس (ان کے نام ہی رسول اللہ کے نام پر ہیں کنیت نہیں) طبقات فقہاء میں شیخ ابواسحاق شیرازی نے ذکر کیا ہے۔ محمد بن حنفیہ بہت بڑے عالم اور نہایت پرہیزگار انسان تھے وہ شدید القوٰی تھے اور ان سے عجیب وغریب اخبار کا اظہار ہوا، محمد بن حنفیہ کی ولادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس وقت ہوئی جب ان کی خلافت کے دو سال باقی تھے کہ یہ پیدا ہوئے یعنی (۲۱ ہجری) اور ان کا انتقال یکم محرم ۸۱ ہجری کو ہوا یہ بھی کہا گیا ہے ان کی وفات ۸۳ ہجری میں ہوئی اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی وفات بہتر ۷۲ یا تہتر ۷۳ ہجری میں مدینہ شریف میں ہوئی۔ اور ان پر نماز جنازہ ابان بن عثمان بن عفان نے پڑھی۔ ان دنوں وہ مدینہ طیبہ کے گورنر تھے ان کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ ان کی وفات کے مقام کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ (۲)

علامہ سراج احمد حنفی رقم طراز ہیں:

حضرت علی ابن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف القرشی المکی المدنی امیر المومنین رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چچا زاد ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہرا کے شوہر نامدار ہیں ان کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبدمناف ہیں، آپ کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے اور وہ بچوں میں سے سب سے پہلے اسلام لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے تین دن بعد ہجرت فرمائی اس لئے کہ مکہ مکرمہ کے کچھ مشرکین کی امانتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس تھیں حضرت علی کو حکم دیا تم یہ امانتیں واپس کر کے چلے آنا۔ اور پھر وہ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر رہے۔ اور مشاہدہ حق سے بہرہ ور

---

(۱) علامہ سراج احمد فاروقی، حنفی سرہندی شروح اربعہ جامع ترمذی مطبوعہ کانپور انڈیا۔

(۲) ابی العباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان م ۶۸۱ھ وفیات الاعیان جلد دوئم ص ۳۱۵ مطبوعہ بیروت لبنان

رہے حق تعالیٰ نے انہیں فتح خیبر کی سعادت سے نوازا، جنگ احد میں بہت سارے زخم کھائے ان کی شجاعت عوام وخواص میں مشہور ہے اوران کا علم بہت اعلیٰ پائے کا تھا۔ وہ مسند خلافت پر بروز جمعہ ماہ ذوالحج ۳۵ ھ کو جلوہ افروز ہوئے اور عبدالرحمن بن ملجم شقی المرادی کے ہاتھوں زخم کھایا اور ۱۹ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو اپنے خالق کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے۔

# شرح حدیث نمبر ۳

علامہ سراج احمد حنفی لکھتے ہیں:

طہارت نماز کی کنجی ہے۔ وہ تمام اقوال وافعال جو تکبیر تحریمہ کہنے سے حرام ہوجاتے ہیں سلام پھیرنے سے وہ پھر حلال ہوجاتے ہیں اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد نماز کے علاوہ کوئی اور کام کرنا حرام ہوجاتا ہے۔ اور جب سلام پھیر لیا جائے وہ تمام افعال حلال ہوجاتے ہیں جو نماز کے اندر حرام قرار پائے تھے۔ یہ حدیث مبارک امام مالک امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک سلام کو نماز کا فرض ثابت کرتی ہے اور وہ سلام کو نماز کا فرض کہتے ہیں۔ یہ حدیث بظاہر دلالت کرتی ہے۔ میرے امام ابوحنیفہ کے نزدیک سلام واجب ہے فرض نہیں اور فرض وواجب میں فرق اعتقاد کا ہے نہ کہ عمل کا۔ اور میرے امام کی دلیل وہ حدیث پاک ہے جو ایک اعرابی سے مروی ہے کہ آپ نے اس کو نماز کی تعلیم فرمائی اور اس میں سلام کا ذکر نہ فرمایا۔ کہ یہ فرض ہے۔

## امام اعظم ابوحنیفہ کا مذہب!

میں نے اس حدیث شریف کی شرح میں علماء کی تصریحات کا مطالعہ کیا ہے۔ ان کے ہاں بات کو کافی طول دیا گیا ہے۔ لفظی اعتبارات سے عبارات کو مزین کرنے کی خوب کوشش کی گئی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تصریح اور استدلال بالکل درست وصحیح ہے کہ سلام نماز میں واجب ہے نہ کہ فرض امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا طریق استدلال انتہائی اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے ویسے اگر اس حدیث شریف کے الفاظ پر غور کیا جائے جس میں فرمایا گیا ہے۔ وہ تمام اقوال وافعال جو تکبیر تحریمہ کہنے سے حرام ہوجاتے ہیں سلام پھیرنے سے وہ پھر حلال ہوجاتے ہیں۔

اس پر تحریٰ کرنے سے بھی یہ مسئلہ حل ہوجاتا ہے اور اگر اس حدیث شریف کو سامنے رکھ لیا جائے جو علامہ سراج احمد سرہندی نے نقل کی تو پھر ڈائریکٹ حدیث شریف سے اس مسئلہ کا حل نکل آتا ہے۔ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل سلام کو نماز کا فرض سمجھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک سلام نماز کا فرض نہیں ہے بلکہ وہ اس کو واجب قرار دیتے ہیں ان کے اس موقف کی دلیل بھی حدیث شریف ہے۔

علامہ سراج احمد حنفی لکھتے ہیں:

یہ حدیث مبارک امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنھم کے نزدیک سلام کو نماز کا فرض ثابت کرتی ہے اور وہ سلام کو نماز کا فرض قرار دیتے ہیں۔ یہ بظاہر دلالت کرتی ہے۔ میرے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک سلام واجب ہے فرض نہیں۔ فرض وواجب میں فرق صرف اعتقاد کا ہے نہ کہ عمل کا اور میرے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل وہ حدیث ہے جو ایک اعرابی سے مروی ہے آپ نے اس کو نماز کی تعلیم فرمائی اور اس میں سلام کا ذکر نہ فرمایا کہ یہ فرض ہے (١)

## امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور استدلال کا اعلیٰ معیار!

اس حدیث شریف میں اس بات کی وضاحت فرمائی گئی ہے کہ جب بندہ نماز کے لئے تکبیر تحریمہ کہہ کر کھڑا ہو جاتا ہے تو گویا اب سوائے افعال نماز کے وہ تمام اعمال جن کا تعلق نماز سے نہیں ہے وہ اس پر حرام ہو گئے مثلاً کھانا پینا دوڑنا بھاگنا گفتگو کرنا اگرچہ نمازی اس پر قادر ہے مگر جب تکبیر تحریمہ کہہ لی تو اب یہ تمام امور حرام ہو گئے اب صرف اور صرف توجہ اپنے خالق و مالک ہی کی طرف رہے گی اور ہر اعتبار سے بندہ اپنے رب تعالیٰ کی رضا کا خواہاں ہوگا وہ امور جو نماز کے اندر حرام قرار پا گئے تھے جب نماز سے سلام کے ساتھ فارغ ہوگا تو وہ سب حلال قرار پائیں گے۔

مطلب یہ ہے وضو کرنے کے بعد بندہ مومن جب نماز پڑھنے کا آغاز کرتا ہے تو وہ تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو کانوں کی لو تک لے جانا ہے یہی اصح ہے۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے ہاتھوں کو سینے کے محاذی فرمایا، اسی طرح ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے ہاتھوں کو کندھوں کے محاذی فرمایا اور ایک تیسری حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے ہاتھوں کو کانوں کی لو تک بلند فرمایا۔ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک کانوں تک ہاتھوں کو اٹھانا چاہئے۔

اب غور فرمایئے:

١) مذکورہ بالا تینوں احادیث مبارکہ کو پیش نظر رکھ کر ذرا غور فرمائیں اگر ہاتھوں کو صرف سینے تک اٹھایا جائے گا تو صرف ایک حدیث شریف پر عمل ہوگا اور دو پر عمل رہ جائے گا۔

٢) اگر ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھایا جائے تو دو حدیثوں پر عمل ہوگا ایک پر عمل رہ جائے گا۔

٣) اگر ہاتھوں کو تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے کانوں کی لو تک بلند کیا جائے گا تو تینوں احادیث پر عمل ہو جائے گا جب بندہ ہاتھوں کو اٹھائے گا وہ اولاً سینے کے محاذی آئیں گے ثانیاً دونوں ہاتھ کندھوں کے محاذی ہوں گے اور پھر کانوں کے برابر آئیں گے اس طرح بیک وقت تینوں احادیث شریفہ پر عمل ممکن ہو جائے گا بلکہ تینوں احادیث مبارکہ پر عمل ہو جائے گا۔

---

(١) علامہ سراج احمد فاروقی حنفی سرہندی شروح اربعہ جامع ترمذی جلد نمبر ١ ص ٢٩، ٣٠ مطبوعہ کان پور ہند

## درسِ حدیث

اس حدیث مبارک میں یہ درس دیا گیا ہے کہ بندہ مومن کو نماز کے لئے تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد اس طرح اپنے رب کی بارگاہ اقدس میں جھک جانا چاہئے اور اس انداز سے اپنے خالق کی طرف متوجہ ہو جانا چاہئے کہ اسے دوسری چیز یاد ہی نہ رہے یہ نماز کا اعلیٰ ترین درجہ ہے کہ بندہ اس حال میں کھڑا ہو کہ بظاہر وہ اسی جہان میں نظر آئے لیکن باطنی طور پر وہ اپنے خالق و مالک اللہ تعالیٰ کی طرف اتنا مائل و متوجہ ہو چکا ہو کہ اسے سوائے اپنے مالک حقیقی کے اور کچھ یاد ہی نہ ہو۔ وہ اپنے اللہ سے اتنا قریب ہو جائے کہ اس کا یہ قرب اس کی بلندی درجات کا ذریعہ بن جائے اگر کسی بندہ حق آگاہ کو یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے تو یہ ایک لازوال نعمت ہے جس کا مقابلہ کسی دوسری نعمت سے کیا ہی نہیں جا سکتا۔ بندے کا اس سے بڑا اور کیا مرتبہ ہوگا کہ اسے وہ اپنے پیدا کرنے والے کو اتنا چاہے اتنا چاہے کہ اس کے علاوہ کچھ اور مستحضر ہی نہ رہے۔ اسی کو مقام ولایت کہا جا سکتا ہے اسی کو قرب ربانی کی اعلیٰ منزل قرار دیا جا سکتا ہے اسی کو معرفت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اسی کو حقیقت کی جھلک کہا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری ظاہری اور باطنی پارسائی کا انتظام وانصرام فرمائے امین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

# باب نمبر ۴

## "بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ"

بیت الخلا (لیٹرین) میں داخل ہونے سے پہلے کیا پڑھنا چاہئے۔

اس باب کے تحت دو احادیث مبارکہ آرہی ہیں۔
آیئے آپ بھی اس باب میں آنے والی احادیث طیبہ کا مطالعہ فرمائیں
زندگی گذارنے کا اسلامی طریقہ معلوم ہوگا۔

# ایک ضروری وضاحت

جامع ترمذی کا وہ نسخہ جو مطبوعہ دارالسلام ریاض ہے اس میں باب نمبر ۳ کے تحت حدیث نمبر ۴ بھی موجود ہے جو یہ ہے:

حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ الْبَغْدَادِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ قَرْمٍ عَنْ اَبِيْ يَحْيَى الْقَتَّاتِ عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلٰوةُ وَ مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الْوُضُوْءُ۔

لیکن یہ حدیث میرے پیشِ نظر نسخہ میں نہیں ہے۔ اسی طرح جامع ترمذی کا وہ نسخہ جو الطاف اینڈ سنز کراچی پاکستان کا مطبوعہ ہے۔ اس میں بھی باب نمبر ۴ کے تحت حدیث نمبر ۴ کو ذکر نہیں کیا گیا بلکہ حدیث نمبر ۵ درج کر دی گئی ہے۔ لہٰذا اب میں الطاف اینڈ سنز کراچی والے نسخہ کے مطابق ہی چلتا رہوں گا۔ جامع ترمذی مطبوعہ ریاض میں تحفۃ الاحوذی پر اعتماد کیا گیا ہے جو عبدالرحمن مبارکپوری کی مصنفہ ہے یہ مجھے نہیں معلوم مبارکپوری صاحب نے یہ حدیث کہاں سے وارد کی ہے۔ بہر نوع جو کچھ تحقیق سے میرے سامنے آیا میں نے اس کو تحریر کر دیا ہے۔

میری شرح جامع ترمذی میں حدیث نمبر ۴ نہیں ہوگی بلکہ حدیث نمبر ۳ کے بعد حدیث نمبر ۵ ہی مذکور ہوگی اور اسی ترتیب سے میں شرح لکھوں گا۔

## حدیث نمبر ۵

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَهَنَّادٌ، قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ قَالَ شُعْبَةُ وَقَدْ قَالَ مَرَّةً أُخْرٰى أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبِيْثِ أَوِ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ"

قَالَ أَبُو عِيسٰى وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، وَجَابِرٍ، وَابْنِ مَسْعُودٍ۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى حَدِيثُ أَنَسٍ أَصَحُّ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ وَأَحْسَنُ۔

وَحَدِيثُ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ فِي إِسْنَادِهِ اِضْطِرَابٌ رَوٰى هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ، وَسَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ وَقَالَ سَعِيدٌ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَوْفٍ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ وَقَالَ هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، وَرَوَاهُ شُعْبَةُ وَمَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ وَقَالَ مَعْمَرٌ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِيهِ۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى سَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا، فَقَالَ يُحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ قَتَادَةُ رَوٰى عَنْهُمَا جَمِيعًا۔

○

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب بیت الخلا (لیٹرین) میں جاتے تو داخل ہونے سے پہلے یوں دعا کرتے۔ اللھم إنّی اعوذبك، اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ شعبہ کہتے ہیں ایک موقعہ پر عبدالعزیز بن صہیب نے یوں روایت کی اعوذباللہ مَنَ الْخُبُثِ وَالْخَبِيْثِ اَوِ الْخُبُثِ وَالْخَبَائث اے اللہ میں تری پناہ چاہتا ہوں ہر اس مخلوق سے جو باعث ضرر ہے وہ مذکر ہوں یا مؤنث۔ اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی روایات مذکور ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث اس باب میں زیادہ صحیح ہے بلکہ

احسن ہے۔حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی سند میں اضطراب ہے،ھشام الدستوائی اور سعید بن عروبہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کی ہے۔جناب سعید کی روایت میں ایک راوی قاسم بن عوف شیبانی بھی ہیں، ان کے حوالے سے بھی انہوں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔(اس طرح اضطراب سند جاتا رہا(مترجم) اس طرح ھشام کی ایک روایت حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے بھی ہے،شعبہ اور معمر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نضر بن انس کے حوالے سے روایت کی ہے اس طرح شعبہ نے زید بن ارقم سے اور معمر نے نضر بن انس اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اس بارے میں امام بخاری سے پوچھا تھا تو انہوں نے جواباً فرمایا ممکن ہے قتادہ رضی اللہ عنہ نے دونوں (نضر بن انس، قاسم بن عوف اور ھشام رضی اللہ عنہم) سے کچھ روایت کیا ہو۔

## حدیث نمبر ۵ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ا۔ قتیبہ

قتیبہ بن سعید کے حالات پر حدیث نمبر ا کے تحت روشنی ڈالی جا چکی ہے۔

### ۲۔ ھناد

ان کا ذکر بھی حدیث نمبر ا کے ذیل میں کر دیا گیا ہے۔

### ۳۔ وکیع

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ا کے ضمن میں ہو چکا۔

### ۴۔ شعبہ

علامہ سراج احمد سرہندی رقم طراز ہیں:

شعبہ ش کی پیش کے ساتھ ہے۔اور ان کا پورا نام اس طرح ہے شعبہ بن حجاز بن ورد بن العتقی یہ ائمہ اعلام میں سے ایک ہیں۔ان کی امامت وجلالت پر اجماع ہے۔یہ ثقہ ہیں اور نہایت پرہیزگار ہیں۔اور ان کو امیر المومنین فی الحدیث کا مرتبہ حاصل ہے امام شافعی فرماتے ہیں اگر شعبہ نہ ہوتے تو ملک عراق میں حدیث ہرگز نہ پہنچتی۔ان کی ولادت ۳۳ھ میں ہوئی اور وفات ۲۶۰ھ میں ہوئی یہ میرے سامنے شروح اربعہ کا صفحہ نمبر ۱۳ ہے۔مجھے اس پر شک گزرتا تھا۔چنانچہ میں نے تہذیب التہذیب نکال کر دیکھی تو اس سے یقین ہو گیا کہ یہ کاتب کا سہو ہے۔صحیح بات یہ

ہے شعبہ کی ولادت ۸۲ھ میں ہوئی اور انتقال ۱۶۰ھ میں ہوا۔ (۱)

جناب ابو طالب امام احمد بن جنبل رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ شعبہ امام اعمش سے زیادہ مرتبہ کے راوی ہیں حدیث محکم میں وہ اعمش سے زیادہ مرتبہ پر فائز ہیں اگر شعبہ نہ ہوتے تو حدیث محکم نہ رہتی اور شعبہ امام سفیان ثوری سے بھی زیادہ احسن الحدیث ہیں۔ شعبہ کے زمانے میں علم حدیث کا ماہران سے بڑھ کر کوئی نہ تھا۔ اور نہ ہی کوئی احسن الحدیث تھا۔ اور یہ قیادت فی الحدیث انہی کا حصہ تھی۔ اہل کوفہ میں سے ۳۵ (پینتیس) حضرات سے انہوں نے روایت کی۔ لیکن ان میں سفیان ثوری نظر نہیں آتے۔ محمد بن عباس نسائی کہتے ہیں، میں نے ابو عبداللہ سے سوال کیا کہ شعبہ زیادہ مضبوط راوی ہیں یا سفیان۔ انہوں نے کہا کہ سفیان ثوری حافظ اور صالح مرد ہیں۔ لیکن شعبہ ان سے زیادہ مضبوط راوی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے انہوں نے حکم سے سفیان ثوری سے دس سال پہلے سماعت حدیث کی۔ جناب عبداللہ بن احمد کا بیان ہے وہ اپنے والد کے حوالے سے کہتے ہیں۔ شعبہ کی شان یہ ہے کہ (وہ اپنی ذات میں امت واحدۃ کے مرتبے پر فائز ہیں)۔

ابن مہدی کا بیان ہے امام سفیان ثوری فرمایا کرتے تھے شعبہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں علم حدیث کا جاننے والا کوئی نہ ہوتا۔ یہ بھی کہا گیا ہے شعبہ اصدق الناس فی الحدیث ہیں۔ مسلم بن ابراہیم بیان کرتے ہیں میں جب کبھی بھی نماز کے وقت میں شعبہ کے پاس گیا۔ تو میں نے ان کو نماز پڑھتے ہی پایا۔ نضر بن شمائل کا بیان ہے میں نے ان سے زیادہ مسکین پر رحم کرنے والا نہیں دیکھا۔ یونہی ابونوح کا بیان ہے شعبہ نے میرا قمیص دیکھا تو فرمایا یہ قمیص کتنے کا لیا ہے میں نے کہا آٹھ درہم کا۔ مجھے فرمایا تو اللہ سے کیوں نہیں ڈرتا اس جیسا قمیص چار درہم میں مل جاتا ہے۔ تو میں نے چار درہم صدقہ کر دیئے۔ میں نے کہا میں اپنے آپ کو اسی قوم میں شمار کرنے لگا تھا جو بن ٹھن کے رہتی ہے۔ تو شعبہ نے کہا اس بناؤ سنگھار کی کیا حیثیت ہے وکیع کہتے ہیں میں امید کرتا ہوں اللہ تعالیٰ شعبہ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قرب میں۔

یحییٰ القطان بیان کرتے ہیں:

میں نے شعبہ سے بڑھ کر احسن الحدیث قطعاً نہیں دیکھا۔ ابن ادریس کا بیان ہے میں نے ماہرین علم حدیث میں شعبہ اور سفیان سے زیادہ مضبوط عالم نہیں پایا۔ ابن مدینی کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن سعید سے پوچھا احادیث طوال کے بڑے حافظ سفیان ہیں یا شعبہ تو انہوں نے کہا شعبہ۔ میں نے یحییٰ کو کہتے ہوئے سنا، شعبہ علم روحانی کے بڑے عالم ہیں کہ وہ فلاں عن فلاں سے روایت کرتے ہیں اور سفیان صالح احوال ہیں ابو داؤد بیان کرتے ہیں جب شعبہ کا انتقال ہو گیا تو سفیان ثوری نے کہا مَاتَ الْحَدِیْثُ، ابن سعد کا بیان ہے شعبہ ثقہ مامون ضبط و حجت صاحب

(۱) علامہ سراج احمد فاروقی حنفی سرہندی شروح اربعہ ترمذی صفحہ نمبر ۳۱ مطبع نظامی کانپور انڈیا،

حدیث ہیں ابن سعد کا کہنا ہے شعبہ ۸۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۶۰ھ ہجری میں بصرہ میں انتقال فرمایا۔ (۱)

## ۵۔ عبدالعزیز بن صُہَیب :

علامہ سراج احمد فاروقی حنفی رقم طراز ہیں :

عبدالعزیز بن صہیب کے بارے میں امام نسائی فرماتے ہیں ۔ کہ وہ ثقہ راوی ہیں ۔ اسی طرح ابن معین اور عجیلی کی رائے بھی یہی ہے کہ عبدالعزیز بن صہیب مضبوط راوی ہیں ۔ یہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ۔ امام ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ صالح آدمی ہیں علامہ حنفی نے ان کے بارے میں مزید صرف اتنا لکھا ہے کہ ان کی وفات ۱۳۰ھ ہجری کو ہوئی (۲)

امام ابن حجر عسقلانی ارقام فرماتے ہیں :

عبدالعزیز بن صُہیب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ابی نفرہ العبدی، محمد بن زیاد الجمعی اور شہر وغیرہ وغیرہ ہم سے روایت کرتے ہیں ۔ اور عبدالعزیز بن صہیب سے ابراہیم بن طہمان، شعبہ، وھیب عبدالوارث، سعید بن زید، حماد بن زید، زکریا بن یحییٰ بن عمارہ، حماد بن سلمیٰ علی بن مبارک، ہشیم، ابوعوانہ، ابو سہیم، اسماعیل بن علیہ اور بہت سے دوسرے لوگ (علماء) ان سے روایت کرتے ہیں ۔ القطان کہتے ہیں کہ شعبہ جب عبدالعزیز سے روایت کرے تو یہ روایت قتادہ سے کی گئی روایت سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے ۔ عبدالعزیز مجھے بہت محبوب ہیں ۔ امام احمد فرماتے ہیں عبدالعزیز بن صہیب ثقہ اثقہ ہیں ۔ اور وہ یحییٰ بن ابی اسحٰق سے اوثق ہیں ۔ عبدالعزیز بن صہیب مولیٰ (غلام) انس ہیں ابن معین نے کہا کہ عبدالعزیز بن صہیب ثقہ ہیں ۔ ابن قانع کا بیان ہے کہ عبدالعزیز بن صہیب کا انتقال ۱۳۰ھ میں ہوا ۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ عبدالعزیز بن صہیب مضبوط راوی ہیں ۔ امام نسائی کا بیان ہے کہ عبدالعزیز بن صہیب ثقہ ہیں ۔ عجیلی کہتے ہیں عبدالعزیز بن صہیب مضبوط راوی ہیں ۔ امام ابو حاتم کا بیان ہے کہ عبدالعزیز بن صہیب صالح ہیں ۔ (۳)

## ۶۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ :

امام شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں :

انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب ابن عامر بن غنم بن عدی بن نجار انصاری ابو حمزہ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وہ ہیں جو بصرہ میں سکونت پزیر ہو گئے تھے ۔ (۴)

---

(۱) امام ابن حجر عسقلانی متوفع (۸۵۲) ہجری تہذیب التہذیب جلد چہارم صفحہ نمبر ۲۹۷ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

(۲) علامہ سراج احمد فاروقی حنفی سرہندی شروح اربعہ جلد اوّل صفحہ نمبر ۱۳ مطبوعہ نظامی کانپور انڈیا،

(۳) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۶ صفحہ نمبر ۳۰۵ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

(۴) الامام الحافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۳۰ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ مدنی ہیں اور بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔ ان کی خدمات ہر لحاظ سے اہل ایمان کے لئے لائق صد ستائش ہیں۔ انتہائی بہادر تھے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کوفہ میں جا کر گورنر کوفہ ابن زیاد بدنہاد کی خوب مرمت کی اور اس کی ڈانٹ ڈپٹ فرمائی اور وہ لاجواب ہو گیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عبداللہ بن رواحہ، سیّدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ زہرا، حضرت ثابت بن قیس بن شماس، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت مالک بن صَعْصَعَہ، حضرت ابوذر غفاری، حضرت اُبی بن کعب، حضرت ابوطلحہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبادہ بن صامت، اپنی والدہ ماجدہ ام سلیم، اپنی خالہ جان ام حرام اور ام فضل حضرت عباس بن عبدالمطلب کی گھر والی سے روایت کی ہے رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔ (۱)

جس طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ایک جماعت صحابہ کرام وصحابیات رضی اللہ عنھم وعنھن سے روایت کرتے ہیں اسی طرح ایک جماعت نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے جن لوگوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ان کا تذکرہ مختصراً کرتا ہوں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک بڑی جماعت نے روایت کی ہے!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، حضرت حسن، سلیمان تیمی، ابوقلابہ، ابومجاز، عبدالعزیز بن صہیب، اسحاق بن ابوطلحہ، ابوبکر بن عبداللہ المزنی، قتادہ، ثابت البنانی، حمید الطویل، ابن لَھِیعَہ ثمامہ، جعد ابوعثمان، محمد بن سیرین، انس بن سیرین، ابوامامہ بن سہیل بن حنیف، ابراھیم بن میسرہ، برید بن ابی مریم، ابان بن بشر، زہری، ربیعہ بن ابی عبدالرحمن، یحیٰی بن سعید الانصاری، سعید بن جبیر رضی اللہ عنھم اور ایک بہت بڑی جماعت نے حدیث کی روایت کی ہے۔ (۲)

امام زہری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مدینہ منورہ میں جلوہ گر ہوئے اس وقت میری عمر دس سال تھی، میری والدہ ماجدہ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ جعفر بن سلیمان نے جناب ثابت کے حوالے سے بیان کیا ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے یوں بیان کیا کہ میری والدہ ام سلیم مجھے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئیں میں اس وقت نوعمر لڑکا تھا۔ میری امی جان نے عرض کیا یا رسول اللہ انس رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمایئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یوں دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَہٗ وَوَلَدَہٗ وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ (۳)

اے اللہ انس بن مالک کو مال واولاد کی کثرت عطا فرما اور اس کو جنت میں داخل فرما۔

---

(۱) الامام الحافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ج ا ص ۳۳۰ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔
(۲) ایضاً // // //
(۳) ایضاً // // //

## حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دعا سے ابر کرم برسا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں صلح حدیبیہ کے موقعہ پر عمرہ کے وقت فتح مکہ کے ایام میں، غزوہ حنین میں، معرکہ طائف میں اور حجۃ الوداع میں ہر جگہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ حاضر تھا۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نماز کی ادائیگی میں کسی کو صلوٰۃ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قریب نہیں پایا جس قدر ابن ام سلیم رضی اللہ عنہما کو پایا۔ جناب جعفر کا بیان ہے ایک مرتبہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے خشک سالی کی شکایت کی گئی تو حضرت وضو فرما کر کھلی جگہ کی طرف جھکے اور دو رکعتیں ادا فرمائیں اس کے بعد دعا کی اور فوراً بادل چڑھ آئے پھر بارش برسی اور ایسی برسی کہ ہر چیز تر بتر ہوگئی جب بارش رکی تو زمین خوب پھلوں اور دیگر نعمتوں سے مالا مال ہوئی۔ (۱) سبحان اللہ

علی بن مدینی کا بیان ہے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں سب سے آخر میں بصرہ میں جو موجود تھے وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

امام ابن حجر عسقلانی ارقام فرماتے ہیں:

انصاری بیان کرتے ہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی عمر شریف بوقت وصال ایک سوسات ۱۰۷ سال تھی وھب بن جریر کا کہنا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ۹۵ سنہ ھ میں واصل بحق ہوئے۔ اسی طرح شعیب بن الحجاب، ھمام وقتادہ کی رائے یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ۹۱ سنہ ھ کو دنیا سے رخصت ہوئے۔ معن بن عیسیٰ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بیٹے کے حوالے سے بیان کیا ہے آپ کی وفات ۹۷ سنہ ھ کو ہوئی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے مجھے کئی حوالوں سے اطلاع ملی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا دنیا سے اٹھ جانا کیا تھا گویا آدھا علم رخصت ہوگیا ان سے پوچھا گیا کیسے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جب کوئی ہوس کا مارا کسی حدیث میں ہماری مخالفت کرتا تو ہم یوں کہتے چلو ان کے پاس چلتے ہیں جنہوں نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سماعت کیا تھا۔

## حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق ونظر!

شیخ الاسلام حضرت امام حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں مجھے انصاری کا یہ قول محل نظر لگتا ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی عمر ایک سوسات سال ہوئی کیونکہ یہ بات مشہور ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم مدینہ طیبہ ہجرت کر کے تشریف لائے اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر دس ۱۰ سال تھی۔ اس اعتبار سے صحیح ترین بات یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات ۹۳ سنہ ھ میں ہوئی اس طرح آپ کی عمر مبارک

(۱) الامام الحافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۳۰ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

ایک سوتین سال بنتی ہے۔خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے جو کہ قوی دلیل ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ۹۳ ؁ھ میں واصل باللہ ہوئے اور اس وقت ان کی عمر ۱۰۳ سال تھی۔اس کے علاوہ جو روایات ملتی ہیں وہ قابل اعتبار نہیں ہیں۔(۱)

## علامہ سراج احمد حنفی لکھتے ہیں!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اعزاز سے مشہور تھے انہوں نے پورے دس برس رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت کی،ابتدائے ہجرت کے زمانہ مبارکہ سے لےکر آپ کی وفات شریف کے دور تک۔ان کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی امّ سلیم بنت ملحان تھا انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہمراہ آٹھ غزوات میں شرکت فرمائی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں سے وہ آخری صحابی ہیں جنہوں نے بصرہ میں وفات پائی ان کا انتقال ۹۳ ؁ھ میں ہوا(۲)

---

(۱) امام ابن حجر العسقلانی م ۸۵۲ ؁ھ تہذیب التہذیب ج۱ ص ۳۳۰ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

(۲) علامہ سراج احمد فاروقی،حنفی سرہندی شروح اربعہ جامع ترمذی،مطبوعہ کانپور انڈیا۔

## حدیث نمبر ۶

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ "اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ"۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب لیٹرین (بیت الخلاء) میں تشریف لے جاتے پہلے زبان اطہر سے یوں کہتے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِث، اے اللہ میں ہر ناپاک اور ضرر دینے والی چیز سے تیری پناہ چاہتا ہوں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

## حدیث نمبر ۶ کی فنی حیثیت

{تذکرہ راویان}

### ا۔ احمد بن عبدہ الضّبّی:

امام حافظ ابن حجر عسقلانی رقم طراز ہیں: وہ فرماتے ہیں، اس راوی کا پورا نام اس طرح ہے۔ احمد بن عبدۃ بن موسیٰ الضبی ابوعبداللہ البصری، یہ حماد بن زید، یزید بن زریع، فضیل بن عیاض اور ابن عیینہ وغیرھم سے روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری اور عثمان خرزاد کے علاوہ ایک جماعت ان سے روایت کرتی ہے۔ ابن ابی الدنیا، ابوزرعہ اور ابوحاتم کا کہنا یہ ہے کہ احمد بن عبدۃ الضبی ثقہ راوی ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا اس کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی کا نقطہ نظر!

امام حافظ ابن حجر فرماتے ہیں اسی طرح ابن حبان نے احمد بن عبدۃ الضبی کا ذکر کتاب ثقات میں کیا ہے۔ امام بخاری نور اللہ مرقدہ نے اپنی صحیح کے علاوہ دوسری کتابوں میں ان سے روایت کی ہے اسی طرح بزاز اور ابویعلی نے بھی روایت کی ہے۔ ابن خراش نے ان پر کچھ کلام کیا ہے میں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی کہ وہ اس نقطہ نظر میں اکیلا ہے۔[1]

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۱ ص ۵۱ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

امام ذہبی لکھتے ہیں:

اس روای کا پورا نام اس طرح ہے احمد بن عبدۃ الضبی البصری۔ یہ حماد بن زید اور ایک طبقہ سے روایت کرتے ہیں۔ امام ابوحاتم اور امام نسائی نے اس کی توثیق کی ہے۔ ابن خراش نے کہا، اس راوی کے بارہ میں لوگوں نے کلام کیا ہے ابن خراش کے اس قول میں کوئی صداقت نہیں پائی جاتی بیشک یہ آدمی حجت کا درجہ رکھتا ہے۔ (۱)

## ۲۔ حماد بن زید:

شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حماد بن زید کا پورا نام، حماد بن زید بن درھم الازدی الجہضمی ابواسماعیل البصری الازرق ہے۔ یہ ثابت البنانی، انس بن سیرین عبدالعزیز بن صہیب، عاصم الاحول، محمد بن زیاد قرشی، ابوجہرہ الضبعی، جعد ابی عثمان، ابوحازم سلمہ بن دینار، شعیب بن الحجاب صالح بن کیسان، عبدالحمید صاحب الزیادی، ابوعمران الجونی، عمرو بن دینار، ھشام بن عروۃ اور عبداللہ بن عمر وغیرھم تابعین اور ان کے بعد والوں کی ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں:

حماد بن زید سے عبداللہ بن مبارک، ابن مھدی، ابن وھب، القطان، ابن عیینہ اور ایک جماعت روایت کرتی ہے، عبدالرحمن ابن مہدی کہتے ہیں ان کے زمانے میں چار حضرات کو لوگوں نے امام مانا ان کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔

۱) سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ان کا تعلق کوفہ سے تھا۔
۲) امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ ان کا تعلق حجاز مقدس سے تھا۔
۳) امام الاوزاعی رحمۃ اللہ علیہ ان کا تعلق شام سے تھا۔
۴) امام حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ ان کا تعلق بصرہ سے تھا۔

ابن مہدی کا بیان ہے میں نے ان چاروں حضرات سے بڑا عالم نہیں دیکھا، نصر بن حماد امام مالک کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے اھل بصرہ میں سے صرف حماد بن زید کے بارے بطور خاص پوچھا۔ انہی صاحب کا بیان ہے میں نے حماد بن زید سے بڑھ کر کسی کو حدیث وسُنّت کا عالِم نہیں پایا۔ امام ابوحاتم کا بیان ہے وہ بھی ابن مہدی ہی کے حوالے سے کہتے ہیں میں نے بصرہ میں حماد بن زید سے زیادہ سمجھ بوجھ رکھنے والا یعنی فقیہہ نہیں دیکھا۔ (۲)

علامہ ابن حجر عسقلانی ہی رقم طراز ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، حماد بن زید عبدالوارث سے بھی ہمیں زیادہ محبوب ہے، حماد بن زید امام المسلمین اور امام اھل دین والاسلام ہیں، میرے نزدیک وہ حماد بن سلمہ سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے، امام یحییٰ کا قول ہے کہ حماد بن زید، عبدالوارث، ابن عُلَیَّہ الثقفی، ابن عیینہ سے بھی زیادہ مضبوط ثبت ہیں، ابوعاصم فرماتے ہیں

(۱) ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی م ۷۴۸ھ میزان الاعتدال جلد نمبر ۱ ص ۱۱۸ مطبوعہ المکتبہ الاثریہ سانگلہ ہل پاکستان

(۲) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۳ ص ۹، ۱۰ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

جس دن حماد بن زید کا انتقال ہوا اس دن پورے عالم اسلام میں ان کی نظیر اور مثال باقی نہ رہی باعتبار شخصیت اور قوت استدلال۔ خالد بن خداش کا قول یہ ہے کہ حماد بن زید عام لوگوں سے زیادہ عقلمند اور معاملہ فہم تھے۔ ابن ذریع کہتے ہیں ان کے انتقال پر لوگوں نے کہا سید المسلمین دنیا سے چلے گئے۔ محمد بن سعید نے کہا حماد بن زید ثقہ ہیں، ثبت ہیں، حجت ہیں اور کثیر الحدیث ہے۔ (۱)

## حماد بن زید کی وفات!

امام ابن حجر عسقلانی تہذیب ہی میں خالد بن خداش کے حوالے سے رقم طراز ہیں حماد بن زید کی پیدائش ۹۸ھ کو ہوئی اور ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ ان کی وفات ماہ رمضان ۱۷۹ھ میں ہوئی اس طرح انہوں نے اکیاسی ۸۱ برس عمر پائی۔ (۲)

## ۳) عبد العزیز بن صہیب

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۵ کے تحت ہو چکا ہے۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو وہاں سے پڑھ لیں۔

## ۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

ان کے فضائل، مناقب، محاسن، کمالات اور دینی وملّی خدمات کا تذکرہ حدیث نمبر ۵ کے تحت کیا گیا ہے آپ ضرور وہاں سے مطالعہ فرمالیں دل راحت پائے گا۔ آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ خدمتِ دین کا جذبہ بیدار ہوگا۔

---

(۱) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور

(۲) ایضاً // // //

# شرح حدیث نمبر ۵،۶



اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ،

اے اللہ میں ہر طرح کی پلیدی اور ناپاک جنوں اور جننیوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

## امت مسلمہ کے لئے انعام عظیم:

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ایک عمل مبارک نقل کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے یا لیٹرین میں جانے کا ارادہ فرماتے تو کیا پڑھتے یہ الفاظ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کیے ہیں جو ساری امتِ مسلمہ کے لئے ایک نعمت کی حیثیت رکھتے ہیں شارحین احادیث نے اس مقام پر الفاظ کے تلفظ (PRONOUNCIATION) پر قدرے بحث کی ہے اور ان کے معانی کو مختلف طریقوں سے پڑھنے کی بنا پر مختلف بیان کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں دنیا کے تمام انسانوں میں حتیٰ کہ انبیاء و مرسلین علیھم السلام میں بھی سب سے بلند مقام و مرتبہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ہے۔ آپ کا ہر فرمان پوری انسانیت کے لئے بالعموم اور امّت مسلمہ کے لئے بالخصوص انعامِ عظیم ہے۔ رب کریم اس انعام کی صحیح معنوں میں قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے (امین)

## کچھ ماہرین علم وفن کے حوالے سے:

امام نووی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں اس حدیث مبارک کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص بیت الخلاء (لیٹرین) میں جانے کا ارادہ کرے تو یہ کلمات "اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ" پڑھ لے اس کی صراحت امام بخاری کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے، جس میں ہے کہ جب کوئی واش روم بیت الخلاء (WASH ROOM) جانے کا ارادہ کرے تو وہ ان کلمات ''اے اللہ میں ہر طرح کی پلیدی اور ناپاک جنوں اور جننیوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں'' پڑھ لیا کرے، اصحاب حدیث سے یوں بھی منقول ہے جیسا کہ ابو عبیدہ نے اپنی کتاب میں روایت کیا اور پھر اس کی شرح بھی کی۔ وہ فرماتے ہیں۔ "اَلْخُبْثِ" کو باکے سکون کے ساتھ پڑھ لیا جائے تو اس سے مراد شر ہوگا۔ اگر دوسرا لفظ "اَلْخَبَائث" پڑھ لیا جائے تو اس سے مراد شیاطین ہونگے حظابی کا کہنا یہ ہے کہ اگر "اَلْخُبُث" کو باکے ضمہ کے ساتھ پڑھ لیا جائے تو مراد خبیث کی جمع ہوگی۔ اور اس طرح "خَبَائث" خبیثہ کی جمع ہے اس کا مطلب یہ ہوگا اے اللہ میں جنوں اور جننیوں سے تیری پناہ کا طالب ہوں۔ (۱)

---

(۱) علامہ سراج احمد فاروقی، حنفی سرہندی شروح اربعہ ترمذی مطبوعہ نظامی کانپور انڈیا۔

بعض اھل علم نے یہ سوال اٹھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم معصوم ہیں تو آپ کو اس طرح کہنے کی کیا ضرورت پیش آئی اس سوال کے علماء نے کئی جواب ارشاد فرمائے۔ میں ان کو نقل کرنا ضروری نہیں سمجھتا صرف اتنا عرض کرنا چاہوں گا کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم جہاں کہیں اس طرح کا کوئی عمل فرماتے ہیں وہاں یہ لازم نہیں ہوتا کہ اس کا اطلاق آپ پر بھی اسی طرح ہو جس طرح امت پر ہوگا۔ چنانچہ اس میں کوئی شک نہیں آپ بشرط استعادتہ منہ کے اعتبار سے نہ صرف شیطان سے معصوم ہیں بلکہ ایسے مئوکل سے بھی معصوم ہیں آپ کو کسی سے کوئی خوف اور ڈر ہرگز لاحق نہیں ہوتا۔ آپ کو آپ کے رب نے ہر طرح سے اپنی حفاظت کے حصار میں لے رکھا ہے۔

## تعلیمِ امت!

اھل معرفت کی ایک جماعت نے اس کی صراحت فرمائی ہے کہ "اَلْخُبْثِ" میں "با" کو ساکن ہی پڑھا جائے گا اس طرح اس سے مراد وہی ظاہری پلیدی ہوگی جو عموماً ہوا کرتی ہے۔ جیسا کہ اس فن کے امام جناب ابو عبیدہ نے اس کی صراحت کر دی ہے۔ علماء نے صاف صاف لکھا ہے کہ یہ اعتقاد ساری امت کا ہے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم شیطان کے حملوں سے بالکل پاک ہیں لہٰذا یہ کلمات جو آپ نے بیت الخلاء جاتے وقت پڑھے یہ تعلیمِ امت کے لئے تھے۔ (۱) لہٰذا امت کو اس پر عمل کر کے اپنی دنیا و آخرت سنوار لینا چاہیے۔

علامہ سراج احمد حنفی قدس سرُّہٗ لکھتے ہیں:

یہ جو حدیث شریف میں الفاظ کا تغیر واقع ہوا ہے یہ راوی کے شک کی بنا پر ہوا ہے جیسا کہ شعبہ جو راوی حدیث ہیں، ان کے قول سے واضح ہوتا ہے کہ دوسری مرتبہ جب انہوں نے حدیث شریف کے الفاظ کا ذکر کیا تو ان میں کچھ اضافہ کر دیا جیسا کہ متن روایت میں مذکور ہے۔ ان کے بقول "خُبُث" کا مطلب ہے فجور اور اسی کی مانند اور چیزیں ہیں اسی طرح "خَبَائث" سے مراد افعال مزمومہ اور خصائل ردّیہ ہیں۔ (۲)

چونکہ اسلام اپنے ماننے والوں کو ہر طرح کا تحفظ فراہم کرنا چاہتا ہے اس لئے زندگی کے ہر ہر شعبے کے لئے جو کامل ھدایات عطا فرمائی ہیں ان ھدایات پر عمل بندے کو اس کے اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے کا سبب ہے جب بندہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سُنّت پر عمل کرے گا تو اس کی برکت سے اس کی زندگی میں نکھار آئے گا۔

## اقول وباللہ التوفیق ان ربی علیم حکیم،

میں عرض کرنا چاہوں گا اس مقام پر حدیث شریف کے کلمات کو دونوں اعتبار سے پڑھنا بالکل درست ہے اور مراد اس سے ہرگز یہ نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو شیطان سے کوئی خطرہ تھا جو اس طرح کے کلمات زبان اطہر سے صادر فرمائے بلکہ آپ کو تو ہم معصوم عن الخطا والنقائص مانتے ہیں لہٰذا یہاں اس دعا کے پڑھنے سے مراد صرف اور

(۱) علامہ سراج احمد فاروقی، حنفی سرہندی شروح اربعہ ترمذی ص ۳۱ تا ۳۳ مطبوعہ نظامی کانپور انڈیا

(۲) ترجمہ // // // //

صرف یہ تھی کہ میری امت کو تعلیم ہو جائے یہ یقین کر لینا چاہئے، کہ ان کلمات کا صدور فقط تعلیم امت کے لئے فرمایا۔ اسی شرح میں ہزار ہا برکتیں ہیں جو آج بھی ظاہر ہیں اور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اور بھی بین ہوتی چلی جائیں گی۔ ہر دور میں علماء اپنی اپنی علمی استعداد کے مطابق حدیث کی شرح فرماتے رہتے ہیں اور اس سے آنے والے زمانے کے مسائل کا حل نکلتا رہتا ہے یہ دین قیامت تک کے انسانوں کے لئے کافی ہے اور اپنے اندر ہزاروں برکات لئے ہوئے ہے۔

اس حدیث مبارک کی صراحت میں جناب قاضی عیاض، امام ابوسلیمان خطابی، ائمۃ المحدثین اور اس علم وفن کے امام جناب ابوعبیدہ نے بہت کچھ رقم فرمایا۔ آخر کار فیصلہ یہی صادر فرمایا کہ یہ سب کلمات جن کے تلفظ میں کچھ کچھ فرق حدیث شریف میں مذکور ہوا ہے اس سے مراد تعلیم امّت ہی ہے (۱) ابن عربی نے اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے بہت کچھ لکھا ایک طویل گفتگو کرنے کے بعد آخر فیصلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وَيُعَلِّمُ بِذٰلِكَ اُمَّتَهٗ

اور اس حدیث شریف کے ذریعے امت کو تعلیم دینا ہی مطلوب تھا۔

ابن العربی کا کہنا ہے کہ "اَلْخُبُث" عربی زبان میں مکروہ کے لئے بولا جاتا ہے اگر یہ لفظ کلام میں استعمال ہو تو مراد سبّ وشتم ہوتی ہے یعنی گالی گلوچ کے معنوں میں بولا جاتا ہے اور اگر یہی لفظ نظریات وعقائد کے حوالے سے بولا جائے تو معنی کفر کے لئے جاتے ہیں اگر اس لفظ کو طعام کے لئے بولا جائے تو معنی حرام کے ہوتے ہیں اور اگر پینے کے لئے لفظ بولا جائے تو مراد وہی ہوتی ہے جو اوّل بیان کردی گئی ہے یعنی حرام۔ (۲)

علماء امّت نے احادیث مبارکہ کی شرح کرنے میں بڑا عظیم کردار ادا فرمایا ہے وہ ایک ایک لفظ کو کئی کئی معنوں میں بیان کرتے ہیں مقصود ان حضرات کا صرف یہ ہوتا ہے کہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی فصاحت وبلاغت کو اپنے طور پر زیادہ سے زیادہ بیّن کرنے کی کوشش کریں تاکہ انسان کا ذہن بڑی آسانی کے ساتھ یہ تسلیم کرے کہ جو حکمتیں فرمان رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں مضمر ہیں وہ سب تو نہیں کچھ کچھ امّت کو معلوم ہو سکیں۔



(۱) علامہ سراج احمد فاروقی، حنفی، سرہندی وغیرھم شروح اربعہ ترمذی ص ۱۳ تا ۱۳ مطبوعہ نظامی کانپور انڈیا۔
(۲) // // //

# معیارِ قُربِ الٰہی

ہر صاحب عقل وشعور پر لازم ہے کہ وہ ایسی طرز اختیار کرے جس سے وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہو اور مخلوق میں بھی پسندیدہ قرار پائے۔ ایسے خصائل اپنے اندر پیدا کرے جن کی بدولت وہ دوسروں کے کام آنے کا فریضہ سرانجام دے۔ خدمت خلق ایک عظیم جذبہ ہے جس کی بدولت بندہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تو مقبول ہوتا ہی ہے انسانوں میں بھی اس کی مقبولیت مسلم ہو جاتی ہے کتنے ہی اولیاء اللہ ایسے گزرے ہیں جو مخلوقِ خدا کی خدمت ہی کی وجہ سے دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں بازی لے گئے۔

جو بندہ اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویدار ہو اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے پیار نہ کرے بلکہ ان کو حقیر جانے اس کی یہ عادت بتاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت میں خلوص نہیں رکھتا اگر وہ اپنی محبت میں پُرخلوص ہوتا تو اللہ کی مخلوق سے پیار کرتا۔

(تذکرۂ کنیز فاطمہ، صفحہ ۲۰)

# باب نمبر ۵

## مَا يَقُوْلُ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ

بیت الخلاء (واش روم) سے باہر آتے وقت کیا پڑھنا چاہیے۔

اس باب کے تحت ایک ہی حدیث مبارک آ رہی ہے۔
آیئے آپ بھی اس کا مطالعہ فرمایئے عمر بھر کے لئے نافع ہوگا۔

## حدیث نمبر ۷

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ "كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ غُفْرَانَكَ"۔

قَالَ أَبُو عِيسَى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ إِسْرَائِيلَ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ وَأَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسٰى إِسْمُهُ عَامِرُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ الْأَشْعَرِيُّ وَلَا يُعْرَفُ فِي هٰذَا الْبَابِ إِلَّا حَدِيثُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا۔

حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا راویہ ہیں، نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب (لیٹرین) بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو زبان اطہر سے یوں کہتے "غُفْرَانَكَ"۔ اے اللہ میں تیری مغفرت کا طلب گار ہوں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا یہ ہے کہ یہ حدیث حسن غریب کے درجہ میں ہے ہم اس حدیث کو صرف اسرائیل کے حوالے سے جانتے ہیں وہ بھی یوسف بن ابی بُردہ کی روایت سے ابو بردہ بن ابی موسیٰ کا نام عامر بن عبداللہ بن قیس اشعری ہے۔ اس باب میں سب سے عمدہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی ہے۔

# حدیث نمبر ۷ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ا۔ محمد بن اسمٰعیل!

میں نے محمد بن اسمٰعیل کے حالات واحوال تہذیب التہذیب میں تلاش کیے مگر راوی عن کے حوالے سے تحقیق نہ ہوئی پھر میں نے اس نام کے تمام راویوں کے حالات پڑھ ڈالے اب جو جو راوی محمد بن اسمٰعیل نام کے سامنے آتے گئے ان میں سے ان تمام کو الگ کرتا گیا جن جن سے امام ترمذی روایت کرتے ہیں۔ اس طرح یہ تحقیق مکمل ہوئی لیجئے اب ان تمام راویوں کے احوال مطالعہ فرمایئے جن سے امام ترمذی روایت کرتے ہیں اور ان کے اسماء محمد بن اسمٰعیل ہیں۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

محمد بن اسمٰعیل بن البختری الحسانی ابوعبداللہ الواسطی الضریر سکن بغداد، یہ وہ راوی ہیں جن سے امام ترمذی روایت کرتے ہیں۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں۔ میں نے احمد بن سنان سے سُنا کہ محمد بن اسمٰعیل صدوق ہیں اور ہمارے نزدیک اس کی روایت قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میرے والد گرامی سے ان کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے بھی صدوق ہی قرار دیا، امام دارقطنی نے ثقہ کہا اور امام ابن حبّان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ (۱)

محمد بن اسمٰعیل بن سمرہ الاحمسی ابوجعفر الکوفی السراج ان سے بھی امام ترمذی روایت کرتے ہیں۔ ان کو امام نسائی نے ثقہ قرار دیا ابن حبّان نے بھی ان کا تذکرہ ثقات میں ہے۔ (۲)

محمد بن اسمٰعیل بن یوسف السلمی ان سے بھی امام ترمذی روایت کرتے ہیں۔ امام نسائی نے ان کو ثقہ قرار دیا ابوبکر الخلال کہتے ہیں یہ معروف ثقہ کثیر العلم ہیں متفقہ طور پر، امام ابن حبّان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ امام حاکم نے ان ثقہ مامون کہا ہے۔ (۳)

### ۲۔ مالک بن اسمٰعیل!

امام ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں:

مالک بن اسمٰعیل کا پورا نام اس طرح ہے۔ مالک بن اسمٰعیل ابوغسان النہدی، یہ مشہور ثقہ راوی ہیں۔ ابن عدی نے انکی مخالفت کی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ انکے صدق اور عدل کا اعتراف بھی کیا ہے۔ یہ صاحب (مالک بن اسمٰعیل)

(۱) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۹ ص ۴۱ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
(۲) ایضاً // // //
(۳) ایضاً // // //

حسنی ہیں یعنی اپنے شیخ حسن بن صالح کے مذہب پر ہیں ابن معین نے امام ابوحاتم کے حوالے سے یہ بیان کیا ہے کہ ابو غسان سے بڑھ کر کوفہ میں کوئی علوم وفنون کا ماہر نظر نہیں آتا امام ابوحاتم کہتے ہیں مالک بن اسمٰعیل جیسا متقی پورے کوفہ میں نہ تھا بلکہ ابونعیم اوران کے علاوہ بھی کوئی اور ایسا نہ تھا۔فضیلت، عبادت میں یوں نظر آتے تھے گویا ابھی قبر سے نکلے ہیں گویا کَانَتْ عَلَيْهِ سَجْدَتَانِ (۱)

امام حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ نے مالک بن اسمٰعیل کا پورا نام یوں ذکر کیا ہے وہ ارقام فرماتے ہیں۔'مالک بن اسمٰعیل بن درھم اور یوں بھی بیان کیا گیا ہے ابن زیاد بن درھم ابوغسان النھدی مولاھم الکوفی الحافظ ابن بنت حماد بن ابی سلیمان' مالک بن اسمٰعیل ۔عبدالوھاب بن سلیمان بن الغسیل ،عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمۃ الماجشون، حسن بن حیی اسرائیل اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں مالک بن اسمٰعیل سے امام بخاری، ابوبکر ابن ابی شیبہ یوسف بن موسیٰ القطان، احمد بن عثمان بن حکیم الازدی، اذھلی، احمد بن سلیمان ارھاوی، عبدالاعلی بن واصل، محمد بن اسحٰق ابکائی، معاویہ بن صالح الاشعری، علی بن المنذر الطریقی، حسن بن خلال اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

امام ابوحاتم کہتے ہیں ابن معین کو اس بات کا یقین تھا کہ کوفہ میں ابوغسان سے بڑھ کر کوئی دیانت دار نہیں۔ان کی کتاب ابونعیم سے بھی زیادہ نافع ہے۔یعقوب ابن شیبہ کا کہنا ہے کہ وہ صحیح الکتاب ثقہ ہے اور ان کا شمار ماہرین علوم حدیث، عبادت گذاروں میں ہوتا ہے۔انہوں نے ایک مرتبہ یوں بھی کہا کہ ان کا شمار ثقہ ماہرین حدیث میں ہوتا ہے۔ابن نمیر کا قول یہ ہے کہ ابوغسان محمد بن الصلت سے بھی مجھے زیادہ محبوب ہے۔ابوغسان کا شمار ائمہ محدثین میں ہوتا ہے۔امام ابوحاتم کہتے ہیں ہم نے ابوغسان سے زیادہ ماہر علم حدیث اور ثقہ کسی شخص کو نہیں دیکھا بلکہ کوفہ میں امام ابونعیم اور ان کے علاوہ کسی اور کو بھی اس مرتبہ کا نہ پایا۔وہ علم حدیث میں اسحٰق بن منصور پر بھی فائق تھے۔

امام ابوداود فرماتے ہیں، مالک بن اسمٰعیل صحیح الکتاب اور تخریج روایات میں بہت مہارت رکھتے تھے۔امام نسائی فرماتے ہیں ثقہ راوی ہیں۔امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا۔ابن سعد کہتے ہیں مالک بن اسمٰعیل نے ۲۱۹ھ میں وفات پائی یہ مہینہ ربیع الاوّل کا تھا۔(۲)

## ۳۔ اسرائیل:

ان کا ذکر حدیث نمبر ا کے تحت ہو چکا۔

(۱) ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی م ۷۴۸ھ میزان الاعتدال جلد نمبر ۳ ص ۴۲۴ مطبوعہ مکتبہ الاثریہ سانگلہ ہل پاکستان

(۲) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۱۰ ص ۳ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

## ۴۔ یوسف بن ابی بردہ:

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

یوسف بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری الکوفی اخو بلال یہ ابو بردہ کا پورا نام ہے۔ یوسف بن ابی بُردہ اپنے دادا ماجد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں پھر ان سے اسرائیل بن یونس اور سعید بن مسروق روایت کرتے ہیں امام ابن حبّان نے ان کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں، عجلی نے بھی ان کی توثیق کی ہے۔ (۱)

## علامہ سراج احمد سرہندی رقم طراز ہیں:

یوسف بن ابی بردہ بن ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) مقبول از سادسہ ہیں۔ (۲)

## ۵۔ ابیہ یعنی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ:

امام ابن حجر عسقلانی ارقام فرماتے ہیں:

عبداللہ بن قیس بن سلیم بن حضّار بن حرب بن عامر بن غنز بن بکر ابن عامر بن عذر بن وائل بن ناجید بن اجماھر بن الاشعر، ابوموسیٰ الاشعری، ہجرت سے قبل یمن سے مکّہ آئے اور اسلام قبول کیا پھر حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر وہ کشتی والے اصحاب کے ساتھ فتح خیبر کے بعد مدینہ شریف حاضر ہوئے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی قوم کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے۔ (مدینہ شریف حاضری کے لئے آ رہے تھے) لیکن ہوائے مخالف ان کو حبشہ لے گئی وہاں ان کی ملاقات حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی تو انہوں نے ان کے ہاں قیام کرلیا۔ پھر ان کی صحبت میں مدینہ شریف حاضر ہوئے یہی زیادہ صحیح ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انکو زبید وعدن کی طرف حکم بنا کر بھیجا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا حاکم بنایا۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اشعری نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت ابی بن کعب، حضرت عمار بن یاسر اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنھم سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ان کی اولاد جناب ابراھیم، ابوبکر، ابو بردہ، موسیٰ اور ان کی اہلیہ ام عبداللہ (رضی اللہ عنھم وعنھا) حضرت انس بن مالک ابوسعید خدری، طارق بن شہاب، ابوعبدالرحمن السلیمی، زر بن حبیش، زر بن وھب، عبید بن عمیر، ابوالاحوص عوف بن مالک ابوالاسود الدیلی، سعید بن المسیب، ابوعثمان النہدی، قیس بن ابی حازم، ابورافع الصائغ، ابوعبیدہ بن عبداللہ، ابن مسعود، مسروق بن اوس الحنظلی، ھزیل بن شرجیل، مرہ بن شراحیل الطیب، والاسود، عبدالرحمن رضی اللہ عنھم، اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

---

(۱) امام الحافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۱۱ ص ۳۵۹ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

(۲) علامہ سراج احمد فاروقی حنفی سرہندی مجموعہ شروح اربعہ ترمذی شریف جلد نمبر ۱ ص ۳۴

## ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی وفات حسرت آیات!

ابوعبیدہ کہتے ہیں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ۶ ۴۲ھ کو وصال فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر شریف ۶۳ سال تھی۔ ہشیم بن عدی کا کہنا یہ ہے کہ حضرت نے ۵۰ سنہ ھ میں وصال فرمایا، (حاجی) خلیفہ نے کہا ۵۱ سنہ ھ میں وفات ہوئی۔

مدائنی کہتے ہیں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ۵۳ھ میں وصال فرمایا بعض مؤرخین نے کہا مکہ مکرمہ میں وصال ہوا بعض نے کہا کوفہ میں۔ (۱)

اگر سن ۵۳ کو معتبر مانا جائے تو وصال کے وقت آپ کی عمر ۷۴ سال تھی۔

## امام ابن حجر عسقلانی کی اپنی رائے:

**قُلْتُ** کہہ کر حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں امام شعبی فرمایا کرتے تھے علم چھ افراد سے حاصل کیا جاسکتا ہے ان چھ میں سے ایک حضرت ابوموسیٰ اشعری ہیں (رضی اللہ عنہ)

جناب مدینی کا قول ہے اس امّت کے چار قاضی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔ (۲)

## ۶۔ ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

علامہ ابن خلکان تحریر فرماتے ہیں:

ام المومنین حضرت عائشہ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہا وعن والدھا۔ کا نکاح مکّہ مشّرفہ میں، ہجرت سے تقریباً تین سال قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ہوا۔ (۱) سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی، ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں جا کر ہوئی آپ کی عمر بوقت نکاح کتنی تھی اور رخصتی کے وقت آپ کتنے سالوں کی تھیں میں نے اس حوالے سے بخاری شریف، ترمذی شریف، تاریخ طبری، ابن خلدون دیکھی ہیں نیز میں نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مدارج اور دیگر کتب احادیث وتاریخ کا مطالعہ کیا ہے میں نے پیر کرم شاہ بھیروی کی ضیاء النبی کا بھی مطالعہ کیا ہے سب حضرات نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقت نکاح چھے سال اور رخصتی کے وقت ۹ سال لکھی ہے۔ پیر کرم شاہ صاحب چند سطریں لکھ کر آگے نکل گئے اور کوئی تبصرہ اس حوالے سے نہیں فرمایا۔ میرا نقطہ نظر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کے بارے میں وہ نہیں ہے جو ان کتب میں مرقوم ہے۔ میں انشاء اللہ کسی دوسرے مقام پر اس پر تفصیلی گفتگو کروں گا مجھے یوں لگتا ہے جیسے بخاری شریف میں جہاں سیّدہ کی عمر کا ذکر ہے وہاں لفظ عشرہ کا تب کی غلطی سے حذف ہو گیا ہوا ہے ضرور کسی نسخہ میں اس کی نشاندھی ہوگی۔ اگر وہاں لفظ عشرہ مان لیا جائے تو پھر عمر بوقت نکاح سولہ سال اور بوقت رخصتی انیس سال بن جاتی ہے اور یہی مجھے صحیح لگتا ہے (واللہ اعلم)

(۱) الامام الحافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۵ ص ۳۱۷ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

(۲) الامام الحافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۵ ص ۳۱۸ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل کے حوالے سے بہت سارا مواد جمع کر لیا تھا مگر طوالت کے ڈر سے یہاں اس کو ذکر نہ کیا ورنہ یہ کتاب شرح حدیث شریف کی بجائے تاریخ کا رنگ اختیار کر لیتی۔

بخاری شریف میں ہے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، اے عائشہ رضی اللہ عنہا یہ جبریل ہیں، وہ تمہیں سلام کہہ رہے ہیں میں نے کہا ان پر بھی یعنی علیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آپ دیکھ رہے اور جو آپ دیکھتے ہیں وہ میں تو نہیں دیکھ سکتی۔ (۱)

## ایک اور حدیث شریف میں ہے:

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کامل مرد کثیر تعداد میں ہوئے مگر عورتوں میں ایک مریم بنت عمران اور دوسری آسیہ زوجہ فرعون کامل ہوئیں، عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) کو ساری عورتوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی ثرید (شوربا میں ملی روٹی) کو سارے کھانوں پر۔ (۲)

## حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی فضیلت دوسری عورتوں پر یوں ہے جیسے ثرید کی دوسرے کھانوں پر، قاسم بن محمد کہتے ہیں جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صاحبِ فراش ہوئیں تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حاضر ہوئے اور کہنے لگے اے ام المومنین آپ وہاں تشریف لے جا رہی ہیں جہاں حقیقی خوشی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق پہلے ہی موجود ہیں۔ (۳)

## حدیث شریف میں یوں بھی آیا ہے:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے اپنی بہن اسماء (بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا ووالدھا) سے ہار عاریۃً لیا وہ کہیں کھو گیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کو اس کی تلاش میں روانہ کیا اسی دوران نماز کا وقت آ گیا تو (مجبوری کی حالت میں) وہاں موجود لوگوں نے بغیر وضو ہی نماز پڑھی اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے پانی کی عدم موجودگی کی شکایت کی، اسی وقت آیت تیمم نازل ہو گئی حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا امّ المومنین اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آپ کو ذرا تکلیف ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے مسلمانوں کے لئے آسانی پیدا فرمائی اسی میں برکت ہے۔ (۴)

---

(۱) ابی العباس شمس الدین احمد بن بکر بن خلکان م ۶۸۱ھ وفیات الاعیان جلد نمبر ۲ ص ۸ مطبوعہ دار الاضیا بروت لبنان

(۲) ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری، م ۲۵۶ھ صحیح البخاری جلد نمبر ۱ ص ۵۳۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی

(۳) ایضاً // // // //

(۴) ایضاً // // // //

## حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

مرض وفات میں بھی رسول مکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ازواج مطہرت کے گھر باری باری قیام فرمارہے تھے اس دوران آپ فرماتے کل میرا قیام کس کے ہاں ہوگا یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کی چاہت کے سبب تھا۔ جب آپ کی باری آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے زیادہ سکون محسوس کیا۔(۱)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تحائف زیادہ اس دن لیکر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں حاضر ہوتے جس دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کے ہاں آپ کا قیام ہوتا، ساری امہات المومنین حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنھن) کے پاس جمع ہوئیں اوران کی خدمت میں یوں گویا ہوئیں اے ام سلمہ اللہ گواہ ہے لوگ تحائف لے کر اس دن حاضر ہوتے ہیں جس دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا قیام حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کے ہاں ہوتا ہے۔ ہمیں بھی مال کی اسی طرح ضرورت ہوتی ہے جس طرح عائشہ (رضی اللہ عنھا) کو، توتم رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کرو وہ لوگوں کو حکم فرمادیں میں کہیں بھی ہوں تم ھدایا لے آیا کرو، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا نے اس بات کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے کیا تو آپ نے اعراض فرمایا تو میں نے دو تین مرتبہ اپنی بات کو دھرایا اس پر آپ نے فرمایا ام سلمہ مجھے عائشہ کے معاملہ میں تکلیف نہ دو، اس لئے کہ

وَاللّٰهِ مَا نَزَلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَاَنَا فِيْ لِحَافِ اِمْرَأَةٍ مِنْكُنَّ غَيْرَهَا (۲)

اللہ تعالیٰ کی قسم مجھ پر وحی صرف عائشہ رضی اللہ عنھا کے لحاف میں نازل ہوتی ہے۔

## علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کے فضائل ومناقب حدوشمار سے باہر ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا، فقہا، بلغا، فصحاءِ اکابر صحابہ میں سے تھیں سلف سے منقول ہے کہ احکام شرعیہ کا رفع یعنی فیصلہ کرنے کے لئے ان کی طرف رجوع ہونا معلوم ہوا ہے اور حدیثوں میں آیا:

خُذُوْا ثُلُثَيْ دِيْنِكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْحُمَيْرَ (۳)

تم اپنے دوتہائی دین کوان حمیراء یعنی عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنھا) سے حاصل کرو۔

صحابہ کرام اور تابعین کی جماعت کثیرہ نے ان سے روایتیں لی ہیں۔ عروہ بن زبیر سے مروی کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے کسی کو معانی قرآن، احکام حلال وحرام، اشعار عرب اور علم النساب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ عالم نہیں دیکھا۔

(۱ تا ۳) ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری، م ۲۵۶ھ صحیح البخاری جلد نمبر ۱ ص ۵۳۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی

علامہ سراج احمد فاروقی سرہندی لکھتے ہیں:

ام المومنین سیدہ عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا وعن والدھا محبوبۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں۔ ان کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی ام رومان ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان سے مکہ مکرّمہ میں ماہ شوال میں نکاح فرمایا رخصتی مدینہ طیبہ جا کر ۲ ھ کو عمل میں آئی اقول وباللہ التوفیق علامہ فرماتے ہیں عالِمہ، فقیہ، فصیحہ، فاضلہ، عارفہ تھیں ان کو ایام عرب اور اشعار پر پوری طرح مہارت حاصل تھی چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ تم اپنے دوتہائی دین کو حمیرا، یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سیکھا کرو۔ (۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سترہ ۱۷ رمضان المبارک ۵۷ ھ کو وصال فرمایا آپ کی نماز جنازہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ (۲)

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن سیّدہ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا وعن والدھا عمر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دس ۱۰ برس بڑی تھیں۔ ان کا وصال ۷۳ ھ کو ہوا اس وقت ان کی عمر ۱۰۰ سو سال تھی۔ اس طرح ہجرت کے وقت سیّدہ اسماء کی عمر ستائیس ۲۷ سال ہوئی اس اعتبار سے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جوان سے دس سال چھوٹی ہیں ان کی عمر بوقت ہجرت سولہ سترہ سال بنتی ہے لہٰذا ثابت ہوا بوقت نکاح سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر سولہ سال ہی تھی اور بوقت رخصتی عمر انیس سال تھی۔

(۱) علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی م سنہ مدارج النبوہ اردو جلد نمبر ۲ ص ۸۰۴ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم اے جناح روڈ کراچی

(۲) علامہ سراج احمد سرہندی مجموعہ شروح اربعہ ترمذی شریف جلد نمبر ۱ ص ۳۴ مطبوعہ کانپور انڈیا،

# شرح حدیث نمبر ۷

اس حدیث شریف میں ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم سید دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ایک مبارک عمل ذکر فرمایا ہے کہ جب آپ بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو اس طرح کہتے، غُفْرَانَكَ

علامہ سراج احمد فاروقی حنفی لکھتے ہیں:

قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ غُفْرَانَكَ

گفت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بود آنحضرت کہ بیرون شدی و برآمدی از مبرز فرمودے لفظ غُفْرَانَكَ وغُفْرَانَكَ منصوب است بنا بر مفعولیت کہ فعل او محذوف ست یعنی اَسْأَلُ غُفْرَانَكَ[1]

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو یوں گویا ہوتے غفرانک یہ لفظ زبان اطہر پر جاری فرماتے غفرانک مفعولیت کی بنا پر منصوب ہے۔ اس کا فعل محذوف ہے مطلب یہ ہے۔

اسال غفرانك

علامہ امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کی روایت میں جو یہ الفاظ آئے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ غُفْرَانَكَ،

جب آپ بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو کہتے غفرانک ابن عربی کا قول یہ ہے کہ غفرانک مصدر ہے جیسا کہ سُبْحَانَكَ منصوب باضمار فعل اور مطلب اس کا یہ نکلتا ہے اطلب (میں طلب کرتا ہوں) رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے ربّ سے مغفرت طلب کرتے تھے۔ جب آپ کو یہ یقین تھا کہ آپ گناہوں سے معصوم ہیں تو پھر آپ کیوں ایسا کرتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ بلندی درجات کے لئے استغفار کرتے تھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ آپ استغفار اس لئے فرماتے تھے کہ افعال صالحہ پر جدوجہد جاری رہے تو یہ شرط کیسے صحیح ہوسکتی ہے کہ یہ سب کچھ تو آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل تھا۔ پھر

(۱) علامہ سراج احمد سرہندی مجموعہ شروح اربعہ ترمذی شریف جلد نمبر ۱ ص ۳۴ مطبوعہ کانپور انڈیا،

یہاں طلب مغفرت کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ یہاں اپنی امّت کے لئے استغفار مراد ہے [۱] (کسی نسخے میں یہ الفاظ ہیں اور کسی میں نہیں ہیں) قرآن کریم میں صاف موجود ہے اے محبوب اپنی امّت کے گناہوں کی مغفرت طلب فرمایئے **واستغفر لذنبك وللمومنين والمومنات۔**

علامہ امام جلال الدین سیوطی ہی لکھتے ہیں:

ابن سید الناس اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس مقام پر غفرانک کہنے کی تین وجہیں ہوسکتی ہیں۔ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ عمل مبارک تعلیم امّت کے لئے فرمایا...... پھر فرماتے ہیں امام ترمذی کا یہ کہنا کہ اس بارہ میں صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے ہی حدیث مروی ہے اس کے بعد اقول کہہ کر ابن ماجہ کی حدیث کا ذکر کرتے ہیں۔امام ابن ماجہ اپنی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت لائے ہیں۔

**عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ** [۲]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو یوں ارشاد فرماتے، **الحمد للہ الذی اذھب عنی الاذی وعافانی،**

**اقول وباللہ التوفیق ان ربی علیم حکیم،**

یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو یوں گویا ہوتے ''غفرانک'' یہاں مراد یقیناً یہ ہے کہ یہ عمل تعلیم امّت کے لئے فرمایا، تمام اھل ایمان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اور ہمارے آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم تو تمام انبیاء کرام علیھم السلام کے امام ہیں لہٰذا آپ علیہ الصلوۃ والسلام تمام گناہوں سے مُنَزَّہ مُبَرَّہ ہیں آپ علیہ الصلوۃ وعلیہ السلام معصومین کے امام ہیں اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا مقام ومرتبہ تمام انسانوں ہی سے کیا تمام انبیاء ومرسلین علیھم السلام سے بھی اعلیٰ وارفع ہے۔چونکہ آپ علیہ الصلوۃ وعلیہ السلام پوری انسانیت کو قیام قیامت تک کے لئے رہنما اصول فراہم فرماتے تھے اس لئے زندگی کے ہر ہر شعبے میں ھدایات عطا فرمائی ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس دور میں لفاظی پر زور دینے کی بجائے عمل صالح کی طرف امّت کو بلایا جائے اور اس مِلّت کے نوجوانوں کو ان کے

(۱) علامہ امام جلال الدین سیوطی م سنہ ۹۱۱ ھ قوت المغتذی از مجموعہ شروح اربعہ ترمذی شریف جلد نمبر ۱ ص ۳۴ مطبوعہ کانپور انڈیا،

(۲) علامہ ابو طیب سندھی شرح السندھی یعنی شرح ابی الطیب مجموعہ شروح اربعہ ترمذی جلد نمبر ۱ ص ۳۵ مطبوعہ کانپور انڈیا،

پیارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت مبارکہ کا درس دیا جائے اور انکو یہ باور کروایا جائے مسلمانوں ہی کا نہیں بلکہ پوری انسانیت کا بھلا اسی میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت کو اپنائیں اس عمل سے باطنی فوائد اور روحانی کمالات تو حاصل ہوتے ہی ہیں انشاء اللہ جسمانی فوائد بھی بے شمار حاصل ہونگے بس ہمیں حدیث شریف پر عمل کرنا چاہئے اور اپنی زندگی کو موافق سنت بنانا چاہیے۔

ابھی آپ نے پڑھ لیا ہے ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے بیت الخلاء سے باہر تشریف لانے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم یوں فرماتے۔ ''غفرانک'' اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو یوں کہتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ (۱)

ان دونوں دعاؤں کو جمع کر لینا چاہئے ان شاء اللہ اس سے برکات میں اضافہ ہوگا۔

## امام ابن شیبہ نے بھی اس باب میں احادیث وارد کی ہیں:

حافظ امام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ اپنی مصنَّف میں یوں باب قائم کرتے ہیں مایقول اذا حرج من المخرج (۲) پھر اس باب کے تحت اپنی سند سے احادیث لاتے ہیں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب بیت الخلاء (واش روم) سے باہر تشریف لاتے تو یوں کہتے غفرانك۔ (۲)

ابراھیم تیمی کے حوالے سے حدیث بیان کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو یوں کہتے الحمدللہ الذی اذھب عنی الاذی وعافانی، تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھ سے اذی کو دور کیا اور میری حفاظت فرمائی۔ اس حدیث شریف کو امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوذر کان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی ذکر کیا۔ (۳)

حضرت طاؤس بیان فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جب بھی کوئی بیت الخلاء (واش روم) سے باہر آئے تو یوں کہہ لیا کرے۔

الحمدللہ الذی اذھب عنی مایوذینی وامسك علی ماینفعنی (۴)

(۱) الامام الحافظ ابی بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی العبسی م ۲۳۵ھ الکتاب المصنف فی الاحادیث ولاثار جلد نمبر ۱ ص نمبر ۱۱ مطبوعہ بیروت لبنان
(۲) // // // جلد نمبر ۱ ص ۱۲
(۳) // // // //
(۴) // // // //

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کو زیبا ہیں جس نے ہر اس چیز کو مجھ سے دور ہٹا دیا جو مجھے
تکلیف دیتی اور ہر اس چیز کو میرے لئے روک لیا جو مجھے نفع دینے والی ہے۔

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی لکھتے ہیں:

استنجاء کرتے وقت سورج کی طرف منہ کرنا، چاند کی طرف رخ کرنا اور جدھر سے ہوا آرہی ہو ادھر منہ کر کے بیٹھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح سائے میں، پھلدار درخت کے نیچے، عام راستے پر اور پانی میں بھی قضائے حاجت کے لئے بیٹھنا مکروہ ہے عذر کے بغیر کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بھی مکروہ ہے۔ بیت الخلاء (واش روم) سے دایاں پاؤں اولاً باہر نکالے اس کے بعد پڑھے۔ (۱)

الحمد للہ الذی أماط عنی الاذٰی وعافانی، (۲)

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے تکلیف کو باہر نکال پھینکا اور مجھے عافیت عطا فرمائی۔

امام ترمذی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے علاوہ کوئی اور حدیث اس باب میں معتبر نہیں آئی۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس باب میں کوئی اور حدیث مروی ہی نہیں ہے بلکہ ان کا کہنا صرف یہ ہے کہ مجھے اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ حدیث نہیں ملی۔ رہا یہ مسئلہ اس عنوان پر اور روایات ہیں یا نہیں تو آپ ابھی پڑھ آئے ہیں ہم نے اس باب کے حوالے سے بہت ساری احادیث نقل کی ہیں۔ اب صرف یہ کہنا ہے کہ امام ترمذی علیہ الرحمۃ کے قول کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ یہ الفاظ جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں وارد ہوئے ہیں یعنی ''غفرانک'' یہ الفاظ کسی اور حدیث میں نہیں ملے۔ واللہ اعلم۔

---

(۱) علامہ حسن بن عمار شرنبلالی م ۱۰۶۹ھ نور الایضاح فصل فی الاستنجاء
۱۶۵۹ھ

## درس حدیث

اس میں کوئی شک نہیں، ساری کائنات کا خالق و مالک حقیقی فقط اللہ تعالیٰ ہے وہی لائق عبادت ہے وہ خود اپنی مقدس کتاب قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

**وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَ** (۱)

اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے امام ربّانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرّہ العزیز مکتوبات میں فرماتے ہیں یہاں **یعبدون** سے مراد **یعرفون** ہے (۲) عبادت کا مطلب یہ ہے کہ اپنے خالق و مالک سے تعارف پیدا کرنے کی کوشش کرنا۔

عبادت کرنے کے لئے طہارت کا ہونا شرط ہے اور انسان کو اپنی حوائج کے لئے بیت الخلاء (واش روم) بھی جانا پڑتا ہے لہٰذا واش روم جانے آنے کے آداب بھی آنے چاہیں حدیث پاک میں آتا ہے جب بیت الخلاء سے باہر نکلنے لگو تو دایاں پاؤں پہلے باہر نکالو اور باہر نکلتے ہی یہ کلمات پڑھ لو۔

**اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ** (۳)

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اذا کو مجھ سے دور کیا اور میری حفاظت فرمائی۔

حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب بیت الخلاء (واش روم) سے باہر تشریف لاتے تو یوں کہتے "غفرانك"

ہمیں چاہئے کہ ہم ان دونوں حدیثوں کو جمع کرلیں اور ان پر عمل کریں مطلب یہ ہے کبھی اول الذکر دعا پڑھ لیا کریں اور کبھی ثانی الذکر دعا پڑھ لیں۔ اس طرح بے شمار فوائد حاصل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں دعا ہے وہ ساری امت مسلمہ کو اپنے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سُنّت مطہرہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

(۱) سورہ ذاریات آیت نمبر ۵۶ (یہ سورہ نمبر ۵ ہے)

(۲) " " "

(۳) الامام الحافظ ابی بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی العبسی م ۲۳۵ھ الکتاب المصنف فی الاحادیث والاثار جلد نمبر ۱ ص ۱۲ مطبوعہ بیروت لبنان۔

# باب نمبر ۶

## اَلنَّھْیُ عَنْ اِسْتِقْبَالِ الْقِبْلَۃِ بِغَائِطٍ اَوْبَوْلٍ

بڑے اور چھوٹے پیشاب کے وقت قبلہ شریف کی طرف رخ
کرنا منع قرار دیا گیا ہے۔

اس باب کے تحت ایک ہی حدیث مبارک آ رہی ہے آیئے آپ
بھی مطالعہ فرمایئے۔ جسمانی اور روحانی برکات میسر آئیں گی۔

## حدیث نمبر ۸

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَالِهٖ وَسَلَّمَ "إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ وَلَا بَوْلٍ، وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا، وَلٰكِنْ شَرِّقُوا او غَرِّبُوا" فَقَالَ أَبُو أَيُّوبَ فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَاحِيضَ قَدْ بُنِيَتْ مُسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةِ فَنَنْحَرِفُ عَنْهَا وَنَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، وَمَعْقِلِ بْنِ أَبِي الْهَيْثَمِ وَيُقَالُ مَعْقِلُ بْنُ أَبِي مَعْقِلٍ، وَأَبِي أُمَامَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَسَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ۔ قَالَ أَبُو عِيسٰى حَدِيثُ أَبِي أَيُّوبَ أَحْسَنُ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ وَأَصَحُّ۔ وَأَبُو أَيُّوبَ اِسْمُهُ خَالِدُ بْنُ زَيْدٍ۔ وَالزُّهْرِيُّ اسْمُهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ، وَكُنْيَتُهُ أَبُو بَكْرٍ۔

قَالَ أَبُو الْوَلِيدِ الْمَكِّيُّ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الشَّافِعِيُّ إِنَّمَا مَعْنٰى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَالِهٖ وَسَلَّمَ "لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ وَلَا بَوْلٍ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا" إِنَّمَا هٰذَا فِي الْفَيَافِي، فَأَمَّا فِي الْكُنُفِ الْمَبْنِيَّةِ لَهُ رُخْصَةٌ فِي أَنْ يَسْتَقْبِلَهَا وَهٰكَذَا قَالَ إِسْحٰقُ۔

وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللّٰهِ إِنَّمَا الرُّخْصَةُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَالِهٖ وَسَلَّمَ فِي اسْتِدْبَارِ الْقِبْلَةِ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ، وَأَمَّا اسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ فَلَا يَسْتَقْبِلُهَا كَأَنَّهُ لَمْ يَرَ فِي الصَّحْرَاءِ وَلَا فِي الْكُنُيفِ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ راوی ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم کو بڑے پیشاب یا چھوٹے پیشاب کے لئے جانا ہو تو قبلہ شریف کی طرف نہ تو منہ کیا کرو اور نہ ہی پیٹھ بلکہ مشرق کی

طرف منہ کرلیا کرو یا مغرب کی طرف۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم ملک شام گئے تو وہاں کی (لیٹرینز) (بیت الخلاء) کو قبلہ رخ بنی ہوئی پایا۔ ہم ان سے اپنے رخ پھیر لیتے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے۔ اس باب میں عبداللہ بن حارث، معقل بن ابی الھیثم ان کو معقل بن ابی معقل بھی کہا جاتا ہے، ابوامامہ، ابوھریرہ رضی اللہ عنہ اور سہل بن حنیف سے بھی روایات منقول ہیں۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، حدیث ابوایوب رضی اللہ عنہ اس باب میں نہایت پیاری اور زیادہ صحیح ہے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک خالد بن زید ہے اور جناب زھری کا نام محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب زھری ہے اور ان کی کنیت ابوبکر ہے۔

ابوالولید مکّی، جناب ابوعبداللہ شافعی کا قول نقل و ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی جس میں آپ نے چھوٹے بڑے پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے اور پشت کرنے سے منع فرمایا ہے اس فرمان اقدس کا مطلب یہ ہے کہ صحراء میں ایسا نہ کرو باقی رہا آبادی و چار دیواری میں تو وہاں قبلہ رخ ہو کر بیٹھنے کی اجازت ہے۔ اسی طرح جناب اسحٰق کا کہنا ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے بڑے چھوٹے پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف پشت کرنے کی اجازت ہے جہاں تک قبلہ کی طرف منہ کرنے کا تعلق ہے تو اس کی نہ تو چار دیواری کے اندر اجازت ہے اور نہ ہی جنگل میں۔

# حدیث نمبر ۸ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ۱۔ سعید بن عبدالرحمن المخزومی:

امام ابن حجر عسقلانی نے ان کا پورا نام اس طرح لکھا ہے۔ سعید بن عبدالرحمن بن حسان اور انہی کو ابن عبدالرحمن بن ابی سعید ابوعبید اللہ المخزومی بھی کہتے ہیں۔

سعید بن عبدالرحمن! ھشام بن سلیمان مخزومی، حسین بن زید بن علی، ابراھیم، سفیان بن عُیَینَہ اور عبداللہ بن ولید العدنی سے روایت کرتے ہیں، اور ان سے امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن خزیمہ، زکریا الساجی، المفضل بن محمد الجندی اور ابن سعد رحمۃ اللہ علیہم وغیرھم روایت کرتے ہیں:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سعید بن عبدالرحمن ثقہ راوی ہیں۔ ایک اور جگہ فرمایا ان کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابن حبّان نے انکا ذکر ثقہ راویوں میں کیا ہے۔ امام ابن حبّان نے کہا ان کی وفات ۲۴۹ھ کو ہوئی ان کے علاوہ کچھ علماء نے فرمایا کہ ان کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

امام ابن حجر عسقلانی قلت! کہہ کر لکھتے ہیں مسلمہ نے کتاب الصلہ میں یوں کہا ہے کہ سعید بن عبدالرحمن بن سعید بن حسان بن عبید اللہ بن ابی نہیک ابن ابی السائب صیفی بن عائذ بن عبداللہ بن عمر بن مخدوم جب ابن عیینہ سے روایت کریں تو ایسی صورت میں تو قطعاً ثقہ ہیں۔ (۱)

### ۲۔ سُفیان بن عُیَینَہ!

امام ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ نے سفیان بن عیینہ کا ذکر اس طرح کیا ہے۔ سفیان بن عیینہ بن ابی عمران میمون الھلالی ابومحمد الکوفی۔

اس کی سکونت مکہ مشرفہ میں تھی ان کے والد عیینہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ابوعمران مکّی ہیں۔

سفیان بن عیینہ عبدالملک بن عمیر، ابواسحاق سبیعی، زیاد بن علاقہ، اسود بن قیس، ابان بن تغلب، ابراھیم، اسی طرح امام زھری اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔ سفیان بن عیینہ سے امام اعمش، ابن جریج، شعبہ، امام سفیان ثوری، ابواسحق فزاری، حماد بن زید، حسن بن حُیَیّ، ھمام، ابوالاحوص، عبداللہ بن مبارک اور ایک کثیر جماعت روایت کرتی ہے جن میں، محدث عبدالرزاق، امام ابونعیم، ابوغسان ھندی، امام احمد بن حنبل، یحیٰی بن معین، علی بن مدینی، اسحاق بن راھویہ اور بڑے بڑے ماہرین فن شامل ہیں۔ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

---

(۱) الامام الحافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۴/۴۹ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

علی بن مدینی کا کہنا ہے کہ امام زُھری کے اصحاب میں سفیان بن عیینہ سے زیادہ ماہر علم وفن کوئی نہیں۔ عجیلی کوفی کا قول یہ ہے کہ سفیان بن عیینہ علم حدیث میں ثقہ ہیں اور انتہائی مضبوط راوی ہیں۔ وہ حسن الحدیث ہیں حکماء اصحاب حدیث کے بعد، امام شافعی فرمایا کرتے تھے اگر امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہوجاتا۔ یونس بن عبدالاعلیٰ امام شافعی سے سن کر بیان کرتے ہیں کہ امام مالک اور سفیان بن عیینہ ہم عصر ہیں۔ ابن وھب کا کہنا یہ ہے کہ میں نے سفیان بن عیینہ سے بڑھ کر کسی کو کتاب اللہ کا عالم نہیں دیکھا۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے خزاینۃ العلم کے اعتبار سے سفیان بن عیینہ جیسا کوئی نہ دیکھا ہزاروں نوجوانوں میں کوئی ایک بھی سفیان بن عیینہ جیسا نظر نہ آیا۔(۱)

## ۳۔ امام زُھری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

ابن شہاب ابو بکر محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن حارث بن زہرہ الزھری، زہرہ بن کلاب کی طرف منسوب ہیں۔ علم حدیث، علم فقہ میں مہارت کی وجہ سے امام مشہور ہیں، امام زہری رحمۃ اللہ علیہ مشہور تابعین میں سے ایک ہیں اکثر اھل علم علوم وفنون کے حوالے سے ان کو بطور سند وحجت پیش کرتے ہیں وہ علم شرعیہ میں سند کا درجہ رکھتے ہیں وہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ قوت حافظہ کے مالک تھے۔

۱۷ سترہ ماہ رمضان ۱۲۴ھ کو ملک شام میں وفات پائی، اس وقت ان کی عمر ۷۲ بہتر سال تھی۔(۲)

## حیرت کی انتہا:

علامہ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام زہری پر جرح کے اقوال بھی نقل کر دیئے ہیں۔ میں جب راویان ترمذی پر بات کر رہا تھا اس مقام پر پہنچا تو خیال یہ تھا کہ امام ابن حجر عسقلانی کے ہاں تو امام زھری کی تعدیل ہی تعدیل نظر آئے گی مگر یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ امام زھری علیہ الرحمۃ جیسی مشہور علمی ہستی اور امام علوم وفنون پر جرح بھی تہذیب التہذیب میں موجود ہے بہر حال جب میں نے علامہ سراج احمد سرہندی کو پڑھا تو انہوں نے ترمذی کی شرح میں جب امام زھری کے حالات بیان کئے تو ان کی صرف تعدیل ہی بیان فرمائی جو ابھی آپ نے پڑھ لی ہے۔ امام ابن حجر نے جب امام زھری کی وفات کا ذکر کیا تو علامہ سرہندی سے بہت مختلف، علامہ سرہندی لکھتے ہیں امام زہری نے ۱۲۴ھ کو ملک شام میں وفات پائی جبکہ امام ابن حجر عسقلانی نے ان کی وفات کا سن ۱۵۲ھ لکھا جو خلافت ابو جعفر کا آخری دور بنتا ہے۔ اس طرح بھی امام ابن حجر عسقلانی کے ہاں جو جرح پائی جاتی ہے وہ الحاقی ہوگی یہ کیسے ممکن ہے کہ اتنے بڑے امام اور مرتبہ میں تابعی ابن شہاب زہری جیسی شخصیت پر امام ابن حجر عسقلانی جرح کرتے واللہ اعلم، اب میں امام ابن حجر عسقلانی کی تہذیب سے امام زھری کی تعدیل نقل کرتا ہوں۔

---

(۱) الامام الحافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۴ ص ۱۰۴ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

(۲) علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ ترمذی شریف جلد نمبر ۱ ص ۳۵ مطبوعہ کانپور انڈیا،

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

محمد بن عبداللہ بن مسلم بن عبیداللہ ابن عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن حارث بن زھرہ الزھری ابوعبداللہ بن المدنی بن اخی الزھری۔

امام زھری اپنے والد گرامی، اپنے چچا جان، صالح بن عبداللہ ابی فروہ اور عدہ سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے محمد بن اسحٰق روایت کرتے ہیں حالانکہ علم و عقل میں وہ ان سے بھی آگے ہیں۔ ان کے علاوہ عبدالرحمن بن اسحٰق المدنی، ابراھیم بن سعد، امیہ بن خالد الازدی، ابواویس المدنی، عبدالعزیز بن محمد الدراوردی، یعقوب بن ابراھیم بن سعد اور قعنبی وغیرھم روایت کرتے ہیں۔

ابو طالب نے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا وہ فرماتے تھے امام زھری علیہ الرحمۃ کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا امام زھری صالح الحدیث ہیں، ابن معین نے کہا امام زھری صالح ہیں۔ (۱)

## ۴۔ عطا بن یزید اللیثی:

امام ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں عطا بن یزید لیثی مضبوط راوی ہیں ثقہ مشہور ہیں۔ (۲)

علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

عطا بن یزید لیثی مدنی ہیں پھر شام چلے گئے تھے وہ ثقہ راوی ہیں۔ عطا بن یزید لیثی نے ۱۰۵ھ یا ۱۰۷ھ میں وفات پائی اس وقت ان کی عمر سو ۱۰۰ سال سے بھی زیادہ ہو چکی تھی۔ (۳)

راویان احادیث مبارکہ کے حالات پڑھ کر احساس ہوتا ہے ہمارے اکابرین نے کس قدر محنت کر کے ان لوگوں کے حالات کو جمع کیا ہے اور پھر اس امت مسلمہ کے افادہ عام کے لئے انہیں با قائدہ چھاپ کر پوری دنیا کے سامنے رکھا اور یہ دعوت فکر دی کہ ہم نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ایک ایک ادا کو کس نظم و ضبط سے محفوظ کیا ہے۔

## ۵۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ!

علامہ سراج احمد حنفی فاروقی سرہندی لکھتے ہیں:

حضرت ابوایوب انصاری کا پورا نام خالد بن زید بن کلیب انصاری خزرجی نجاری مدنی ہے۔ آپ جلیل القدر مشہور صحابی ہیں، بیعت عقبہ میں حاضر ہوئے، غزوہ بدر اور تمام اہم موقعوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان کے گھر تشریف فرما ہوئے جب آپ مدینہ شریف میں ہجرت کر کے

(۱) الامام الحافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۹ ص ۲۴۸ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

(۲) ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی م ۷۴۸ھ میزان الاعتدال جلد نمبر ۳ ص ۷۷ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل پاکستان

(۳) علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ ترمذی شریف جلد نمبر ۱ ص ۳۵

آئے۔آپ کا قیام حضرت ابوایوب انصاری کے گھر چھ ۶ ماہ تک رہا۔حرب حروریہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھرپور ساتھ دیا، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جنگ قسطنطنیہ میں شمولیت کی اور وہیں بیمار ہوکر ۵۰ھ کو واصل بحق ہوئے۔ (۱)

امام ابن حجر عسقلانی رقم طراز ہیں:

خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبدعوف ویقال ابن عمرو بن عبدعوف بن غنم ویقال ابن عبدعوف بن جشم بن غنم بن مالک بن النجار ابوایوب الانصاری الخزرجی، (رضی اللہ عنہ)

حضرت ابوایوب انصاری غزوہ بدر میں حاضر ہوئے اور تمام اہم موقعوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہمراہ رہے۔آپ سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت پر مامور رہے یہاں تک کہ مسجد (نبوی شریف) بن گئی۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بلاواسطہ (ڈائریکٹ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کرتے ہیں، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے حضرت براء ابن عازب، جابر بن سَمُرہ، زید بن خالد الجہنی، عبداللہ ابن عباس عبداللہ بن یزید خطمی، مقداد بن معدی کرب اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنھم روایت کرتے ہیں ان کے علاوہ موسیٰ بن طلحہ، عبداللہ بن حنین عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، عطا بن یزید اللیثی، عروہ بن زبیر، ابوعبدالرحمن اسلمی، عطا بن یسار، عمر بن ثابت اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

خطیب بیان کرتے ہیں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ میں حاضر ہوئے اور غزوہ بدر واُحد میں شامل تھے اور تمام اہم موقعوں پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ حاضر رہے۔ان کی جائے سکونت مدینہ طیبہ تھی۔خوارج کے ساتھ جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھرپور ساتھ دیا اور مدائن میں بھی انہی کے ساتھ رہے اس کے بعد ایک طویل عرصہ زندہ رہے یہاں تک کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں روم کے شہر میں بطور غازی وفات پائی۔ابن ھیثم بن عدی وغیرہ نے کہا ان کی وفات ۵۰ھ کو ہوئی علامہ واقدی نے بیان کیا کہ ان کا انتقال ۵۲ھ کو ہوا ابوزرعہ دمشقی نے کہا کہ ان کی وفات ۵۵ھ کو ہوئی۔

قلت! کہہ کر امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں، علامہ واقدی اور ابوالقاسم بغوی نے ذکر کیا حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر تھے۔

ابن سعد نے بیان کیا ہے جب مشکل وقت آیا صحابہ سے انہوں نے فرمایا جب میرا وصال ہوجائے تو میری میت کو اٹھا کر دشمنوں کی صفوں میں گھس جانا اور مجھے ان کے قریب جاکر دفن کرنا۔ابن حبان نے کہا جب وہ صحابہ کرام کے مناقب بیان کررہے تھے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات سرزمین روم پر ہوئی، وفات کے قریب آپ نے فرمایا جب میں وصال کرجاؤں تو جہاں تک ہوسکے مجھے دشمنوں کے شہر میں لے جانا اور وہاں مجھے دفن کرنا جب آپ کی وفات ہوگئی تو مسلمانوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کرلیا اور آگے بڑھ کر اس شہر کی بنیادوں کے قریب دفن کردیا۔ (۲)

---

(۱) علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ ترمذی شریف جلد نمبر ۱ ص ۳۶ مطبوعہ کانپور ہند۔

(۲) الامام الحافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۳ ص ۷۹، ۸۰ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

# شرح حدیث نمبر ۸

اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے اس نے اپنے ماننے والوں کو زندگی کے ہر ہر شعبے میں ھدایات عطا فرمائی ہیں۔ جامع ترمذی شریف کی حدیث نمبر ۸ میں ایک اہم دینی مسئلہ کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔ ساری امت کو اس کی ضرورت تھی اس لئے اس کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ان مبارک فرامین رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو پڑھ کر دل اطمنان پاتا ہے ہزاروں وہم زائل ہوتے ہیں اور زندگی گذارنے کا آسان اور خوشگوار طریقہ میسر آتا ہے۔ اگرچہ امّت اس وقت اپنے ذاتی مسائل میں اس قدر الجھ چکی ہے کہ اس کو یہ بھی یاد نہیں ان کے آقا امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے واش روم جانے وہاں سے باہر آنے اور وہاں بیٹھنے کے لئے کیا احکام صادر فرمائے ہیں۔ جن کو یاد ہیں وہ لائق صد تحسین ہیں۔ اور جنہیں معلوم نہیں انکو احادیث مبارکہ کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔

علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں، حضور انور تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہیں قضائے حاجت کے لئے جانا ہو تو واش روم میں بیٹھتے وقت نہ تو اپنا منہ قبلہ کی طرف کیا کرو اور نہ ہی پشت، یہ بھی ارشاد فرمایا:

وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا (۱)

بلکہ اپنا منہ مشرق کی طرف کرلیا کرو یا مغرب کی طرف۔

یہ حکم اہل مدینہ کے لئے مخصوص ہے کیونکہ وہ لوگ مدینہ مطہرہ کے مقیم ہیں جو شہر مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے اور یہ مقدس شہر مکہ مکرمہ سے شمال میں واقع ہے اور مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے جنوب میں واقع ہے یہی وجہ ہے کہ اھل مدینہ کا قبلہ بجانب جنوب ہے ان کو مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا جبکہ ہمارے دیار میں مکہ معظمہ مغرب کی جانب واقع ہے۔ اگر ہم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف کریں گے تو ہمارا منہ یا پشت قبلہ کی طرف ہوجائے گی۔ حضرت ابوایوب انصاری فرماتے ہیں ہم ملک شام گئے تو ہم نے وہاں دیکھا مراحیض کا رخ قبلہ کی طرف ہے اور یہ مراحیض جمع ہے مرحاض کی اور مرحاض ایسی جگہ کو کہتے ہیں جو قضائے حاجت اور اس کے بعد طہارت کرنے کے لئے بنائی گئی ہو۔ ان لیٹرینوں (TOILET) کا رخ قبلہ کی طرف تھا اس لئے جب ہم وہاں بیٹھتے تو اپنا رخ تبدیل کرلیتے اور حق تعالیٰ سے استغفار کرتے تھے۔ (۲)

---

(۱۔۲) علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ ترمذی شریف جلد نمبر ۱ ص ۳۶ مطبوعہ کانپور ہند۔

علامہ ابوطیب سندھی لکھتے ہیں:

یہ جو حدیث میں آیا ہے۔ شرقوا اور غربوا یعنی اپنا منہ مشرق کی طرف کرلیا کرو یا مغرب کی طرف اس کی وضاحت کرتے ہوئے امام نووی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں یہ خطاب اھل مدینہ کے لئے ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اھل مدینہ اگر اپنا منہ مشرق کو کرلیں یا مغرب کو تو ان صورتوں میں قبلہ ان کے سامنے نہیں آتا۔ اس کی قدرے تفصیل آپ نے ابھی پڑھ لی ہے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ ہم ملک شام میں جب مراحیض، واش روم میں جاتے تو اپنا رخ پھیرلیا کرتے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار بھی کرتے تھے، اس کی شرح کرتے ہوئے قاضی ابوبکر ابن عربی کہتے ہیں۔ اس کی تین وجوہ ہوسکتی ہیں۔

اوّلاً! ان کا یہ استغفار استقبال قبلہ کی وجہ سے تھا۔

ثانیاً! ان کا یہ استغفار ذنوب کی وجہ سے تھا، ذنب کو بطور ذنب ہی ذکر کیا۔

ثالثاً! یہ استغفار ان کے لئے تھا جنہوں نے ان مراحیض کو تعمیر کیا تھا کہ استغفار سنت ہے۔

علامہ سندھی اقول کہہ کر لکھتے ہیں۔ چونکہ اس حدیث کے راوی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اس لئے ان کی تفہیم حجت کا درجہ رکھتی ہے۔ حدیث کے عموم سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ کہ قضائے حاجت کے وقت کسی مکان میں جانے کا ذکر نہیں ہے بلکہ صرف اس ضرورت کے پیش نظر کسی جگہ کی طرف خواہ کھلی فضا ہو جو عادت کے مطابق ہے جانا مراد ہے۔ (۱)

اس حدیث شریف سے واضح طور پر یہ ثابت ہورہا ہے کہ قضائے حاجت کے لئے کوئی مسلمان چاہے کھلی فضا میں جائے یا مکان کے اندر جیسے گھروں میں واش روم (بیت الخلاء) بنے ہوئے ہیں دونوں جگہ قبلہ کی طرف نہ منہ کرے اور نہ ہی پشت۔

علامہ ابوطیب سندھی ہی لکھتے ہیں:

ہماری بات کی تائید امام مسلم کی وہ حدیث کرتی ہے جو انہوں نے اپنی صحیح میں وارد کی ہے اور اس کے راوی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جب کوئی بھی تم میں سے رفع حاجت کے لئے بیٹھے تو وہ نہ تو قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ ہی پشت۔ ایک حدیث شریف میں یوں آیا ہے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہمیں اس بات سے منع کردیا گیا کہ کوئی بھی ہم میں سے دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے۔ اسی طرح استنجاء کرتے وقت قبلہ کو منہ کرنے سے بھی منع کردیا گیا۔ اس حدیث پاک کو امام مسلم اور امام ابوداؤد نے روایت کیا۔ یہ دونوں حدیثیں الاتیان اور الغائط کے لفظ سے خالی ہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ مذہب ثانی کہہ کر بیان کرتے ہیں (یہ مذہب امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے) قبلہ کی طرف منہ کرنا نہ تو چاردیواری میں جائز ہے اور

(۱) علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ شروح اربعہ ترمذی شریف جلد نمبر ۱ ص ۳۶ مطبوعہ کانپور ہند۔

نہ ہی جنگل میں اور یہ قول حضرت ابوایوب انصاری، حضرت مجاہد، حضرت ابراھیم نخعی، حضرت سفیان ثوری، ابی ثور، احمد (بن حنبل) رضی اللہ عنھم کا ہے۔ یہ استدلال ان احادیث صحیحہ سے کیا گیا ہے جو مطلق نہی پر وارد ہوئی ہیں۔ جیسے ابھی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ والی حدیث مذکور ہوئی اور اسی طرح حدیث ابوایوب اور حدیث ابوھریرہ رضی اللہ عنھما بھی ذکر ہوئیں۔ ان صحابہ کرام کا فرمانا یہ ہے کہ قبلہ شریف کی حرمت وعزت کے باعث منع کیا گیا ہے اور یہاں یہ مطلب صاف ظاہر ہے کہ نہ تو صحرا میں قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی چار دیواری کے اندر۔ اگر کسی شے کا حائل ہونا قبلہ کی طرف منہ کرنے کے لئے وجہ جواز ہوتا تو پھر صحرا میں جائز نہ ہوتا کیوں کہ وہاں پر پہاڑ وادیاں اور دوسری کتنی چیزیں حائل ہیں۔ جو کچھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما سے مروی ہے وہ وقتی طور پر ہے جو عموم کا فائدہ ہرگز نہیں دیتا۔ نہ ہی اس سے یہ لازم آتا ہے اگر چار دیواری کے اندر قبلہ کو پشت کی جا سکتی ہے تو منہ کیوں نہیں۔ (۱)

## امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر:

امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہ اور امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر تو کوئی شخص کھلی فضا میں یعنی صحراء میں قضائے حاجت کے لئے جائے تو قبلہ کی طرف منہ اور پشت نہ کرے لیکن جب وہ چار دیواری کے اندر ہو تو ایسا کرنے میں حرج نہیں۔ لیکن ہمارے امام سراج الأمہ، امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نزدیک قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا یا پشت کرنا مطلقاً منع ہے۔ کوئی مسلمان قضائے حاجت کے لئے کھلی فضا میں کہیں جائے یا وہ اپنے گھر کے اندر ٹائلٹ (TOILET) میں جائے ہر دو جگہ قبلہ کی طرف منہ کرنا اور پشت کرنا ممنوع ہے۔ علامہ سراج احمد سرہندی حنفی لکھتے ہیں:

این مسئلہ مختلف فیہ است مذہب امام ما، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آنست کہ استقبال قبلہ واستدبار آن در بول وغائط حرام است چہ در صحراء وچہ در خانہا (۲)

اگرچہ یہ مسئلہ اختلافی ہے، (مگر پھر بھی) ہمارے امام، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب اس مسئلہ میں یہ ہے کہ قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا یا پشت کرنا حرام ہے یہ حکم صحراء یعنی کھلی فضا کے لئے بھی ہے اور گھر کے اندر بنے ہوئے بیت الخلاء (واش روم) کے لئے بھی۔

## ہمارے امام کی تائید میں حدیث صحیح:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی جامع صحیح میں حدیث شریف وارد کرتے ہیں لیجیے آپ بھی محبت سے مطالعہ فرمائیں ان شاء اللہ دل ودماغ راحت پائیں گے اور تحقیق کے نئے نئے گوشے سامنے آئیں گے۔

---

(۱) علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ شروح اربعہ ترمذی شریف جلد نمبر ۱ ص ۳۶ مطبوعہ کانپور ہند،

(۲) علامہ سراج احمد سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ ترمذی شریف جلد نمبر ۱ ص ۳۸ مطبوعہ کانپور ہند،

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَلَسَ اَحَدُ کُمْ عَلٰی حَاجَتِهٖ فَلَا یَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَلَا یَسْتَدْبِرُهَا (۱)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد مبارک یوں بیان کرتے ہیں۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی بھی جب قضائے حاجت کے لئے جائے تو وہ قبلہ کی طرف نہ تو اپنا منہ کرے اور نہ ہی اپنی پشت اس جانب کرے۔

امام نووی لکھتے ہیں:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کیا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمہیں ہر شے سے متعلقہ علم سکھاتے ہیں تو آپ نے جواباً فرمایا ہاں ایسا ہی ہے تو اس نے کہا بول و براز کا طریقہ بھی تو آپ نے فرمایا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہمیں قضائے حاجت کے لئے جانے کا طریقہ بھی سکھایا اور ہمیں اس حالت میں قبلہ کی طرف منہ کرنے اور پشت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے بھی منع فرمایا، تین ڈھیلوں سے کم مقدار سے استنجا، نہ کرو، گوبر لید اور ہڈی سے بھی استنجاء نہ کرو۔

جن علماء نے بول براز کی حالت میں قبلہ کی طرف منہ کرنے اور پشت کرنے کو حرام کہا ہے ان کی دلیل وہ صحیح احادیث ہیں جو اس عنوان سے وارد ہوئی ہیں جیسے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ والی حدیث جو ابھی مذکور ہوئی ہے، اس طرح حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ والی حدیث، اس کا ذکر بھی ہو چکا ہے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایک حدیث شریف اسی عنوان پر ذکر کر دی گئی ہے۔ علماء کی ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ جو قبلہ کی طرف قضائے حاجت کے لئے بیٹھتے وقت منہ کرنے اور پشت کرنے سے منع کیا گیا ہے یہ حرمت قبلہ کے سبب سے ہے لہذا اس میں یہ معنی موجود ہیں کہ صحراء میں بھی منع ہے اور عمارت کے اندر بھی منع ہی ہے۔

## ذرا ایک نظر ادھر بھی:

امام ترمذی قدس سرّہ العزیز نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ جو حدیث وارد کی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، جب تم قضائے حاجت کے لئے جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ تو منہ کرو اور نہ ہی پشت کیا کرو۔ میں نے اس حدیث مبارک کے تحت خوب مطالعہ کیا ہے مختلف ائمہ کرام کے اقوال نظر سے گذرے ہیں نیز بڑے بڑے علماء کا موقف بھی میں نے پڑھا اور مختلف ماہرین علم وفن کا نقطہ نظر بھی سامنے آیا میں نے ان تمام نقطہ ہائے نظر کو جہاں تک ہوسکا اس حدیث شریف کی شرح میں لکھ دیا ہے اور کوشش یہ کی ہے کہ بات انتہائی آسان اور صاف زبان

(۱) علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ شروح اربعہ ترمذی شریف جلد نمبر ۱ ص ۸ ۳ مطبوعہ کانپور ہند،

میں کی جائے تا کہ جہاں علماء وہ تصریحات دیکھیں وہاں مسلمانوں کا عام طبقہ بھی ان سے اچھی طرح نفع اٹھا سکے اور انکو بھی حدیث شریف کے فیوض و برکات سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا موقعہ میسر آئے۔ ظاہر ہے ایک طریق کار تو وہی ہے جس کو شارحین حدیث نے اختیار کیا جس میں وہ خود سوال اٹھاتے ہیں اور خود ہی اس کا جواب دیتے یا پھر کسی عالم محدث یا فقیہہ کا اٹھایا ہوا سوال نقل کرتے ہیں اور اس کا جواب دیتے ہیں کئی بار ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو جواب شارح خود نقل کرتا ہے خود ہی اس پر کوئی اعتراض قائم کر دیتا ہے اور اس کے بعد ایک اور جواب دیتا ہے جس کو صحیح کہا جاتا ہے لیکن دوسری جانب وہ علماء جو اس نقطہ نظر سے اتفاق نہیں رکھتے وہ اس پیش کردہ حل اور تشریح پر مزید اعتراض کر دیتے ہیں چنانچہ اگر آپ بغور شروح احادیث کی کتب دیکھیں تو اس قسم کی ابحاث بکثرت ملیں گی اگرچہ میں نے بھی ان نقطہ ہائے نظر کا مطالعہ کیا ہے اور اس کو اکابر کے حوالے سے نقل بھی کیا ہے مگر میرا اپنا طرزِ تکلم اور انداز تفکر اس سے ذرا مختلف ہے۔

میں یہ عرض کرنا چاہوں گا اس میں کوئی شک نہیں، ایک شیخ الحدیث کو حدیث شریف پڑھاتے ہوئے پوری تیاری اور مطالعہ کے ساتھ درس حدیث دینا چاہئے مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی عرض کروں گا صرفی نحوی ابحاث اور قوانین لغت میں اس قدر محو ہو جانا کہ مضمون حدیث شریف ہی سے توجہ ہٹنے لگے یہ طرز عمل ہرگز لائق التفات نہیں۔ ہونا یہ چاہے کہ ہم اپنے طلبا کو عبارت حدیث کی طرف متوجہ کریں اور عبارت کے برکات پر بحث کریں اور آسان سے آسان طریقے پر علمی نقاط کو بَیِّن کیا جائے تا کہ ایک حدیث شریف کا طالب علم جہاں اس سے استفادہ کرے اگر وہی درس عوام الناس تک پہنچے تو وہ بھی اس سے پورا پورا فائدہ حاصل کریں۔

جب یہ بات طے شدہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے اور پشت کرنے سے اس لئے منع فرمایا کہ کعبہ شریف کی عزّت وعظمت کا احساس رہے اور ساری امت اس گھر کی حرمت کو اپنے اوپر لازم جانے تو مختلف نظریات پیش کرنے کی بجائے سیدھی سیدھی بات تسلیم کر لینی چاہیے قضائے حاجت کے وقت یا صرف پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کیا جائے اور نہ ہی پشت یہ حکم مطلق معلوم ہوتا ہے لہٰذا کوئی شخص جنگل میں ہو یا چاردیواری کے اندر ہو اس کو اس کی پابندی لازم ہے۔

# درسِ حدیث

اس میں کوئی شک نہیں، دنیا بھر میں جتنے بھی مذاہب پائے جاتے ہیں ان سب میں سے اعلیٰ وارفع مذہب دین اسلام ہے اس کی ایک ایک بات پوری انسانیت کے لئے نافع ہے بشرطیکہ کوئی اس کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ یہ بات بھی بلا شبہ حق ہے انسانوں میں سب سے بلند مرتبہ وہی افراد ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت عطا فرما کر عزت دائمی عطا فرمائی تمام انبیاء کرام میں سب سے بلند مرتبہ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ہے۔لہذا یہ بات دلیل سے سمجھ میں آ گئی کہ آپ کے فرامین ہی ساری انسانیت کے لئے سب سے زیادہ مفید اور باعث برکت ہیں۔اگر چہ انسان کی زندگی مختصر ہے اور ایک ہی بار ملتی ہے مگر ہے بڑی قابل قدر ظاہر ہے اس زندگی کو گذارنے کے لئے کوئی قاعدہ کلیہ کوئی قانون ضابطہ بھی ضرور ہونا چاہئے تو خالق کائنات نے نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے مکمل ضابطہ حیات یعنی اسلام عطا فرمایا۔

نبی اکرم تاجدار عرب وعجم سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم بڑے یا چھوٹے پیشاب کے لئے جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ تو منہ کیا کرو اور نہ ہی پشت، یہ حکم، حرمت کعبہ شریف کی وجہ سے صادر فرمایا اس کی عزّت وعظمت کو ظاہر کیا اب ہر مسلمان پر لازم ہے وہ جب بھی قضائے حاجت کو جائے خواہ وہ واش روم کے اندر جائے یا کسی کھلے علاقہ میں، صحرا میں جائے ہر دو جگہ قبلہ شریف کا احترام پیش نظر رکھّے اور اس کی طرف نہ تو منہ کرے اور نہ ہی پشت یہی مذہب امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے امام ابراھیم نخعی بھی اس کی تائید فرماتے ہیں۔امام سفیان ثوری کا نقطہ نظر بھی یہی ہے۔امام احمد بن جنبل رضی اللہ عنہ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ہر مسلمان کو چاہئے جب وہ اپنے لئے گھر تعمیر کروانے لگے تو لیٹرین (بیت الخلاء) میں فلش کی سمت شمالاً جنوباً رکھے تاکہ قبلہ شریف کی طرف منہ یا پشت نہ ہو سکے مجھے کئی گھروں میں جانا ہوا تو وہاں فلش کی سمت شرقاً غرباً تھی میں وہاں رخ تبدیل کر کے بیٹھا اور خاصی مشکل پیش آئی فارغ ہونے کے بعد میں نے صاحب خانہ سے گذارش کی کہ اس کا رخ درست کروا دیا جائے تو انہوں نے میری بات مان لی اور فلش کا رخ صحیح کروا دیا۔اوّلاً تو گھر بناتے وقت ہی اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے اور اگر غلطی اور لاعلمی کی بنا پر ایسا ہو چکا ہو تو رخ بعد میں بھی تبدیل کروا دینا چاہئے اسی میں ہماری دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے امین۔

# معیار عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے پیارے آقا جہاں کی جان ہیں اور اس جان جہاں کے ساتھ جو تعلق پیدا کر گیا وہ بھی اللہ کی نعمتوں کا حق دار بن گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جو محبت جو عشق جو پیار، جو چاہت، جو عقیدت، جو الفت اور جو حُب سرکار دو عالم سے تھی وہی ان کو دنیا و آخرت میں انبیا کے بعد تمام انسانوں میں سر بلند کر گئی کہ قرآن نے ان کی صحابیت کا اعلان فرمایا۔

(وفا کا پیکر صدیق اکبر، صفحہ ۱۴)

# باب نمبر ۷

## مَا جَاءَ مِنَ الرُّخْصَةِ فِيْ ذَالِكَ

بول و براز میں قبلہ رخ بیٹھنے کی رخصت۔

اس باب کے تحت تین احادیث مبارکہ آرہی ہیں آئیں آپ بھی ان کا مطالعہ فرمائیں دل و جان فرحت محسوس کریں گے۔

## حدیث نمبر ۹

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ، عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِبَوْلٍ، فَرَأَيْتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ بِعَامٍ يَسْتَقْبِلُهَا"۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، وَعَائِشَةَ، وَعَمَّارٍ۔

قَالَ أَبُو عِيْسٰى حَدِيْثُ جَابِرٍ فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں، نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہمیں قبلہ رخ ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا تھا پھر میں نے آپ کی وفات سے ایک سال قبل آپکو اسی جانب رخ کر کے بول کرتے دیکھا۔

اس باب میں حضرت ابوقتادہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے بھی روایات منقول ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں اس باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن غریب ہے۔

# حدیث نمبر ۹ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ا۔ محمد بن بشّار:

ان کے احوال حدیث نمبر ۳ کے تحت ذکر ہو چکے ہیں وہاں سے دیکھ لیں۔

### ۲۔ محمد بن المُثَنّٰی:

ان کا ذکر کرتے ہوئے علامہ سراج احمد حنفی سرہندی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

محمد بن المثنی بلفظ اسم المفعول من التثنیہ بالمثلثیہ، ابن قیس بن دینار ابوموسیٰ العنزی البصری، ان کی تعدیل کرتے ہوئے خطیب نے کہا ہے وہ ثقہ ثبت ہیں اور وہ مشہور حُفّاظ میں سے ہیں۔ امام ابوحاتم نے کہا کہ وہ صدوق ہیں صالح الحدیث ہیں۔ ذہلی کہتے ہیں وہ حجت ہیں۔

ان کا وصال ۲۵۲ھ میں ہوا۔ (۱)

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

محمد بن مُثَنّٰی بن قیس بن دینار، العنبری، ابوموسیٰ البصری، الحافظ المعروف بالزمن۔ یہ ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح ان سے بھی ایک جماعت روایت کرتی ہے۔ عبداللہ بن احمد، ابن معین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں محمد بن مثنی ثقہ راوی ہیں۔ صالح بن محمد کہتے ہیں یہ قول کے بہت ہی سچّے تھے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں آپ کی روایت قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابن حبّان نے ان کا ذکر ثقات ہیں کہا ہے محمد بن مثنی ۱۶۷ھ کو پیدا ہوئے اور ماہ ذی قعد ۲۵۲ھ کو وصال فرمایا اسی طرح ۲۵۰ھ اور ۲۵۱ھ کی روایات بھی ملتی ہیں۔

### ۳۔ وھب بن جریر:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ سراج احمد حنفی سرہندی شرح ترمذی میں رقم طراز ہیں۔

وھب بن جریر ابن حازم ابوعبداللہ، یہی ابوالعباس الازدی البصری الجہضمی ہیں۔ یہ مضبوط راویوں میں سے ایک راوی ہیں۔ وھب بن جریر کے بارے میں، ابن معین، عجلی اور ابن سعد کا کہنا یہ ہے کہ وہ ثقہ ہیں۔

وھب بن جریر کی وفات ۲۰۶ھ میں ہوئی (۲)

امام ذہبی لکھتے ہیں:

وھب بن جریر بن حازم ابوالعباس الجہضمی البصری الحافظ اپنے والد، ابن عون، ھشام بن حسان سے روایت

---

(۱) علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف مطبوعہ کانپور ہند۔

(۲) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر 9 ص ۲۷۷ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

کرتے ہیں۔ وھب بن جریر سے احمد، علی، اسحاق اور ایک مخلوق روایت کرتی ہے۔ ابن معین نے ان کی توثیق کی ہے۔ امام نسائی فرماتے ہیں اس کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں۔ عجلی کہتے ہیں وھب بن جریر ثقہ راوی ہے۔ عفان نے ان کی بابت کچھ کلام کیا ہے۔ امام ذہبی کا کہنا ہے وھب بن جریر صاحب السُّنہ ہے۔ (۱)

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وھب بن جریر بن حازم بن زید بن عبداللہ بن شجاع الازدی ابوالعباس البصری الحافظ، یہ اپنے والد، عکرمہ بن عمار، ھشام بن حسان، ابن عون، ھشام الدستوائی، شعبہ، صخر بن جویریہ، موسیٰ بن علی بن رباح، قرۃ بن خالد، سلام بن ابی مطیع، حماد بن زید اور اسود بن شیبان وغیرھم سے روایت کرتے ہیں وھب بن جریر سے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ، علی بن مدینی، یحییٰ بن معین، اسحٰق بن راھویہ، ابوخیثمہ، عبداللہ بن محمد المسندی، ہارون الحمال، احمد سعید ارباطی، عمرو بن الصیرفی، عبدالاعلیٰ بن حماد، محمد بن ابی بکر المقدمی، حسن بن علی الخلال، محمود بن غیلان، محمد بن رافع ابوقدامہ السرخسی، نفر بن علی الجھضمی، ابوہ، علی بن نصر، ابوموسیٰ، بندار، عقبہ بن مکرم، علی بن حرب، محمد بن شیبان قزاز، ابراھیم بن یعقوب جوزجانی، محمد بن احمد بن ابی العوام اور دوسرے حضرات رحمۃ اللہ علیھم روایت کرتے ہیں۔

وھب بن جریر کے بارے میں امام نسائی کا فرمان یہ ہے ان کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں، امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔

عجلی بصری کہتے ہیں وھب ثقہ راوی ہیں۔

ابن سعد کا کہنا ہے کہ وھب بن جریر کی وفات ۲۰۶ھ میں ہوئی (۲)

امام ابن حجر عسقلانی قُلْتُ کہہ کر لکھتے ہیں وھب بن جریر ثقہ ہیں۔

## ۴۔ محمد بن اسحٰق:

ان کے حالات واحوال مطالعہ کرنے کے لئے میں نے تہذیب التہذیب دیکھی تو امام ابن حجر عسقلانی نے ان پر جرح کے اقوال بھی نقل کئے ہیں مگر وہ بہت کم ہیں اور انکی تعدیل میں زبردست آراء موجود ہیں چنانچہ میں وہ آپ کی خدمت میں پیش کررہا ہوں آپ بھی پڑھ لیجئے۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

محمد بن اسحٰق بن یسار بن خیار کے بارے میں یوں بھی کہا گیا کرمان المدنی ابوبکر اور ایسے بھی ہے ابوعبداللہ المطلبی مولاھم نزیل العراق۔

---

(۱) علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف مطبوعہ کانپور ہند۔

(۲) الامام الحافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۱۱ ص ۱۴۱ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

محمد بن اسحٰق نے حضرت انس بن مالک، سعید ابن مسیب اور ابو سلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، کی زیارت کی تھی۔ وہ اپنے والد گرامی، چچا جان اور ایک کثیر جماعت اھل علم سے روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح ان سے یحییٰ بن سعید انصاری، ابن ابی حبیب اور ان کے شیوخ، جریر ابن حازم، اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔ (۱)

محمد بن اسحٰق سے روایت کرنا کیسا ہے؟ اہل علم کا اس بارے میں کیا طرز عمل رہا ہے اور محمد بن اسحٰق کو کس مرتبہ کا راوی مانتے تھے اور ان کے بارے میں کیسی رائے رکھتے تھے میں اس کو بھی امام ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ کے حوالے سے نقل کرتا ہوں۔

امام ابن حجر عسقلانی ہی لکھتے ہیں:

الفضل الغلابی کہتے ہیں میں نے ابن معین سے پوچھا تھا کہ محمد بن اسحٰق سے روایت کرنا کیسا ہے تو انہوں نے جواب دیا محمد بن اسحٰق ثقہ ہے اور حسن الحدیث ہے۔ علی بن مدینی کا کہنا ہے حدیث رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مدار چھ اشخاص پر ہے بعد میں یہ دائرہ وسیع ہو کر بارہ تک پہنچ گیا اور محمد بن اسحٰق ان میں سے ایک ہیں امام زھری سے غزوات کے بابت جب سوال ہوا تو آپ نے جواباً فرمایا محمد بن اسحٰق مغازی میں لوگوں سے بڑا عالم ہے۔

یعقوب بیان کرتے ہیں میں نے ابن مدینی سے پوچھا آپ کے نزدیک محمد بن اسحٰق کی حدیث کیسی ہے؟ جواب دیا بالکل درست اس پر میں نے کہا کہ امام مالک نے اس میں کلام کیا ہے۔ علی بن مدینی نے کہا امام مالک نے نہ تو ان کی مجلس اختیار کی اور نہ ہی ان کو جانتے ہیں۔ عباس دوری ابن معین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں محمد بن اسحٰق ثقہ ہیں ولیس بحجۃ یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں میں نے ابن معین سے محمد بن اسحٰق کے بارے میں پوچھا کیا آپ کے دل میں ان کے لئے کوئی کھٹکا ہے تو انہوں نے جواباً کہا نہیں بلکہ وہ تو صدوق ہیں۔ (۲)

ابن عیینہ کہتے ہیں میں نے شعبہ کو یہ کہتے ہوئے سنا اسحٰق امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔ (۳)

ابن سعد کہتے ہیں محمد بن اسحٰق ثقہ ہیں۔ ابن مدینی کہتے ہیں محمد بن اسحٰق ثقہ ہیں میرے نزدیک ان میں کوئی ضعف نہیں ہے۔ جب حضرت عبداللہ بن مبارک سے محمد بن اسحٰق کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ہم نے تین اعتبارات سے ان کو صدوق پایا۔ (۴)

امام ذہبی لکھتے ہیں:

محمد بن اسحٰق بن یسار ابو بکر المخرمی مولاھم المدنی ائمہ اعلام میں سے ایک ہیں۔ محمد بن اسحٰق نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی اور ابن مسیب سے بھی ان کی ملاقات ہوئی۔ محمد بن اسحٰق سعید بن ابی ہند، المقبری،

(۱) الامام الحافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۶ ص ۳۵، ۳۶ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

(۲) الامام الحافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۶ ص ۳۹، ۳۸ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

(۳) الامام الحافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۶ ص ۴۰ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

(۴) الامام الحافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۶ ص ۴۰ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

عطاء اعرج، نافع اور انہی جیسے اور لوگوں سے روایت کرتے ہیں۔

محمد بن اسحق سے حمادان، ابراھیم بن سعد، زیاد البکائی، سلمہ الابرش، یزید بن ھارون اور ایک مخلوق روایت کرتی ہے۔ ابن معین کہتے ہیں میں نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے سنا وہ ثقہ ہے اس میں وہ اکیلے نہیں بلکہ اور بھی بہت سارے اہلِ علم کی یہی رائے ہے اور وہ صالح الحدیث ہے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ حسن الحدیث ہے۔ ابن معین کہتے ہیں وہ ثقہ ہے حجّت ہیں، علی بن مدینی کہتے ہیں اس کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔ یحییٰ بن کثیر وغیرہ کہتے ہیں ہم نے شعبہ سے سنا، وہ کہتے ہیں ابن اسحق امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔ شعبہ نے یہ بھی کہا وہ صدوق ہے۔[1]

اگر چہ محمد بن اسحق پر میزان الاعتدال میں جرح بھی موجود ہے مگر تعدیل کے اقوال زیادہ ہیں اور وہ لائق حجت بھی ہیں بڑے بڑے ائمہ کرام نے ان کی تعدیل کی ہے اور ان کے بارے میں عمدہ خیالات کا اظہار کیا ہے۔ آپ نے پہلے بھی محمد بن اسحق کی توثیق پر اقوال پڑھے ہیں مزید بھی مطالعہ فرما لیجیے۔

امام ذہبی اور لکھتے ہیں:

احمد بن عبداللہ عجلی کہتے ہیں ابن اسحق ثقہ ہیں، محمد بن اسحق پر اس سے بھی استشہاد کیا گیا ہے کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں ان سے پانچ حدیثیں وارد کی ہیں۔[2]

## ۵۔ ابان بن صالح:

ابان بن صالح بن عمیر بن عبید القرشی مولاھم کے حالات احوال اور فضائل و مناقب میں جو کچھ مجھے میسر آیا میں وہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں مطالعہ فرمائیں انشاء اللہ نافع ہوگا۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ابان بن صالح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، مجاہد، عطا، حسن بن محمد بن علی اور حضرت حسن بصری وغیرھم رضی اللہ عنھم سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے محمد بن اسحق، ابن جریج، عبداللہ بن عامر اسلمی، اسامہ بن زید اللیثی وغیرھم روایت کرتے ہیں۔

ابن معین، عجلی، یعقوب بن شیبہ، ابو زرا اور ابو حاتم کہتے ہیں ابان بن صالح ثقہ ہیں۔ امام نسائی فرماتے ہیں ابان بن صالح کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں۔

امام ابن حجر عسقلانی قلت! کہہ کر لکھتے ہیں امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات مضبوط روایوں میں کیا۔ امام ابن حبان اپنی صحیح میں ابان بن صالح، مجاہد اور حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنھم سے حدیث لائے ہیں جس میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بول و براز میں استقبال قبلہ سے منع فرمایا ہے ابن عبدالبر نے التمہید میں کہا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری والی حدیث صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ابان بن صالح ضعیف ہیں۔ ابن حزم نے کہا یہ جو ابان والی حدیث ہے یہ مشہور نہیں ہے یہ راویوں کی غفلت سے وارد ہوگئی۔ ہے ابان ضعیف نہیں ہیں۔

(۱) ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی م ۷۴۸ھ میزان الاعتدال جلد نمبر ۳ ص ۴۶۸ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل پاکستان،

(۲) ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی م ۷۴۸ھ میزان الاعتدال جلد نمبر ۳ ص ۴۷۵ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل پاکستان،

(۳) ایضاً // // // //

ابن سعد بیان کرتے ہیں ابان بن صالح کی پیدائش ۶۰ ھ میں ہوئی اور انکی وفات ۱۱۵ ھ میں ہوئی بوقت وفات ان کی عمر پچپن ۵۵ سال تھی اس طرح یعقوب بن شیبہ نے بھی بیان کیا ہے۔ (۱)

## ۶۔ مجاہد:

یہ بہت بڑی علمی شخصیت ہیں، ان کا شمار تابعین میں ہوتا ہے، یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فیض یافتہ ہیں ان کی بڑی علمی خدمات ہیں قرآن حکیم کی تفسیر میں ان کو ایک خاص مقام حاصل تھا کتب تفاسیر ان کی روایات سے مزین ہیں۔ بڑے بڑے مفسرین ان کے اقوال سے آیاتِ قرآنی کی تفسیر بیان کرتے ہیں مشکل مقامات پر ان کے اقوال سے آیات کے معانی متعین کرتے ہیں۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بڑے مقام و مرتبے کے بزرگ ہیں۔

امام ذہبی رقمطراز ہیں:

مجاہد بن جُبیر، قاری قرآن، مفسّر قرآن اور انتہائی بلند مقام لوگوں میں سے ایک ہیں۔ حضرت مجاہد کے ثقہ ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ فضل بن میمون کہتے ہیں مجاہد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ انہوں نے تیس ۳۰ مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے قرآن کریم کی قرأت کی ہے۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کی امامت پر ساری امّت کا اجماع ہے۔

یحییٰ بن قطان کا قول یہ ہے کہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کی وفات ۱۰۲ ھ میں ہوئی۔ (۲)

علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

مجاہد بن جُبیر مولیٰ عبداللہ سائب المخزومی مکہ مشرّفہ کے رہنے والے ہیں مشہور تابعی ہیں، فقیہہ ہیں، قاری قرآن ہیں، نامور مشہور ومعروف شخصیت ہیں۔ یحییٰ اور ابو زرعہ نے کہا کہ وہ ثقہ ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے انہوں نے تیس مرتبہ قرآن پاک پڑھا۔ حالتِ سجدہ میں ۱۰۰ ھ میں وفات پائی، اس وقت ان کی عمر مبارک تراسی ۸۳ سال تھی (۳) رحمۃ اللہ علیہ۔

## ۷۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ:

جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ الخزرجی اسلمی ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ، بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔ ان کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں۔ حبیب الرحمن حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سچے غلام ہیں ان کی خدماتِ دین بڑی قابل قدر ہیں ان کی عزّت وعظمت لاریب ہے یہ اسی مقدس گروہ میں سے ایک ہیں جن کو ربّ تعالیٰ نے رضا کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا ہوا ہے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ بھی اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔

(۱) الامام الحافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۱ ص ۸۲ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

(۲) ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی م ۷۴۸ھ میزان الاعتدال جلد نمبر ۳ ص ۴۳۹ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل پاکستان،

(۳) علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ ترمذی شریف جلد نمبر ۱ ص ۷۳ مطبوعہ کانپور ہند،

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ابوعبداللہ ابوعبدالرحمن اور ابومحمد بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابوعبیدہ، حضرت طلحہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عمار بن یاسر حضرت خالد بن ولید، حضرت ابو بردہ بن دینار، حضرت ابوقتادہ، حضرت ابوھریرہ، حضرت سعید، حضرت عبداللہ بن انیس، حضرت ابوحمید ساعدی، حضرت امِ شریک، حضرت امِ مالک، حضرت ام مبشر رضی اللہ عنھم ان صحابہ وصحابیات سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ سیدہ امّ کلثوم بنت ابی بکر الصدیق سے بھی روایت کرتے ہیں یہ بی بی تابعین سے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنھما، سے انکی اولاد عبدالرحمن، عقیل اور محمد، سعید بن مسیب، محمود بن لبید، ابوز بیر، عمرو بن دینار، ابوجعفر الباقر، ان کے چچا کے بیٹے محمد بن عمرو بن حسن، محمد بن المنکدر، ابونضرہ العبدی، وھب بن کیسان، سعید بن مینا، حسن بن محمد بن حنفیہ، سعید بن حارث، سالم بن ابی جعد، ایمن حبشی، حضرت حسن بصری، ابو صالح سمان، سعید بن ابی ھلال، سلیمان بن عتیق، عاصم بن عمر بن قتادہ، شُعبی، عبداللہ، عبدالرحمن، کعب بن مالک کے بیٹے، ابوعبدالرحمن عبداللہ بن مقسم، عطا بن ابی رباح، عروہ بن زبیر، مجاہد، قعقاع بن حکیم، زید الفقیر اسمہ سلمہ بن عبدالرحمن اور خلق کثیر روایت کرتی ہے۔

ابوز بیر بیان کرتے ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا، میں نے انیس ۱۹ غزوات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی معیت میں شرکت کی۔ وہ فرماتے ہیں غزوہ بدر واحد میں، مَیں حاضر نہ ہوا میرے والد گرامی نے مجھے شمولیت سے روکا تھا۔ جب میرے والد گرامی شہید ہو گئے تو اس کے بعد میں نے کسی غزوہ میں غیر حاضری نہیں کی اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ حماد بن سلمہ نے ابوز بیر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے لیلہ بعیر میں پچس ۲۵ مرتبہ میرے لئے استغفار فرمایا۔

وکیع ھشام بن عروہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے مسجد میں ان کا حلقہ لگا دیکھا جہاں لوگ ان سے استفادہ کررہے تھے۔

## حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات:

ابن سعد اور ھیثم نے بیان کیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی وفات ۷۳ھ کو ہوئی، محمد بن یحییٰ بن حبان نے کہا ۷۷ھ کو ہوئی۔ ابونعیم نے بھی اسی طرح نقل وذکر کیا۔ وفات کے وقت ان کی عمر چورانوے ۹۴ سال تھی ان کی نماز جنازہ ابان بن عثمان نے پڑھائی۔ وہ آخری صحابی تھے جنہوں نے مدینہ شریف میں وفات پائی[1]

(۱) الامام الحافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۲ ص ۳۷ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

علامہ سراج احمد حنفی لکھتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ کو خزرجی سلمی، ابوعبداللہ، ابوعبیداللہ اور ابومحمد مدنی بھی کہتے ہیں۔ آپ مشاہیر صحابہ کرام میں سے ہیں، حضرت جابر اور آپ کے والد عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ انیس ۱۹ غزوات میں شرکت کی۔ وہ امام الانبیاء کے دس نقباء میں سے ایک ہیں، ان کی وفات ۷۴ھ کو مدینہ شریف میں ہوئی ان پر نماز جنازہ ابان بن عثمان نے پڑھی۔[۱]

(۱) علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ ترمذی شریف جلد نمبر ۱ ص ۳۸ مطبوعہ کانپور ہند،

## حدیث نمبر ۱۰

وَقَدْ رَوٰی ھٰذَا الْحَدِیْثَ ابْنُ لَھِیعَۃَ عَنْ أَبِی الزُّبَیْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ أَبِی قَتَادَۃَ "أَنَّہُ رَأَی النَّبِیَّ ﷺ یَبُولُ مُسْتَقْبَلَ الْقِبْلَۃِ"۔ أَخْبَرَنَا بِذٰلِكَ قُتَیْبَۃُ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ لَھِیعَۃَ، وَحَدِیْثُ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ أَصَحُّ مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ لَھِیعَۃَ۔

وابْنُ لَھِیعَۃَ ضَعِیفٌ عِنْدَ أَھْلِ الْحَدِیْثِ، ضَعَّفَہُ یَحْیٰی بْنُ سَعِیدٍ الْقَطَّانُ غَیْرُہُ۔

اس حدیث کو ابن لھیعۃ نے حضرت ابی زبیر، حضرت جابر اور قتادہ کے حوالے سے بیان کیا انہوں نے حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبلہ کی طرف رخ زیبا کر کے پیشاب کرتے دیکھا قتیبہ نے ابن لھیعۃ کے حوالے سے اس کی خبر دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ زیادہ صحیح ہے ابن لھیعۃ کی حدیث سے۔ ابن لھیعۃ ماہرین علم حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔ یحییٰ بن القطان وغیرہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔

## حدیث نمبر ۱۰ کی فنّی حیثیت

### {تذکرہ راویان}

۱) ابن لَھِیعَہ

ابن لھیعہ کا تذکرہ تہذیب التہذیب میں ہے، ان کے احوال کا ذکر چار صفات پر پھیلا ہوا ہے۔ ان کے بابت ملی جلی آراء پائی جاتی ہیں بلکہ زیادہ اقوال ان کی جرح پر ہی مشتمل ہیں بہت تھوڑے کلمات ان کی تعدیل میں ملے ہیں۔ اصلاً ان کے گھر کو آگ لگ گئی تھی جس کی وجہ سے ان کی کتب جل گئیں اس سانحہ کے بعد جو کچھ انہوں نے بیان کیا وہ اہل علم کے ہاں قابل اعتماد نہ رہا۔ شاید اس لئے ہی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کو ضعیف ہی قرار دے دیا۔ امام ترمذی لکھتے ہیں:

وَابْنُ لَھِیعَۃَ ضَعِیفٌ عِنْدَ أَھْلِ الْحَدِیْثِ ضَعَّفَہُ یَحْیٰی بْنُ سَعِیدٍ الْقَطَّانُ وَغَیْرُہُ(۱)

ابن لھیعہ ماہرینِ علم حدیث کے نزدیک ضعیف ہے اس ضعف کا تذکرہ سعید القطان وغیرہ نے کیا ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ابن لھیعہ کا پورا نام ونسب یوں ہے، عبداللہ بن لھیعہ بن عقبہ بن فرعان بن ربیعہ بن ثوبان حضرمی اعدولی، اس طرح بھی کہا جاتا ہے غافقی ابوعبدالرحمٰن مصری فقیعہ قاضی۔

ابن لھیعہ اعرج ابی الزبیر اور ایک جماعت سے روایت کرتا ہے اسی طرح اس سے اس کا پوتا احمد، ابن عیسیٰ، اس کا بھتیجا لھیعہ بن عیسیٰ بن لھیعہ امام ثوری اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

حسن بن علی الخلال زید بن حباب کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں میں نے حضرت امام ثوری کو فرماتے سنا ابن لھیعہ کے پاس اصول ہیں اور ہمارے ہاں فروع پائے جاتے ہیں۔

ساجی نے احمد بن صالح کے واسطہ سے بیان کیا کہ ابن لھیعہ ثقات سے ہیں، عبدالکریم بن عبدالرحمٰن نسائی نے اپنے والد گرامی سے واسطہ سے بیان کیا کہ ابن لھیعہ ثقہ نہیں ہے۔ ابن معین کہتے ہیں وہ ضعیف ہے۔ اس کی حدیث حجت نہیں ہے۔ (۲)

## ۲) ابی الزبیر رحمۃ اللہ علیہ

یہ ثقہ راوی ہیں، ان کی توثیق بڑے بڑے ائمہ فن نے کی ہے، ان کی تعدیل پر کثرت سے اقوال موجود ہیں آپ بھی پڑھ لیں۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ابی الزبیر کا پورا نام ونسب یوں ہے۔ محمد بن تدرس اسدی مولاھم ابوزبیر مکی۔ ابی الزبیر عبادلہ اربعہ، سیّدہ حضرت عائشہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہم اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں اسی طرح ان سے عطاء، وہ ان کے شیوخ میں سے ہیں۔ امام زہری، ایوب، ایمن بن نابل ابن عون، امام اعمش اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

امام نسائی کہتے ہیں ابی الزبیر ثقہ ہے، امام مالک رضی اللہ عنہ سے بھی ان کی توثیق ثابت ہے مشروط طریقہ سے وہ بھی ان کی روایت کو صدق سے تعبیر کرتے ہیں کہ وہ صدوق ہیں اور احکام میں ان کی روایات حجت ہیں۔ (۳)

## ۳۔ جابر یعنی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۹ میں کردیا گیا ہے۔

---

(۱) امام ابوعیسیٰ محمد عیسیٰ، م ۲۷۹ھ جامع ترمذی ۱/۹۷ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔

(۲) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۶/۳۲۷ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

(۳) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۹/۳۹۱ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

## ۴) ابوقتادہ رضی اللہ عنہ

الاصابہ فی تمیز صحابہ، میں امام ابن حجر عسقلانی، حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کے حالات واحوال اور فضائل ومناقب پر رقم طراز ہیں۔

ابوقتادہ ربعی انصاری، کے نام سے مشہور ہیں ان کا نام ''حارث'' ہے، اس کو واقدی نے بیان کیا ہے، ابن قداح اور ابن کلبی کا کہنا یہ ہے کہ ان کا نام ''نعمان'' ہے۔ یوں بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا نام ''عمرو'' ہے اور ان کے والد گرامی کا نام ربعی ہے۔ یہ بھی ربعی ہیں بلامہ بن خناس کے بیٹے ہیں۔

ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ ربعی بن بلامہ بن خُناس بن عبید بن غنم بن سلمہ انصاری، خزرجی سُلمی۔ ان کی والدہ ماجدہ کبشہ بنت قطہر بن حرام بن سواد بن غنم ہیں۔

ان کے غزوۂ بدر میں حاضر ہونے میں اختلاف ہے۔ موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحٰق نے ان کا تذکرہ غزوۂ بدر کے حاظرین میں نہیں کیا۔ البتہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ غزوۂ احد میں حاضر تھے اور اس کے بعد تمام غزوات میں حاضر رہے۔ ان کو فارس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہا گیا۔ اس کا تذکرہ سلمہ بن اکوع والی طویل حدیث میں موجود ہے اور یہ حدیث امام مسلم نے اپنی صحیح میں وارد فرمائی ہے۔ اس حدیث میں قصہ ذی قرد وغیرہ کا ذکر ملتا ہے۔

علامہ واقدی نے یحییٰ بن عبداللہ کے واسطہ سے عبداللہ بن ابی قتادہ سے نقل کیا وہ اپنے والد گرامی حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ میں نے یوم ذی قرد (مصیبت وآزمائش کا دن) میں رسول اکرم سیّد عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد مانگی۔

قَالَ اَدْرِكْنِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَوْمَ ذِيْ قَرْدٍ فَنَظَرَ اِلَيَّ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْ شَعْرِهٖ وَبَشَرِهٖ، وَقَالَ اَفْلَحَ وَجْهُهٗ فَقُلْتُ وَوَجْهَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا هٰذَا الَّذِيْ بِوَجْهِكَ؟ قُلْتُ سَهْمٌ رَمِيْتُ بِهٖ قَالَ "اُدْنُ، فَدَنُوْتُ نَبَصَقَ عَلَيْهِ فَمَا ضَرَبَ عَلَيَّ قَطُّ وَلَا فَاحَ ذَكَرَهٗ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ (۱)

حضرت ابوقتادہ (نعمان بن ربعی) رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں مصیبت وآزمائش کے دن میں نے رسول اکرم تاجدار عرب وعجم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد مانگی۔ آپ میری جانب متوجہ ہوئے اور یوں ارشاد فرمایا: اے اللہ ابوقتادہ کے حسن وجمال

(۱) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ۴/ ۳۲۳۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان

میں برکت عطا فرما نیز یوں بھی فرمایا: اس کا چہرہ سلامت رہے۔ میں نے عرض کیا، آپ کا چہرہ ہمیشہ مسکراتا رہے یا رسول اللہ! ارشاد فرمایا: تیرے چہرے کو کیا ہوا میں نے عرض کیا تیر لگنے سے زخمی ہو گیا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے قریب آ، پھر اپنی انگلی مبارک سے لعاب دہن آنکھ پر لگایا وہ ایسے ٹھیک ہو گئی گویا کبھی زخمی نہ ہوئی تھی اور نہ کبھی دکھی۔

ابن مندہ نے معرفتہ میں بھی اس قصے کا ذکر کیا ہے، ہمیں معجم صغیر طبرانی کے حوالے سے بھی حضرت ابوقتادہ والا قصہ معلوم ہوا۔ اس میں اس بات کا بھی تذکرہ ہوا ہے کہ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ درست ہو گئی۔

اس واقعہ کو بہت سارے اکابر نے بیان کیا ہے ان میں سے چند بزرگوں کے نام یہ ہیں:

حضرت معاذ، حضرت عمر، ثابت، حضرت عبداللہ، حضرت ابومحمد، حضرت نافع امرع، حضرت انس، حضرت جابر، حضرت عبداللہ بن رباح، حضرت سعید بن کعب بن مالک، حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہم نہ صرف یہ بلکہ ان کے علاوہ اور بہت سارے بزرگوں نے صحابہ کرام نے اس واقعہ کو بیان کیا۔

## حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی وفات:

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی وفات کوفہ میں ہوئی، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور اس میں چھ تکبیریں کہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اس لئے ہے کہ اِنَّہٗ بَدْرِیٌّ۔ حضرت حسن بن عثمان کا کہنا یہ ہے کہ حضرت ابوقتادہ کی وفات چالیس ھجری کو ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو مکّہ مشرفہ کا حاکم مقرر کیا۔ ان کے بعد مکّہ کی ولایت حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہما کے سپرد کی۔ علامہ واقدی کہتے ہیں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا وصال ۵۴ھ کو مدینہ منورہ میں ہوا، اس وقت ان کی عمر بہتر ۷۲ سال تھی۔ اس طرح بھی ملتا ہے کہ اس وقت ان کی عمر ستر ۷۰ سال تھی۔

## اختلاف روایات:

مجھے نہیں معلوم کہ ہمارے علماء میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی بابت اس قدر اختلاف کیوں ہے۔ اہل کوفہ کا کہنا ہے کہ حضرت ابوقتادہ کا وصال کوفہ میں ہوا ان کی وفات کا سن ۳۸ھ ہے۔ اس کے علاوہ اور روایات ہیں۔ (۱)

---

(۱) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ۴/ ۲۳۳۳ مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت لبنان

## حدیث نمبر ۱۱

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَمِّهِ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: "رَقِيتُ يَوْمًا عَلَى بَيْتِ حَفْصَةَ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى حَاجَتِهِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ مُسْتَدْبِرَ الْكَعْبَةِ".

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما راوی، فرماتے ہیں میں ایک دن حضرت حفصہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ وہ قضاء حاجت کے وقت شام کی طرف رخ کیے ہوئے تھے اور پشت انور کعبہ کی طرف تھی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

## حدیث نمبر ۱۱ کی فنّی حیثیت

{تذکرہ راویان}

۱۔ ھنّاد:

ان کے حالات حدیث نمبر ۱ کے ماتحت ذکر ہوئے ہیں وہاں دیکھ لیں۔

۲۔ عبدۃ:

تہذیب التہذیب میں، میں نے بہت تلاش کیا ''عبدہ'' کے حالات مجھے نہیں ملے، میزان الاعتدال میں ایک راوی عبدۃ بن عبدالرحیم الروزی کے نام کے ملے ہیں مگر یہ وہ نہیں ہیں جو عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ علامہ سراج احمد سرہندیؒ نے جب اس حدیث شریف کی سند ذکر کی تو وہاں عبدۃ بن سلیمان نقل کیا امام ترمذی کی جامع کا جو نسخہ اس وقت میرے سامنے ہے اس میں صرف ''عبدۃ'' مرقوم ہے۔

امام ترمذی قدس سرہ العزیز نے جب اس حدیث کی فنی حیثیت کا ذکر کیا تو یوں لکھا:

**هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ،**

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

### ۳۔ عبید اللہ بن عمر:

ان کے حالات تہذیب التہذیب میں مل گئے ہیں۔ ابھی میں تفصیلاً ان کا تذکرہ کروں گا تا کہ اہل علم کو قلبی راحت میسر آئے اور طلبہ کے لئے سکون قلب کا باعث ہوں۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن خطاب العدوی العمری المدنی ابو عثمان فقہاء اربعہ میں سے ایک ہیں، عبید اللہ بن عمر، ام خالد بنت خالد بن سعید بن العاص اور اپنے والد سے اسی طرح اپنے ماموں حبیب ابن عبدالرحمٰن، سالم بن عبداللہ بن عمر اور ان کے بیٹے ابوبکر بن سالم، نافع مولیٰ ابن عمر اور ان کے بیٹے محمد بن نافع، قاسم بن محمد بن ابی بکر اور ان کے بیٹے عبدالرحمن بن قاسم انہی کا نام مولیٰ ابی بکر ابن عبدالرحمٰن بن حارث ہے، ابی حازم بن دینار، سعید مقبری، عبادہ بن ولید بن عبادہ بن صامت، عبداللہ بن دینار، ابی زناد، عطا بن ابورباح، ثابت البنانی، محمد بن منکدر، محمد بن یحییٰ بن حبان اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

**عبداللہ بن مبارک بھی عبید اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں، (رحمۃ اللہ علیہما):**

عبید اللہ بن عمر سے، ان کے بھائی عبداللہ بن عمر، حمید الطویل یہ ان کے شیوخ میں سے ہیں۔ ایوب السختیانی یہ حضرت جناب عبید اللہ بن عمر سے پہلے ہی وفات پا گئے تھے۔ یحییٰ بن سعید انصاری یہ مقام و مرتبہ کے اعتبار سے عبید اللہ بن عمر سے بڑے ہیں۔ جریر بن حازم، حمادان، وسفیانان، شعبہ، معمر بن راشد، زائدہ، سفیان بن حسین، سلیمان بن بلال، حفص بن غیاث، خالد بن حارث، سلیم بن اخضر، عباد بن عباد، عبداللہ بن ادریس، عبداللہ بن مبارک، عبداللہ بن نمیر عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ، ابن جریج، ابواسحٰق القراری، عبدالعزیز ماجشون، دراوردی، معتمر بن سلیمان، وھیب، یحییٰ بن ابوزائدہ، یحییٰ القطان، ابوخالد الاحمر، عبدالوہاب ثقفی، عقبہ بن خالد سکونی، عیسیٰ بن یونس، علی بن مسہر، عبدہ بن سلیمان (یہ حدیث مذکورہ کے راوی ہیں علامہ سرہندی کی تحقیق زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے) فضل بن السینانی اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔ (۲)

---

(۱) الامام الحافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۷ ص ۳۵ مطبوعہ نشر السنہ الفضل ارکیٹ اردو بازار لاہور،

(۲) ایضاً 〃 〃 〃 〃 〃

امام ابن حجر عسقلانی ہی رقم طراز ہیں:

عثمان دارمی کہتے ہیں، میں نے ابن معین سے کہا کیا آپ کے نزدیک نافع سے روایت کرنے میں زیادہ پسندیدہ ہیں یا عبیداللہ تو انہوں نے جواب دیا دونوں ہی پسندیدہ ہیں ان دونوں میں میرے نزدیک کوئی فرق نہیں۔ عبداللہ بن احمد ابن معین کے حوالے سے کہتے ہیں، عبیداللہ بن عمر مضبوط راویوں میں سے ہیں، امام نسائی فرماتے ہیں عبیداللہ بن عمر ثقہ ثبت ہیں، ابوزرعہ اور ابوحاتم کہتے ہیں وہ ثقہ ہیں، ابن نجویہ کا کہنا یہ ہے کہ عبیداللہ بن عمر، مہارتِ علوم وفنون میں، ملکہ حفظ میں، بزرگی میں، عبادت گذاری میں، علم میں، فضیلت میں، اشرف قریش اور سادات اھل مدینہ میں ہیں۔

قلت! کہہ کر امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں، جو کچھ اوپر ذکر ہوا وہ سب تعبیر ہے۔ اس کلام کی جو امام ابن حبّان نے ثقات کے تذکرہ میں نقل کی ہے۔ عبیداللہ بن عمر ثقہ ہیں کثیر الحدیث ہیں اور حجّت ہیں۔ امام احمد بن صالح کہتے ہیں وہ ثقہ ثبت ہیں اور مامون ہیں۔ نافع سے روایت کرنے میں ان سے زیادہ مضبوط راوی کوئی نہیں ہے۔

## عبیداللہ ابن عمر کی وفات:

ھُشَیم بن عدی کہتے ہیں عبیداللہ ابن عمر کی وفات ۱۴۷ھ کو ہوئی۔ عروہ کا بیان ہے کہ عبیداللہ بن عمر کی وفات ۱۴۰ھ یا ۱۴۵ھ کو ہوئی۔ (۱)

## ۴۔ محمد بن یحییٰ بن حبّان:

ان کے حالات تہذیب التہذیب میں مذکور ہیں۔ جن بزرگوں سے یہ روایت کرتے ہیں ان کا ذکر اور جو جو بزرگ ان سے روایت کرتے ہیں ان کا تذکرہ نیز ان کے بارے میں ائمہ فن کی آراء کیا ہیں ان کو نقل کرتا ہوں۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

محمد بن یحییٰ بن حبّان بن منقذ بن عمرو بن مالک بن حبّان ابن جندول بن عمرو بن غنم بن مازن النجار الانصاری المازنی ابوعبداللہ المدنی الفقیہہ، یہ اپنے والد گرامی اور اپنے چچا واسع، رافع بن خدیج، انس، عباد بن تمیم، یحییٰ بن عمارہ ابن ابوالحسن انصاری، اعرج، عمرو بن سلیم زرقی، مالک بن بجنہ وغیرھم سے روایت کرتے ہیں۔

محمد بن یحییٰ بن حبّان سے، امام زہری، یحییٰ بن سعید انصاری، عبدربہ بن سعید، ربیعہ ابن عبدالرحمن، ربیعہ بن عثمان تیمی، ابن عجلان، ابن اسحٰق، عبیداللہ بن عمر، ضحاک ابن عثمان، اسمٰعیل بن امیہ، عمرو بن یحییٰ بن عمارہ، موسیٰ بن عقبہ، مالک، لیث اور دوسرے حضرات روایت کرتے ہیں۔ (۲)

---

(۱) الامام الحافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۷ ص ۳۶ مطبوعہ نشر السنہ الفضل ارکیٹ اردو بازار لاہور۔

(۲) الامام الحافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۶ ص ۴۲۹ مطبوعہ نشر السنہ الفضل ارکیٹ اردو بازار لاہور۔

ابن معین، ابوحاتم اور امام نسائی کہتے ہیں محمد بن یحییٰ بن حبان ثقہ ہیں۔ امام ابن حبّان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ علامہ واقدی کہتے ہیں محمد بن یحییٰ بن حبان کا مسجد نبوی شریف میں حلقہ لگتا تھا اور وہ فتوی دیتے تھے۔ وہ ثقہ راوی ہیں اور کثیر الحدیث ہیں۔

## محمد بن یحییٰ بن حبّان کی وفات:

امام ابن حجر عسقلانی ہی لکھتے ہیں کہ محمد بن یحییٰ بن حبان کی وفات ۱۲۱ھ میں مدینہ شریف میں ہوئی۔ (۱)

## ۵۔ واسع بن حبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ان کے حالات مختصراً ملے ہیں، شرح ترمذی میں جو کچھ منقول ہے اسی کو فارسی سے نقل کر رہا ہوں آپ بھی پڑھ لیجیے۔

علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

محمد بن یحییٰ بن حبان اپنے چچا واسع بن حبان سے خود روایت کرتے ہیں۔ واسع بن حبان کے بارے میں کہا جاتا ہے وہ صحابی ہیں۔ آپ بیعت رضوان میں اپنے بھائی سعد کے ساتھ حاضر ہوئے تھے۔ عجلی تابعی کہتے ہیں واسع بن حبان ثقہ ہیں، ابوزرعہ مدنی کہتے ہیں وہ ثقہ ہیں۔ امام ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے تقریب میں ہے کہ واسع بن حبان صحابی ابن صحابی ہیں۔ (۲)

## ۶۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما:

ان کے حالات حدیث نمبر ۱ کے تحت لکھے گئے ہیں وہاں دیکھ لیں۔

---

(۱) امام حافظ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۶ ص ۴۲۹ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

(۲) علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ ترمذی شریف جلد نمبر ۱ ص ۳۹ مطبوعہ کانپور ہند،

# شرح حدیث نمبر ۹، ۱۰، ۱۱

ان احادیث مبارکہ کی شرح کرنے کی کوشش کروں گا اور بڑی دیانتداری کے ساتھ دلائل سے واضح کروں گا کہ یہ حدیث منسوخ تو ہوسکتی ہے مگر ناسخ نہیں ہوسکتی اس لئے کہ جو کچھ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان ہوا ہے وہ زیادہ واضح بیّن اور مسلم ہے۔

علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بول و براز کی حالت میں قبلہ کی طرف منہ کرنے یا پُشت کرنے سے ہمیں منع فرما دیا تھا۔ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ ہمارے امام، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ بول و غائط کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا یا پُشت کرنا حرام ہے۔ یہ حکم چار دیواری اور صحراء دونوں کے لئے ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحراء یعنی کھلی فضاء میں تو حرام ہے لیکن چار دیواری میں نہیں۔ بہر جانب کثیر صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم جمع ہیں، ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت عدم کراہیت استدبار پر موجود ہے اگر اچانک غفلت کی وجہ سے قبلہ کی طرف منہ ہو جائے تو اس نشست سے بقدر امکان پھر جانا چاہئے ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل وہ حدیث شریف ہے جس میں اس کی مخالفت فرمائی گئی ہے۔ وہ صحراء اور مکان کی قید و فرق کو مناسب نہیں جانتے ان کے نزدیک یہ حکم مطلق ہے اور اس نہی کی علت تعظیم قبلہ ہے اس احترام میں چار دیواری اور کھلی فضا برابر ہیں۔ چنانچہ اس سمت کو تھوک پھینکنا اور پاؤں دراز کرنا بھی اس کے احترام کی وجہ سے منع ہے۔ [1]

## اقول وباللہ التوفیق:

اور جو کچھ حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے۔ اسی طرح جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہوا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ شاید یہ عمل ممانعت سے پہلے کا ہو اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ عمل حکم ممانعت کے بعد کا ہے تو ہوسکتا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قبلہ کی جانب اٹھنے کے بعد رخ پھیر لیا ہو اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ سے دریافت نہ کیا ہو اور اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بھی دریافت نہ کیا ہو۔ اور یہ سارا معاملہ جس میں دیکھنے کا ذکر ہے یہ تعمق نظر نہ ہو یعنی بغور نہ دیکھا ہو بلکہ سرسری نظر سے دیکھا اور اسی کو بیان کر دیا ہو۔ (واللہ اعلم)

---

(۱) علامہ سراج احمد حنفی فاروقی ازشروح اربعہ جامع ترمذی ۱/ ۳۹ مطبوعہ کانپور ہند

علامہ سرہندی حنفی ہی لکھتے ہیں:

امام ترمذی اسی طرح کی ایک اور حدیث ابوزبیر، حضرت جابر بن عبداللہ اور ابوقتادہ رضی اللہ عنھم کے حوالے سے لائے ہیں اس میں یہ ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بوقت بول بیٹھتے دیکھا ہے تو آپ انحراف کر کے جلوہ گر ہوئے تھے۔ عین ممکن ہے اس جگہ کوئی اور سمت نہ ہو تو ایسی صورت میں آپ نے قبلہ شریف سے قدرے انحراف فرمالیا ہو۔

میں کہتا ہوں یہی ایک ایسی تاویل ہے جس سے دونوں احادیث مبارکہ کا تعارض دور ہوسکتا ہے۔ اور عقلاً بھی اس کو اختیار کرنے کو جی چاہتا ہے اللہ بھلا کرے علامہ سراج احمد حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا کہ انہوں نے اس نقطہ کو واضح فرمایا اور دونوں حدیثوں کے درمیان آنے والے تعارض کو دور فرمایا۔ علماء حق ہر دور میں اسلام کی صداقت کو دلائل سے ثابت کرتے آئے ہیں اور اب بھی کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ یہ سلسلہ قیام قیامت تک جاری وساری رہے گا لہذا اس مقام پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ماننے والے علماء کے مؤقف کو اختیار کرنا چاہئے کہ اس میں عزت وعظمت اور صداقت زیادہ نظر آتی ہے۔

اب رہا یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں میں حضرت حفصہ ام المومنین رضی اللہ عنھا کی چھت پر چڑھا تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا کہ آپ قضائے حاجت کے وقت شام کی طرف رخ زیبا کئے ہوئے تھے اور قبلہ کی طرف پشت مبارک تھی اس حدیث شریف کا مطلب بھی یہ ہے کہ آپ نے ایک سرسری سی نظر سے اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا تھا عین ممکن ہے کہ آپ اس وقت قضائے حاجت سے فارغ ہو کر اپنا رخ انور پھیر چکے ہوں اور ان کو یہ لگا کہ آپ نے قبلہ شریف کی طرف پشت کی ہوئی تھی اس کو بیان تو کر دیا لیکن اس مسئلہ کو خود بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دریافت نہ کیا ہمارے اکابر فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما کا یہ دیکھنا نظر تعمق سے نہ تھا اس لئے ایسا ہو گیا۔

بخاری شریف میں ۲ دو حدیثیں میری نظر سے گذری ہیں وہ بھی اسی نوع کی ہیں۔

۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما بیان کرتے ہیں میں کسی کام سے ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنھا کی چھت پر گیا تو میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس حال میں قضائے حاجت کے لئے بیٹھے ہوئے دیکھا جبکہ آپ کا رخ زیبا شام کی طرف تھا اور پشت اطہر قبلہ کی طرف۔ (۱)

۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما نے واسع بن حبان کو مطلع کرتے ہوئے فرمایا میں ایک دن اپنے گھر کی چھت پر گیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا آپ دو کچی اینٹوں پر تشریف فرما ہیں رخ زیبا بیت المقدس کی طرف ہے اور رفع حاجت کر رہے ہیں۔ (۲)

---

(۱) امام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری م ۲۵۶ھ صحیح بخاری جلد نمبر ۱ ص ۲۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی

(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 〃

وہ حدیث مبارک جو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بول و براز کے وقت قبلہ شریف کی طرف منہ کرنے سے اور پُشت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح دوسری حدیث جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جس میں وہ فرماتے ہیں ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے اور پُشت کرنے سے منع فرمایا تھا۔ پھر میں نے آپ کی وفات سے ایک سال قبل آپ کو قبلہ رخ ہو کر پیشاب کرتے دیکھا۔

اوّل الذکر (۱) حدیث مبارک قولی ہے اور ثانی الذکر (۲) حدیث شریف فعلی ہے یہ اصول ہے کہ جب حدیث قولی اور فعلی میں تعارض آجائے تو عمل قولی حدیث پر کیا جاتا ہے لہذا عمل حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ والی حدیث پاک پر ہوگا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بنظر غائر نہ دیکھا ہوگا بلکہ سرسری سی نظر سے دیکھا ہوگا۔ ظاہر ہے اس حال میں دیکھنا اور وہ بھی امام الانبیاء حبیب کبریا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بغور تو ہو ہی نہیں سکتا بس ایک نظر ہی دیکھا ہوگا عین ممکن ہے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قبلہ سے تھوڑا سا انحراف کر کے بیٹھے ہوئے ہوں مگر حضرت جابر نے استقبال سمجھ لیا پھر یہ بھی تو ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دریافت بھی تو نہیں کیا۔ جس طرح حضرت ابوایوب انصاری کی حدیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہمیں قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے اور پشت کرنے سے منع فرمایا تھا اسی طرح اگر قبلہ کی طرف منہ کر کے بول کرنے میں کوئی حرج نہ تھا تو اس بات کا اعلان کر دینا چاہئے تھا تاکہ معاملہ ابہام میں نہ رہ جاتا بلکہ واضح ہو جاتا مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایسا کوئی اعلان نہ فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی دونوں روایتوں میں جس عمل کو بیان کیا گیا ہے یہ عمل یقیناً نہی سے پہلے ہی کا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ ''بعض لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ جب تم قضائے حاجت کے لئے بیٹھو تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرو اور نہ ہی بیت المقدس کی طرف رخ کرو۔'' ان الفاظ پر اگر تھوڑا سا غور کر لیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ابھی نہیں پہنچا تھا تبھی تو یوں فرمایا "ان ناسًا یقولون" لوگوں کا کہنا یہ ہے ورنہ وہ یوں فرماتے کہ اوّلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے منع فرمایا اور پھر اپنے عمل سے اجازت دی یہاں پھر یہ احقر عرض کرے گا اگر اجازت ہی دینا ہوتی منع کے بعد تو پھر باقاعدہ اعلان کیا جاتا جس طرح قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ کھانے اور رکھنے سے منع فرمایا تھا تو بعد میں اجازت عام کے لئے اعلان فرمایا امام ابن ماجہ اپنی سنن میں حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہ سے حدیث لائے ہیں۔ ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا میں نے تم لوگوں کو تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے اور رکھنے سے منع کیا تھا اب تم لوگوں کو (ساری امت کو) اجازت دیتا ہو **فکلوا وادخروا** جب تک

جی چاہے کھاؤ اور جب تک جی چاہے رکھو۔ (۱)

اگر یہاں بھی منع فرمانے کے بعد اجازت دینا مطلوب ہوتا تو آپ خود اعلان فرما دیتے صحابہ اب تم لوگوں کو اجازت ہے بول و براز کے وقت بیت المقدس کی طرف منہ کرلیا کرو یا قبلہ کی طرف پشت کرلیا کرو مگر ایسا اعلان حدیث شریف میں نہیں ملتا لہٰذا ان دونوں حدیثوں کا واضح اور صاف مطلب یہی ہے کہ یہ عمل نہی کے بعد کا نہیں بلکہ نہی سے پہلے کا ہے جیسا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے۔

## امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ روشنی ہی روشنی:

اس میں کوئی شک نہیں جو مقام علم وفن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تھا وہ انہی کا خاصا تھا۔ ان کا ثانی انکے معاصرین میں دور دور تک نظر نہیں آتا۔ ان کی آراء قرآن وحدیث کی صحیح ترجمان ہیں وہ انسان کی فطرت کے قریب فیصلے صادر فرماتے ہیں ان کے اجتہاد میں ہر سو امت کے لئے روشنی ہی روشنی نظر آتی ہے ان کو رب تعالیٰ نے روشنی کا مینار بنایا ہوا تھا وہ ساری ملت اسلامی کے لئے واقعی ایک عظیم رہبر ہیں۔ احادیث مبارکہ سے استدلال کرنے کا جو انداز اور جو قوت فکر ونظر اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے تھے وہ اپنے بام عروج پر نظر آتے ہیں۔ وہ جب کسی مسئلہ میں فیصلہ دیتے ہیں تو نتیجہ مسلمانوں کے اجتماعی مفاد میں آتا ہے اور ان کی یہ خوبی ہے وہ ان احادیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے آخر زمانے کے احوال کمالات اور واقعات کو بیان کریں، وہ اکثر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ احادیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں۔

اگرچہ حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہمیں قضائے حاجت کے وقت قبلہ شریف کی طرف منہ کرنے اور پشت کرنے سے منع فرمایا تھا لیکن میں نے آپ کو وفات سے ایک سال قبل دیکھا آپ قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے بول و براز فرما رہے تھے۔ جبکہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث شریف میں ہے۔ کہ نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہمیں قضائے حاجت کے وقت قبلہ شریف کی طرف منہ اور پُشت کرنے سے منع فرمایا تھا۔ جب ان دونوں حدیثوں کو پیش نظر رکھ کر غور کیا جائے تو نتیجہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کے مطابق ہی برآمد ہوتا ہے چونکہ عزت وعظمت قبلہ شریف کا اظہار اسی میں ہے کہ قضائے حاجت کے وقت اس کی طرف نہ تو منہ کیا جائے اور نہ ہی پُشت حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ایسی تاویل کی جائے کہ تعارض دور ہو جائے ظاہر ہے تعارض حدیث کو دور کرنا ہی اصلاً صاحبان علم کی خوبی ہے۔ لہٰذا یہ تسلیم کرہی لینا چاہیئے کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں جو کچھ مذکور ہے وہ کسی عذر ہی کی بنا پر ہوگا یا وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا تخصص ہوگا یا اس نشست میں تھوڑا سا انحراف ہوگا جو

(۱) سنن ابن ماجہ ۱۳ مطبوعہ

قضائے حاجت کے وقت وجہ جواز کو مستلزم ہوگا۔ عمل حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ہونا ہی عقل ودانش کا تقاضا ہے اور یہی مذہب امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے وہ قضائے حاجت کے وقت قبلہ شریف کی طرف منہ کرنے کو اور پُشت کرنے کو حرام سمجھتے ہیں۔ اگر چہ کوئی ٹائلٹ بیت الخلاء (TOILET) کے اندر ہو یا وہ کھلی فضا صحراوغیرہ میں ہو۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ مجھے فرماتے تھے۔ عبداللہ چکڑالوی، حافظ اسلم جیراج پوری، غلام احمد پرویز اور علامہ عنایت اللہ مشرقی وغیرھم کے منکر حدیث ہونے کی وجہ ہی یہ تھی کہ جب ان کے سامنے تعارض احادیث آیا تو بجائے اس تعارض کو حل کرنے کے الٹا احادیث ہی کا انکار کردیا لہذا سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ ایک صاحب علم کو حدیثوں میں آنے والے تعارض کو دور کرنے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم پوری کوشش کریں گے جہاں جہاں احادیث مبارکہ میں تعارض آئے گا وہاں وہاں دلائل و براھین کی روشنی میں اس تعارض کو دور کریں اور اہل ایمان کے لئے راحت کا سامان پیدا کریں۔ مؤمن کو مضبوط دل کا مالک ہونا چاہئے اس کو اپنے دین وایمان پر پختہ یقین ہونا چاہئے ہزار آندھیاں چلیں مگر ان کے دل ہرگز نہ ڈھگمگائیں ان کے پائے استقلال میں کبھی لغزش نہ آنے پائے۔

## خصائصِ سرورعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اعتراف:

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہمارے دل اپنے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت سے سرشار فرمائے، اللہ تعالیٰ اس نعمت کو دائمی بنائے رکھے اور ہماری دنیا وآخرت اس سچے اور سُچے عقیدے پر قائم رہنے کی برکت سے منور فرمائے میں شرح ترمذی شریف لکھتے وقت تحقیق کررہا تھا مختلف کتب احادیث، شروح، کتب فقہیہ اور دیگر کتب مطالعہ میں تھیں جب میں اس حدیث شریف کی شرح لکھنے بیٹھا جس میں حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں قضائے حاجت کے وقت قبلہ شریف کی طرف منہ کرنے اور پُشت کرنے سے منع فرمایا تھا پھر میں نے آپکو وفات سے ایک سال قبل دیکھا آپ قبلہ رخ ہو کر قضائے حاجت فرمارہے تھے۔ چونکہ اس سے پہلے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور ہوئی ہے جس میں یوں آیا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہمیں قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنے اور پُشت کرنے سے منع فرمادیا تھا اور جب ہم ملک شام گئے تو وہاں کے ٹائلٹ (TOILET) قبلہ رخ پر بنے ہوئے تھے ہم ان سے انحراف کرتے اور پھر اس پر استغفار بھی کرتے انحراف کامل نہ ہونے کی وجہ سے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ اور پُشت دونوں ہی کرنا حرام ہے لہٰذا ان دونوں حدیثوں میں جو تعارض آیا ہے اس کو دور کرنا مقصود تھا میں نے العرف الشذی کو دیکھا حضرت جابر رضی اللہ عنہ

والی حدیث کا جواب دیتے ہوئے انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں۔

اِنَّہٗ مِنْ خُصُوْصِیَّۃٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِاَنَّ الْحَقِیْقَۃَ الْمُحَمَّدِیَّۃَ اَعْلٰی مِنْ حَقِیْقَۃِ الْکَعْبَۃِ (۱)

بیشک یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خصوصیت تھی اس لئے کہ حقیقت محمدیہ، حقیقت کعبہ سے بہت اعلیٰ ہے۔

## اللہ عزوجل تیری قدرت کیا کہنا

یہ وہ صداقت ہے جس کو دنیا جہاں کی کوئی طاقت چھُپا نہیں سکتی، یہی وہ حقیقت ہے جسکا اعتراف ایک انسان کو شرفِ انسانیت پر متمکن رکھتا ہے اوراسی خوبی کو اظہار حق کے خوبصورت الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔ حق واقعی اتنا زور آور ہوتا ہے ہزار پردوں میں لپیٹ دیا جائے تو بھی ایک ایک پردے سے اس کی روشنی چھن چھن کر باہر آنکلتی ہے۔ ظُلمت کا کلیجہ چاک کر کے اس کے اندر ایسا نور بکھیرتی ہے جو دائمی اُجالے کا باعث ہوتا ہے اس روح پرور روشنی کو میں کس نام سے یاد کروں نورِ حق کہوں، صداقت کا اجالا کہوں، معرفت کی ضیا سے تعبیر کروں، اجالائے حق نما کہوں یا دل وجان میں اتر جانے والا سچ۔ ایک طرف تو کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنے جیسا بشر اور بڑا بھائی تک کہنے سے ذرا نہیں ڈرتے اور دوسری طرف انہی کا منہ انہی کا قلم انہی کی سیاہی انہی کا قرطاس اور شان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم واہ اللہ تری قدرت کیا کہنا۔

بات تو صحیح ہے۔ جب امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کے خلاف حدیث آئی تو کیسا جواب رب نے دلوایا جس نے روح میں تازگی اور قلب میں احساس پیدا کر دیا یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی کرامت ہے کہ جناب شیخ انور شاہ کشمیری کے قلم سے یہ لکھوا دیا کہ کعبہ کی حقیقت سے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حقیقت کہیں اعلیٰ وارفع ہے۔

مطلب یہ ہے اگر امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا قضائے حاجت کے وقت قبلہ رو ہونا ثابت بھی ہو جائے تو بھی یہ آپ کی خصوصیت ہے اور دلیل یہ ہے کعبہ شریف کی عظمت آپ کی عظمت سے کسی طرح زیادہ نہیں ہے بلکہ آپ کی عظمت وشان کعبۃ اللہ کی عظمت وشان سے کہیں زیادہ ہے عام مسلمانوں کے لئے وہی حکم ہے (جو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے) جو حضرت ابوایوب انصاری کی حدیث میں آیا ہے وہ نہ تو قبلہ کی طرف قضائے حاجت کے وقت منہ کریں اور نہ ہی پُشت کیا کریں۔

---

(۱) شیخ انور شاہ کشمیری المعرف اشدی برحاشیہ ترمذی جلد نمبر ا ص ۹ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

اھل علم کو یہ اختیار ہوتا ہے وہ دو روایات میں سے کسی ایک کو ترجیح دیں ظاہر ہے اس ترجیح کے پیچھے دلیل بھی ہو گی ہم یہ کہتے ہیں اس مقام پر حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث ۱ پر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث ۲ کو ترجیح دے دینی چاہئے یہی درست فیصلہ ہے اور صاحبان درد کو اس کو قبول کر لینا چاہئے۔امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ حق وصداقت پر مبنی ہے کہ قضائے حاجت کے وقت مکان کے اندر بھی اور کھلی فضاء میں بھی دونوں جگہ قبلہ کی طرف رخ کرنا اور پشت کرنا حرام ہے۔

ابن قیم نے تہذیب السنن میں لکھا ہے:

## الترجیح لمذھب ابی حنیفه

ترجیح (حضرت امام اعظم) ابوحنیفہ ہی کے مذہب کو حاصل ہے۔

ابوبکر ابن عربی شرح ترمذی میں لکھتے ہیں، (امام اعظم) ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہی حقیقت کے قریب تر ہے۔حضرت خدیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ وہ تھوک اس کی پیشانی پر لگا ہوگا۔

جب قبلہ شریف کی طرف تھوکنے کی اتنی سزا ہے تو قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے قضائے حاجت کی کسی مسلمان کو کیسے اجازت ہوگی، سچ وہی ہے جو امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے حق وہی ہے جو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے منہ سے نکلا اللہ تعالیٰ شعائر اللہ کی تعظیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے (امین)

## درسِ حدیث

اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سب سے زیادہ عزّت وشرافت کا مالک حضرت انسان ہے۔ اس کو ربّ کریم نے لاتعداد خوبیوں سے نوازا ہے یہی صحیح معنوں میں اپنے خالق کا شاہکار ہے اس کی زندگی اگر اپنے مالک حقیقی کی بندگی میں گذر جائے تو یہ اس پر اس کے خالق کا بڑا ہی احسان ہے۔

یوں تو اس دنیا میں جتنے بھی انبیاء کرام علیھم السلام تشریف لائے وہ سب کے سب ہی انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے رہے اور زندگی گذارنے کے قواعد وضوابط سکھاتے رہے مگر جب امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ نے زندگی کے ہر ہر شعبے کے لئے کامل ھدایات عطا فرمائیں حدیث شریف میں آتا ہے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کیا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمہیں سب کچھ سکھاتے ہیں حتیٰ کہ بول و براز کا طریقہ بھی تو آپ نے جواباً فرمایا ہاں۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہوا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنے سے ہمیں منع فرما دیا تھا۔ میں نے آپ کی وفات سے ایک سال قبل آپ کو دیکھا کہ آپ نے قبلہ کی طرف منہ کیا ہوا تھا اور قضائے حاجت فرما رہے تھے۔ اس حدیث شریف میں استقبال قبلہ کے جو الفاظ مذکور ہوئے ہیں اس سے مراد یقیناً یہ ہے کہ بظاہر قبلہ شریف کی طرف رخ زیبا لگ رہا تھا مگر آپ نے دراصل قبلہ شریف سے انحراف کیا ہوا تھا۔

دوسری حدیث شریف جو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں یوں ہے نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جب تم قضائے حاجت کے لئے جاؤ تو اس حالت میں نہ تو قبلہ کی طرف منہ کیا کرو اور نہ ہی پُشت اس طرف کیا کرو۔ (۱)

علماء کرام فرماتے ہیں، ان دونوں حدیثوں میں جو بھی آپ نے پڑھی ہیں ایک کو ترجیح دی جائے گی اور ترجیح حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ والی حدیث شریف کو دی جائے گی لہذا اب عمل اس حدیث مبارک پر ہوگا جس میں یہ مذکور ہوا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قضائے حاجت کے وقت قبلہ شریف کی طرف رخ کرنے سے منع فرمایا ہے اور پشت کرنے سے بھی۔

تمام اہل اسلام کو چاہئے وہ قضائے حاجت کے وقت قبلہ شریف کی طرف نہ تو اپنا منہ کیا کریں اور نہ ہی اپنی پُشت اس طرف کیا کریں یہ حکم دونوں اعتبار سے ہے آپ صحراء کھلی فضاء میں ہوں یا کسی مکان کے اندر کہیں سے بھی قضائے

(۱) اس حدیث شریف کی شرح جامع ترمذی کی حدیث ۹، ۱۰، ۱۰ کے تحت دیکھ لیں۔

حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ بھی نہ ہو اور قبلہ شریف کی طرف پشت بھی نہ کریں بلکہ اپنے گھروں کی تعمیر سے پہلے ہی لیٹرین کا صحیح رخ پر تعین کر دیں اور اگر اللہ نہ کرے پہلے سے گھر بن چکا ہے اور لیٹرین کا رخ قبلہ کی طرف ہے تو فوراً بدل دیں اس میں ہماری دنیا و آخرت دونوں جہانوں کی بھلائی مضمر ہے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے وہ اپنا دین خود بھی سیکھے اور دوسروں کو سیکھائے دین حق، دین اسلام کی تبلیغ کرے اس کی ترویج و اشاعت کے لئے جیسے بھی ہو سکے کاوش کرتا رہے اس میں ہزار ہا برکات ہیں۔ امام ابن ماجہ اپنی سنن میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے حدیث لائے ہیں۔ امام الانبیاء حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اس بندے کو خوش و خرم رکھے دونوں جہانوں میں جس نے میری ایک بات سنی اور اس کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے سرگرم ہو گیا اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس نیک کام میں دوسروں پر سبقت لے جانے کی توفیق عطا فرمائے امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

محمد ارشد القادری

ذی قعد ۱۴۳۰ھ

۱۲ نومبر ۲۰۰۹ء بوقتِ ظہر، جمعرات

# باب نمبر ۸

## بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ قَائِمًا

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا منع ہے۔

اس باب میں ایک حدیث مبارک آ رہی ہے آیئے آپ بھی بغور مطالعہ فرمایئے۔ چشمِ ماروشن دل ماشاد۔

## حدیث نمبر ۱۲

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ حُجْرٍ، أَخْبَرَنَا شَرِيْكٌ عَنِ الْمِقْدَامِ بنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ "مَنْ حَدَّثَكُمْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَبُوْلُ قَائِماً فَلَا تُصَدِّقُوْهُ. مَا كَانَ يَبُوْلُ إِلَّا قَاعِدًا"

وَ فِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ، وَ بُرَيْدَةَ، قَالَ أَبُو عِيْسٰى حَدِيْثُ عَائِشَةَ أَحْسَنُ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ وَأَصَحُّ.

وَحَدِيْثُ عُمَرَ إِنَّمَا رُوِيَ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْكَرِيْمِ بْنِ أَبِي الْمُخَارِقِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ قَالَ رَآنِي النَّبِيُّ ﷺ أَبُوْلُ قَائِماً، فَقَالَ "يَا عُمَرُ، لَا تَبُلْ قَائِماً" فَمَا بُلْتُ قَائِمًا بَعْدُ.

وَإِنَّمَا رَفَعَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَبْدُ الْكَرِيْمِ بْنُ أَبِي الْمُخَارِقِ، وَهُوَ ضَعِيْفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيْثِ، ضَعَّفَهُ أَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ وَ تَكَلَّمَ فِيهِ.

وَرَوٰى عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ عُمَرُ مَا بُلْتُ قَائِمًا مُنْذُ أَسْلَمْتُ. وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْكَرِيْمِ. وَحَدِيْثُ بُرَيْدَةَ فِي هٰذَا غَيْرُ مَحْفُوْظٍ. وَ مَعْنَى النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ قَائِماً عَلَى التَّأْدِيْبِ لَا عَلَى التَّحْرِيْمِ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ إِنَّ مِنَ الْجَفَاءِ أَنْ تَبُوْلَ وَ أَنْتَ قَائِمٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا بیان فرماتی ہیں اگر کوئی تمہارے سامنے یہ بیان کرے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کھڑے ہوکر پیشاب فرمایا ہے تو تم ہرگز اس کی بات کی تصدیق نہ کرو آپ نے ہمیشہ بیٹھ کر ہی پیشاب فرمایا۔

اس باب میں حضرت عمر اور بریدہ رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث آئی ہیں۔

امام ترمذی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کی حدیث اس بات میں عمدہ اور زیادہ صحیح ہے۔ وہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے جس کو عبدالکریم بن ابی المخارق، نافع، ابن عمر پھر حضرت عمر رضی اللہ

عنہم کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھے کھڑے ہوکر پیشاب کرتے دیکھا تو فرمایا کیا تم کھڑے ہوکر پیشاب کرتے ہو تو فرمایا، اے عمر (رضی اللہ عنہ) کھڑے ہوکر پیشاب نہ کیا کرو اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہیں کیا۔ اس حدیث کو عبدالکریم بن ابی المخارق نے مرفوعاً بیان کیا اور ماہرین فنِ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے ایوّب سختیانی نے اس کا ضعف بیان کیا اور اس کی ذات کے حوالے سے کلام کیا۔ عبداللہ نے سند کے ساتھ بیان کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے اسلام قبول کرنے کے بعد کبھی بھی کھڑے ہوکر پیشاب نہیں کیا۔ یہ حدیث عبدالکریم کی روایت سے زیادہ درست ہے۔ جناب بریدہ کی حدیث اس معاملہ میں غیر محفوظ ہے۔ جہاں تک کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی ممانعت کا مسئلہ ہے تو وہ تادیباً ہے نہ کہ تحریماً۔ حضرت عبداللہ بن مسعور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کھڑے ہوکر پیشاب کرنا ظلم ہے۔ (یعنی جہالت ہے یہاں ظلم بھی بمعنی جہالت ہے)

# حدیث نمبر ۱۲ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ا۔ علی بن حُجر:

ان کا ذکر تہذیب التہذیب میں ہے۔ میں اسی حوالے سے ان کے حالات واحوال کا تذکرہ کرنا چاہوں گا تاکہ جامع ترمذی کے راویان کے حالات آپ کی نظر میں آجائیں۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علی بن حجر بن ایاس بن مقاتل بن فخارش بن شموخ بن خالد سعدی ابوالحسن المروزی، یہ حضرت قدیم سے بغداد کے رہنے والے تھے پھر یہ مرو منتقل ہوئے تو وہیں کے ہو کے رہ گئے۔

یہ اپنے والد، معروف الخیاط صاحب واثلہ، خلف بن خلیفہ، عیسیٰ بن یونس، اسماعیل بن جعفر، اسماعیل بن علیہ، جریر، ابن مبارک، دراوردی، عبیداللہ بن عمرو الرّقی عیسیٰ بن یونس، فضل بن موسیٰ النسیانی، ولید بن مسلم، علی بن مسہر، قتیبہ، اسماعیل بن عیاش۔ سعدان ابن یحییٰ اللخمی، عبداللہ بن عبدالرحمن بن یزید بن جابر، ابن ابی حازم، عتاب بن بشیر، شریک بن عبداللہ النخعی، ھشام بن بشیر اور خلق کثیر سے روایت کرتے ہیں۔

علی بن حُجر سے، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، احمد بن ابی الحواری، ابوبکر بن خزیمہ، ابوعمرو مستمل، محمد بن حمدویہ، ابورجاء صاحب تاریخ، محمد بن علی الحکیم ترمذی، احمد بن علی الابار، محمد بن علی بن حمزہ محمد بن یحییٰ بن خالد المروزیان، الحسن بن سفیان، عبدان بن محمد المروزی الحسن بن طیب بلخی اور بہت سارے حضرات روایت کرتے ہیں۔[1]

محمد بن علی بن حمزہ مروزی کہتے ہیں علی بن حجر فاضل اور حافظ ہیں۔ امام نسائی فرماتے ہیں علی بن حجر ثقہ مامون اور حافظ الحدیث ہیں۔ خطیب کہتے ہیں صدوق ہیں حافظ حدیث ہیں، ماہر علوم ہیں مرو میں ان کی حدیث مشہور ہے۔ محمد بن حمدویہ بیان کرتے ہیں علی بن حجر کو یہ کہتے ہوئے میں نے سنا جب میں نے قرآن کریم کو پڑھا تو اس وقت میری عمر تینتیس ۳۳ سال کی تھی میں نے کہا پھر اگر تینتیس سال اور ہوں تو انہوں نے کہا وہ علم کے معمول میں لگادوں گا اور اگر اس کے بعد بھی زندگی اتنی اور ہو تو وہ ان دونوں کو جمع کرنے میں صرف کر دوں گا۔ ابوبکر الععین کا کہنا ہے خراسان میں تین بزرگ تھے نمبر (۱) قتیبہ نمبر (۲) محمد بن مہران اور نمبر (۳) علی بن حُجر۔

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۷ ص ۲۵۹ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

## علی بن حُجر کی وفات!

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں علی بن حجر کی وفات جمادی الاولیٰ ۲۴۴ھ کو ہوئی۔ ان کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ متقدمین کے بیانات یہ بتاتے ہیں اور یہ تقاضا کرتے ہیں کہ ان کی عمر تقریباً سو ۱۰۰ سال یا پوری ہی سو ۱۰۰ سال ہوئی۔ باشانی کا کہنا یہ ہے کہ ان کی پیدائش ۱۵۴ھ میں ہوئی اس طرح اگر وفات ۲۴۴ھ کو مان لی جائے تو عمر نوے ۹۰ سال بنتی ہے واللہ علم۔

امام ابن حجر عسقلانی قلت! کہہ کر لکھتے ہیں، امام حاکم کا کہنا یہ ہے کہ علی بن حجر، شیخ ہیں، فاضل ہیں، ثقہ ہیں، زھرہ میں ہے امام بخاری نے ان سے پانچ حدیثیں لی ہیں اور امام مسلم نے ایک سو اٹھاسی ۱۸۸ حدیثیں وارد کیں ہیں۔ (۱)

## ۲) شریک!

ان کے احوال وحالات کا تذکرہ تہذیب ومیزان دونوں میں ہے میں پہلے تہذیب کے حوالے سے نقل کرتا ہوں۔
امام ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

شریک بن عبداللہ بن ابی شریک النخعی ابوعبداللہ الکوفی القاضی، یہ زیاد بن علاقہ، ابواسحٰق سبیعی، عبدالملک بن عمیر، عباس بن ذریح، ابراھیم بن جریر بجلی، اسماعیل بن ابی خالد، رکین بن ربیع، ابوفزارہ راشد ابن کیسان، خصیفہ، عاصم بن سلیمان احول، سماک بن حرب، اعمش، منصور، زبیر یامی، عاصم بن بہدلہ، عاصم بن کلیب، عبدالعزیز بن رفیع، مقدام بن شریح، ھشام بن عروہ، عبیداللہ بن عمر، عمارہ بن قعقاع، عمار ذھبی، عطا بن سائب اور ایک خلق سے روایت کرتے ہیں۔

شریک سے، ابن مھدی، وکیع، یحییٰ بن آدم، یونس بن محمد المؤدب، فضل بن موسیٰ سینانی، عبدالسلام بن حرب، ھشیم، ابونضر ھاشم بن قاسم، ابواحمد الزبیری، اسحٰق الازرق، اسود بن عامر شاوان، ابواسامہ حسین بن محمد المروزی، حجاج ابن محمد، اسحٰق بن عیسٰی بن طباع، حاتم بن اسماعیل، یعقوب بن ابراھیم بن سعد، زید بن ہارون، ابونعیم، ابوغسان الھندی، ابوشیبہ کے بیٹے، علی بن حُجر، محمد بن صباح دولابی، محمد بن طفیل النخعی، قتیبہ بن سعید، محمد بن سلیمان لوین اور ان کا بیٹا عبدالرحمن بن شریک اور ایک خلق روایت کرتی ہے۔

ابن ھیثم ابن معین کے حوالے سے کہتے ہیں شریک ثقہ ہے اور مجھے ابواحوص اور جریر سے زیادہ اچّھا لگتا ہے۔
ابویعلی کہتے ہیں میں نے ابن معین سے پوچھا آپ کو جریر اور شریک میں کون زیادہ پسندیدہ ہے تو انہوں نے جواب دیا جریر۔ میں نے کہا شریک اور ابوالاحوص میں سے کون زیادہ اچّھا لگتا ہے تو کہا شریک۔ عثمان دارمی کہتے ہیں میں

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۷ ص ۲۶۰ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

نے ابن معین سے کہا ابو اسحٰق سے روایت کرنے میں اسرائیل زیادہ پسندیدہ ہے یا شریک تو انہوں نے جواباً کہا شریک اور مجھے اسرائیل سے کہیں اچھا لگتا ہے۔ منصور سے روایت کرنے کے حوالے سے شریک اچھا ہے یا ابو احوص تو جواب ملا شریک ابولاحوص سے بڑا عالم ہے۔

## شریک کی وفات:

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں، شریک کی پیدائش ۹۰ھ کی ہے اور ان کا انتقال ۱۷۷ھ میں ہوا، اس طرح ان کی عمر ستاسی ۸۷ سال بنتی ہے۔ (۱)

میزان الاعتدال میں امام ذہبی نے شریک پر بہت جرح نقل کی ہے۔ اس کا نسب نامہ بھی ذکر کیا ہے اس کو امام عالی مقام حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل سنان بن انس کا پوتا لکھا ہے۔ سنان کا نام سن کر اور پڑھ کر مجھے نفرت ہوتی ہے۔ بہر حال عین ممکن ہے شریک خود نیک آدمی ہو، اچھے فضائل کا حامل ہو، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا اس سے روایت لینا اس کی ثقاہت کی دلیل ہے۔ شریک کی تعدیل پر جو اقوال میزان الاعتدال میں ہیں ان کو نقل کرتا ہوں۔

امام ذہبی رقم طراز ہیں:

سعدویہ کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن مبارک کو فرماتے ہوئے سنا شریک امام سفیان ثوری سے بڑا عالم ہے کوفین کی حدیث کے اعتبار سے، امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں ابو اسحٰق سے روایت کرنے میں زہیر سے زیادہ ثبت ہے۔ عثمان بن سعید نے یحییٰ کے حوالے سے بیان کیا وہ کہتے ہیں ابو اسحٰق کے حوالے سے روایت کرتے ہیں شریک میرے نزدیک اسرائیل سے پسندیدہ ہے۔ امام ابو حاتم کہتے ہیں شریک صدوق ہے وہ مجھے ابوالاحوص سے زیادہ اچھا لگتا ہے۔

علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں: (۲)

علامہ نے شریک کا تلفظ لکھا پھر اس طرح راوی کا نام ذکر فرمایا، شریک بن عبداللہ بن ابی تمر المدنی القرشی، بہر حال علامہ سرہندی نے جس راوی کا تذکرہ یہاں شریک سمجھ کر کیا وہ وہ نہیں ہیں جو امام ترمذی کی جامع ترمذی کی ایک حدیث شریف کے راوی ہیں، جو جامع ترمذی کی حدیث شریف کے راوی ہیں وہ وہی ہیں جن کا تذکرہ ہم نے ابھی کیا ہے اور آپ نے بھی پڑھ لیا ہوگا۔

## ۳۔ مقدام بن شریح:

ان کے حالات واحوال کا مختصر تذکرہ تہذیب میں ملا ہے میں وہ آپ کی خدمت میں حاضر کرتا ہوں آپ بھی مطالعہ فرمائیں۔

---

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۴ ص ۲۹۳ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

(۲) ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی ۷۴۸ھ میزان الاعتدال جلد نمبر ۲ ص ۲۷۰ مطبوعہ المکتبہ الاثریہ سانگلہ ہل پاکستان،

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

المقدام بن شریح بن ہانی بن یزید الحارثی الکوفی، یہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور مسروق کی گھر والی قمیر سے بھی روایت کرتے ہیں۔

مقدام بن شریح سے ان کا بیٹا، امام عمش، اسرائیل، شعبہ، امام سفیان ثوری، عبدالملک بن ابی سلیمان، قیس بن ربیع، مسعر اور شریک روایت کرتے ہیں۔

امام احمد، امام ابو حاتم اور امام نسائی کہتے ہیں مقدام بن شریح ثقہ راوی ہے۔ امام ابو حاتم نے اتنا زیادہ کیا ہے کہ وہ صالح راوی ہیں امام ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا۔

امام ابن حجر عسقلانی قُلتُ کہہ کر لکھتے ہیں یعقوب بن سفیان نے کہا مقدام بن شریح ثقہ راوی ہیں:[1]

## ۴۔ شریح:

علامہ ابن حجر عسقلانی رقم طراز ہیں:

شریح بن ہانی بن یزید بن نہیک اور الحارث بن کعب الحارثی المذحجی ابو المقدام الکوفی، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا زمانہ تو پایا تھا مگر آپ کی زیارت وملاقات سے مشرف نہ ہوئے۔ یہ اپنے والد، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت بلال، حضرت سعد، حضرت ابوھریرہ اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھم سے روایت کرتے ہیں۔

شریح بن ہانی سے ان کے بیٹے مقدام اور محمد، قاسم بن نحیرہ، شعبی، حکم بن عُتَیبہ مقاتل بن بشیر، یونس بن ابی اسحٰق وغیرھم روایت کرتے ہیں:

ابن سعد نے ان کو اھل کوفہ میں سے تابعین کے طبقہء اولیٰ میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے احباب میں سے تھے۔ یہ حضرت علی کے ساتھ تمام اھم مہمات میں حاضر رہے۔ شریح ثقہ راوی ہیں۔ ان کے پاس بہت ساری احادیث تھیں۔ عبیدہ بن ابی بکرہ کے ساتھ سجستان کے مقام پر ان کی شہادت ہوئی۔ حسن بن حر نے قاسم بن نحیرہ کے حوالے سے بیان کیا میں نے ان سے افضل شخص نہیں دیکھا اور میں نے ہمیشہ ان کے لئے کلمات خیر ہی کہے ہیں۔ اثرم کہتے ہیں احمد سے کہا گیا شریح بن ہانی صحیح الحدیث ہیں تو اثرم نے کہا ہاں۔ یہ اس کمال میں آگے آگے ہیں۔ جناب مروزی نے امام احمد کے حوالے سے کہا شریح ثقہ راوی ہیں۔ ابن معین اور امام نسائی فرماتے ہیں شریح بن ہانی ثقہ ہیں۔ ابن خداش کا کہنا ہے۔ شریح بن ہانی صدوق ہیں۔ امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ حاجی خلیفہ نے کہا شریح بن ہانی ابن ابی بکرہ کے ساتھ سجستان کے مقام پر ۷۸ ھ کو شہید ہوئے۔ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ قلت! کہہ کر لکھتے ہیں اسی طرح ابن حبان نے کہا ہے۔ ابن برقی نے کہا کہ شریح بن ہانی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ میدان کارزار میں سب سے پہلے اترتے تھے۔ امام مسلم نے ان

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۱۰ ص ۲۵۵ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

کا ذکر مختصر مین میں کیا ہے۔ (۱)

**۵۔ ام المومنین سیدہ عائشہ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہا وعن والدھا:**

ان کا ذکر حدیث نمبر ۷ کے ضمن میں ہو چکا وہاں دیکھ لیں۔

## شرح حدیث نمبر ۱۲

علامہ سراج احمد حنفی لکھتے ہیں:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، اگر کوئی تمہارے سامنے یہ حدیث بیان کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب فرماتے تھے تو تم ہرگز اس کی تصدیق نہ کرو کہ وہ راست گوئی سے کام نہیں لے رہا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہمیشہ بیٹھ کر ہی پیشاب فرماتے تھے۔ اس باب میں حضرت عمر اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ امام ابن ماجہ نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل فرمائی ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنْ يَّبُوْلَ قَائِمًا (۲)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی قدس سرہ العزیز کہتے ہیں اس باب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث احسن اور زیادہ صحیح ہے، اس لئے کہ اس میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ پھر جو کچھ حضرت عبداللہ ابن عمر اور خود حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے عبدالکریم نے بیان کیا ہے وہ بھی نفی ہی کی دلیل بن رہا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا تو فرمایا اے عمر کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا کرو، تو میں نے اس کے بعد کبھی ایسا نہ کیا، فَمَا بُلْتُ قَائِمًا یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے جس کو مرفوعاً نقل کیا گیا ہے علماء حدیث کے نزدیک عبدالکریم بن ابی المخارق ضعیف ہے اس سلسلہ میں جو روایت عبید اللہ، نافع، عبداللہ بن عمر اور خود حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے وارد ہوئی ہے۔ وہ یوں ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔ لہٰذا یہ قول

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۴ ص ۲۹۰ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

(۲) امام ابن ماجہ قزوینی م ۲۷۳ھ سنن ابن ماجہ، ص ۷۳ مطبوعہ دار السلام ریاض

عبید اللہ یعنی یہ روایت عبید اللہ قول عبد اللہ قول عبد الکریم یعنی روایت عبد الکریم کے معارض ہے۔ علامہ سراج احمد حنفی بھی عبید اللہ ہی کی روایت کی تائید وتقویت کے قائل ہیں۔ رہا معاملہ حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ کا تو وہ غیر محفوظ ہے ۲۔ جہاں تک کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت کا مسئلہ ہے تو یہ تادیباً ہے نہ کہ تحریماً حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایسے ہی مروی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جفا ہے۔ (۱) بعض علماء ومشائخ نے یہاں جفا کا مطلب جہالت لیا ہے اور بعض علماء نے ظلم سے تعبیر فرمایا ہے میری رائے بھی یہی ہے کہ اس مقام پر جفا کا مطلب جہالت یا گنواری ہی ہے مجھے اس دور میں یہی مطلب صحیح لگتا ہے واللہ اعلم۔

علامہ ابوطیب سندھی لکھتے ہیں:

یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، اگر کوئی یوں کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب فرماتے تھے تو تم اس کی ہرگز تصدیق نہ کرو یہ بات سیّدہ کے علم کے مطابق سند ہے اور اس کو اس عمل پر محمول کیا جائے گا۔ جو بیوت کے اندر واقع ہوا، اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر کوئی تم سے یوں کہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عادت تھی تو تم اس کی تصدیق نہ کرو اگر کبھی کھڑے ہو کر بول کرنے کا واقعہ ہوا ہے تو اس کو خلاف عادت ایک نادر موقعہ ہی تصور کرنا چاہئے الحاصل یہ کہ آپ کی عادت کریمہ تو بیٹھ کر پیشاب کرنا ہی تھی اور جو خلاف عادت واقع ہوا وہ کسی ضرورت کے تحت تھا یا بیان جواز کے لئے تھا۔ خطابی کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مرض واضطرار کے سبب سے تھا جیسا کہ تیسر الوصول میں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے امام ابن ماجہ یوں لائے ہیں اس حدیث شریف میں اتنے الفاظ زائد ہیں۔ اَنَا رَاَئتُہُ قَاعِدًا (۲) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بیٹھ کر بول کرتے دیکھا۔

---

(۱) علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح رابعہ جامع ترمذی شریف جلد نمبر ا ص ۴۰ مطبوعہ کانپور، ہند،

(۲) علامہ ابوطیب سندھی " " " "

## درسِ حدیث

اس حدیث شریف میں سیّدہ عائشہ صدیقہ امّ المؤمنین رضی اللہ عنھا نے نبی اکرم تاجدار عرب وعجم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ایک عمل مبارک بیان کیا ہے، اس فرمان رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی برکات امت مسلمہ اور ساری انسانیت کے لئے ہیں۔ اس کو قدرے تفصیل کے ساتھ عرض کروں گا میں اپنے اللہ عزوجل کی بارگاہ اقدس میں دعا گو ہوں وہ میرا شرح صدر فرمائے اور میرے لئے اس عظیم کام کو آسان فرمائے تاکہ میری دنیا وآخرت بہتر ہوں۔ ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہر ہر فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم یعنی سنت مطہرہ پر ہمیں عمل کرنا چاہئے۔ ہماری عزت، عظمت اور وقار یقیناً اسی میں مضمر ہے۔ ہمیں ہر حال میں ہر جگہ ہر وقت اپنے پیارے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنّتِ مقدّسہ کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ نہ صرف یہ کہ ہم خود سنّت کو جانیں اور اس پر عمل کریں بلکہ ہم پر لازم ہے کہ اس کو دوسروں تک پہنچائیں، اپنی بات کرنے کا ایسا طرز اختیار کریں کہ جو ہمارے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حدیث ہم سے سُنے وہ اپنا طرز زندگی (LIFE STYLE) ہی بدل ڈالے، پھر زمانہ لاکھ کوشش کرے وہ ہرگز راہ سنت سے ایک انچ پیچھے نہ ہٹے۔ اگر یہ تبدیلی کسی بندہ مومن کی زندگی میں آجاتی ہے تو یوں سمجھ لو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں شامل ہوگیا۔ میرے نزدیک ولایت یہ نہیں کہ بندہ ایک لمبی سی تسبیح پکڑ کر ایک حُجرے میں بیٹھ جائے اور معاشرے سے کٹ جائے لوگوں سے میل جول بند کردے بلکہ بندہ حق آگاہ وہ ہے جو خود دین کو دلائل سے سیکھے قرآن وحدیث کا مطالعہ کرے اور اس کو دوسروں تک پہنچانے کی سعی کرنے لگے۔ اسی طرز عمل سے ہمارے معاشرے میں انقلاب صالح برپا ہوگا اگر ہم اہل اسلام کو، اسلام کے سنہری قوانین پر عمل کرنے کے لئے ذہنی وقلبی طور پر تیار کر لیتے ہیں تو یہ ہے خدمت دین، یہ ہے خدمت خلق اور یہ ہے راہ نجات۔

# باب نمبر ۹

## بَابُ مَا جَاءَ مِنَ الرُّخْصَةِ فِی ذٰلِكَ

کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی رخصت۔

اس باب میں ایک ہی حدیث مبارک آ رہی ہے آیئے آپ بھی اس مقدّس فرمان رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مطالعہ فرمائیں آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی قلب وروح راحت پائیں گے۔

## حدیث نمبر ۱۳

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَتٰى سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ عَلَيْهَا قَائِمًا فَاَتَيْتُهُ بِوَضُوْءٍ فَذَهَبْتُ لِاَتَاَخَّرَ عَنْهُ، فَدَعَانِي حَتّٰى كُنْتُ عِنْدَ عَقِبَيْهِ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ

قَالَ أَبُو عِيْسٰى وَهٰكَذَا رَوٰى مَنْصُوْرٌ، وَعُبَيْدَةُ الضَّبِّيُّ عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ مِثْلَ رِوَايَةِ الْأَعْمَشِ، وَرَوٰى حَمَّادُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ، وَعَاصِمُ بْنُ بَهْدَلَةَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَحَدِيْثُ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ اَصَحُّ وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْبَوْلِ قَائِمًا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کسی قوم کے ایک ڈھیر پر تشریف فرما ہوئے تو آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا میں وضو کے لئے پانی لایا میں تھوڑا پیچھے ہٹنے لگا تو آپ نے مجھے قریب بلایا تو میں آپ کے بالکل پیچھے آ گیا پھر آپ نے وضو فرمایا اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔

امام ابوعیسٰی ترمذی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں، امام اعمش کی روایت سے ملتی جلتی روایت جناب منصور، جناب عُبیدۃ الضبی، جناب ابی وائل اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہیں اسی طرح حماد بن ابی سلیمان، عاصم بن بَھدَلہ، ابی وائل اور مغیرہ بن شُعبہ رضی اللہ عنھم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی روایات موجود ہیں۔ حدیث ابی وائل حضرت حذیفہ کی روایت سے اَصَحّ ہے۔ اھل علم کی ایک جماعت نے عذر کی بنا پر کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی اجازت دی ہے۔

# حدیث نمبر ۱۳۴ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ۱۔ هَنَّاد:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ا کے تحت ہو چکا وہاں دیکھ لیں۔

### ۲۔ وَكِيْع:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ا کے تحت ہو چکا وہاں دیکھ لیں۔

### ۳۔ اَعْمَشْ!

ان حضرت کے احوال تلاش کرنے میں وقت لگا مگر مل گئے ااصلاً ہوا یوں کہ محدّثین نے ان کو اکثر مقامات پر اعمش لکھا ہے جبکہ کتب اسماء رجال میں یہ اپنے اصل نام سلیمان بن مہران سے مذکور ہیں لہٰذا ہم نے ان کو ان کے اصل نام سے ہی تلاش کیا ہے۔اب ہم ان کے حالات واحوال نقل کرتے ہیں:

امام ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

سلیمان بن مہران الاسدی الکاھلی، مولاھم ابو محمد الکوفی الاعمش، ان کی بابت کہا جاتا ہے کہ اصلاً یہ طبرستانی تھے البتہ ان کی ولادت کوفہ میں ہوئی۔ یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں مگر ان سے ان کا سماع ثابت نہیں۔ عبداللہ بن ابی اوفٰی سے بھی روایت کرتے ہیں وہ بھی مرسَل کے درجے میں ہے۔ زید بن وھب، ابی وائل، ابی عمرو الشیبانی قیس بن ابی حازم، اسمٰعیل بن رجاء، ابی سخرہ جامع بن شدّاد، ابی ظبیان بن جندب، خیثمۃ بن عبدالرحمٰن جعفی، سعید بن عبیدہ، ابو حازم الاشجعی، سلیمان بن مسہر، طلحہ بن مصرف، ابی سفیان طلحہ بن نافع، عامر الشعبی، ابراھیم النخعی، عبداللہ بن مُرّہ، عبدالعزیز بن رفیع، عبدالملک بن عمیر، عدی بن ثابت، عمارہ بن عمیر، عمارہ بن قعقاع مجاہد بن جبر، ابی الضحیٰ، منذر ثوری، ھلال یساف اور خلق کثیر سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

امام اعمش سے، حکم بن عتیبہ، زبید یامی، ابو اسحٰق السبیعی، سلیمان تیمی، سہیل بن ابی صالح، محمد بن واسع، شُعبہ، سفیانان، ابراھیم بن طھمان، جریر بن حازم، ابو اسحٰق الفزاری، اسرائیل، زائدہ، ابو بکر بن عیاش، شیبان النحوی، عبداللہ بن ادریس، ابن مبارک، ابن نمیر، خُریبی، عیسٰی بن یونس، فضیل بن عیاض، محمد بن عبدالرحمن طفاوی، ھشیم، ابو شہاب حناط اور ایک جماعت روایت کرتی ہے اس کے علاوہ ابو نعیم اور عبیداللہ بن موسیٰ بھی روایت کرتے ہیں۔ (۲)

---

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور تہذیب التہذیب جلد نمبر ۴ ص ۱۹۵

(۲) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۴ ص ۱۹۵، ۱۹۶ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

ابن مدینی کہتے ہیں امّت محمدیہ میں جن لوگوں نے علم کو حفظ کرلیا تھا ان کی تعداد چھ ہے۔(۱) عمرو بن دینار جو مکہ مشرفہ میں تشریف رکھتے تھے (۲) امام زُھری جو مدینہ طیبہ میں رہتے تھے (۳) ابو اسحٰق سبیعی اور (۴) اعمش یہ دونوں حضرات کوفہ میں جلوگر تھے (۵) قتادہ اور (۶) یحییٰ بن ابی کثیر یہ دونوں حضرات بصرہ میں سکونت پذیر تھے۔ (۱)

ھُشیم کہتے ہیں میں نے کوفہ میں کوئی شخص امام اعمش سے بہتر قرآن پڑھنے والا نہیں دیکھا۔ ابن عُیینہ بیان کرتے ہیں، امام اعمش اپنے ساتھیوں پر چار اعتبار سے سبقت لے گئے قرآن پڑھنے میں، حدیث شریف کے حفظ کرنے میں، فرائض کو زیادہ اچھے طریقے سے جاننے میں اور کچھ دوسری خصوصیات کی وجہ سے۔ ابن عمار کا کہنا یوں ہے کہ امام اعمش سے زیادہ ثبت محدثین میں کوئی نہیں۔ (۲)

عجیلی کہتے ہیں امام اعمش ثقہ ہیں اور مضبوط ہیں علم حدیث میں، وہ اپنے زمانے میں اھل کوفہ کے محدّث تھے۔ انہوں نے قرآن کے ان مقامات کو جو مخلوق کے لئے انتہائی مشکل تھے آسان بنایا فرائض کے بہت بڑے عالم تھے انہوں نے بلا تحقیق کبھی ایک حرف بھی زبان سے نہ نکالا کہ کہیں اس سے اشتباہ نہ پیدا ہو جائے۔ عیسیٰ بن یونس کی رائے یہ ہے امام اعمش کے نزدیک مالدار اور سلاطین حقیر تھے۔ یحییٰ بن سعید قطان کہتے ہیں زُہد ہی تو ایک ایسی چیز ہے جو اسلام کی علامت ہے وکیع دو سال تک امام اعمش سے مختلف بھی رہے مگر وہ فرماتے ہیں میں نے تقریباً سات سال تک نہ تو امام اعمش کی رکعت قضا ہوتی دیکھی اور نہ ہی تکبیر اولیٰ فوت ہوتی دیکھی۔ خُریبی کہتے ہیں جس دن امام اعمش کا انتقال ہوا اس دن کے بعد کوئی شخص بھی ان سے زیادہ عبادت گزار نہ رہا وہ صاحب سنّت تھے۔ ابن معین فرماتے ہیں امام اعمش ثقہ ہیں، امام نسائی کا کہنا یہ ہے وہ ثقہ ثبت ہیں۔ (۳)

ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات تابعین میں کیا ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں امام اعمش دس محرم الحرام ۶۱ھ کو پیدا ہوئے امام حسین ابن علی رضی اللہ عنھما کی شہادت کے دن۔ (۴)

## امام اعمش کی وفات!

ابو عوانہ کا بیان ہے، اسی طرح ان کے علاوہ اور حضرات کا بھی یہی کہنا ہے۔ امام اعمش کی وفات ماہ ربیع الاول ۱۴۸ھ کو ہوئی اس وقت ان کی عمر ستاسی ۸۷ سال یا اٹھاسی ۸۸ سال تھی۔ (۵)

---

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۴ ص ۱۹۵، ۱۹۶ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
(۲) ایضاً // // // // //
(۳) ایضاً // // // // //
(۴) ایضاً // // // // //

امام ذہبی رقم طراز ہیں:

سلیمان بن مہران الکاھلی، الکوفی الاعمش ابومحمد ثقات ائمہ میں سے ایک ہیں۔ ان کا شمار صغار تابعین میں ہوتا ہے۔ (۱)

علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں:

ابومحمد سلیمان بن مہران مولیٰ بنی کاھل اولاد اسد میں سے ہیں امام اعمش کوفی مشہور ہیں وہ ثقہ ہیں عالم ہیں فاضل ہیں۔ ان کے والد کا تعلق "ذُنبَاوَنَدَ" سے تھا وہاں سے وہ کوفہ چلے آئے۔ ان کی والدہ امید سے تھیں چنانچہ امام اعمش کی ولادت کوفہ میں ہوئی۔ وہ اس نسبت کی بجائے کوفی نسبت سے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی ملاقات امام زُھری سے حجاز میں ہوئی تھی۔ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو بھی دیکھا تھا۔ بڑے بڑے فقہاء کا ان کے بارے میں کہنا یہ ہے۔

هَذَا سَيِّدُنَا هَذَا اَعْمَشُ یہ ہیں ہمارے سردار یہ ہیں امام اعمش امام اعمش کی ولادت ۶۰ھ یا عاشورہ محرم الحرام ۶۱ھ کو اسی دن ہوئی جس دن امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا ان کے والد گرامی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ میدان کربلا میں حاضر تھے۔ ان کی وفات ماہ ربیع الاول ۱۴۸ھ کو ہوئی یہ بھی کہا جاتا ہے ان کی وفات ۱۴۷ھ یا ۱۴۹ھ کو ہوئی۔ (۲)

علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

امام اعمش قُدِّسَ سِرُّہُ الْعَزِیز کے حالات واحوال کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ سراج احمد حنفی نور اللہ مرقدہ نے نہایت عمدہ الفاظ استعمال فرمائے ہیں ان کا ذکر بڑے ادب بھرے جملوں میں کیا ہے چونکہ ان کی زبان فارسی ہے لہٰذا میں انہی الفاظ میں نقل کرتا ہوں۔

**الاعمش سلیمان بن مهران الکاهلی ابومحمد الاسدی التابعی گویند اصل اوطبر ستانست سید المحدثین بود ثقه حافظ عارف بقرات ورع از خاصه بود۔ (۳)**

امام اعمش سلیمان بن مہران کاہلی ابومحمد تابعی ہیں، کہا جاتا ہے ان کا اصل وطن طبرستان ہے۔
وہ سیّد المحدّثین ہیں ثقہ ہیں۔ قرأت کے حافظ وعارف ہیں، ورع از خاصہ ہیں۔

(۱) ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی م ۷۴۸ھ میزان الاعتدال ۳/ ۲۲۴ مطبوعہ المکتبہ الاثریہ سانگلہ ہل پاکستان،

(۲) ابوالعباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان م ۶۸۱ھ وفیات الاعیان ۱/ ۳۸۰ مطبوعہ دار الاحیاء بیروت لبنان

(۳) علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۴۱ مطبوعہ کانپور ہند،

امام اعمش کی پیدائش ۶۰ ھ کو ہوئی اور ان کی وفات ۱۴۸ ھ میں ہوئی۔

## ۴۔ ابووائل بن حجر:

ان کے حالات تہذیب التہذیب میں مذکور ہیں، ان حضرت کی تعدیل پر بڑے بڑے ماہرین فن کے تاثرات نقل کئے گئے ہیں عمدہ الفاظ میں ان کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ان کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے آپ بھی پڑھ لیں۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

شفیق بن سلمہ الاسدی ابووائل الکوفی (یہ ابووائل بن حجر کا پورا نام ہے) شفیق بن سلمہ اسدی ابووائل کوفی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا زمانہ تو پایا مگر زیارت وملاقات سے مشرف نہ ہو سکے۔ ابووائل بن حجر، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی حضرت معاذ بن جبل، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت حذیفہ، حضرت ابن مسعود، حضرت سہیل بن حنیف، حضرت خباب بن الارت، حضرت کعب ابن عجرہ، حضرت ابومسعود انصاری، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت ابوھریرہ، ام المومنین حضرت عائشہ، ام المومنین حضرت ام سلمہ، حضرت اسامہ بن زید، حضرت اشعث بن قیس، حضرت براء، حضرت جریر بن عبداللہ، حضرت حارث بن حسان، سلمان ابن ربیعہ، شیبہ بن عثمان اور صحابہ کرام اور تابعین میں سے ایک خلق سے روایت کرتے ہیں۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

جناب وائل بن حجر کوفی سے امام اعمش، منصور، زبید الیامی، جامع بن ابی راشد حصین بن عبدالرحمن، حبیب بن ابی ثابت، عاصم بن بہدلہ، عبدہ بن ابی لبابہ، عمرو بن مرّہ، ابوحصین، مغیرہ بن مقسم، نعیم بن ابی ہند، سعید بن مسروق الثوری، حماد بن ابی سلیمان اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

امام ثوری فرماتے ہیں میں نے یہ سنا کہ ابووائل سے پوچھا گیا آپ بڑے ہیں یا ربیع بن خثیم تو ابووائل نے جواب دیا کہ عمر میں تو میں بڑا ہوں لیکن ربیع عقلاً مجھ سے بڑے ہیں۔ عاصم بن بہدلہ کہتے ہیں ابووائل بن حجر سے کہا گیا آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دونوں میں سے کون زیادہ محبوب ہے تو جناب وائل بن حجر نے جواب دیا مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ پیار ہے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بہت محبوب ہیں۔ (1)

اسحق بن منصور ابن معین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں ابووائل ثقہ راوی ہیں ان کی مثال نہ پوچھو، وکیع کہتے ہیں ابووائل بن حجر ثقہ ہیں، ابن سعد کہتے ہیں وہ ثقہ کثیر الحدیث ہیں، ابن عبدالبر کہتے ہیں وائل بن حجر کی توثیق پر علماء کا اجماع ہے۔

---

(1) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۴/۳۱۷ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

## وائل بن حجر کوفی کی وفات!

علامہ واقدی کہتے ہیں وائل بن حجر کوفی کی وفات حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوئی امام ابن حجر عسقلانی اس مقام پر قُلْتُ! کہہ کر لکھتے ہیں امام ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور یہ بھی کہا کہ یہ کوفہ کے رہنے والے تھے ان کی پیدائش یکم ھجری سنہ ۱ ھ کو ہوئی۔

## ۵۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ:

یہ مشہور صحابی ہیں ان کے فضائل ومناقب کثیرہ ہیں ان کی دین اسلام کی تبلیغ اور ترویج واشاعت کے لئے بڑی خدمات ہیں۔ان کا مختصراً تذکرہ امام ابن حجر نے تہذیب میں کیا ہے آپ بھی پڑھ لیں۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حذیفہ بن الیمان واسم الیمان حسیل اور یوں بھی کہا جاتا ہے کہ حسل بن جابر عَبْسی بنی عبد الاشھل کے دوست تھے۔ جب یہ مدینہ شریف میں آئے انہوں نے بنی عبد الاشھل کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کیا ان کے نام کی وجہ ان کی قوم کی طرف انتساب ہے حالف الیمانیہ کی طرف اشارہ ہے حضرت حذیفہ کی والدہ ماجدہ کا تعلق بنی عبد الاشھل سے تھا حضرت حذیفہ اور ان کے والد دونوں اسلام میں داخل ہوئے غزوہ بدر میں شمولیت کے ارادے سے نکلے تھے کہ مشرکوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ مشرکوں نے ان دونوں سے حلف مانگا کہ انہوں نے اسلام تو قبول نہیں کیا؟ انہوں نے اس پر حلف دے دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اس عہد کی کوئی حیثیت نہیں ہم اللہ تعالیٰ سے ان مشرکوں کے خلاف مدد طلب کرتے ہیں۔غزوہ احد میں دونوں باپ بیٹا حاضر ہوئے چنانچہ حضرت یمان غزوہ احد میں شہید ہو گئے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ڈائریکٹ بھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کرتے ہیں۔ (۱)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے، جابر بن عبد اللہ، جندب ابن عبد اللہ البجلی، عبد اللہ بن یزید الخطمی اور ابو طفیل رضی اللہ عنہم یہ سب صحابہ کرام روایت کرتے ہیں اور ان کے علاوہ تابعین میں سے حصین بن جندب ابوظبیان، ربعی بن حراش، زر بن حبیش، زید بن رھب، ابو وائل، صلہ ابن زفیر، ابو ادریس خولانی اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

عجلی بیان کرتے ہیں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مدائن میں تعینات فرمایا تھا۔حضرت حذیقہ بن یمان رضی اللہ عنہما کوفہ میں مقیم ہو گئے تھے۔یہی صاحبِ سِرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کہلاتے ہیں یعنی

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۲ / ۱۹۳ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

راز دارِ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لقب سے مشہور ہیں، ان کے مناقب کثیر ہیں اوران کی خوبیاں مشہور ہیں۔ امام مسلم نور اللہ مرقدہ نے اپنی صحیح میں وارد کیا ہے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے میرے سامنے وہ سب کچھ بیان فرمایا جو پہلے ہو چکا اور جو آئندہ قیامت تک ہوگا۔ ان کے ہاتھوں بہت ساری فتوحات ہوئیں، مثلاً دینور، ماسبندان، ھمدان، رائے اور دوسرے بہت سارے علاقے انہی کی کوششوں سے اسلامی سلطنت میں شامل ہوئے۔

## حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کی وفات!

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چالیس دن بعد وفات پائی۔ ابن نمیر کا قول یہ ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی وفات ۳۶ھ کو کوفہ ہوئی۔ (۱)

# شرح حدیث نمبر ۱۳

اس حدیث شریف کی شرح میں اکابر سے مختلف وضاحتی اقوال منقول ہیں، اس میں کوئی شک نہیں انہوں نے جو کچھ لکھا وہ سب نیک نیّتی کے ساتھ لکھا ہے ان کے پیش نظر صرف ایک ہی چیز رہی کہ وہ اس انداز سے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حدیث مبارک کی تشریح کریں کہ وہ شکوک جو کسی عام ذہن میں پیدا ہونے کا امکان ہے ان تمام کا شافی جواب ہو جائے۔ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو پڑھنے والے کو ایسا فیض میسر آئے کہ وہ قلبی وروحانی تسکین محسوس کرے۔

علامہ سراج احمد حنفی قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

تحقیق یہ ہے کہ اھل علم کی ایک جماعت نے کھڑے ہو کر بول کرنے کی رخصت دی ہے۔ بدانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کھڑے ہو کر بول فرمانا باعتبار عذر تھا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بھی عذر ہی کی بنا پر تھا۔ انہیں کوئی تکلیف وعارض لاحق تھی۔ رہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا عذر تو اس میں بعض نے کہا ہے کہ آپ کی کمر کی ہڈی میں درد تھا اس وجہ سے آپ کا بیٹھنا دشوار تھا۔ بیٹھنے کی طاقت بھی محسوس نہ ہوتی تھی۔ بعض کا قول یہ ہے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو عرب درد صلب کا علاج اور باعث شفاء سمجھتے تھے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ اسی جانب گئے ہیں۔ امام حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث وارد کی

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۲ / ۱۹۳ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کھڑے ہوکر پیشاب کرنا درد کی وجہ سے تھا کہ آپ کے زانو میں تکلیف تھی۔
اسی طرح شیخ ابن حجر اور بعض دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ بیٹھنے کے لئے جگہ نہ تھی، وہاں ایک طرف تو کوڑا کرکٹ وغیرہ پڑا ہوا تھا اور دوسری جانب کوئی پلید چیز بھی موجود تھی اگر آپ بیٹھ کر پیشاب فرماتے تو ڈھیر کے بلند ہونے کی وجہ سے چھینٹے آنے کا اندیشہ تھا اور ستر عورت کا لحاظ بھی نہ رہتا۔بعض کا کہنا یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ فعل مبارک بیان جواز کے لئے تھا اور محض تعلیم امت کے لئے تھا کہ اوّلاً نہی کر دی گئی ہے ظاہراً اس سے نہی تحریمی مراد ہے اس عمل سے بتایا کہ نہی تحریمی نہیں ہے بلکہ وہ نہی تنزیہی ہے۔ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تطبیق یہ ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا نے وہ خبر دی جس کا گھر کے اندر رہ کر انہوں نے مشاہدہ کیا اور جہاں سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کھڑے ہوکر بول فرمایا انہوں نے مشاہدہ نہ کیا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے گھر سے باہر اس کا مشاہدہ کیا تو اس کو بیان کر دیا واللہ اعلم اس کے بعد فرماتے ہیں:

**واین حاصل ترجمہ مشکوٰۃ شیخ عبد الحق ست۔** (۱)

اور یہ ترجمہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی مشکوٰۃ کا حاصل ہے۔

علامہ ابوطیّب سندھی لکھتے ہیں:

اس حدیث شریف میں سُباطۃ کو جو قوم کی طرف منسوب کیا گیا اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ دلیل سے اس کی صراحت ہو جائے۔طیبی کا کہنا یہ ہے۔

**اِضَافَتُهَا اِلَى الْقَوْمِ لِلتَّخْصِيْصِ لَا لِلتَّمْلِيْكِ۔** (۲)

سباطہ کی اضافت قوم کی طرف تخصیص کے لئے ہے نہ کہ تملیک کے لئے۔

اس کے بعد مزید لکھتے ہیں:

**وَفِي الْاَحْيَاءِ اَجْمَعُ اَرْبَعُوْنَ طَبِيْبًا عَلٰى اَنَّ الْبُوْلَ فِي الْحَمَامِ قَائِمًا دَوَاءٌ عَنْ سَبْعِيْنَ دَاءً** (۳)

اور احیا میں ہے اس بات پر چالیس طبیبوں کا اجماع ہے کہ حمام میں کھڑے ہوکر پیشاب کرنا ستر بیماریوں کی دوا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

اس حدیث شریف میں سباطۃ قوم سے مراد وہ جگہ ہے جہاں لوگ کوڑا کرکٹ اور ایسی دوسری چیزیں پھینکتے

---

(۱) علامہ سراج احمد حنفی سرہندی، از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۴۳ مطبوعہ کانپور ہند،
(۲) علامہ ابوطیب سندھی، // // ۴۲// //
(۳) علامہ ابوطیب سندھی، // // ۴۲// //

تھے۔ یہ جگہ اس قوم کے گھروں سے باہر تھی مگر ان کے ساتھ لاحق ہی تھی یعنی ان کے گھروں سے ملی ہوئی تھی۔ جناب خطابی کا کہنا ہے کہ غالب امکان یہ ہے کہ وہ جگہ انتہائی نرم اور آسانی سے بول کو جذب کرنے والی تھی اسی خوبی کی وجہ سے پیشاب کرنے والے کی طرف وہ پلٹ نہ سکتا تھا۔ ان وجوہ کی بنا پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس ڈھیر پر کھڑے ہوکر بول فرمایا امام نووی نے شرح مہذب میں یوں کہا تو خطابی نے بھی ایسے ہی ذکر کیا۔ پھر امام بیہقی کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کے سبب اور اس کی توجیحات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

۱۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ عرب لوگ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کو کمر درد سے شفا کا باعث گردانتے تھے۔ قاضی حسین نے کہا کہ اھل ھراۃ نے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کو عادت ہی بنا لیا تھا وہ سارا سال اسی طرح کرتے یوں بھی ملتا ہے کہ وہ اس کو سنت ہی سمجھنے لگ گئے تھے۔

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کھڑے ہوکر پیشاب کرنا عِلّت کے سبب تھا۔ جو آپ کے زانو میں اندر کی جانب زخم تھا اس بات کو امام بیہقی نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا۔

۳۔ آپ کو کوئی مناسب جگہ بیٹھنے کے لئے میسر نہ آئی تو قیام کی ضرورت محسوس ہوئی کیونکہ یہ جگہ عام راستے کے قریب تھی اور تھی بھی بلندی پر۔ (۱)

۴۔ اِنَّهُ لِبَيَانِ الْجَوَازِ (۲)

بیشک یہ عمل بیان جواز کے لئے فرمایا۔

اسی طرح شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے کہ بیٹھ کر پیشاب کرنا ہی زیادہ لائق التفات ہے اسی کو وہ دلائل سے بیان کرتے ہیں اور بہت ساری روایات لاکر استدلال فرماتے ہیں مثلاً انہوں نے اس حوالے سے امام نسائی رحمتہ اللہ علیہ کی ایک روایت کی جانب اشارہ کیا ہے، ابن ماجہ وغیرھما کہہ کر بھی ایک حدیث لائے ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

علامہ بدرالدین عینی نے عمدہ القاری میں ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان انہوں نے اس طرح رقم فرمایا ہے، بَابُ الْبَوْلِ قَائِمًا وَ قَاعِدًا، کھڑے ہوکر اور بیٹھ کر پیشاب کرنے کا بیان و ذکر۔ اس کے تحت وہ ارقام فرماتے ہیں۔

دَلَالَةُ الْحَدِيْثِ عَلَى الْقُعُوْدِ بِطَرِيْقِ الْاَوْلٰى لِاَنَّهُ اِذَا جَازَ قَائِمًا فَقَاعِدًا اَجْوَزُ۔ (۳)

---

(۱) علامہ امام جلال الدین سیوطی م ۹۱۱ھ قوت المقتذی از مجموعہ شروح اربعہ ترمذی شریف ۱/ ۴۲ مطبوعہ کانپور ہند،

(۲) علامہ امام جلال لدین سیوطی م ۹۱۱ھ قوت المقتذی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۴۲ مطبوعہ کانپور ہند

(۳) امام علامہ بدرالدین ابو محمد محمد ابن احمد العینی م ۸۵۵ھ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ۳/ ۱۹۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ بلوچستان

یہ حدیث شریف اس امر پر دلالت کرتی ہے اگر کھڑے ہوکر پیشاب کرنا جائز ہے تو بیٹھ کر کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ بلکہ زیادہ درست بیٹھ کر بول کرنا ہی ہے۔

اس کے بعد علامہ خود ہی لکھتے ہیں مذکورہ باب کے تحت جتنی احادیث آئی ہیں وہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی بابت آئی ہیں۔ کھڑے ہوکر پیشاب کرنا احکام شرعیہ میں سے ایک حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ بطریق عقل یہ کیسے قیاس کرلیا جائے کہ اس سے مراد بیٹھ کر پیشاب کرنے کا جواز ہے۔ احسن یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اس باب میں وارد ہونے والی روایت کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کے جواز میں ہے۔ رہا یہ کہ بیٹھ کر پیشاب کرنا تو اس میں احادیث کثیرہ وارد ہیں جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قائم کردہ باب میں صرف کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کے جواز پر ہی حدیث وارد کی ہے اشارہ تو انہوں نے دونوں فعلوں کی طرف کیا ہے مگر پہلے فعل کے حوالے سے بات کی اور دوسرے کے حوالے سے بات اس لئے نہ کی کہ اس کی شہرت عام ہے یعنی (بیٹھ کر پیشاب کرنے کی شہرت ہے اور کھڑے ہو پیشاب کرنے کی شہرت نہیں ہے بلکہ صرف جواز ہے) اس کے بعد فرماتے ہیں:

وَعَمَلَ اَكْثَرُ النَّاسِ عَلَيْهِ۔ (۱)

اور اکثر لوگوں کا عمل بیٹھ کر پیشاب کرنے والی حدیث پر ہے۔

علامہ امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

یہ باب جس میں کھڑے ہوکر اور بیٹھ کر پیشاب کرنے کا بیان ہے، اس حوالے سے بات کرتے ہوئے ابن بطال نے کہا:

دَلَالَةُ الْحَدِيْثِ عَلَى الْقُعُوْدِ بِطَرِيْقِ الْاَوْلٰى لِاَنَّهٗ اِذَا جَازَ قَائِمًا فَقَاعِدًا اَجْوَزُ۔ (۲)

مذکورہ حدیث شریف بیٹھ کر پیشاب کرنے پر بطریق اولیٰ دلالت کرتی ہے، جب کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے تو بیٹھ کر کرنا تو کہیں زیادہ درست ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی قُلْتُ! کہہ کر لکھتے ہیں اس کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ یہ اشارہ عبدالرحمن بن حسنہ کی حدیث کی طرف ہے جس کی تخریج امام نسائی، امام ابن ماجہ وغیرھما نے فرمائی ہے اس حدیث شریف میں آیا ہے۔

بَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ جَالِسًا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بیٹھ کر پیشاب فرمایا۔

(۱) امام علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی م ۸۵۵ھ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ۳/۱۹۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ بلوچستان

(۲) امام علامہ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ فتح الباری شرح صحیح بخاری ۱/۴۳۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

امام ابن ماجہ نے بعض مشائخ سے حکایت کیا، عرب اس کو قدر و منزلت خیال کرتے تھے کہ وہ کھڑے ہو کر بول کریں۔

## كَانَ مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ الْبَوْلُ قَائِمًا (۱)

عرب بول قائمًا میں قدر و منزل تصور کرتے تھے۔

اس طرح تم حدیث عبدالرحمن بن حسنہ میں دیکھ چکے ہو وہاں کہا گیا قعد یبول کما تبول المراۃ اور حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا ذکر ہے۔ بیٹھ کر پیشاب میں ایک تو ستر (پردہ) زیادہ ہے اور دوسرا پیشاب کے چھینٹوں سے بھی پرہیز ہو جاتا ہے۔ اس حدیث شریف کو امام دارقطنی وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ اس پر ام المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بھی دلالت کرتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے نزول قرآن کے بعد کبھی بھی کھڑے ہو کر (معمول میں) پیشاب نہیں فرمایا۔ اس حدیث شریف کو ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں وارد کیا اور اسی طرح امام حاکم نے نقل و ذکر فرمایا۔ (۲)

میں نے اس حدیث شریف، جس میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سباطۃ قوم پر کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا، کی شرح میں بڑے بڑے محدثین شارحین کی شروح سے وضاحتی اقوال نقل کر دیئے ہیں مجھے جو کچھ میسر آیا پوری دیانتداری کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے چونکہ شارحین نے مختلف اعتبارات اور مختلف زاویہ ہائے فکر سے بات کی ہے اور ان کے نقطہ نظر میں کہیں تفاوت بھی نظر آتا ہے اس لئے ضروری سمجھتا تھا کہ کوئی ایسی وضاحت بھی ہو جائے جو ایک تو علمی معیار پر پوری اترتی ہو اور دوسرا دل و جان اس کو پڑھنے کے بعد اطمینان پائیں۔

امام احمد رضا حنفی لکھتے ہیں:

اقول وباللہ التوفیق کہہ کر رقم طراز ہیں:

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے ایک بار یہ فعل وارد ہوا اور صحیح حدیث سے ثابت کہ روز نزول قرآن کریم سے آخر عمر اقدس تک عادت کریمہ ہمیشہ بیٹھ ہی کر پیشاب فرمانے کی تھی اور صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو جفا و بے ادبی فرمایا اور متعدد احادیث میں اس سے نہی و ممانعت آئی تو واجب کہ ممنوع ہوا اور انہیں احادیث کو ان پر ترجیح بوجوہ ہو۔

اوّلاً وہ ایک بار کا واقعہ حال ہے کہ صد گونہ احتمال ہے۔

ثانیاً فعل و قول میں جب تعارض ہو قول واجب العمل ہے کہ فعل احتمال خصوص وغیرہ رکھتا ہے۔

ثالثاً مبیح و حاظر جب متعارض ہوں حاظر مقدم ہے۔

---

(۱) امام الحافظ ابوعبدمحمد ابن ماجہ قزدینی م ۲۷۳ھ سنن ابن ماجہ ۱/ ۴۷ مطبوعہ دارالسلام ریاض

(۲) امام حافظ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ فتح الباری شرح صحیح بخاری ۱/ ۴۳۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

ثمّ اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ت) نفس حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ ان مقلدانِ نصرانیت پر رد ہے وہاں کافی بلندی تھی اور نیچے ڈھال اور زمین کوڑے کے سبب نرم کہ کسی طرح چھینٹ آنے کا احتمال نہ تھا سامنے دیوار تھی اور کوڑا فنائے دار میں تھا نہ کہ گزرگاہ پس پشت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کھڑا کر لیا تھا اس طرف کا بھی پردہ فرمایا اس حالت میں پشت اقدس پر بھی نظر پڑنا پسند نہ آیا ان احتیاطوں کے ساتھ تمام عمر مبارک میں ایک بار ایسا منقول ہوا، کیا یہ نئی روشنی کے مدعی ایسی ہی صورت کے قائل ہیں سبحان اللہ کہاں یہ اور کہاں ان بے ادبوں کے نامہذب افعال اور ان پر معاذ اللہ حدیث سے استدلال لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ع

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر،

(پاک لوگوں کے کام کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو)

اور گمان بردہ کہ من کروم چواد

فرق را کے بنید آں استیزہ جو

(اس نے گمان کیا کہ میں نے اس جیسا عمل کیا، وہ بڑائی ڈھونڈنے والا فرق کب دیکھ سکتا ہے)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔[1]

## مصنف کی تحقیق!

اس حدیث شریف، جس میں آیا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ایک قوم کے کوڑے کے ڈھیر پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا، کی شرح لکھنے کے لئے میں نے بہت ساری کتب کا مطالعہ کیا، عمدۃ القاری کو دیکھا ، فتح الباری کا مطالعہ کیا۔ صحیح ابن حبّان کو دیکھا شرح علامہ سراج احمد حنفی کا مطالعہ کیا۔ قوت المغتذی نظر سے گذری، عارضہ الاحوذی کو دیکھا، تقریر ترمذی کو دیکھا، دروس ترمذی نظر سے گذری، تحفہ الاحوذی کو پڑھا، شرح ابن ابی طیب نظر سے گذری ان کے علاوہ اور کتب فتاویٰ بھی دیکھیں۔ علماء کرام فقہاء عظام کے وضاحتی اقوال پڑھنے کو ملے۔ چونکہ ہر صاحبِ علم کا اپنا ایک انداز ہوتا ہے وضاحت کرنے کا، شاید اسی وجہ سے کچھ ایسی باتیں بھی ان حضرات کے قلم سے ضبط تحریر میں آگئیں جن کے لکھنے کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ جیسے یہ کہنا کہ کوڑے کا ڈھیر ترشا تھا سامنے سے اونچا اور پیچھے سے نیچا تھا اگر آپ وہاں بیٹھتے تو پیچھے کی طرف گرنے کا خدشہ تھا۔ اس وجہ سے آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا۔ اسی طرح یہ کہنا کہ آپ کسی مجلس میں جلوہ گر تھے وہاں بیٹھے بیٹھے دیر ہو گئی اس حاجت نے آپ کو تنگ کیا اس لئے آپ دور نہ جا سکے اور قریب ہی کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا۔ بعض علماء نے اس حدیث شریف کو منکر کہہ دیا حالانکہ اس کی سند صحیح ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت مذکور ہوئی ہے اور اس حدیث شریف میں خود سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا عمل بیان ہو رہا

(۱) امام احمد رضا حنفی بریلوی قدس سرہ العزیز ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء فتاوی رضویہ جلد نمبر ۴ ص ۵۸۷ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ لاہور پاکستان

ہے اس میں مجھے دو ہی باتیں لائق التفات معلوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے گھٹنے میں تکلیف تھی یا زانو پر اندر کی جانب زخم تھا اس عذر کی بنا پر آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اس کا جواز ثابت ہو جائے ظاہر ہے یہ جواز معمول نہ تھا بلکہ عذر کے وقت جواز کو ثابت کرنے کے لئے تھا۔ لہذا اب بھی اگر کوئی عذر لاحق ہو تو ایسا کرنا جائز ہے اہل ہرات نے اس کو (کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو) معمول بنایا تھا تو اہل علم نے ان کی زبردست مخالفت فرمائی ان کا ردّ کیا۔

امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہما کیا فرماتے ہیں:

اگر کسی عذر کی بنا پر بھی کھڑے ہو کر پیشاب کرنا پڑے تو پردے کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے۔ نیز چھینٹوں سے بچنے کی پوری احتیاط کی جائے۔ اگر کسی نے سکن ٹائٹ پینٹ (SKIN TIGHT PANT) پہنی ہوئی ہو تو یہ ہر گز عذر نہیں جس طرح آج کل لڑکے سڑک پر جاتے جاتے ہی کھڑے ہو کر پیشاب کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ ایک مسلمان کو ہر گز یہ عمل زیب نہیں دیتا ہماری نظر رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معمول پر ہونی چاہئے اور معمول بیٹھ کر پیشاب کرنا ہی تھا لہذا ہمیں طہارت کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیے۔ جس قدر ہم اپنی صفائی کا خیال رکھیں گے اسی قدر ہماری باطنی ترقی ہوگی اور ہمارا روحانی مرتبہ بلند ہوگا۔ ایک مسلمان کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ اپنے اعمال موافق سنّت بنائے جب اس کے اپنے اعمال موافق سنّت ہو جائیں گے تو دوسروں کو تبلیغ کرنا بھی آسان ہوگا اور اس دعوت میں بہت اثر ہوگا جو خود عمل صالح کرنے کے بعد دی جائے گی۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی وجہ جواز کا ذکر کرتے ہوئے امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہما نے یوں فرمایا ہے۔ اس وقت پشت مبارک میں درد تھا اور عرب کے نزدیک یہ فعل اس سے استشفاء ہے چالیس طبیبوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حمام میں ایسا کرنا ستر ۷۰ مرض کی دوا ہے۔(۱)

ایک بار پھر یہی کہنا چاہوں گا۔ پیشاب بیٹھ کر ہی کرنا چاہئے اسی کو معمول بنانا چاہئے۔ اپنی ذات کی اصلاح کرنا ضروری ہے اگر اپنی اصلاح ہو جائے تو دوسروں کی اصلاح آسان ہو جاتی ہے۔ ہر مسلمان کو یقین کر لینا چاہئے ہماری زندگی کا سکون سرور دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سچی محبت اور آپ کی اتباع میں مضمر ہے اگر ہم اپنی زندگیاں اپنے دین کے تابع کر دیتے ہیں تو دونوں جہانوں میں سرخروئی ہوگی۔

## ہمارا زندگی گذارنے کا طریقہ (LIFE STYLE) کیا ہونا چاہئے:

میں تو یہی محسوس کرتا ہوں اب قوم مسلم پہلے زمانے سے کہیں زیادہ تعلیم یافتہ ہے علم تو خوب پھیلا ہے اس میں کوئی شک نہیں مسلمانوں کی مالی حالت بھی بہت بہتر ہوئی ہے۔ ظاہری صفائی ستھرائی میں ترقی ہوئی ہے مگر عمل کے میدان میں تنزّلی آئی ہے شاید اس تنزّلی کا باعث ہمارا اپنے دینی مراکز اور علماء کرام مشائخ عظام سے دوری ہے۔ یا

(۱) امام احمد رضا حنفی بریلوی قدس سرہ العزیز ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء فتاوی رضویہ جلد نمبر ۴ ص ۵۸۷ مطبوعہ رضا فاونڈیشن جامعہ نظامیہ لاہور پاکستان

دنیوی علوم کی طرف زیادہ مائل ہونا ہے ہمارا مقصود آج کل تعلیم کے حصول سے اپنی ذات سنوارنا اور اپنے اقوال وافعال کو موافق قرآن وحدیث بنانا، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر درود وسلام بھیجنا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مناقب بیان کرنا، اہلبیت اطہار کی مودّت میں مستغرق ہونا اور اولیاء اللہ کی خدمات کو جاننا نہیں رہا بلکہ ہمارا مطلوب صرف اور صرف مال وزر کا حصول رہ گیا ہے اگر ہمارا مقصودِ تعلیم آج بھی اصلاح احوال، خدمت خلق، اپنے دین کی سربلندی، قوم مسلم کی فلاح، امتِ مسلمہ کی وحدت اور ساری انسانیت کی اصلاح کرنا ایمان والوں کو ان کا ایمان یاد دلاتے رہنا اور کافروں کو حسن عمل کے ذریعے دعوت الی الحق دیتے رہنا بن جائے تو آج بھی ساری دنیا میں اسلام کا غلبہ ہو جائے مسلمان پھر پوری دنیا میں سب سے معزز قوم قرار پائیں۔ زندگی گذارنے کا سب سے بابرکت طریقہ وہی ہے جو سنت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مطابق ہو۔ ہماری عقل چاہے کچھ کہے ہمیں جب صحیح حدیث مل جائے تو اپنا عمل فوراً اس کے موافق بنالینا چاہئے۔ عقل میں آئے نہ آئے بس یہ یقین کر لینا چاہئے ہمارا بھلا اسی میں ہے جو سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمانِ اقدس ہے۔ اگر اپنا زندگی گذارنے کا طریقہ ( LIFE STYLE ) عین سنّت مطہرہ کے مطابق کرلیا جائے تو آج بھی ہمارے معاشرے میں انقلاب صالح برپا ہوسکتا ہے۔ تمام دکھ درد دور ہو سکتے ہیں اور سکھ چین نصیب ہوسکتا ہے مگر یہی کرنا ہوگا اسلام کو ایک نظام حیات کے طور پر اپنانا ہوگا نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنی زندگی میں نافذ کرنا ہوگا۔

## حدیث شریف انسانیت کی بھلائی کا نادر نسخہ:

ساری کائنات میں اللہ تعالیٰ کا امر جاری ہے۔ اس کی ہر شے اپنے خالق و مالک کے حکم کے تحت پورے نظم کے ساتھ سفر کر رہی ہے رب کریم کی حکومت ایسی قاہر ہے کہ کوئی فرد اس کی سرتابی نہیں کرتا سوائے انسان اور جن کے اگر یہ دونوں بھی اپنے خالق کے تابع فرمان ہو جائیں تو ان پر بڑے بڑے انعامات فرمائے جاتے ہیں۔ یہ تمام انعام صرف اور صرف اس وجہ سے ہوتے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کی ہوتی ہے بس اطاعت ہی ایک ایسا ملکہ ہے جو انسان اور جن کو انعام کا مستحق بنا دیتا ہے۔ اس دنیا میں سب سے افضل کلام وہی ہے جس کو قرآن کریم فرقانِ حمید کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس کے بعد سب سے اعلیٰ کلام وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ہے جس کو حدیث شریف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سب سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ جمیل، سب سے زیادہ حُسن خُلق کے مالک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی ہیں لہٰذا آپ کا کلام ہی سب سے افضل اور اعلیٰ ہے۔ اس مقدس کلام میں انسانیت کی بھلائی کے وہ وہ نادر نسخہ جات موجود ہیں کہ جن کی ہر عقل مند تمنّا کرتا ہے اور ہر ذی شعور داد دیتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ہر قول اور تقریر ہمارے لئے اکسیر کا درجہ رکھتا ہے۔ ساری انسانیت کے لئے

بالعموم اور امّت مسلمہ کے لئے بالخصوص فرامینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں بے شمار نعمتیں پنہاں ہیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہر ہر قول، ہر ہر فعل اور ہر ہر تقریر میں لاکھوں فائدے مضمر ہیں یہ جو حدیث میں آیا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا، یہ یقیناً کسی عذر ہی کی بنا پر تھا یا پھر وجہ جواز کے لئے، کہ اگر میرے کسی امّتی کو عذر لاحق ہو جائے کوئی مجبوری بن جائے تو وہ اس عمل کو پیش نظر رکھ کر فائدہ اٹھائے اور راحت پائے۔ انسانوں کا سب سے بڑا خیر خواہ مذہب صرف اور صرف دین اسلام ہے۔

## درسِ حدیث

میری سمجھ میں تو یہی آتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عادت کریمہ تو بیٹھ کر پیشاب کرنے کی تھی ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے ایسا ہی مروی ہے اور یہی حدیث مبارک دل کو بھلی معلوم ہوتی ہے اسی پر امت کو عمل کرنا چاہئے۔ اگر کوئی کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عادت بتائے تو اس کی مخالفت کرنا چاہئے جیسا کہ ام المومنین رضی اللہ عنھا کی حدیث کا مفاد ہے میری نظر سے گذرا ہے کہ اھل ہرات نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو معمول بنا لیا تھا ان کا یہ عمل ہرگز بھی لائق التفات نہ تھا۔ ہم اس پر تو ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ ہمارا نقطہ نظر یہی ہے کہ ہر مسلمان کو بیٹھ کر ہی پیشاب کرنا چاہئے اسی میں عزّت ہے اسی میں عظمت ہے اور اسی میں پردے کا زیادہ اہتمام ہے۔ کھلی جگہوں پر راستوں پر پیشاب نہیں کرنا چاہئے۔ پھلدار درخت کے نیچے پیشاب نہیں کرنا چاہئے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہیں کرنا چاہئے، سائے میں پیشاب نہیں کرنا چاہئے۔ کھڑے ہو کر بھی پیشاب نہیں کرنا چاہئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی جو کوڑے کے ڈھیر پر کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا تھا وہ کسی تکلیف کی بنا پر تھا جیسا کہ بعض روایات میں ملتا ہے کہ آپ کے گھٹنے میں تکلیف تھی یا زانو پر اندر کی طرف زخم تھا جس کی وجہ سے آپ بیٹھ نہ سکتے تھے یا دوسری وجہ علماء کرام نے یہ لکھی ہے کہ یہ عمل آپ نے وجہ جواز کے لئے فرمایا تھا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کو کوئی عذر ہو تو ایسی صورت میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی اجازت ہے۔ بس اگر کوئی ایسی صورت ہو کہ بیٹھنا مشکل ہو تو کھڑے کھڑے پیشاب کرنا جائز ہو گا۔ میں چونکہ اولڈ راوین ہوں گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھتا رہا ہوں پھر پنجاب یونیورسٹی میں پڑھتا رہا ہوں میں کالج اور یونیورسٹی کے ماحول سے واقف ہوں اس لئے عرض کرنا چاہوں گا کہ اگر کوئی مجبوری ہو تو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ پیشاب کے چھینٹوں سے ہر صورت بچا جائے اور پردے کا پورا خیال رکھا جائے۔

# باب نمبر ۱۰

## بَابُ فِي الْاِسْتِتَارِ عِنْدَ الْحَاجَةِ،

حاجتِ ضروریہ کے وقت پردہ تلاش کرنا،

اس باب میں ایک حدیث مبارک آرہی ہے جو اپنی افادیت میں اپنی مثال آپ ہے آیئے آپ بھی اس بابرکت کلام سے استفادہ کیجیے انشاءاللہ ظاہر و باطن میں لطافت پیدا ہوگی۔

## حدیث نمبر ۱۴

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ الْحَاجَةَ لَمْ يَرْفَعْ ثَوْبَهُ حَتّٰى يَدْنُوَ مِنَ الْأَرْضِ"

قَالَ أَبُو عِيسٰى هٰكَذَا رَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَنَسٍ هٰذَا الْحَدِيثَ

وَرَوٰى وَكِيعٌ، وَالْحِمَّانِيُّ عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ الْحَاجَةَ لَمْ يَرْفَعْ ثَوْبَهُ حَتّٰى يَدْنُوَ مِنَ الْأَرْضِ"

وَكِلَا الْحَدِيثَيْنِ مُرْسَلٌ، وَيُقَالُ لَمْ يَسْمَعِ الْأَعْمَشُ مِنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَلَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَقَدْ نَظَرَ إِلٰى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ رَأَيْتُهُ يُصَلِّي، فَذَكَرَ عَنْهُ حِكَايَةً فِي الصَّلَاةِ وَالْأَعْمَشُ اسْمُهُ سُلَيْمَانُ بْنُ مِهْرَانَ أَبُو مُحَمَّدٍ الْكَاهِلِيُّ وَهُوَ مَوْلًى لَهُمْ. قَالَ الْأَعْمَشُ كَانَ أَبِي حَمِيلًا فَوَرَّثَهُ مَسْرُوقٌ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب حاجت ضروری کے لئے ارادہ فرماتے تو کپڑا نہ اٹھاتے جب تک زمین کے قریب تر نہ ہو جاتے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں اسی طرح اس حدیث کو محمد بن ربیعہ پھر امام اعمش نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وکیع، حمّانی پھر امام اعمش کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب حاجت ضروری کے لئے ارادہ فرماتے تو جب تک زمین کے قریب تر نہ ہو جاتے کپڑا نہ ہٹاتے۔ یہ دونوں حدیثیں مرسل ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امام اعمش نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں سے کسی سے بھی حدیث کی سماعت نہیں کی۔ امام اعمش کا کہنا ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے دیکھا اور ان کی نماز کو بیان بھی فرمایا۔ اور امام اعمش کا اسم گرامی سلیمان بن مہران ہے ابو محمد کاہلی ان کے مولیٰ تھے۔ امام اعمش کا بیان ہے میرے والد گرامی کو شہر سے لایا گیا اور مسروق نے ان کو اپنا وارث بنایا۔

# حدیث نمبر ۱۴ کی فنّی حیثیت،

## {تذکرہ راویان}

۱۔ قُتَیْبہ!

ان کے احوال وحالات کا ذکر حدیث نمبرا کے تحت ہو چکا وہاں دیکھ لیں۔

۲۔ عبدالسلام بن حرب!

ان کے احوال کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ سراج احمد حنفی سرہندی نے کلماتِ خیر رقم فرمائے ہیں اوران کو خراج تحسین پیش کیا ہے آپ بھی مطالعہ فرمالیں۔

علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

عبدالسّلام بن حرب بن سلمہ الہندی الملائی ابوبکر الکوفی اصلاً بصرہ کے رہنے والے تھے ان کی اصل بصری ہی ہے۔عبدالسلام بن حرب ثقہ ہیں، حافظ ہیں، صغار ثامنہ ہیں، ان کی وفات ۱۸۷ھ میں ہوئی بوقت وصال ان کی عمر شریف چھیانوے ۹۶ سال تھی۔ [۱]

امام ذہبی لکھتے ہیں:

عبدالسّلام بن حرب الملائی، کبار مشائخ کوفہ میں سے تھے نیز ان کے ہاں یہ ثقات کے مرتبہ پر تھے اور ان کے لئے سند وحجّت کی حیثیت رکھتے تھے۔ یہ خود تو ایوب اور عطا بن سائب سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ھنّاد، ابن عرفہ اور ایک خلق روایت کرتی ہے۔ان کی پیدائش حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حیات میں ہوئی ابن اسحٰق پورے اعتماد کے ساتھ ان سے روایت کرتے ہیں۔ امام ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی ترمذی فرماتے ہیں عبدالسلام بن حرب ثقہ ہیں، حافظ ہیں، امام دارقطنی فرماتے ہیں عبدالسلام بن حرب ثقہ ہیں حجت ہیں، ابن سعد نے ان کا ضعف ذکر کیا، جناب یعقوب بن شیبہ نے کہا کہ عبدالسلام بن حرب ثقہ راوی ہیں حدیث میں نرم مزاج ہیں امام ابن معین فرماتے ہیں عبدالسلام بن حرب ثقہ راوی ہیں کوفیوں نے ان کی بھرپور توثیق کی ہے۔ [۲]

### عبدالسّلام بن حرب کی وفات:

امام ذہبی نے لکھا ہے عبدالسلام بن حرب کی وفات ۱۸۷ھ میں ہوئی، ان کی عمر چھیانوے ۹۶ سال ہوئی ہے اس طرح ان کی ولادت کا زمانہ ۹۱ھ بنتا ہے۔(ارشد القادری)

---

(۱) علامہ سراج احمد حنفی فاروقی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۴۳ مطبوعہ کانپور ہند۔

(۲) ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی م ۷۴۸ھ میزان الاعتدال ۲/ ۶۱۴ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل پاکستان

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

عبد السّلام بن حرب بن سلم الہندی، الملائی ابو بکر الکوفی الحافظ، ان کی اصل بصری ہے۔ عبد السلام بن حرب جناب یحییٰ بن سعید انصاری، یونس بن عبید، خصیف جریری، ابو تیمیہ سجستانی، اسحٰق بن ابی فروہ، خالد الحذاء، امام اعمش، عطا بن سائب، لیث بن ابی سلیم، ھشام بن حسان، ابو خلد الدلانی، بسطہ بن فرزدق وغیرھم سے روایت کرتے ہیں۔

عبد السّلام بن حرب سے ابن اسحٰق، ابو نعیم، نفیلی، ابو اسامہ، ابن ابی شیبہ، ابو سعید اشجع، اسحٰق بن منصور سلول، امام احمد بن حنبل، اسمٰعیل بن موسیٰ لفرازی، عبد الرحمن بن محمد حاربی، طلق بن غنام، ابو غسان الہندی، یحییٰ بن آدم، یحییٰ بن معین، عمرو بن عون واسطی، ابن طباع، ھناد بن السّری، قتیبہ بن سعید وغیرھم روایت کرتے ہیں۔

امام عثمان دارمی ابن معین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ عبد السلام بن حرب صدوق ہیں، ان کے علاوہ بھی جناب یحییٰ سے نقل کیا گیا ہے ان کی حدیث لکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابو حاتم کہتے ہیں وہ ثقہ صدوق ہیں، امام ترمذی فرماتے ہیں وہ ثقہ ہیں حافظ ہیں، امام ابن حجر عسقلانی "قُلْتُ" کہہ کر لکھتے ہیں امام نسائی نے تمییز میں ذکر کیا ہے کہ عبد السّلام بن حرب کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں۔ امام دارقطنی نے فرمایا وہ ثقہ ہیں، حجت ہیں، امام عجیلی کا کہنا ہے عبد السلام بن حرب کوفہ میں اس دن آئے جس دن ابو اسحٰق سبیعی فوت ہوئے وہ کوفیوں کے نزدیک ثقہ ثبت ہیں اور بغدادیوں کے نزدیک ان کی بعض احادیث منکر ہیں حقیقت یہ ہے کہ کوفیوں کا علم ان کے بارہ میں زیادہ صحیح ہے۔ یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں وہ ثقہ ہیں فی حدیثہ لین ابن سعد کہتے ہیں، یہ جو ان کی حدیث میں ضعف کا ذکر کر دیا گیا ہے یہ تنگی ہے، امام دارقطنی، امام حاکم اور ابو اسحٰق الحبال نے ذکر کیا ہے افراد بخاری میں غیر واحد ہیں ان کی حدیث مسلم میں قلیل ہے۔[1]

## عبد السلام بن حرب کی ولادت ووفات:

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں محمد بن حجاج الضبی بیان کرتے ہیں عبد السلام بن حرب ۹۱ھ کو پیدا ہوئے اور ۱۸۷ھ کو انتقال فرمایا اس کو ابن نمیر وغیرہ نے تاریخ میں لکھا ہے۔[2] اس طرح عبد السلام بن حرب کی عمر چھیانوے ۹۶ برس بنتی ہے۔ (محمد ارشد القادری)

## ۳۔ امام اعمش (رحمۃ اللہ علیہ):

ان کے احوال وحالات حدیث نمبر ۱۳ میں مذکور ہیں۔

## ۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

ان کے مناقب حدیث نمبر ۵ کے تحت مذکور ہوئے ہیں وہاں دیکھ لیں۔

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۶ / ۲۸۲ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

(۲) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۶ / ۲۸۳ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

# شرح حدیث نمبر ۱۴

اس حدیث شریف میں آیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب رفع حاجت کا ارادہ فرماتے تو کپڑا نہ اٹھاتے جب تک زمین کے قریب نہ ہو جاتے، یقیناً یہ عمل بوجہ حیاء فرماتے تھے تاکہ پردے کا پورا پورا اہتمام رہے۔

علامہ سراج احمد حنفی لکھتے ہیں:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کھڑے کھڑے ہی کپڑے کو جسم مبارک سے پرے نہ ہٹا دیتے جب تک آپ زمین کے قریب نہ ہو جاتے یہ سارا عمل اس لئے فرماتے کہ کہیں انکشاف عورت نہ ہو جائے۔ (یعنی جسم کا وہ حصہ کسی کی نظر میں نہ آجائے جس کا کھولنا شرعاً منع ہے گھٹنے سے ناف تک۔ یہ مرد کا ستر عورت ہے عورت کل کی کل پردہ ہے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو دو حوالوں سے ذکر کیا ہے اسی وجہ سے وہ فرماتے ہیں کِلَا الْحَدِیْثَیْنِ مُرْسَلٌ، یہ دونوں حدیثیں مرسل ہیں۔ جمہور کے نزدیک حدیث مرسل وہ ہوتی ہے جس کو تابعی ڈائریکٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کرے اور درمیان میں صحابی کا تذکرہ نہ کرے۔

حدیث مرسل حجّت است نزد ائمہ حنفیہ استدلال باں کردہ میشود۔[1]

حدیث مرسل ائمہ حنفیہ کے نزدیک حجّت ہے۔ یہ ائمہ حدیث مُرْسَل سے استدلال فرماتے ہیں۔

علامہ ابوطیب سندھی لکھتے ہیں:

یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم حاجت کا ارادہ فرماتے اس کا مطلب ہے جب آپ قضاءِ حاجت کا ارادہ فرماتے تو اس وقت کپڑے کو اپنے جسم مبارک سے پرے نہ ہٹاتے جب تک زمین کے قریب نہ ہو جاتے۔ آپ اس طرح اس لیے کرتے کہ پردے کا پورا پورا لحاظ رہے اس لئے کہ کشفِ عورت (مرد کا ناف سے گھٹنے تک والا حصہ کھل جانا) بلاضرورت جائز نہیں ہے یہ سارا عمل اس لئے کیا تاکہ قضائے حاجت کے تمام آداب تعلیم کر دیئے جائیں جناب طیبی کہتے ہیں کپڑے کا اسطرح اٹھانا کہ ستر کھل جائے یہ صحرا اور مکان میں دونوں جگہ ہی درست نہیں ہاں البتہ رفع حاجت کے وقت ستر کا کھولنا جائز ہوگا۔ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حالت خلوت میں اتفاقاً اگر ایک ہی مرتبہ یکدم ستر کھل جائے تو یہ جائز ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ یہ دونوں حدیثیں مرسل ہیں اس سے مراد ایک حدیث وہ ہے جس کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا گیا، اور دوسری وہ ہے جس کو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کیا گیا، اس جگہ ارسال سے مراد انقطاع ہے اس لئے کہ مرسل وہ حدیث ہے جس کو تابعی نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مرفوعاً

(۱) علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۴۳ مطبوعہ کانپور ہند،

روایت کرے اور درمیان میں سے صحابی ساقط ہو بعض علماء نے یہاں دونوں معنی مراد لے لئے ہیں۔ (۱)

## فَوَرَّثَه مسروق کی وضاحت:

علامہ سراج احمد حنفی سرہندی کہتے ہیں کہ رہا امام اعمش کا ذکر تو ان کا نام سلیمان ہے، ان کی کنیت ابو محمد ہے یہ کاہلی اس لئے کہلاتے ہیں کہ ان کی نسبت قبیلہ کاہل کی طرف ہے اور یہ آزاد ہیں۔ امام اعمش کا کہنا ہے میرے والد "حمیل" تھے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ مجہول النسب تھے حمیل اس بچے کو کہتے ہیں جو ایک شہر سے دوسرے میں لایا جائے ایسے بچے کو جناب مسروق نے وارث قرار دیا ہے۔ (۲) چونکہ ان کے اقربا وفات پا چکے تھے اس لئے ان کو جناب مسروق نے آزاد تو ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

جس گویا کہ اور انہم حریت دادہ۔ (۳)

اس مسئلہ پر بعض علماء نے لمبی چوڑی ابحاث بھی کی ہیں، میں ان ابحاث کا تذکرہ مناسب نہیں سمجھتا۔ اب حالات زمانہ کی رفتار انتہائی تیز مگر خطرناک ہو رہی ہے اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اس دور میں اہل ایمان کو کس طرح تحفظ دیا جائے جس احکام پردہ پر توجہ ضروری ہے نیز حیاء جو ایمان کا حصہ ہے اس کو زندہ و تابندہ کیا جائے۔

### اپنا اور اپنی اولاد کا ایک طائرانہ جائزہ:

اس میں کوئی شک نہیں دنیا میں ہر ذی شعور انسان کی یہ کوشش ہوتی ہے وہ اچھا ایسا کرے اور اچھا ایسا کہے کہ اس کا ذکر عمدہ الفاظ میں کیا جائے اس کے عمل کو لائق تحسین جانا جائے اور اس کو اس پر خراج تحسین پیش کیا جائے اس کے قول کو سراہا جائے اور اس کی قدر لوگوں میں بڑھ جائے نیز اس کی گفتگو دوسروں کے لئے فائدہ مند ہو اور اس کا عمل دوسرے انسانوں کے لئے بالعموم اور مسلمانوں کے لئے بالخصوص قابل رشک ہو۔ سوال یہ ہے کہ یہ سب کیسے ممکن ہے یہ صرف اور صرف اسی طرح ممکن ہے کہ ہمارا عمل امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت کے تابع ہو جائے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہمیں یہ یقین کامل ہو جائے ہماری کامیابی، ہماری فلاح، ہماری بہبود اور ہماری کامرانی صرف اور صرف ہمارے دین اسلام کے احکام پر عمل پیرا ہونے میں مضمر ہے اگر یہ دولت لازوال نصیب ہو جائے تو دنیا کی کوئی طاقت اہل اسلام کو سرنگوں نہیں کر سکتی مجھے معلوم ہے اہل مغرب کا سارا زور اس پر ہے وہ کسی طریقے سے مسلمانوں کے نوجوان بچوں کو آزادی کا جھانسہ دے کر اپنے دین سے برگشتہ کر دیں اور پھر ان کو ان کی عزت و عظمت سے ایسا دور کر دیں کہ وہ لوٹ کر بھی اس کی جانب نہ آسکیں۔

---

(۱) علامہ ابو طیب سندھی الجموعہ شروحات ربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۳۳ مطبوعہ کانپور ہند

(۲) علامہ سراج احمد حنفی سرہندی " " "

اگر موجودہ زمانے میں موبائل اور کمپوٹر وغیرہ آسائش بہم پہنچاتے ہیں مگران سے جس قدر فائدہ اٹھایا جارہا ہے اس سے زیادہ نقصان بھی ہورہا ہے مثلاً ماں باپ سامنے بیٹھے ہوئے ہیں اور نوجوان بیٹا اپنے والدین سے حیاء نہیں کرتا بلکہ مسلسل موبائل کے بٹنوں پر انگلیاں چلاتا ہے آج کل تو روکنے پر بھی نہیں رکتے بلکہ اٹھ کر باہر چلے جاتے ہیں اس عمل نے قوم مسلم کا وہ وقار جواس کوان کے اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ والہ وسلم نے عطا فرمایا تھا وہ ضائع کر دیا ہے اگر پھر حیاء کی عظیم دولت کو اپنا لیا جائے تو سب معاملات درست ہوسکتے ہیں۔

امیر علاؤالدین علی بن بلبان فارسی نے بڑی پیاری پیاری احادیث مبارکہ نقل فرمائی ہیں۔

صحیح ابن حبان میں ہے:

عَنْ اِبْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰى اِذَا لَمْ تَسْتَحِیْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ۔(۱)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جو کچھ لوگوں نے کلام نبوت میں سے پایا اس میں سے اولیٰ اہم ترین بات یہ ہے جب تجھے حیاء نہ رہے تو جو تیرے من میں آئے کر۔

حیاء ایک ایسا کمال ہے ایک ایسی خوبی ہے جو انسان کو ہر برائی سے بچا لیتی ہے۔ یہی وہ خوبی ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز رکھتی ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں آیا ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَيَاءُ مِنَ الْاِيْمَانِ وَالْاِيْمَانُ فِی الْجَنَّةِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِی النَّارِ (۲)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، حیاء ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں جانے کا باعث ہوگا۔ فواحش ظلم ہے اور ظلم جہنم رسید ہوگا۔

حیاء انسان میں بزرگوں کی عزت کا ملکہ پیدا کرتی ہے، حیاء ایک مسلمان میں حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنے کی صلاحیت پیدا کرتی ہے۔ حیاء اہل ایمان کی عزت وعظمت کی آئینہ دار ہے حیاء اہل دین کی سربلندی کا سربستہ راز ہے۔ حیاء قوم کی وہ قوت عظیمہ ہے جس نے اس کو دنیا کی تمام اقوام پر فائق کر دیا تھا۔

---

(۱) امیر علاؤالدین علی بن بلبان فارسی م ۷۳۹ھ صحیح ابن حبان ۲ / ۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

(۲) ایضاً // // // // //

## احکام شریعت کا پاس رہے:

ہم نے تو شرح ترمذی میں اپنا مزاج ہی یہ رکھا ہے، جس طرح بھی ہو سکے قوم مسلم کو ان کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت سے سرشار کر کے عملی مسلمان بنایا جائے۔ یہی کوشش اوّل سے آخر تک رہے گی جیسے بھی ہو سکے اس امت کو ایک بار پھر اسی مبارک جذبے سے لبریز کر دیا جائے جس طرح سے قرون اولیٰ میں تھی آج بھی اگر وہی جذبہ صادقہ لوٹ آئے تو یقیناً امت مسلمہ ساری دنیا کی اقوام پر فضیلت لے جائے دنیا بھر کی اقوام اس کی تتبع کو اپنے لئے باعث فخر جاننے لگ جائیں، اگر ایسا ہو جاتا ہے تو پھر سمجھوں گا شرح ترمذی لکھنے میں کچھ کامیابی نصیب ہوئی اور یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فضل محض ہوگا۔

نبی اکرم تاجدار عرب وعجم محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ایک ایک ادا لائق التفات ہے اور ہزار ہا برکات سے لبریز بھی۔ پردہ ایک ایسا عمل ہے ایک انسان کے دل میں دوسرے کی عظمت کو قائم رکھتا ہے بلکہ بڑھا بھی دیتا ہے۔ جن افراد کی آپس میں ملاقاتیں ہوتی ہیں وہ باہم دوست ہوتے ہیں اگر ان میں ستر اور پردہ رہے تو ایک دوسرے کے لئے احترام کے جذبات ترقی کرتے ہیں اور اگر اللہ نہ کرے اہتمام پردہ نہ رہے تو احترام آہستہ آہستہ کم ہوتا جاتا ہے بلکہ بسا اوقات احترام نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی اس لئے پردے کا اہتمام بہر حال رہنا چاہئے۔ چونکہ ساری انسانیت میں سب سے زیادہ شرم حیاء کے مالک و وارث امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں لہٰذا آپ کا یہ عمل مبارک تھا کہ رفع حاجت کے وقت کپڑا اس وقت تک نہ اٹھاتے یا دور کرتے جب تک زمین کے قریب نہ ہو جاتے۔

یہی وہ عمل مبارک ہے جس کی تعلیم آج پوری امت مسلمہ کو دینے کی ضرورت ہے اور اس سنت کو زندہ کرنے کی ضرورت اس دور میں اور بھی بڑھ گئی ہے۔ بظاہر زمانہ ترقی کر رہا ہے مگر اس مغربی تعلیم نے امت مسلمہ کے نوجوانوں کے اخلاق بگاڑ دیئے ہیں ان میں خودسری پیدا کر دی ہے اگر جدید علوم کے ساتھ ساتھ اپنے دین کے بارے میں علم رہے احکام شریعت کا پاس رہے اور اپنے آقا مولیٰ علیہ السلام کی احادیث مبارکہ پیش نظر رہیں تو آج بھی یہ امت ساری دنیا میں اپنی قابلیت کا لوہا منوا سکتی ہے۔

## درسِ حدیث

مسلمانوں نے جب تک اپنے پیارے آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنّت مطہرہ کو اپنائے رکھا یہ ہرمیدان میں کامیاب وکامران رہے دنیا بھر کی اقوام ان کی نقالی کو باعث عزت وعظمت سمجھتی رہیں اور جب مسلمانوں نے اپنے پیارے نبی سید دوعالم نور مجسم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنّت مقدسہ کو بالائے طاق رکھا تو دنیا میں ان کا گراف نیچے آ گراان کی ہیبت جو کافروں پر طاری تھی وہ ختم ہونے لگی۔اللہ کرے یہ گراف اب پھراوپر جانے لگے اور امّت مسلمہ کودوبارہ عظمت رفتہ مل جائے یہ اصول مسلمہ ہے جب کسی قوم کے اخلاق سنورتے ہیں تووہ قوم سربلند ہوتی ہے اور جب کسی قوم کے اخلاق بگڑتے ہیں تو وہ قوم زوال کا شکار ہوتی ہے۔اخلاق کے بگاڑ کا باعث ہمارا اپنے دین سے لاتعلق ہونا ہے اس کا صاف مطلب یہ ہے اخلاق سنورنے کا باعث ہمارے اپنے دین سے متعلق ہونا ہوگا۔دین کی طرف ہم اسی صورت مائل ہوسکتے ہیں کہ ہم اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بیان کردہ ھدایات پرعمل پیرا ہوجائیں یہی ہماری کامرانی کی ضمانت ہے،حدیث شریف میں آیا ہے۔

> حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب رفع حاجت کا ارادہ فرماتے تو کپڑا نہ اٹھاتے جب تک زمین کے قریب تر نہ ہوجاتے۔(جامع ترمذی حدیث نمبر ۱۲)

اس حدیث پاک میں کمال حیاء کا تذکرہ ہے یہ تو بلا شبہ صحیح ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے زیادہ حیاء کی رفعت کو نہ تو کوئی جاننے والا ہے اور نہ کوئی آپ سے بڑھ کر عمل کرنے والا ہے۔آپ نے اپنی امّت کی تعلیم کے لئے زندگی کے ہر ہر شعبے میں ہدایات عطا فرمائی ہیں لہٰذا ہم مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہم اپنے آقا علیہ اسلام کے پیارے پیارے ارشادات کو سُنیں ان کو یاد رکھیں اور دوسرے مسلمانوں تک ان کو کمال احتیاط سے پہنچاتے جائیں یہی وہ سعادت ہے جو ایک مومن کو دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں عزّ وشرف سے نوازتی ہے اسی کی بدولت دنیوی زندگی اور اخروی زندگی سنور جاتی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اسلام کے سنہری قوانین کو سمجھ کر اس کے مطابق زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

# معیارِ بزرگی

میں صدقِ دل سے کہوں گا کہ اصلاً بزرگوں کا معیار ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے۔ شاید ہم لوگوں نے شعبدہ بازی کا نام بزرگی رکھ لیا ہے۔ ورنہ اس طرح کے حالات کیوں پیدا ہوتے۔ اللہ کا نیک بندہ اس طرح کبھی بھی نہیں کہتا کہ میں فلاں کام کروں گا۔ بڑھکیں مارنے والے، غلط بیانی کرنے والے، بزرگ اللہ تعالیٰ کے نیک وصالح بندے نہیں ہو سکتے۔ ولی اللہ کی تو شان ہی کیا ہے، وہ تو اپنے ایک ایک قول وفعل میں مُتّبع سنت ہوتے ہیں، ان کی اپنی زندگی سنتِ مطہرہ کے عین مطابق ہوتی ہے اور دوسرے ان کو دیکھ کر سنتِ مقدسہ کی پیروی شروع کر دیتے ہیں۔ اللہ کا نیک بندہ وہی ہوتا ہے، جو قرآن وحدیث کا عالم ہو، اور قرآن وحدیث کے مطابق زندگی بسر کرتا ہو، زندگی کے ہر ہر شعبے میں اس کی نظر ہمیشہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پر رہے، اور وہ تمام مسائل کا حل سنتِ طیبہ سے نکالے، اور اسی کو اپنے لیے اور ساری انسانیت کے لیے اکسیر جانے،

(کھلا خط، صفحہ ۲۱)

# باب نمبر ۱۱



## بَابُ كَرَاهِيَةِ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْيَمِيْنِ۔

دائیں ہاتھ سے استنجاء نہیں کرنا چاہئے

اس باب میں ایک ہی حدیث مقدس آرہی ہے جو بہت اہمیت کی حامل ہے آئیں آپ بھی اس کا مطالعہ فرمائیں زندگی گذارنے کا سنّت طریقہ معلوم ہوگا قلب وروح فرحاں وشاداں ہوں گے۔

## حدیث نمبر ۱۵

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ نَهٰى أَنْ يَّمَسَّ الرَّجُلُ ذَكَرَهٗ بِيَمِينِهٖ"

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَسَلْمَانَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَسَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ۔ قَالَ أَبُو عِيسٰى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو قَتَادَةَ اِسْمُهُ الْحَارِثُ بْنُ رِبْعِيٍّ۔

وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ كَرِهُوا الِاسْتِنْجَاءَ بِالْيَمِيْنِ۔

حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دائیں ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو مس کرنے سے منع فرمایا۔ اس باب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، سلمان رضی اللہ عنہ، ابوھریرہ رضی اللہ عنہ اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے بھی روایات آئی ہیں۔

امام ابوعیسٰی ترمذی قدس سرّہ العزیز فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے جناب ابوقتادہ کا نام حارث بن ربعی ہے۔ اس مسئلہ پر اھل علم کا عمل یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔

# حدیث نمبر ۱۵ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ا۔ محمد بن ابی عمر مکی:

ان حضرت کے حالات زندگی تلاش کرنے میں خاصی دقت ہوئی مگر مل گئے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع میں جب ان سے روایت لی تو ان کا نام اس طرح یعنی محمد بن ابی عمر المکی ذکر فرمایا جب ہم نے میزان الاعتدال اور تہذیب التہذیب میں اور تقریب التہذیب میں تلاش کیا تو وہاں اس طرح نقل ہے، محمد بن یحییٰ بن ابی عمر العدنی، بہر حال ان کے تذکرہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یقین ہو گیا کہ امام ترمذی کے راوی یہی ہیں چونکہ یہ ابن عیینہ سے روایت کرتے ہیں بنیادی طور پر یہ عدنی ہیں اور نزیل مکہ مکرمہ ہیں۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

محمد بن یحییٰ بن ابی عمر العدنی ابو عبداللہ الحافظ نزیل مکہ، انکوان کے دادا جان کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ یہ حضرت اپنے والد گرامی، ابن عیینہ، فضیل بن عیاض، عبدالعزیز الدراوردی، عبدالوھاب ثقفی، عبدالرزاق، عبد بن معاذ صنعانی، عبدالمجید ابن ابی رواد، مروان بن معاویہ، ولید بن مسلم، ابو معاویہ، داود بن عجلان، عبدالرحیم بن زید العمی، عبدالعزیز بن عبدالصمد عمی، فرج بن سعید بن علقمہ حاربی، معن بن عیسیٰ، یحییٰ بن سلیم طائفی یحییٰ بن عیسیٰ املی، محمد بن یحییٰ ابن قیس مازنی، یعقوب بن جعفر بن ابی کثیر وغیرھم سے روایت کرتے ہیں:

محمد بن یحییٰ بن ابی عمر مکیؒ سے امام مسلم، امام ترمذی، امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں اسی طرح امام نسائی محمد بن حاتم بن نعیم الازدی کے حوالے سے روایت کرتے ہیں ان کے علاوہ ایک جماعت ابی عمر مکیؒ سے روایت کرتی ہے۔ (۱)

ابن ابی حاتم اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں ابی عمر مکیؒ مرد صالح ہیں، ان میں غفلت بھی پائی جاتی تھی میں نے ان کے ہاں موضوع احادیث بھی دیکھی ہیں لیکن جب وہ ابن عیینہ سے روایت کریں تو اس میں صدوق ہیں۔ ابن حبّان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں تعلیقاً کتاب الصلوٰۃ فی الجمعۃ میں حدیث وارد کی ہے ان کی مدحت وتعدیل میں مزید بھی بہت کچھ لکھا ہے۔

### محمد بن یحییٰ بن ابی عمر مکّی کی وفات:

امام ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں محمد بن یحییٰ بن ابی عمر مکّی کی وفات ماہ ذوالحج ۲۴۳ھ کو ہوئی اس کے بعد قُلتُ کہہ کر لکھتے ہیں یہ مصنّف سے حسن بن لیث کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۹/۴۵۷ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

امام ترمذی نے بھی بلا واسطہ اس سے ملتا جلتا نقل کیا ہے امام ترمذی نے الصلوٰۃ الجامع میں کہا ہے میں نے ابن ابی عمر سے سنا کہ حمیدی مجھ سے عمر میں بڑے ہیں۔ (۱)

## ۲۔ سُفیان بن عُیینہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۳ کے تحت ہو چکا ہے وہاں مطالعہ فرمالیں۔

## ۳۔ معمر:

ان سے مراد معمر بن راشد ہیں ان کے احوال تلاش کرنے میں خاصی مشکل پیش آئی بہرنوع مل ہی گئے جو کچھ نظر میں آیا وہ آپ کی نذر کر رہا ہوں لیجیے مطالعہ فرمائیے۔

امام ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

معمر بن راشد الازدی الحدانی مولاھم ابوعروہ بن عمرو البصری، یہ یمن میں مقیم تھے اور حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں شریک ہوئے تھے۔ معمر بن راشد ثابت البنانی قتادہ، (امام ابن شہاب) زہری، عاصم الاحول، ایوب، جعد ابی عثمان، زید بن اسلم، صالح بن کیسان عبداللہ بن طاوس، جعفر بن برقان، حکم بن ابان، اشعث بن عبداللہ الحذانی، اسمٰعیل ابن امیہ ثمامہ بن عبداللہ بن انس اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔

معمر بن راشد سے ان کے شیخ یحییٰ بن ابی کثیر، ابواسحٰق السبیعی، ایوب، عمرو بن دینار رضی اللہ عنہم، اور ان کے اساتذہ میں سے سعید بن ابی عروبہ، ابان العطار، ابن جریج، عمران القطان، ھشام الدستوائی، سلام بن ابی مطیع، شعبہ، ثوری اور ان کے علاوہ اور بہت سارے اھل علم راویت کرتے ہیں۔ (۲)

عبدالرزاق کا بیان ہے جس سال امام حسن بصری کا انتقال ہوا اس سال تک معمر طالبعلم تھے انہی سے مروی ہے کہ میں جناب قتادہ کی خدمت میں حاضر تھا اس وقت میری عمر چودہ سال تھی ان سے میں حدیث کی سماعت کرتا تھا مگر میرے دل میں کچھ کچھ کھٹکا تھا دوری ابن معین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ معمر بن راشد جب مالک اور زہری سے روایت کریں اس میں بہت مضبوط ہیں عجلی بصری بیان کرتے ہیں معمر بن راشد یمن کے رہنے والے تھے ثقہ راوی ہیں اور مرد صالح ہیں۔ یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں معمر ثقہ اور صالح ثبت راوی ہیں جب وہ زہری سے روایت کریں۔ امام نسائی فرماتے ہیں وہ ثقہ مامون راوی ہیں۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ عبدالرزاق ابن جریج کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ان کے اھل زمانہ میں کوئی شخص بھی معمر بن راشد سے بڑا عالم نہیں رہا۔ امام ابن حبان نے ان کا ذکر مضبوط راویوں میں کیا ہے وہ فرماتے تھے معمر بن راشد فقیہہ ہیں، حافظ ہیں، ماہر علوم حدیث اور پرہیزگار ہیں۔ (۳)

---

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۹ / ۵۸ ۴ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
(۲) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱۰ / ۲۱۸ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
(۳) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱۰ / ۲۱۸ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

## معمر بن راشد کی وفات:

ابن حبان کے حوالے سے امام ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ نے لکھا ہے کہ معمر بن راشد کی وفات ۱۵۲،۵۳ھ میں ہوئی۔ امام ذہبی رقم طراز ہیں معمر بن راشد کی وفات ۱۵۳ھ میں ہوئی۔ (۱)

## ۴۔ یحییٰ بن ابی کثیر:

ان کے احوال تہذیب التہذیب میں مذکور ہیں، یہ مضبوط راوی ہیں، تابعی ہیں، ان کے فضائل وافر ہیں ان کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت نصیب ہوئی تھی اور یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت بھی کرتے ہیں۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

یحییٰ بن ابی کثیر الطائی مولاھم ابونصر الیمامی اسم ابیہ صالح ابن متوکل ان کو یسار کہا گیا ہے، اسی طرح ان کو نشیط بھی کہا گیا ہے اور دینار بھی انہی کو کہتے ہیں۔ یحییٰ بن ابی کثیر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ان کو انہوں نے دیکھا تھا۔

اسی طرح یحییٰ بن ابی کثیر ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف، ھلال بن ابی میمونہ محمد بن ابراھیم تیمی، یعلیٰ بن حکیم، محمد بن عبدالرحمن بن سعد بن زرّارہ، محمد بن عبدالرحمن بن ثوبان ابوقلابہ الجرمی، ابی نفرہ عبدی، زید بن سلام، ضمضم بن جوشن، عبداللہ بن ابی قتادہ اسحق بن عبداللہ بن ابوطلحہ، بعجہ بن عبداللہ بن بدر جھنی اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔

یحییٰ بن ابی کثیر سے ان کا بیٹا عبداللہ، ایوب سختیانی، یحییٰ بن سعید انصاری، امام اوزاعی، معمر بن راشد، ھشام بن حسان، ھشام دستوائی، ھمام، ایوب بن نجار، ابان العطار، حرب بن شدّاد، حجاج بن ابی عثمان صداف اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

عجیلی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن ابی کثیر ثقہ ہے۔ امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔

## یحییٰ بن ابی کثیر کی وفات:

عمرو بن علی کا بیان یہ ہے کہ یحییٰ بن ابی کثیر کی وفات ۱۲۹ھ میں ہوئی ان کے علاوہ مؤرخین کا کہنا یہ ہے کہ یحییٰ بن ابی کثیر کی وفات ۱۳۲ھ میں ہوئی۔ (۲)

---

(۱) ابوعبداللہ محمد بن عثمان الذہبی م ۷۴۸ھ میزان الاعتدال ۴/ ۱۵۴ مکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل پاکستان

(۲) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱۱/ ۲۳۵ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

## ۵۔ عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ:

یہ بہت بڑے بزرگ ہیں، ان کی ثقاہت میں کوئی شک نہیں، ان کا علم وفن مُسلم، عقیدہ وعمل میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان کا تذکرہ امام ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں کیا ہے۔ آپ بھی مطالعہ فرمالیں۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا بابرکت نام ونسب یوں ہے۔ عبداللہ بن ابی قتادہ، انصاری سلمی، ابوابراہیم اوراس طرح بھی کہا جاتا ہے ابویحییٰ مدنی۔ حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں، اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے ان کے بیٹے ثابت، یحییٰ بن ابی کثیر، زید بن اسلم، حصین ابن عبدالرحمٰن، سعید بن ابی سعید المقبر ی اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

امام نسائی کہتے ہیں عبداللہ بن ابی قتادہ ثقہ ہیں۔ ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے۔

## عبداللہ بن ابی قتادہ کی وفات!

ھیثم بن عدی کہتے ہیں، ان کا انتقال ولید بن عبدالملک کے عہد خلافت میں ہوا۔ ان کا انتقال ۹۹ھ کو ہوا، اس کے علاوہ اس طرح بھی ملتا ہے کہ ان کی وفات ۷۰ھ کو ہوئی۔ قلت! کہہ کر امام ابن حجر لکھتے ہیں۔ ابن سعد کی کتاب میں یونہی مذکور ہے کہ عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ کی وفات ولید بن عبدالملک کے عہد خلافت میں ہوئی یہ ثقہ قلیل الحدیث ہیں۔ امام بخاری کہتے ہیں ان سے ان کے بیٹے قتادہ روایت کرتے ہیں اس بات کا تذکرہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں کیا ہے [(۱)]

## ۶۔ قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ:

ابن نعمان بن زید بن عامر بن سواد بن ظفر بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس انصاری اوسی ظفری کنیت ان کی ابوعمر تھی اور بعض ابوعبداللہ کہتے ہیں۔ ابوسعید خدری کے اخیافی بھائی ہیں بیعت عقبہ میں اور غزوہ بدر میں اور احد اور تمام مشاہد میں نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ شریک تھے غزوہ بدر میں ان کی ایک آنکھ شہید ہوگئی تھی اور بعض لوگ کہتے ہیں غزوہ احد میں اور بعض لوگ کہتے ہیں خندق میں ابوعمر نے بیان کیا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ وہ ان کی دوسری آنکھ سے بھی نہایت عمدہ ہوگئی تھی۔ ہمیں ابوالربیع یعنی سلیمان بن ابوالبرکات محمد بن محمد خمیس عدل نے خبر دی وہ کہتے تھے مجھ سے میرے والد نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمیں ابونصر یعنی احمد بن عبدالباقی ابن مرجی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابویعلی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابونصر یعنی احمد بن عبدالباقی ابن مرجی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابویعلی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابوعبدالرحمن ارزقی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے عبدالعزیز بن عمران نے عبدالرحمٰن بن

(۱) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۵/۳۱۵ مطبوعہ الشر السنۃ الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور

حارث بن عبید سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت کر کے بیان کیا کہ وہ کہتے تھے میرے والد کی آنکھ احد میں شہید ہوگئی تو نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنا لعاب دہن اس میں لگا دیا پس وہ آنکھ دوسری آنکھ سے بھی زیادہ عمدہ ہوگئی تھی نیز وہ کہتے تھے ہمیں ابویعلیٰ نے خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے یحییٰ بن عبدالحمید حمانی نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے عبدالرحمن بن سلیمان غسیل نے عاصم بن عمر بن قتادہ سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ان کے دادا سے روایت کر کے بیان کیا کہ انہوں نے کہا قتادہ کی آنکھ غزوہ بدر میں زخمی ہوئی اور بہہ کر رخسار پر آگئی لوگوں نے چاہا کہ اس کو کاٹ ڈالیں نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اس کو دریافت کیا آپ نے فرمایا نہیں اور ان کو اپنے پاس بلایا اور اپنی ہتھیلی سے ان کے حدقہ چشم کو دبا دیا اس کے بعد یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کی کون سی آنکھ زخمی ہوئی تھی۔ ہمیں ابوجعفر بن احمد نے اپنی سند کے ساتھ یونس بن بکیر سے انہوں نے محمد بن اسحاق سے انہوں نے عاصم بن عمر بن قتادہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے قتادہ کی آنکھ احد کے دن شہید ہوئی تھی اور یہ کہ ان کے رخسار پر آگئی تھی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کو پھر حدقہ کے اندر رکھ دیا پس وہ آنکھ ان کی دوسری آنکھ سے بھی اچھی ہوگئی۔ اصمعی نے ابومعشر مدنی سے روایت کی ہے کہ ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم اہل مدینہ کے قرض کے متعلق عمر بن عبدالعزیز کے پاس قتادہ بن نعمان کی اولاد میں سے ایک شخص کو لے گئے عمر بن عبدالعزیز نے پوچھا کہ تم کس خاندان سے ہو اس شخص نے یہ اشعار پڑھے۔

اَنَاابْنُ الَّذِیْ سَالَتْ عَلَی الْخَدِّعَیْنُہٗ فَرَدَّتْ بِکَفِّ الْمُصْطَفٰی اَحْسَنُ الرَّدِّ

فَعَادَتْ کَمَا کَانَتْ لِاَوَّلِ اَمْرِھَا فَیَاحُسْنُ مَاعَیْنَ وَیَاحُسْنُ مَارَدِّ

میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کی آنکھ نکل کر رخسار پر آگئی تھی جب بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں عرض کیا گیا تو آپ نے اپنے دست اقدس سے اس کو درست کر دیا اور وہ پہلے سے بھی زیادہ روشن ہو گئی یوں لگتا تھا جیسے کبھی خراب ہی نہیں ہوئی پہلے ہی کی طرح ہوگئی وہ آنکھ جواب عطا ہوئی وہ کیا ہی خوب آنکھ تھی۔

یہ قتادہ بزرگان صحابہ میں سے تھے فتح مکہ کے دن بنی ظفر کا جھنڈا انہیں کے ہاتھ میں تھا ابوسلمہ نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ایک شب کو نماز عشا کے لئے تشریف لے گئے اس وقت تاریکی بہت تھی پانی برس رہا تھا بجلی کوندر ہی تھی، رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دیکھا کہ قتادہ بن نعمان موجود ہیں آپ نے پوچھا کہ قتادہ ہیں انہوں نے عرض کیا کہ ہاں یارسول اللہ! میں نے خیال کیا کہ آج شب کو نماز میں حاضر ہونے والے بہت کم ہوں گے مجھ کو ایک خمیدہ لکڑی دی اور فرمایا کہ یہ لکڑی تمہارے آگے پیچھے دس دس گز تک روشنی کر دے گی۔ (۱)

(۱) علامہ امام ابوالحسن علی الجزری ابن اثیر اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ۷/۷۹۷ مطبوعہ عبداللہ اکیڈیمی اردو بازار لاہور۔

## حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ عطاءِ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم!

سبحان اللہ کیا ہی خوب عقیدہ ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جب حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ ضائع ہو گئی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مدد مانگی آنکھ طلب کی اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے دستِ اطہر سے حضرت قتادہ رضی اللہ کی نکل جانے والی آنکھ دوبارہ لوٹا دی، یہ اعلان ہے اس بات کا کہ جب بھی کوئی مشکل پڑے درِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر سائل بن کر آ جاؤ کام ہو جائے گا۔ ہمارا ایمان ہے ہمارے آقا علیہ السلام آج بھی زندہ ہیں اللہ تعالیٰ کی عطا و اذن سے ہماری التجاء سنتے ہیں اور ہماری مشکل کشائی فرماتے ہیں۔(محمد ارشد القادری)

# شرح حدیث نمبر ۱۵

اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے ہمارے اکابر محدثین نے نہایت سنجیدہ انداز اختیار کیا ہے اور اپنی بات کو انتہائی متانت کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ صفحات قرطاس پر علم وحکمت کے موتی بکھیرے ہیں جن کے مطالعہ سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں دل راحت پاتا ہے۔

علامہ سراج احمد فاروقی حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے، حضرت ابوقتادہ انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم روف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص اپنے عضو مخصوصہ کو دائیں ہاتھ سے مس کرے۔ اس لئے کہ دایاں ہاتھ پاکیزہ کاموں کے لئے ہے چنانچہ اس موضوع پر امام احمد نے حدیث وارد کی، ایسے ہی امام ابوداود نے حدیث روایت کی، امام نسائی بھی اس مسئلہ سے متعلق حدیث اپنی سنن میں لائے، امام ابن ماجہ نے بھی اپنی سنن میں اس مضمون کی حدیث وارد کی ہے، امام ابن حبان بھی اس سے ملتی جلتی حدیث لائے ہیں اِن سب احادیث کے راوی حضرت ابوھریرہ ہیں رضی اللہ عنہ امام مسلم اس حدیث کو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لائے اور ابن شاہین نے اس حدیث کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے تخریج کیا۔ امام ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی ترمذی قدس سرہ العزیز نے اس حدیث شریف کو روایت کرنے کے بعد کہا۔

**هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ گفت مصنف ایں حدیث صحیح حسن ست۔** (۱)

مصنف کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث شریف پر اہل علم کا عمل ہے اس کے بعد علامہ سراج احمد فاروقی حنفی سرہندی مزید لکھتے ہیں دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے میں کراہیت ہے علماء فرماتے ہیں دائں ہاتھ سے استبراء اور استنجاء مکروہ ہے بعض علماء اس کراہت کو تنزیہی قرار دیتے ہیں اور بعض علماء کراہت تحریمی کے قائل ہیں۔ (۲)

علامہ ابوطیب سندھی لکھتے ہیں:

یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا مکروہ ہے اس کے بعد حدیث شریف ذکر کی ہے جس میں دائیں ہاتھ سے مَسِ ذَکَرُ کی ممانعت بیان ہوئی ہے بخاری شریف کی روایت کے مطابق حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

---

(۱) علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱ / ۲۴ مطبوعہ کانپور ہند،

(۲) 〃 〃 〃 〃

جب تم میں سے کوئی بول کے لئے جائے تو نہ یہ دائیں ہاتھ سے اپنے ذَکرُ کی گرفت کرے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے اور ایک روایت میں ہے جب کوئی بیت الخلاء میں جائے تو دائیں ہاتھ سے مَسِ ذَکرُ نہ کرے اور مسلم کی حدیث کے الفاظ یوں ہیں اور جب تم میں سے کوئی باتھ روم جائے اس میں دائیں ہاتھ سے مَسِ ذَکرُ نہ کرے۔

اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت سلمان اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایات آئی ہیں جہاں تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث کا تعلق ہے اس کو امام ابوداود نے اپنی سنن میں وارد کیا ہے اور وہاں لفظ یوں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرمان کے مطابق دایاں ہاتھ پاکیزگی کے لئے ہے مثلاً کھانا کھانے اور پانی پینے کے لئے اور بایاں ہاتھ اس لئے ہے کہ اس کو باتھ روم میں استعمال کیا جائے۔ امام مسلم نے یوں حدیث وارد فرمائی ہے بیشک ہمیں منع کیا گیا ہے کوئی دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔ (۱)

اس حدیث مبارک میں باتھ روم میں جانے اور وہاں کے اعمال کو بیان کیا گیا ہے اور ضروری چیزوں کو بڑی صراحت و وضاحت کے ساتھ سمجھا دیا گیا ہے تا کہ اہل ایمان کو زندگی گذارنے میں کوئی دِقّت پیش نہ آئے ان کو ہر ہر شعبے کے لئے کامل ھدایات عطا فرمادی گئی ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان احکام پر عمل کی توفیق دے امین ثم امین۔

## شرح کا مقصود:

اس حدیث شریف کی شرح میں نے مختلف کتابوں میں پڑھی ہے بڑے بڑے بزرگوں نے اپنے اپنے انداز میں تشریح فرمائی ہے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں نیت تمام اکابر کی نیک ہی تھی مگر جب اپنے احساسات کو الفاظ کے روپ میں صفحات قرطاس پر بکھیرا تو وہاں انداز ایسا نظر آنے لگا جیسا الجھا الجھا سا ہو اور وہ اپنی بات کی اس طرح وضاحت نہیں کر پا رہے جس طرح کرنے کا حق ہوتا ہے۔ کئی بار ایسا ہوتا ہے بڑے بڑے علماء بھی جب کسی عقدہ کو حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس میں ان کو وہ شرح صدر نہیں ہوتا جس سے ایسا مواد سپرد قرطاس ہو جو پوری امت کی ضرورت کو پورا کر سکے تو اس طرح دلائل کے بہاؤ میں سستی سی رہ جاتی ہے۔ یہ اکھڑا اکھڑا سا انداز صاف بتاتا ہے شرح لکھنے میں تسلسل دلائل قائم نہیں رہ سکا اور نہ ہی پڑھنے والے کو وہ دلائل متاثر کرتے ہیں۔ میں تو عرض کروں گا حدیث شریف کی شرح میں صاف اور آسان الفاظ میں اپنا مافی الضمیر بیان کرنا چاہئے، تا کہ ہر عام مسلمان بھی جب اس کو پڑھے تو ایک راحت محسوس کرے اور قلبی طور پر مطمئن رہے بلکہ جب ان نقاط کو دوسروں کے سامنے بیان کرنے لگے تو تسکین محسوس کرے۔ حدیث شریف کی شرح کا مقصود یہ ہوتا ہے اس وضاحت کو پڑھ کر ہر مسلمان کے دل میں ایسے جذبات واحساسات پیدا ہونے لگیں جس سے امت میں ایک صالح انقلاب برپا ہو جائے اور ایک ایک مرد میں ایسی قوت ایمان بیدار ہو کہ وہ پوری کی پوری قوم کی قیادت کرنے کی صلاحیت سے لبریز ہو جائے۔ وہ جب بات

(۱) علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۲۴ مطبوعہ کانپور ہند

کرے تو سننے والا چین وراحت محسوس کرے اور آئندہ بھی اس کی بات سننے اور اس سے ملاقات کرنے کا تمنائی ہو ایسے ہی جذبات واحساسات انسانوں میں خود اعتمادی اور خود احتسابی کا جذبہ باکمال پیدا کرتے ہیں۔

## صاحب فتح الباری کی صراحت:

میں نے اس حدیث شریف کی شرح دیکھنے کے لئے فتح الباری شرح صحیح بخاری کا مطالعہ کیا اس لئے کہ یہ حدیث جو امام ترمذی نے روایت کی ہے اس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی صحیح میں وارد کیا ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث شریف کی ایسی شرح لکھی ہے جو الجھاؤ کا شکار ہے مجھے نہیں معلوم آخران دلائل کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی جو انہوں نے رقم فرمائے ہیں۔ کئی بزرگوں کے ایسے اقوال نقل کئے ہیں جو متانت سے بھی نیچے چلے جاتے ہیں۔ مثلاً جناب خطابی کے حوالے سے ایک بحث کا آغاز کیا ہے، اسی طرح فقہاء خراسان کی نسبت سے ایک بحث چھیڑی ہے۔ یہ بھی ذکر کیا ہے کہ کسی ایسی چیز سے استنجاء کرلیا جائے جو حرکت نہ کرے یعنی جس کو حرکت کی وجہ سے آگے پیچھے نہ کیا جائے تو اس کا جواب اسی طرح دیا کہ دیوار کے ساتھ استنجاء کرلیا جائے، یہ بھی لکھ دیا کہ پاؤں یا اس کی ایڑی کے نیچے ڈھیلہ پکڑ لیا جائے اور پھر استنجاء بائیں ہاتھ سے کیا جائے اس کو جناب خطابی کی طرف منسوب کیا۔ اس کے بعد جناب طیبی سے وارد کیا کہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے کی ممانعت صرف دبر کے ساتھ خاص ہے اور مس ذکر دائیں ہاتھ سے منع ہے اس مقام پر امام غزالی، امام الحرمین اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہم کا ذکر بھی کیا ہے۔[1]

مجھے یہ ساری بحث بڑی عجب لگی ہے بلکہ اس کو پڑھنے کے بعد عجیب وغریب خیالات ذہن میں آنے لگے بہر حال خبر نہیں اس طرح لکھنے کی کیا ضرورت پیش آگئی شرح حدیث میں تو عام مفہوم حدیث اور الفاظ حدیث کو آسان کیا جاتا ہے تاکہ پڑھنے والے کو مسئلہ جلد سمجھ میں آجائے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ لطف بھی محسوس کرے مگر یہاں تو معاملہ الٹ ہی ہو گیا ہے۔ اس حدیث شریف کی تشریح کرنے میں اتنی لمبی چوڑی ابحاث کی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ بڑے آرام سے اس کی شرح ہوسکتی تھی اور آسان انداز میں ایسی وضاحت ہو جاتی کہ ہر پڑھنے والا معاً تفہیم کرلیتا اور دوسروں کو اس کی تفہیم کروادیتا۔ آپ دیکھیں ترمذی شریف میں حدیث اس طرح ہے۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ یَّمُسَّ الرَّجُلُ ذَکَرَهٗ بِیَمِیْنِهٖ۔

یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دائیں ہاتھ سے مس ذکر کو (عضو مخصوصہ کو چھونے سے) منع فرمایا۔

---

(۱) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ فتح الباری شرح صحیح بخاری ۱/۳۳۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

بخاری شریف میں یہ حدیث شریف یوں آئی ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا شَرِبَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْاِنَاءِ وَاِذَا اَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهٗ بِيَمِيْنِهٖ وَلَا يَتَمَسَّحْ بِيَمِيْنِهٖ

رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے جب کوئی شخص پانی پیئے تو گلاس میں سانس نہ لے اور جب باتھ روم میں جائے تو دائیں ہاتھ سے عضو مخصوصہ کو نہ تو مس کرے اور نہ ہی اس سے استنجاء کرے۔

اس حدیث شریف کی شرح تو کوئی مشکل نہ تھی مطلب صرف اتنا ہے کہ جب کوئی مسلمان استنجاء کرنے کی غرض سے بیت الخلاء یا باتھ روم میں جائے تو دائیں ہاتھ سے اپنے ذکر کو مس نہ کرے اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔ اب صاف ظاہر ہے کہ اگر استنجاء کرتے وقت ڈھیلہ دائیں ہاتھ میں پکڑے اور عضو کو بائیں ہاتھ سے پکڑے سو اس طرح استنجاء بھی ہو جائے گا اور حدیث شریف کا خلاف بھی لازم نہیں آئے گا۔

اگر استنجاء کرتے وقت ڈھیلے کا استعمال نہ کیا جائے جیسا کہ آج کل عمدہ باتھ روم بنے ہوئے ہیں جن میں فلش سسٹم ہے اور اعلیٰ قسم کی ٹائل استعمال کی جاتی ہے ان میں تو لوگ ڈھیلے رکھتے نہیں اگر رکھیں گے تو فلش بند ہو جانے کا خدشہ ہے ایسی صورت میں پانی موجود ہوتا ہے بلکہ سردیوں میں گرم پانی کی سہولت تقریباً موجود ہی ہوتی ہے اگر اس تناظر میں مندرجہ بالا حدیث شریف کو دیکھا جائے تو اور بھی آسانی کے ساتھ اس کی وضاحت سمجھ میں آجاتی ہے۔ ایسی صورت میں آپ بائیں ہاتھ سے اپنے عضو کو مس کریں اور دائیں ہاتھ سے لوٹے کے ساتھ پانی ڈال لیں آرام سے استنجاء بھی کرلیں اور حدیث شریف کی مخالفت بھی لازم نہیں آتی۔

اس حدیث مبارک سے مجھے تو یہی سمجھ آتا ہے ہمارے پیارے آقا علیہ السلام ہمیں ہر حال میں پاکیزگی کے قریب رکھنا چاہتے ہیں اور ہماری تربیت فرما کر ہمارے اندر وہ طہارت اور لطافت پیدا کرنا چاہتے ہیں جس سے ہمیں ہمارے خالق و مالک کا قرب زیادہ سے زیادہ نصیب ہو اور ہم اپنے خالق حقیقی اللہ رب العالمین کی بارگاہ اقدس میں حاضری سے پہلے انتہائی نفیس ہو جائیں۔ تقویٰ وطہارت کے اوصاف سے مزین ہو جائیں اور متقین کی صفوں میں داخل وشامل ہو جائیں متقی دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے گناہ کرتے ہی نہیں اور دوسرے وہ جو سچی توبہ کر لیتے ہیں اور توبہ کے بعد گناہ نہیں کرتے وہ بھی متقی ہی ہوتے ہیں۔

---

(۱) امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ فتح الباری شرح صحیح بخاری ۱/۳۳۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی لکھتے ہیں:

پانی کے برتن میں سانس لینا تنزیہاً مکروہ ہے کیونکہ جب کوئی برتن میں سانس لے تو ہوسکتا ہے کہ اس کے منہ سے تھوک نکل کر پانی سے مل جائے جس کو پینے والا مکروہ جانے نیز اس طرح تو چوپائے کرتے ہیں کہ وہ پانی پیتے وقت بار بار پانی میں سانس لیتے ہیں اور سنت یہ ہے کہ پانی تین سانسوں میں پیئے اور ہر سانس کے وقت منہ کو پیالہ سے جدا کرے اور استنجاء میں دایاں ہاتھ استعمال نہ کرے یہ نہی بھی تنزیہ کے لئے ہے کیونکہ عضو اذی اور حدث ہوتا ہے اس لئے اس سے دایاں ہاتھ نہ لگائے سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا دایاں ہاتھ طعام و شراب (کھانے پینے) اور لباس پہننے کے لئے ہے اور بایاں نجاست سے صفائی کے لئے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا دائیں ہاتھ سے پونچھنے کی ممانعت دُبر سے مختص ہے اور بائیں ہاتھ سے مس کرنا قبل سے مختص ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب ڈھیلہ دائیں ہاتھ سے پکڑے اور بائیں ہاتھ سے عضوء تناسل کو مس کرے تو یہ مکروہ نہیں۔(1) واللہ اعلم،

## کالج اور یونیورسٹی میں پڑھنے والوں کا مزاج:

میں نے چونکہ گورنمنٹ کالج لاہور اب (G.C.U) میں تعلیم پائی پھر پنجاب یونیورسٹی میں پڑھتا رہا تو مجھے تجربہ ہے ان اداروں میں پڑھنے والوں کا مزاج کس طرح کا ہوتا ہے یہ جو بعض لوگوں کی رائے ہے کہ ان اداروں میں پڑھنے والے اسلام سے بہت دور ہوتے ہیں تو مجھے اس سے ہرگز اتفاق نہیں ہے میرا اپنا مشاہدہ بتاتا ہے کہ ان اداروں میں پڑھنے والے الحمد للہ زیادہ اسلام کے قریب ہوتے ہیں اس کو بہتر طریقے سے سمجھتے ہیں اور اس کو دوسروں تک پہنچانے میں ان کا انداز انتہائی متاثر کن ہوتا ہے۔ وہاں پڑھنے والے نوجوان بڑے بڑے متقی اور پرہیز گار ہوتے ہیں اور یہ الزام دینا کہ وہ دین نہیں سمجھتے یا وہ دین کی خدمت نہیں یا تبلیغ نہیں کرتے تو یہ سراسر بے بنیاد بات ہے۔ اسی طرح یہ کہنا کہ سکولوں اور کالجوں یونیورسٹیوں میں تعلیم پانا صحیح نہیں یہ بالکل غلط ہے۔ یہ ضرور عرض کروں گا علماء کو راہبوں کی طرح زندگی گذارنے کی طرف ہرگز توجہ نہیں کرنی چاہئے بلکہ ان کو مجاہدے کی زندگی گذارنی چاہئے اور خوب محنت کرنی چاہئے جب وہ خلوص کے ساتھ احکام شریعت کو لوگوں تک پہنچائیں گے تو اس طرح دین کا کام خوب آگے بڑھے گا۔ اگر کالج اور یونیورسٹی کے طلبہ پر توجہ دی جائے اور ان کو دلائل سے قائل کیا جائے اور پھر ان کی زبان ترجمان حق بنے تو زیادہ فائدہ ہوگا کسی بھی کالج یا یونیورسٹی کے طالب علم کے بارے میں یہ رائے ہرگز نہ قائم کی جائے کہ وہ دین سے باغی ہیں ایسا ہرگز نہیں ہے ان میں اپنے دین کی محبت موجود ہے اور ان کے دل اپنے خالق و مالک اللہ عزوجل اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت سے لبریز ہیں۔ بس ایک

---

(1) شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی تفہیم البخاری شرح صحیح بخاری ۱/ ۳۹۶ مطبوعہ تفہیم البخاری پبلیکیشنز فیصل آباد۔

توجہ کی ضرورت ہے اور انداز شفقت سے ان کو سمجھانے کی ضرورت ہے وہ خود بخود اپنے دین کو اپنائیں گے اور دوسروں تک اس کی تبلیغ بھی فرمائیں گے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قائم کردہ وہ باب جس میں انہوں نے دائیں ہاتھ سے مس ذکر بوقت بول کی ممانعت کا ذکر کیا ہے۔ دراصل اس باب میں انہوں نے پیشاب کرتے وقت دائیں ہاتھ سے عضو مخصوصہ کو مس کرنے کا حکم بیان کیا ہے۔ دونوں ابواب کے درمیان بظاہر ایک یہی وجہ مناسبت معلوم ہوتی ہے بعض علماء کے نزدیک یہ اس طرف اشارہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے عضو مخصوصہ کو مس کرنا مطلق منع ہے جیسا کہ اس سے قبل والے باب میں ذکر کیا گیا ہے لیکن علامہ بدرالدین عینی کا موقف یہ ہے کہ یہ حکم جو ہے وہ مقید ہے حالت بول کے ساتھ اور اس کے علاوہ مس ذکر مباح ہے۔ احادیث کا مفاد یہی ہے کہ استنجاء کے وقت دائیں ہاتھ سے مس ذکر نہ ہو۔ یہاں مطلق محمول علی المقید ہے اور مفہوم یہی ہے کہ عضو مخصوصہ کو دائیں ہاتھ سے مس کرنا صرف بول کے وقت ہی منع ہے اس کو استنجاء و بول کے علاوہ پر کیسے دلیل بنایا جا سکتا ہے۔ جبکہ حدیث میں جو کچھ آیا ہے جو مس ذکر کی اباحت پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ سیّد عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول موجود ہے جناب طلق بن علی کے حوالے سے جب انہوں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں سوال کیا مس ذکر کے بارہ میں تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جواباً فرمایا:

إِنَّمَا هُوَ بِضْعَةٌ مِنْكَ۔ (۱)

بیشک وہ بھی تو تمہارے اعضاء میں سے ایک عضو ہے۔

یہ فرمان اقدس ہمہ وقت مس ذکر کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔ ہاں البتہ حالت بول میں اس کو یعنی عضو مخصوصہ کو مس کرنا منع ہے یہ حدیث صحیح کی وجہ سے حکم مطلق سے خارج قرار پایا ہے۔ اس کے علاوہ اوقات میں اس کی اباحت ہی سمجھ آتی ہے۔

## نفاست وطہارت:

اس حدیث شریف میں نفاست اور پاکیزگی کا وہ درس دیا گیا ہے جس سے انسان بالعموم اور مسلمان بالخصوص وہ وہ نایاب موتی حاصل کر سکتا ہے جن کا دوسری کسی جگہ میسر آنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ انسان کو ایسی نفاست سکھانا یہ صرف اور صرف اسی ہستی سے ممکن ہو سکتا ہے جس کا رابطہ اپنے خالق و مالک کے ساتھ لحہ لحہ ہوتا ہو اور اس کا کوئی قول فعل نہ تو خلاف عقل ہو اور نہ ہی خلاف مقام انسانیت، اسی طرح جو قانون اللہ تعالیٰ کے پاک پیغمبر کے منہ سے نکلتا ہے وہ یقیناً ہر طرح کے نقص سے پاک ہوتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا پیارا رسول علیہ السلام کبھی بھی کوئی بات

(۱) امام علامہ بدرالدین ابومحمد بن محمد دین احمد العینی م ۸۵۵ھ عمدۃ القادی شرح صحیح بخاری ۲/۵۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

اپنی خواہش نفس سے نہیں کہتا بلکہ جب کچھ فرمائے وہ رب تعالیٰ کی بھیجی ہوئی وحی ہوتی ہے۔ جس قدر کسی انسان میں نفاست اور طہارت بام عروج پر ہوگی اسی قدر اس کی ذات میں روحانیت آتی جائے گی اور قوت روحانی جیسے جیسے ترقی کرتی جاتی ہے ویسے ویسے ہی بندے کا مقام مرتبہ اس کے خالق کے ہاں بلند ہوتا جاتا ہے۔

پاکیزگی اور طہارت کا اس سے بڑھ کر اور کیا نسخہ ہوگا کہ ایک بندے کی چھوٹے سے چھوٹے معاملہ میں بھی رہنمائی کی جائے اور اس کو وہ وہ رموز واسرار عطا فرمائے جائیں جن سے اس کی باطنی طہارت کا خود بخود انتظام ہو جائے۔ یہ حدیث شریف جس میں استنجاء کے وقت دائیں ہاتھ سے عضو مخصوصہ کو چھونے تک سے منع کر دیا گیا کتنا اعلیٰ انتظام ہے جذبات پاکیزگی عطا فرمانے کا اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے امین۔

## ہمیں عظمت رفتہ میسر آجائے:

میری شرح ترمذی شریف لکھنے کی غایت بھی یہی ہے۔ میں چاہوں گا قوم مسلم اپنے پیارے رسول امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی احادیث مبارکہ کا بغور مطالعہ کرے اور ان مبارک الفاظ کو ان مبارک جملوں کو، ان مبارک عبارات کو اور ان مبارک خطبات کو حفظ وضبط کرے اور دوسروں تک پہنچانے کی سعی میں لگ جائے اسی طرز عمل سے امت مسلمہ میں انقلاب صالح برپا ہوگا اور اسی طرز سے امت میں پھر وحدت پیدا ہو گی۔ وحدت امت کے لئے جو بھی کاوشیں کرنی پڑیں کی جائیں اور اس امّت کو ایک بار پھر قرونِ اولیٰ والا مقام دلانے کی بھرپور کوشش کی جائے۔ بار بار احادیث مبارکہ کو پڑھا جائے ان کے مبارک الفاظ کو یاد کیا جائے پھر پوری عزت وعظمت کے ساتھ ان احادیث کو اھل اسلام کے گوش گذار کیا جائے تا کہ ان کے اذھان وقلوب میں ایک نیا جذبہ ایک تازہ ولولہ پیدا ہو اور وہ سب ملکر اپنے دین کی حمایت ونصرت کے لئے سرگرم عمل ہو جائیں۔

یہ سب کچھ اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے جب اس امّت کے نوجوان اپنا وقت اِدھر اُدھر ضائع کرنے کی بجائے اپنے دین کی حقانیت وصداقت بیان کرنے پر صرف کریں۔ اپنی گفتگو کو غیر ضروری اور غیر سنجیدہ واقعات سے مزّین کرنے کی بجائے عمدہ گفتار اور اعلیٰ معیار کی باتوں پر صرف کریں۔ جب نوجوان یہ تہیہ کرلیں گے ہم نے اپنے خالق کے دیئے ہوئے اور اپنے پیارے نبی جل وعلا وصلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی سربلندی کے لئے کام کرنا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اس ملت کی عظمت کے پرچم کو سرنگوں نہیں کرسکتی یہ سب کچھ تب ممکن ہوگا جب ہمارا وقت انٹ، بنٹ، شنٹ میں گذرنے کی بجائے امام الانبیاء حبیب کبریا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی احادیث کا مطالعہ کرنے اور ان کا درس دینے میں گذرنے لگے گا۔ آیئے ملکر اس عظیم فریضہ کو سرانجام دیں تا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں عظمت رفتہ میسر آجائے۔

## متاع بے بہا:

قوم مسلم میں انقلاب صالح اسی وقت برپا ہوسکتا ہے جب اس قوم میں وحدت پیدا ہو جائے اگر وحدت پیدا نہیں ہوتی تو انقلاب صالح کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ احادیث مبارکہ کا مطالعہ اور ان کو ضبط وحفظ کرنا ان کے مضامین کو ذہن نشین کرنا اور پھر ان کو دوسروں تک پہنچانا یہی اصلاً کامیابی کی ضمانت ہے۔ کلمہ پڑھنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اب ہم اپنی زندگی اس نظام حیات کے تحت گذاریں گے جس کو نظام اسلام یا نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مبارک نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس دور کا تقاضا یہ ہے کہ ہم نہ صرف خود اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی احادیث کا علم حاصل کریں اور سنّت کو سیکھیں بلکہ دوسروں تک بھی اس کو آسان سے آسان طریقے سے پہنچانے کی بھرپور کوشش کریں اور موافق سنت عمل کی ایسی راہیں متعین کریں کہ ساری دنیا اس راہ کی سلامتی اور آسائش کی کھلے لفظوں میں داد دے اور تمنّا کرے کہ ہم بھی ایسی پُرسکون زندگی گذاریں۔ وحدت امّت کی برکات جب ظاہر ہوں گی تو زمانہ ایک رنگ میں رنگا جائے گا وحدت امت پیدا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے ساری دنیا کے مسلمان، وجہِ تخلیق کائنات، عالم ما کان وما یکون، دانائے سبل ختم الرسل، امام الانبیاء سید دو عالم نور مجسم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا دامن کرم تھام لیں ان کی غلامی کو مدامی کرلیں ان کی محبت کو اپنی دنیا وآخرت دونوں جہانوں کی متاع بے بہا یقین کرلیں اور اس یقین کی کیفیات میں پیغام حق نشر کرنا شروع کردیں، اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں سے راضی ہوتا ہے جو اس کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سچی محبت واطاعت میں غرقاب ہو جاتے ہیں۔

میں نے جامع ترمذی شریف کی شرح لکھنے کا آغاز ہی اس ارادے سے کیا تھا کہ ساری امّت میں ایک بار پھر محبت واطاعت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تیز لہر دوڑ پڑے اور ایک مرتبہ پھر ساری دنیا کے مسلمان اپنے آقا ومولیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے نظام حیات، ''اسلام'' کو عملاً مان لیں، ایک ہے اپنے آپ کو مسلمان کہنا، ایک ہے اپنے آپ کو مسلمان بنانا، دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے اپنے آپ کو مسلمان کہنے والے شاید دنیا میں عزت سے جی لیں راحتیں بھی پالیں مگر یہ ممکن نہیں آخرت میں سرخروئی حاصل کرلیں۔ آخرت کی سرخروئی اسی وقت ممکن ہے جب وہ اپنے آپ کو مسلمان بنالیں یعنی اپنی عملی زندگی میں اپنے دین کو نافذ کرلیں۔

# درس حدیث

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا معمول تھا وہ اپنے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ذکر خیر عمدہ سے عمدہ انداز میں کرتے رہتے تھے۔ جب وہ اپنے محبوب دانائے کل غیوب عالم ما کان و ما یکون صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ذکر کرتے تھے اس وقت انکا انداز قابل دید ہوتا تھا وہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اس محبت بھرے انداز میں ذکر کرتے کہ سننے والا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا وہ اپنے پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ایک ایک ادا کو محفوظ رکھتے بطور برکت اس کا تذکرہ آپس میں کرتے اور دوسروں تک اس کو پہنچانے کا اہتمام کرتے یہ انہیں کا خاصہ تھا۔

**برکاتِ سُنّت:**

ہمیں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے طریقے پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مبارک صفات کا ان کے افعال حسنہ کا ان کی سیرت طیبہ کا ذکر کرنا چاہئے۔ ہر عمل کو اپنانے میں اپنی عزت اور عظمت کا تیقن رکھنا چاہئے اور اس کے خلاف میں اپنی تنزلی خیال کرنا چاہئے اور دوسروں میں بھی اپنے پیارے آقا سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی احادیث مبارکہ کا تذکرہ کرنا چاہئے ان کا درس دینا چاہئے تا کہ عامۃ المسلمین کو بھی اپنے دین کی تفہیم کی طرف رغبت ہو۔ اپنے اعمال کو موافق سنت بنانے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے اور اگر عمل صالح کی توفیق مل جائے تو اس پر تکبر ہرگز نہ کرنا چاہئے بلکہ عاجزی کو اپنانا چاہئے تا کہ نیکی پر استمرار نصیب ہو۔ اگر اعمال صالحہ پر استمرار ہو جائے تو اس کو فضل ربی شمار کرنا چاہئے اور اگر اللہ نہ کرے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اسے اپنا قصور سمجھنا چاہئے اور اپنے رب سے معافی مانگتے رہنا چاہئے اللہ تعالیٰ کو استغفار کرنے والے بندے بہت پسند آتے ہیں۔ اسلام چونکہ تمام ادیان سے زیادہ پاکیزہ ستھرا اور نفیس دین ہے اس لئے اس کے تمام قوانین کو اپنے لئے باعث عز وشرف جاننا چاہئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ایک ایک فرمان اقدس ساری انسانیت کے لئے راحتوں، فرحتوں اور مسرتوں کا سامان ہے جہاں جہاں نبی رحمت ھادی دو عالم شافع محشر صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ذکر خیر ہوگا وہاں وہاں برکات کے دھارے بہہ نکلیں گے ہر طرف سکون ہی سکون ہوگا چین ہی چین ہوگا۔ امن ہی امن ہوگا۔ پاکیزگی ہی پاکیزگی ہوگی نفاست ہی نفاست ہوگی۔ طہارت ہی طہارت ہوگی۔ شادمانی ہی شادمانی ہوگی۔ آج ہر فرد تلاش امن میں ہے۔ ہر ذی شعور چین کا خواہاں ہے۔ ہر وہ فرد جو پاکیزہ ماحول سے دور ہے جب کبھی ذرا سی ہوش پاتا ہے تو وہ بھی پاکیزگی طلب کرتا ہے۔

وہ شخص جو نفاست سے بوجوہ پرے رہا جب کبھی کسی نفیس آدمی کو دیکھتا ہے تو وہ بھی نفاست کا طالب ہوتا ہے۔ ایسا شخص جو ماحول کی وجہ سے کبھی طہارت کے مسائل سے آگاہ نہ ہوا وہ بھی جب کبھی تھوڑا سا غور وخوض کرتا ہے تو طہارت ہی کو اپنے لئے باعث اطمنان یقین کرتا ہے ہر وہ انسان جو معاشرتی برائیوں میں غرقاب ہونے کی وجہ سے معاشرے سے کٹ چکا ہوتا ہے کبھی کبھی وہ بھی شادمانی کا متلاشی نظر آتا ہے ظاہر ہے یہ جو کچھ بیان کیا جا رہا ہے وہ

انسانوں ہی سے متعلق ہے اوران جذبات واحساسات کو پھر سے زندہ وتابندہ کرنے کی غرض سے ہی ہے جن کی بدولت کوئی فرد، خاندان اور قوم ترقی کے مدارج طے کرتی ہے۔ یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دائیں ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو مس کرنے سے منع فرمایا۔

(جامع ترمذی حدیث نمبر ۱۳)

## دعاءِ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم:

اس حدیث مبارک میں ایک حکم بیان ہوا ہے اس کے متعلق علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے یہ جو حکم ہے وہ مقید ہے حال بول (پیشاب کرتے وقت) کے ساتھ اس کے علاوہ مس ذکر مباح ہے احادیث مبارکہ کا مفاد بھی یہی ہے کہ استنجاء کرتے وقت دائیں ہاتھ سے مس ذکر نہ ہو یہاں مطلق محمول علی المقید ہے۔ اور مفہوم یہی ہے کہ عضو مخصوصہ کو دائیں ہاتھ سے مس کرنا صرف بول کرتے وقت ہی منع ہے اس کے علاوہ اوقات میں مباح ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ جس بندے پر کرم فرماتا ہے اس کو دین کی فہم عطا فرما دیتا ہے آج بھی ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم سب خود دین سکھیں اور پھر دوسروں کو سکھائیں تاکہ ہمارا سچا دین ہر جانب غالب نظر آنے لگے ہمارا کام دعوت دینا ہے حق سنانا ہے منوانا نہیں حق میں خود اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ سننے والوں کے دل تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ رب کریم ہمیں حق سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے امین آپ بھی ان احادیث مبارکہ کا درس دینا شروع کریں تاکہ عوام الناس تک ان کے آقا مولیٰ علیہ السلام کی پیاری پیاری حدیثیں پہنچ جائیں اور وہ ان کو سن کر راحت محسوس کریں اور دوسروں تک پہنچا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اس دعا کا مصداق بنیں جس میں آیا ہے جس نے میری بات سنی پھر اسے دوسروں تک پہنچایا اللہ تعالیٰ اس کو دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں خوش وخرم رکھے۔

# باب نمبر ۱۲

## بَابُ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْحِجَارَةِ

پتھروں سے استنجاء کرنا

اس باب کے ضمن میں ایک ہی حدیث مبارک آرہی ہے جو اپنی افادیت کے لحاظ سے بڑی ہی توجہ طلب ہے آیئے آپ بھی اس کا مطالعہ فرمائیں زندگی میں سرور پیدا ہوگا۔

## حدیث نمبر ۱۶

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُومُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ قِيلَ لِسَلْمَانَ قَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ كُلَّ شَيْئٍ حَتّٰى الْخِرَاءَةَ قَالَ سَلْمَانُ أَجَلْ نَهَانَا أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ أَوْبِبَوْلٍ، وَأَنْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِينِ، أَوْأَنْ يَسْتَنْجِيَ أَحَدُنَا بِأَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ، أَوْأَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيعٍ أَوْبِعَظْمٍ۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَخُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ، وَجَابِرٍ، وَخَلَّادِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِيهِ۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى حَدِيثُ سَلْمَانَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ، رَأَوْا أَنَّ الاسْتِنْجَاءَ بِالْحِجَارَةِ يُجْزِئُ، وَإِنْ لَمْ يَسْتَنْجِ بِالْمَاءِ، إِذَا أَنْقٰى أَثَرَ الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ، وَبِهِ يَقُولُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ، وَإِسْحٰقُ۔

عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت ہے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے یوں کہا گیا تھا کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تمہیں ہر چیز کے بارے میں بتایا یہاں تک کہ بیت الخلاء جانے کا طریقہ بھی سیکھایا سلمان نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہمیں قضائے حاجت کے وقت اور پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع فرمایا۔ دائیں ہاتھ سے تین ڈھیلوں سے کم سے، گوبر اور ہڈی سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا۔

اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خزیمہ بن ثابت، جابر، خلاد بن السائب رضی اللہ عنہم عن ابیہ کر کے بھی روایات آئی ہیں۔

امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں، حدیث سلمان حسن صحیح ہے۔ یہ اکثر اہل علم اور اصحاب نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا قول ہے بعد کے علماء کا یہ بھی کہنا ہے کہ صرف پتھر سے استنجاء جائز ہے اگر پانی سے استنجاء نہ کرے جب کہ زائل ہو جائے پاخانے اور پیشاب کا اثر وغیرہ۔ اسی طرح سفیان ثوری، ابن مبارک، امام شافعی احمد اور اسحٰق کا قول ہے۔

# حدیث نمبر ۱۶ کی فنّی حیثیت!

## {تذکرہ راویان}



ا۔ ھناد:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ا کے ضمن میں ہو چکا وہاں سے مطالعہ کر لیں۔

۲۔ ابومعاویہ:

ان کے احوال تہذیب التہذیب میں مذکور ہیں ان کے بارے میں اکثر اہل علم کی رائے یہ ہے کہ یہ ثقہ راوی ہیں خصوصاً جب یہ امام اعمش سلیمان بن مہران سے روایت کریں تو اس میں ہر اعتبار سے قوی ہیں۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

محمد بن حازم تیمی سعدی مولاھم ابو معاویہ الضریر الکوفی، عاصم الاحول، ابو مالک الاشجعی سعد، یحییٰ ابن سعید انصاری، امام اعمش، داود بن ابی ہند، عبیداللہ ابن عمر العمری، ابی بردہ برید بن عبداللہ بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ، اسمٰعیل بن ابی خالد، جعفر بن برقان حجاج بن ارطاۃ، سہیل بن ابی صالح، ابوسفیان سعدی، ابی العُمیس اور ایک خلق کثیر سے روایت کرتے ہیں ابومعاویہ سے ابراھیم، ابن جریج، یحییٰ القطان، یحییٰ بن حسان التنیی، اسد بن موسیٰ، امام احمد بن حنبل، اسحٰق بن راھویہ، ابوالولید الطیالسی، ابوبکر، عثمان، ابن ابی شیبہ، سعید بن منصور، علی بن عبداللہ المدینی، محمد بن سلام بیکندی، مسدد، یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری، ابوکریب محمد بن عبد بن نمیر اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

عبداللہ بن احمد کا کہنا ہے میں نے اپنے والد سے سنا کہ ابومعاویہ امام اعمش کے علاوہ کسی اور سے اگر روایت کرے تو اس میں اضطراب ہوگا۔ معاویہ بن صالح کہتے ہیں میں نے ابن معین سے پوچھا اصحاب اعمش میں زیادہ ثبت کون ہے تو انہوں نے کہا شعبہ وسفیان کے بعد ابومعاویہ کا مقام آتا ہے۔ ابراھیم الحربی وکیع کے حوالے سے بیان کرتے ہیں ہم نے امام اعمش کے حوالے سے حدیث بیان کرنے میں ابومعاویہ سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔ امام نسائی فرماتے ہیں ابومعاویہ ثقہ ہے۔ ابن خراش کہتے ہیں وہ صدوق ہے اور جب امام اعمش سے روایت کرے تو ثقہ ہے اور اگر ان کے علاوہ کسی اور سے روایت کرے تو اس میں اضطراب ہوگا امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا اور کہا کہ وہ حافظ اور ماہر علوم ہیں البتہ وہ مرجیاً خبیثاً، ہیں۔ (میں نے وہ الفاظ ایسے نقل کر دیئے، جیسے تہذیب میں مذکور ہیں۔ (محمد ارشد القادری)

امام ابن حجر عسقلانی قُلْتُ کہہ کر لکھتے ہیں ابن سعد نے کہا کہ ابومعاویہ ثقہ ہے کثیر الحدیث ہے یدلس وکان مرجیاً، امام نسائی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں امام اعمش یعنی سلیمان بن مہران سے روایت کرنے میں ثقہ ہیں۔

ابن مدینی اور کچھ دوسرے حضرات کا بیان ہے ابومعاویہ کی وفات ۱۹۵ھ میں ہوئی۔ (۱)

### ۳۔ امام اعمش (سلیمان بن مہران) رحمۃ اللہ علیہ:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ حدیث نمبر ۱۳ کے تحت کیا گیا ہے وہاں دیکھ لیں۔

### ۴۔ ابراھیم:

ان کا تذکرہ امام ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ نے کیا ہے یہ ثقہ راوی ہیں ان کے فضائل کثیر ہیں یہ حضرت بڑے بڑے جلیل القدر بزرگوں سے حدیث روایت کرتے ہیں آپ ان کی تعدیل کا مطالعہ کرلیں۔

امام ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

ابراھیم بن یزید بن قیس بن اسود بن عمرو بن ربیعہ بن ذھل نخعی ابوعمران کوفی الفقیہ یہ اپنے ماموں اسود، عبدالرحمن، مسروق، علقمہ، ابومعمر، ھمام بن حارث شریح قاضی اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں ابراھیم سیدہ عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنھا سے بھی روایت کرتے ہیں مگر سیدہ سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے۔ ابراھیم سے امام اعمش (سلیمان بن مہران) منصور، ابن عون، زبید الیامی، حماد بن سلیمان، مغیرہ بن مقسم الضبی اور ایک خلق کثیر روایت کرتی ہے عجلی کا بیان ہے ابراھیم نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کی خواب میں زیارت کی تھی۔ وہ اہل کوفہ کے مفتی ہیں۔ وہ نیک صالح اور فقیہہ ہیں ابن معین کا کہنا ہے میرے نزدیک ابراھیم کی مراسیل شعبی کی مراسیل سے زیادہ لائقِ التفات ہیں۔ امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔

### ابراھیم کی وفات!

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ابراھیم کی وفات ۹۶ سنہ ھ میں ہوئی اس وقت ان کی عمر انچاس ۴۹ سال تھی اس طرح ایک روایت نقل کرتے ہیں جس کے مطابق جناب ابراھیم کی عمر بوقت وفات اٹھاون ۵۸ سال تھی تھوڑا آگے چل کر لکھتے ہیں ابراھیم کی پیدائش ۵۰ سنہ ھ کو ہوئی۔ اگر اس کو درست مان لیا جائے تو ابراھیم کی عمر چھیالیس ۴۶ سال بنتی ہے اگر عمر انچاس سال مان لی جائے تو پیدائش ۴۷ سنہ ھ بنتی ہے اور اگر عمر اٹھاون ۵۸ سال تسلیم کر لی جائے تو پیدائش ۳۸ سنہ ھ ہوتی ہے۔ یہ سب وہ ہے جو امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے۔ (۲)

### ۵۔ عبدالرحمٰن بن یزید:

یہ صاحبِ کردار بزرگ ہیں ان کو بڑے بڑے علماء کرام نے خراج تحسین پیش کیا ہے۔ ان کی مدح میں عمدہ کلمات میری نظر سے گذرے ہیں ان کی فضیلت مسلمہ ہے، خدمت دین میں ان کا بڑا حصہ ہے آئیں آپ بھی ان کی سیرت کا مطالعہ فرمائیں۔

---

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱/ ۱۲۰ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

(۲) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱/ ۱۵۵ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

امام ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

عبدالرحمٰن بن یزید بن قیس النخعی ابوبکر الکوفی، یہ اپنے بھائی اسود، اپنے چچا علقمہ، حضرت حذیفہ، حضرت عثمان، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت سلمان، حضرت مسعود انصاری، حضرت ابوموسیٰ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنھم اور اشتر نخعی سے روایت کرتے ہیں۔ عبدالرحمٰن سے ان کا بیٹا محمد، ابراھیم بن یزید نخعی، عمارہ بن عمیر، ابواسحٰق سبیعی، ابراھیم بن مہاجر، سلمہ بن کہیل، ابوصخرہ جامع بن شداد اور منصور بن معتمر وغیرھم روایت کرتے ہیں۔

ابن معین کہتے ہیں عبدالرحمٰن ثقہ راوی ہیں، قُلْتُ کہہ کر امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں ابن سعد کا کہنا یہ ہے کہ عبدالرحمٰن ثقہ ہیں ان کی احادیث کثیرہ ہیں، امام ابن حبّان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ عبدالرحمٰن حجاج کے زمانے میں قبل از جماجم ۳ے ھ میں فوت ہوئے یہ قول ابن سعد اور یحییٰ بن بکیر کا ہے عمرو بن علی کا کہنا یہ ہے کہ عبدالرحمٰن کی وفات جماجم میں ۸۳ ھ کو ہوئی ابن حبّان کہتے ہیں یہ مضبوط راوی ہیں۔

واقعہ جماجم میں ۸۳ ھ کو قتل کر دیئے گئے تھے۔ عجلی کوفی تابعی کہتے ہیں عبدالرحمٰن ثقہ راوی ہیں۔ امام دراقطنی فرماتے ہیں اس کا بھائی اسود اور بھتیجا سب ثقہ ہیں۔ (۱)

## ۶۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ:

یہ حضرت جلیل القدر صحابی ہیں ان کی اسلام کی تبلیغ اور ترویج واشاعت میں بڑی خدمات ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم میں بڑے مرتبے کے مالک ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی لمبی عمر عطا فرمائی تھی محقق علماء کرام اور مؤرخین نے لکھا ہے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی عمر تین سو پچاس 350 سال ہوئی ان کے احوال تہذیب میں بھی منقول ہیں آپ بھی مطالعہ فرمائیں لطف ولذت پائیں گے۔

امام ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

اس کا اصل وطن اصبہان تھا اور اس طرح بھی کہا جاتا ہے کہ وہ رامہرمز کے رہنے والے تھے جب نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ شریف آئے تو حضرت سلمان فارسی نے اس وقت اسلام قبول کیا اوّلاً غزوہ خندق میں شریک ہوئے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے حضرت انس بن مالک، ابن عجرہ، ابن عباس، ابوسعید خدری، ابوالطفیل، ام درداء صغری، ابوعثمان نہدی، ذاذان، ابوعمر، سعید بن وھب ہمدانی، طارق بن شہاب، عبداللہ بن ودیعہ، عبدالرحمٰن بن یزید نخعی رضی اللہ عنھم روایت کرتے ہیں۔

ابوعبداللہ بن مندہ کا بیان ہے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا نام مابہ بن بوذخشان بن مورسلا بن نم بہوذان یہ اس بادشاہ کی اولاد ہیں جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے وصی تھے۔ ان کی عمر کے بارے میں اس طرح کہا

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ ھ تہذیب التہذیب ۶ / ۲۶۸ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

جاتا ہے کہ دوسو پچاس 250 سال ہوئی یا اس سے بھی زیادہ ان کے اسلام لانے کا قصہ وجوہ کثیرہ رکھتا ہے۔ (۱)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے حالات احوال کا تذکرہ امام ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ کے علاوہ علامہ ابن اثیر نور اللہ مرقدہ نے بھی کیا ہے میں چاہوں گا ان کے حوالے سے بھی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقت آپ تک پہنچاؤں۔

علامہ ابوالحسن علی ابن اثیر لکھتے ہیں:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے اور سلمان خیر کے لقب سے مشہور ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے غلام تھے۔ لوگوں نے ان سے ان کا نسب دریافت کیا انہوں نے جواب دیا کہ میں سلمان بن اسلام ہوں۔ ان کی اصل فارس ہرمز سے ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں جیّ سے ہیں یہ اصفہان کا ایک شہر ہے ان کا نام اسلام سے پہلے مابہ بن بوذخشان بن مورسلان بن بہوذان بن فیروز بن سہرک تھا۔ بادشاہ کی اولاد سے ہیں۔ یہ فارسی ہیں مجوسی آگ کے پوجنے والے تھے اور ان کے مسلمان ہونے کا سبب وہ تھا جس کی خبر ہمیں ابوالمکارم منصور بن مکارم اور دیگر راویان کے حوالے سے ..... عبداللہ ابن عباس سے روایت کر کے خبر دی، انہوں نے کہا مجھ سے سلمان نے بیان کیا کہ میں اہل فارس علاقہ اصبہان کے شہر جیّ کے ایک دہقان کا لڑکا تھا اور ابن ادریس کی روایت میں ہے اور میرا باپ زمیندار تھا اور میں ان کو تمام خلق میں سب سے زیادہ محبوب تھا اور بکائی کی حدیث میں ہے کہ تمام بندوں سے زیادہ محبوب تھا۔ انہوں نے مجھ کو گھر میں مثل لڑکیوں کے بٹھایا اور فارسی زبان حاصل کرنے میں کوشش کرتا تھا اور علی بن جابر کی حدیث میں ہے کہ میں مجوسیہ میں کوشش کرتا تھا اور میں اس آگ میں تھا جو روشن کی جاتی ہے اور نہیں گل ہوتی تھی اور میرے والد صاحب جائیداد اور مکان والے تھے جس کا انتظام کیا کرتے تھے۔ ابن ادریس نے اپنی حدیث میں اتنا اور بڑھایا ہے کہ اپنے گھر میں (یعنی اپنے یہاں مکان بنواتے تھے) انہوں نے مجھ سے ایک دن کہا اے میرے لڑے! تم دیکھتے ہو میں یہاں مشغول ہوں تم باہر کھیتوں پر چلے جاؤ لیکن رک نہ جانا کہ میں جائیداد کا خیال چھوڑ کر تمھاری فکر میں پڑ جاؤں میں جائیداد دیکھنے کے واسطے نکلا اور نصرانیوں کے گرجا کے پاس ہو کر گزرا، وہ لوگ نماز پڑھتے تھے میں ان کی طرف جھکا اور مجھ کو ان کا یہ کام اچھا معلوم ہوا اور میں نے کہا کہ بخدا یہ ہمارے دین سے بہتر ہے اور میں ان کے پاس کھڑا ہوا یہاں تک کہ آفتاب ڈوب گیا نہ میں کھیت پر گیا اور نہ میں گھر باپ کی طرف لوٹ کر گیا۔ والد نے میرے لوٹنے میں دیر ہونے سے قاصدوں کو میرے بلانے کو بھیجا اور میں نے نصاریٰ سے جب مجھ کو ان کا فعل پسند آیا پوچھا کہ اس دین کی اصل کہاں ہے؟ ان لوگوں نے جواب دیا کہ شام میں۔ میں اپنے والد کے پاس لوٹ کر آیا۔ انہوں نے پوچھا اے صاحبزادے! میں نے تمہارے بلانے کو قاصد روانہ کیے تھے میں نے جواب دیا میں ایسی قوم کے پاس ہو کر گزرا جو گرجا میں نماز پڑھ رہے تھے مجھ کو ان کا دین پسند آیا اور میں نے جان

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۴/۱۲۱ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

لیا کہ ان کا دین ہمارے دین سے بہتر ہے۔ میرے والد نے کہا تمہارا اور تمہارے اجداد کا دین ان کے دین سے بہتر ہے میں نے کہا بخدا ہر گز نہیں ان کو میرا اندیشہ ہوا اور انہوں نے مجھ کو مقید کر دیا۔ میں نے نصاریٰ کی طرف کہلا بھیجا اور ان سے میں نے ان کے دین پر موافقت کا اظہار کیا اور ان سے پوچھا کہ جو شخص شام کے جانے کا ارادہ رکھتا ہو مجھ کو آگاہ کرو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ میں نے بیڑیوں کو اپنے پیر سے اتارا اور ان کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ شام میں پہنچا اور ان سے ان کے عالم کو دریافت کیا۔ انہوں نے اسقف کو بتایا میں اس کے پاس آیا اور اس کو اپنے حال سے آگاہ کیا اور کہا میں تمہاری خدمت کیا کروں گا اور تمہارے ساتھ نماز پڑھوں گا۔ اس نے کہا رہو میں اس کے ساتھ رہا وہ اپنے دین میں بُرا تھا اور لوگوں کو صدقہ کا حکم دیتا تھا اور لوگ جب اس کو کچھ دیتے اس کو اپنے واسطے روک رکھتا یہاں تک کہ اس نے سات مٹکے سونے اور چاندی سے بھر کر جمع کیے اور مر گیا۔ میں نے لوگوں کو اس کے حال سے آگاہ کر دیا۔ وہ لوگ مجھ کو پھیر کر لے آئے۔ میں نے ان کو اس کا مال بتا دیا ان لوگوں نے اس کو دفن نہیں کیا اور اس کو سنگسار کیا اور اس کی جگہ پر ایک بڑا دین دار زاہد آخرت میں رغبت کرنے والے نیک مرد کو بٹھایا۔ خدا نے اس کی محبت میرے دل میں ڈال دی یہاں تک کہ اس کے مرنے کا وقت آ گیا۔ میں نے اس سے کہا مجھے وصیت کر اس نے موصل میں ایک آدمی کا ذکر کیا اور کہا کہ ہم اور وہ ایک ہی دین پر ہیں یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا اور میں موصل میں چلا آیا اور میں اس شخص سے جس کا ذکر اس نے کیا تھا ملا اور اس کو اپنے حال سے آگاہ کیا اور یہ کہ فلاں شخص نے مجھ کو تمہارے پاس آنے کا حکم دیا ہے۔ اس نے کہا ٹھہرو میں نے اس کو اسی شخص کے طریقہ پر پایا یہاں تک کہ اس کے مرنے کا وقت آ گیا۔ میں نے اس سے کہا مجھ کو وصیت کر اس نے کہا میں کسی کو نہیں جانتا جو ہمارے طریقہ پر ہو سوائے ایک شخص کے جو عموریہ میں رہتا ہے۔ میں اس کے پاس عموریہ میں آیا اور اس کو اپنے حال سے آگاہ کیا اس نے مجھ کو ٹھہرنے کا حکم دیا اور میرے پاس کچھ جمع ہو گیا اور میں نے کچھ بکریاں اور گائیں لے لیں۔ جب اس کے مرنے کا وقت آ گیا میں نے کہا مجھ کو کس کے پاس جانے کی وصیت کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا میں اس وقت کسی کو نہیں جانتا جو ہماری جیسی حالت پر ہو لیکن اس نبی کا زمانہ تم سے قریب ہے جو دین حنفیہ ابراہیم علیہ السلام پر مبعوث ہو گا اس کی ہجرت کی جگہ کھجوروں والی زمین ہے اور اس میں کھلی ہوئی نشانیاں اور علامتیں ہیں اس کے دونوں مونڈھوں کے درمیان میں مہر نبوت ہے وہ ہدیہ کھاتا ہے اور صدقہ نہیں کھاتا پس اگر تم سے ہو سکے تو اس کے پاس پہنچ جاؤ (وہ یہ کہہ کر) مر گیا اور عرب کے قبیلہ کلب کا قافلہ میرے پاس ہو کر گزرا میں نے ان سے کہا میں تمہارے ساتھ چلوں گا اور تم کو اپنی یہ بکریاں اور گائیں دے دوں گا تم مجھ کو اپنے شہر کی طرف لے چلو۔ وہ مجھ کو وادی القریٰ کی طرف لے گئے اور مجھ کو ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر ڈالا۔ میں نے کھجور کے درختوں کو دیکھ کر جان لیا کہ یہ وہی شہر ہے جس کی صفت مجھ سے بیان کی گئی تھی اور میں اپنے مشتری کے پاس رہا۔ اس کے پاس قبیلہ بنو قریظہ کا ایک آدمی آیا اور اس نے مجھ کو اس سے خرید کیا اور مجھ کو مدینے میں لے کر آیا۔ میں نے اس کے اوصاف سے اس کو پہچان لیا اور اس شخص کے پاس والی کھجوروں میں کام کرتا رہا۔ خدا نے اپنے

نبی کو مبعوث بھی کر دیا لیکن میں اس سے غافل رہا یہاں تک کہ آپ مدینہ میں تشریف لائے اور قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں اُترے۔ میں کھجور کی چوٹی پر تھا کہ میرے مالک کا بھتیجا آیا اور اس نے کہا اے فلاں خدا بنو قبیلہ کو ہلاک کرے میں ابھی ان کے پاس ہو کر گزرا وہ لوگ ایک شخص کے پاس جو مکہ سے آیا ہے اور اپنے آپ کو نبی کہتا ہے مجتمع ہیں۔ بخدا میں اس کو سن کر خوش ہو گیا اور مارے خوشی کے درخت پر کانپنے لگا یہاں تک کہ میں گرنے کے قریب ہو گیا اور جلدی سے اتر آیا اور پوچھا کیا خبر ہے۔ میرے مالک نے مجھ کو ایک گھونسا مارا اور کہا تم کو ان سے کیا مطلب تم اپنا کام کرو۔ میں اپنے کام میں لگا رہا یہاں تک کہ شام ہو گئی میں نے کچھ کھجوریں جمع کیں اور اس کو لے کر آپ کے پاس آیا۔ آپ اپنے اصحاب کے ہمراہ قبا میں تھے میں نے کہا میرے پاس کچھ جمع ہو گیا میں چاہتا ہوں کہ اس کو صدقہ کر دوں اور مجھ کو معلوم ہوا کہ آپ نیک آدمی ہیں اور آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب محتاج ہیں۔ میں آپ لوگوں کو اس کا زیادہ مستحق جانتا ہوں اور اس کو آپ کے سامنے رکھ دیا آپ نے اپنا ہاتھ روک لیا اور اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کھاؤ وہ لوگ کھانے لگے میں نے (اپنے دل میں) کہا یہ ایک نشانی ہوئی اور لوٹ آیا اور آپ بھی قبا سے مدینہ چلے آئے۔ میں نے کچھ اور جمع کیا اور اس کو آپ کے پاس لے کر آیا اور کہا میں نے آپ کی بزرگی کو دوست رکھا اور آپ کے واسطے ہدیہ لایا ہوں اور یہ صدقہ نہیں ہے۔ آپ نے اپنا ہاتھ پھر ملایا اور آپ نے اور آپ کے اصحاب نے کھایا۔ میں نے کہا یہ دو نشانیاں ہوئیں اور واپس آیا۔ پھر میں آپ کے پاس آیا آپ ایک جنازے کے پیچھے بقیع غرقد میں تشریف لیے جاتے تھے آپ کے گرد و پیش آپ کے اصحاب تھے میں نے سلام کیا اور پھر کر آپ کی پشت میں مہر نبوت دیکھنے لگا آپ نے میرا ارادہ معلوم کر کے چادر اُتار دی میں نے مہر نبوت دیکھ لی اور اس کو بوسہ دے کر رونے لگا آپ نے مجھ کو اپنے سامنے بٹھایا میں نے آپ سے اپنا کل حال بیان کیا جس طرح اے ابن عباس! میں تم سے بیان کرتا ہوں آپ نے اس کو پسند کیا اور چاہا کہ اپنے اصحاب کو بھی یہ خبر سنائیں۔ اور بدر اور احد میں آپ کے ساتھ شریک ہونے سے غلامی کی وجہ سے مجبور ہو گیا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا اے سلمان! تم مکاتب بن جاؤ میں ہمیشہ اپنے مالک سے کہتا رہا یہاں تک کہ میں نے اس سے تین سو درخت لگانے اور چالیس اوقیہ سونے پر مکاتبت کر لی۔ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کی کھجور کے درختوں سے مدد کرو۔ ان لوگوں نے پانچ پانچ دس (دس) سے مدد کی یہاں تک کہ تین سو درخت میرے پاس جمع ہو گئے اور آپ نے مجھ سے فرمایا ان کے واسطے تھالے کھود و اور ان کو بیٹھاؤ نہیں یہاں تک کہ میں اپنے ہاتھ سے ان کو بٹھالوں میں نے تھالوں کو کھودا اور صحابہ نے میری اعانت کی یہاں تک کہ میں فارغ ہو گیا اور آپ کے پاس آیا۔ میں آپ کو درخت لا کر دیتا تھا اور آپ اس کو بٹھاتے اور مٹی برابر کرتے جاتے تھے۔ آپ لگا کر واپس گئے اور خدا کی قسم! ان درختوں میں سے ایک بھی نہیں ضائع ہوا اور سونا باقی رہ گیا تھا کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے ساتھیوں میں ایک شخص انڈے کے برابر سونا لایا جو اس کو کسی کان میں ملا تھا۔ آپ نے فرمایا مسکین سلمان فارسی مکاتب کو بلاؤ اور کہا اس کو ادا کر دے میں نے کہا یا رسول اللہ! جو کچھ مجھ پر ادا کرنا ہے اس کو یہ کہاں پورا

کر سکتا ہے۔ اور ابوالطفیل نے سلمان سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سونے کے انڈے سے میری مدد فرمائی تھی اگر میں اس کو پہاڑ احد سے وزن کرتا تو وہ اس سے بھاری ہوتا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے بعض حواریین سے ملاقات کی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ وہ مکہ میں مسلمان ہوئے تھے لیکن ایسا کچھ نہیں ہے اور سب سے پہلے یہ آپ کے ہمراہ خندق میں شریک ہوئے اور خندق کے بعد کسی مشہد میں پیچھے نہ رہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کے اور ابوالدرداء کے درمیان میں بھائی چارا کیا تھا۔ ہمیں عبداللہ بن احمد بن عبدالقاہر نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابومحمد جعفر بن احمد قاری نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں حسن بن احمد بن شاذان نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں احمد بن عثمان بن احمد بن سماک نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں یحییٰ بن جعفر نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں حماد ابن مسعدہ نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابن ابی ذئب نے سعید بن ابی سعید سے انہوں نے عبداللہ ابن ودیعہ سے انہوں نے سلمان فارسی سے روایت کر کے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جہاں تک ہو سکے پاک ہو پھر اپنے کو تیل لگاوے یا اپنے گھر کی خوشبو ملے اور کسی دو شخصوں میں جدائی نہ ڈالے ہو اور جب امام نکلے خاموش رہے خدا اس کے اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور اس کو آدم بن ابی ایاس نے ابن ابی ذئب سے انہوں نے سعید سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ابن ودیعہ سے انہوں نے سلمان سے نقل کیا ہے۔ اور ابن عجلان نے سعید سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ابن ودیعہ سے انہوں نے ابوذر سے اس کی روایت کی ہے۔ اور ہمیں ابراہیم بن محمد بن مہران اور اسماعیل بن علی بن عبداللہ اور ابوجعفر عبیداللہ بن احمد بن علی نے اپنی سندوں سے محمد بن عیسٰی سلمی تک خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے سفیان بن وکیع نے بیان کیا وہ کہتے تھے مجھے میرے والد نے حسن بن صالح سے انہوں نے ابو ربیعہ ایادی سے انہوں نے حسن سے انہوں نے انس بن مالک سے روایت کر کے خبر دی انہوں نے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جنت تین شخصوں (یعنی علی اور عمار اور سلمان رضی اللہ عنہم) کی مشتاق ہے سلمان بہترین صحابہ اور زہاد اور فضلاء میں سے تھے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مقربین سے تھے۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ سلمان رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس رات کو بیٹھتے تھے یہاں تک کہ قریب ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بارے میں سبقت لے جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سلمان کے بارے میں دریافت کیا گیا آپ نے جواب دیا کہ ان کو اولین وآخرین کا علم تھا وہ ایسے دریا ہیں جو خشک نہیں ہوتا وہ ہم میں سے (یعنی اہل بیت) ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سلمان اور ابوالدرداء میں بھائی چارا کیا تھا۔ ابوالدرداء شام میں ٹھہرے اور سلمان عراق میں ابوالدرداء نے سلمان کو خط لکھا کہ تم پر سلام ہو امابعد! خدا نے مجھ کو تمہارے بعد مال اور لڑکے عنایت کیے اور میں پاک زمین پر فروکش ہوا۔ سلمان نے ان کو جواب لکھا تم پر سلام ہو امابعد! تم نے مجھے لکھا تھا کہ خدا نے تم کو مال وفرزند عنایت کیے سو تم جانو کہ مال وفرزند کی زیادتی خیر نہیں ہے خیر یہ ہے کہ تمہارا علم زیادہ ہو اور تمہارا علم تم کو نفع دے اور تم نے مجھے لکھا تھا

کہ تم ارض مقدسہ میں وارد ہوئے ہو حالانکہ زمین کسی کے واسطے عمل نہیں کرتی تم عمل کرو گویا کہ خدا کو دیکھ رہے ہو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو۔ حذیفہ نے سلمان سے کہا ہم تم کو گھر نہ بنوا دیں؟ سلمان نے پوچھا کیوں (کیا اس واسطے کہ) مجھ کو بادشاہ بنا دو اور میرے واسطے ایسا گھر بنا دو جیسا کہ تمہارا گھر مدائن میں ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں بلکہ پھوس سے اور اس کی چھت چٹائی کی کہ جب تم کھڑے ہونے کے قریب ہو تمہارے سر پر گرنے لگے اور جب تم اوپر دیکھو تو تمہاری آنکھ پر گرنے کے قریب ہو سلمان نے جواب دیا گویا کہ تم میرے دل میں تھے (اور جو میری خواہش تھی اسی کو تم نے بیان کیا) ان کا عطیہ پانچ ہزار تھا جب عطیہ ملتا اس کو تقسیم کر دیتے تھے اور اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے یہ ڈلیاں بناتے تھے انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو غزوہ احزاب میں خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا۔ جب عرب کے گروہ لڑنے آئے تھے اور جب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کھودنے کا حکم دیا مہاجرین وانصار میں سلمان کے بارے میں گفتگو ہوئی (سلمان قوی آدمی تھے مہاجر کہتے تھے سلمان ہم میں سے ہیں اور انصار کہتے تھے سلمان ہم میں سے ہیں آپ نے فرمایا سلمان ہم میں سے ہیں یعنی اہل بیت ہیں۔ ان سے ابن عباس اور انس اور عقبہ بن عامر اور سعید اور کعب بن عجرہ اور ابو عثمان نہدی اور شرجیل بن سمط وغیرہم نے روایت کی ہے۔ ہمیں ابو منصور بن شجی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابو البرکات محمد بن محمد بن خمیس نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابو نصر بن طوق نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابو القاسم بن مرجی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابو یعلیٰ موصلی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں محمد بن صباح نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں جریر نے منصور سے انہوں نے ابراہیم سے انہوں نے علقمہ سے انہوں نے قرثع ضبی سے انہوں نے سلمان فارسی سے روایت کر کے خبر دی انہوں نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تم جانتے ہو جمعہ کا دن کیا ہے؟ میں نے کہا خدا اور سول زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ وہی دن ہے جس میں خدائے عزوجل نے تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو جمع کیا جو بندہ جمعہ کے دن پاک صاف ہو پھر جمعہ میں آوے اور امام کے ساتھ نماز سے فارغ ہونے تک بات نہ کرے خدا اس کو اس کے اگلے گناہوں کا کفارہ کر دے گا۔ ان کی وفات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری سال میں ہوئی۔ عباس بن یزید بیان کرتے ہیں اہل علم کا بیان ہے کہ سلمان تین سو سال زندہ رہے۔ ان کی وفات ۳۵ھ میں ہوئی اور بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ ۳۱ھ کے اوائل میں ہوئی اور بعض لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وفات ہوئی لیکن اڑھائی سو میں کسی کو شک نہیں ہے۔ ابو نعیم نے لکھا ہے کہ سلمان بڑی عمر والوں میں سے تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے عیسیٰ بن مریم کو پایا تھا اور دونوں کتابیں پڑھیں تھیں اور ان کی تین لڑکیاں تھیں ایک لڑکی اصبہان میں اور ایک جماعت کا خیال ہے کہ اہل اصبہان انہیں کی اولاد سے ہیں اور دو لڑکیاں مصر میں۔ ان کا تذکرہ تینوں نے لکھا ہے۔ (۱)

(۱) علامہ امام ابوالحسن علی الجزری ابن اثیر اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ۱/ ۹۰۵ مطبوعہ عبداللہ اکیڈمی الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

## دل باغ باغ ہوگا:

میری یہ کوشش ہوگی جہاں جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مبارک ذکر آئے وہاں وہاں ان کے حالات تفصیلاً لکھوں تاکہ پڑھنے والوں کو معلومات بھی حاصل ہوں اور ان نفوس قدسیہ کا ذکر کرنے کی سعادت بھی حاصل ہو ظاہر ہے جب کوئی بھی قاری ان مبارک ہستیوں کا تذکرہ پڑھے گا تو اس کا دل باغ باغ ہوگا ایسی خوشی اہل ایمان کو نصیب ہوگی جس کا الفاظ میں اظہار ممکن نہیں اسی ضرورت کے پیش نظر میں نے ان بزرگوں کے فضائل کو تفصیل سے ذکر کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ (محمد ارشد القادری)

# شرح حدیث نمبر ۱۶

اس حدیث شریف میں ایک اہم مسئلہ کی جانب رہنمائی فرمائی گئی ہے۔ تمام انسانوں کے ساتھ کچھ ایسی ضروریات لاحق کردی گئی ہیں جن کو کسی صورت بھی ان سے جدا نہیں کیا جاسکتا انسان چاہے کتنا بڑا مقام ومرتبہ حاصل کرلے وہ پھر بھی ان حوائج سے بری نہیں ہوسکتا مطلب یہ ہے کہ اس کو بول و براز جیسی حاجت ہمیشہ رہتی ہے۔

لہٰذا یہ امر لازم تھا کہ ان امور میں ھدایات دی جائیں اور وہ بڑی کھلی اور واضح ہوں چنانچہ امام الانبیاء حبیب کبریا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس مناسبت سے بڑی بَیِّن ھدایت عطا فرمائی ہے۔

علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

یہ جو باب ہے جس میں سنگ ریزوں کے ساتھ استنجاء کرنے کا بیان کیا گیا ہے امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ہم سے ھناد نے اور اسی طرح ابومعاویہ محمد بن حازم نے حضرت امام اعمش کے حوالے سے جناب ابراہیم بن یزید بن قیس بن اسود نخعی ابوعمران کوفی نے روایت کیا یہ جناب اہل کوفہ کے امام ہیں ان کی امامت وجلالت پر اجماع ہے اس وجہ سے کہ وہ صاحب علم وعمل ہیں انہوں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا تھا مگر ان سے حدیث کا سماع نہیں کیا عجلی کا کہنا یہ ہے کہ ابراہیم نے بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا دیدار تو کیا تھا مگر روایت کسی ایک سے بھی نہیں کی۔ ابن معین کہتے ہیں ابراہیم کی مراسیل شعبی کی مراسیل سے درست تر ہیں ابراہیم کی ولادت باختلاف روایات ۵۰ھ میں ہوئی اور ان کی وفات ۴۶ سال کی عمر میں ہوئی۔ اس طرح وفات کا ۹۶ھ بنتا ہے۔ اور یہ جو عبدالرحمٰن بن یزید کوفی ہیں یہ جماعت صحابہ کرام سے ملاقی ہیں یہ امیر المومنین حضرت عثمان، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت حذیفہ ودیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے روایت کرتے ہیں۔ ان کو ابن معین عجلی دارقطنی اور ابن سعد نے ثقہ قرار دیا ہے۔ ان کی وفات ۹۳ھ میں ہوئی عبدالرحمٰن کہتے ہیں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا، تمہارے نبی تمہیں ہر چیز کی تعلیم دیتے ہیں یہاں تک کہ بول و براز کے لئے بیٹھنے کا طریقہ بھی بتاتے ہیں تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اَجَلْ ہاں (یہاں اَجَل کا مطلب نعم ہے ارشد القادری) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہمیں قبلہ کی طرف منہ کرکے پیشاب کرنے یا پاخانہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم تین ڈھیلوں سے کم استنجاء نہ کریں۔ رجیع سے بھی استنجاء کرنے سے ہمیں منع فرمایا۔ اس طرح ہڈی سے استنجاء کرنے سے بھی روکا ہے اسی وجہ سے کہ ہڈی تو جنوں کی خوراک

ہے اور رجیع جنوں کے جانوروں کی خوراک ہے۔ اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا، حضرت خزیمہ بن ثابت اور حضرت جابر بن خلاد بن السائب رضی اللہ عنھما اپنے والد گرامی کے حوالے سے روایت کرتے ہیں امام طبرانی حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں امام نسائی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ امام بیہقی نے حضرت ابوھریرہ سے حدیث تخریج کی اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی حدیث وارد کی، امام دارقطنی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت کی۔ ابن عدی نے خلاد جھنی اور عن ابیہ السائب کے حوالے سے روایت کی، امام ابوداؤد اور امام نسائی دونوں نے دارقطنی کے حوالے سے روایت کی اور وہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے۔ امام طبرانی نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ امام بخاری اور امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث وارد کی امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث سلمان رضی اللہ عنہ کو حدیث حسن صحیح کہا ہے۔ صحابہ کرام اور ان کے بعد والے اکثر تابعین اھل علم کا یہی قول ہے ۔ان سب کا یہ اعتقاد ہے کہ سنگریزوں سے یا ڈھیلوں سے استنجاء کرنا کافی ہے اگرچہ پانی سے استنجاء نہ بھی کیا جائے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ جب اثرِ غائط وبول سے پوری طرح پاکیزگی حاصل ہو جائے اور کلوخ بھی اسی قبیل سے ہے۔ امام سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، جناب اسحٰق رحمۃ اللہ علیھم کا یہی قول ہے۔ ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ (۱)

علامہ ابوطیب سندھی لکھتے ہیں:

یہ جو باب امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے قائم کیا ہے جس میں پتھر کے ٹکڑوں سے استنجاء کرنے کا ذکر ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اداب خرآۃ سکھائے ہیں یعنی بول وبراز کرنے کے لئے بیت الخلاء میں کس انداز سے بیٹھنا ہے اس کا بیان کیا گیا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم شریف کی شرح میں فرمایا ہے جہاں تک لفظ خراہ کا تعلق ہے تو یہ خا کی زیر کے ساتھ ہے اور تخفیف را دالف بالمد ہے یہ ایسا اسم ہے جس سے مراد حدث کی ہیئت ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر بعض مشرکین نے بطور استہزاء سوال کیا تھا جیسا کہ مجمع البحار میں ہے۔ آپ نے اس استہزاء کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی بلکہ جواب اسلوب دانائی کے مطابق دیا جیسا کہ امام احمد کی روایت میں مذکور ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عوام الناس اس لفظ کو فتحہ خا کے ساتھ پڑھتے ہیں اور معنی کھلا کھلا حدث مراد لیتے ہیں یہ جو قول ہے ''اَجَلْ'' لام کے سکون کے ساتھ تو اس کا مطلب ہے "نَعَمْ" نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قضائے حاجت کے آداب کے لئے بھی ہمیں حکم صادر فرمایا، ہم قبلہ کی طرف منہ نہ کریں کعبہ معظّمہ کی تعظیم کرتے ہوئے اور نہ ہی ہم دائیں ہاتھ سے استنجاء کریں اس کے شرف کی وجہ سے اسی طرح ہم تین ڈھیلوں سے کم کو استنجاء کے لئے کافی نہ سمجھیں اعلیٰ درجے کی نفاست وتنظیف کی وجہ سے۔ اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا اور حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے

(۱) علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۴۶ مطبوعہ کانپور ہند،

بھی روایات منقول ہیں امام ابوداؤد اور امام نسائی نے بھی تخریج کی ہے ان کی احادیث میں الفاظ اس طرح آئے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی بڑے پیشاب کے لئے جائے تو اپنے ہمراہ تین ڈھیلے لے کر جائے تاکہ ان کی وجہ سے پاکیزگی حاصل کرے باقی رہا حضرت خزیمہ والی حدیث کا معاملہ تو اس کو امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے ان کے الفاظ اس طرح ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا استنجاء کے لئے تین ڈھیلے ہونے چاہئیں ان میں رجیع نہ ہو۔ امام سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام اسحٰق، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام مالک رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے۔ (۱)

## کچھ تو پہچان پیدا کر:

کوئی بھی ضروری مسئلہ ہو اس پر تحقیق کرنا اور پھر اس کو سپرد قرطاس کرنا یہ اور چیز ہے اور بغیر تحقیق کے بات کرنا اور چیز ہے دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے۔ میں نے جو کچھ آپ کی خدمت میں شرح حدیث کے حوالے سے پیش کیا ہے وہ سب اکابر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اسلام دنیا کا سب سے ستھرا اور پاکیزہ دین ہے اس کی ہر ہر رمز اپنے اندر ہزار ہا برکات رکھتی ہے۔ ہر دور میں اہل اسلام کے مخالفین کا طرز عمل یہی رہا ہے کہ ان کے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر کوئی نہ کوئی اعتراض کرنے کی کوشش کریں تاکہ ان کے دلوں سے عزتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اگر ہم محو نہیں کر سکے تو کم کیا جائے۔ مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے ہر زمانہ میں کافروں، مشرکوں اور منافقوں کا یہی طریقہ رہا ہے۔ بلاشبہ کافروں اور مشرکوں سے نمٹنا تو آسان ہوتا ہے اس لئے کہ ہر ایمان دار کو پتہ ہوتا ہے کہ یہ ہمارا مخالف ہے لہذا یہ جو کچھ کہہ رہا ہے یا جو کچھ لکھ رہا ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ پریشانی کا سامنا اس وقت کرنا پڑتا ہے جب کوئی اپنا بن کر کمالات رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا انکار کرتا ہے بس مجھے تو یہی سمجھ آتا ہے کہیں بھی اور کسی کو بھی اگر امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر اعتراض کرتے دیکھو یا سنو تو فوراً جان لو یہ منافق ہے ورنہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کوئی صاحب ایمان اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کسی کمال کا انکار کرے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر بطور استہزاء مشرکوں نے یہ اعتراض کیا تھا کیا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمہیں رفع حاجت تک کے طرائق کی تعلیم دیتے ہیں؟ مقصود یہ تھا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پریشان ہو کر انکار کر دیں گے یا خاموشی اختیار کر لیں گے لیکن مشرکوں کو منہ کی کھانی پڑی جب جواب میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے "اَجَلْ" کہا یعنی ہاں وہ ہمیں یہ سب کچھ سکھاتے ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے بارگاہ رسالت سے جو کچھ دیا جاتا ہے وہ ہر لحاظ سے باعث برکت ہوتا ہے۔

---

(۱) علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۴۶ مطبوعہ کانپور ہند

## پاکیزہ جذبات واحساسات کا اظہار اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ:

قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ دونوں کا مقصود اہل ایمان کو عمل کی راہوں سے آگاہ کرنا ہے اس امت کو اللہ تعالیٰ نے بڑا ہی بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے اس کو 'کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ، یعنی لوگوں میں جتنی بھی امتیں ظاہر ہوئیں ان سب سے بہتر امت تم ہو۔ کا اعزاز بخشا یہ اتنی بڑی سعادت ہے جس کا شکرادا کرتے کرتے اگر موت بھی آجائے تو شکرادا نہ ہونے پائے۔ جس قوم کو اتنے بڑے مقام کی نوید سنادی جائے اس قوم کو تو ہر ہر لحہ اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت میں بسر کرنا چاہیئے اس کا تو ایک ایک عمل محض رضاءِ مولیٰ تعالیٰ ہی کے لئے ہونا چاہیئے میں نے جس جس حدیث شریف کی شرح لکھی ہے کوشش یہی کی ہے اس سے عوام الناس میں اپنے آقا علیہ السلام کے لئے جذبات محبت وعقیدت پیدا ہوں اور ان میں دین حق واسلام کی تبلیغ واشاعت کا ملکہ پیدا ہو۔ اس امت کے نوجوان اس کو پڑھ کر، احادیث مبارکہ کے فیوض وبرکات خوب محسوس کریں اور پھر ان پاکیزہ جذبات واحساسات کا اظہار برملا کریں اور کہیں کہ آؤ مسلمانو! اپنے پیارے نبی علیہ السلام کے لائے ہوئے دین اور اپنے پیارے نبی علیہ السلام کے بتائے ہوئے طریقے کو عام کریں۔ ایک تو وہی انداز ہے جس میں حدیث شریف کا احترام تو کیا جاتا ہے ادب سے سرِ تسلیم خم ہوتا ہے شاید آنکھوں میں پانی بھی بھر آتا ہوگا اور پھر وہ چھلک بھی پڑتا ہوگا۔ یہ بڑا اعزاز ہے مگر حقیقتاً یہ ہونا چاہیئے۔ کہ جو حدیث شریف کا لطف ایک مسلمان محسوس کرے وہ اپنے تک اس کو کیوں محدود رکھے فوراً اٹھ کھڑا ہو اور موقعہ بنا کر اہل ایمان تک ان پیارے پیارے جذبات واحساسات کو منتقل کردے۔

مجھے حضرت علامہ مولانا شیخ الحدیث عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اب زمانہ بدل گیا ہے لوگوں کے سامنے کوئی بھی مسئلہ بیان کرو تو وہ فوراً کہتے ہیں لائیے دکھایئے حدیث صحیح لہذا پوری ذمہ داری سے احادیث مبارکہ کو آسان کر کے اہل ایمان کے سامنے رکھیے تاکہ ان کو عمل کرنے میں آسانی ہو اور اس امت میں صالح انقلاب برپا ہو جائے۔ (محمد ارشد القادری)

## یہ زمانہ چپ چاپ بیٹھے رہنے کا نہیں ہے:

نوجوان کسی بھی قوم کا عظیم سرمایہ ہوتے ہیں یہی وہ افراد ہوتے ہیں جن پر سارے معاشرے کا انحصار ہوتا ہے میں یہ چاہوں گا اب تو ہمارا وہ طبقہ جو سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے اس میں ایسا جذبہ خودداری پیدا کیا جائے کہ آئندہ آنے والی نسلیں بھی اس جذبہ بے مثل سے سرشار رہیں۔ جس قوم سے احساس ذمہ داری عُنقاً ہو جائے اس قوم میں ترقی کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں کوئی قوم ترقی اس وقت کرتی ہے جب وہ احساس ذمہ داری کے جذبے سے سرشار ہوتی ہے۔ یہ جذبہ اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب ہم اپنے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سُنّتِ مطہرۃ کا عملی نمونہ بن جائیں ہمارا یہ عقیدہ ہونا چاہیئے جو کچھ سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مبارک منہ سے نکلا

ہوا ہے وہ حرف بحرف حق ہے۔اس کائنات میں اسی طرح ہوگا جس طرح نبی رحمت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمایا ہوا ہے۔اس جہان رنگ وبو میں وہی لوگ عظمتوں کے مالک بنتے ہیں جن کو حق گوئی بے باکی کی دولت میسر آجاتی ہے یہ دولت اسی صورت ہاتھ آتی ہے۔جب امام الانبیاء کی اپنی زندگی کا ایک ایک موڑ ہمارے سامنے آجائے اللہ بھلا کرے محدثین کرام کا کہ انہوں نے اپنی کتب میں تقریباً زندگی کے ہر شعبے سے متعلق ابواب قائم کر کر کے احادیث صحیح وارد فرمائی ہیں۔اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان کو پورے انہماک قلبی سے پڑھیں اور ان کو سمجھیں پھر دوسروں تک پہنچانے کا بندوبست کریں۔میں نے شرح جامع ترمذی شریف اسی نقطہ نظر سے لکھی ہے کہ اس کو پڑھنے والے پڑھ کر ہی چپ نہ ہوجائیں بلکہ ان میں بولنے کی قوت پیدا ہوجائے ان کو یہ بات یقینی طور پر سمجھ آجائے کہ یہ زمانہ چپ چاپ بیٹھے رہنے کا نہیں بلکہ اپنی بات کرنے کا زمانہ ہے اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی معجزہ ہوگا اور چپ چاپ طریقے سے کوئی انقلاب صالح برپا ہوجائے گا تو یہ محض خیال ہی ہوسکتا ہے حقائق سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں ہے انقلاب صالح اسی وقت برپا ہوگا جب اپنی چپ توڑ کر راہ حق میں کھڑے ہوجائیں گے۔اور درس حدیث شریف کا آغاز کردیں گے۔آپ ہمت تو فرمائیے پھر دیکھئے آپ کا اللہ تعالیٰ آپ کی کیسے مدد کرتا ہے وہاں وہاں سے اور اس اس طریقے سے امداد ونصرت ہوگی جس کا آپ تصور بھی نہیں کرسکتے۔

شیخ الاسلام علامہ برہان الدین فرغانی لکھتے ہیں:

استنجاء سنت ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس پر مواظبت فرمائی ہے۔پتھر یا اس کے قائم مقام سے استنجاء کرنا جائز ہے استنجاء کا مقصد چونکہ پاکیزگی ہے لہذا اعتبار بھی پاکیزگی ہی کے حصول کا ہے۔استنجاء کرتے وقت پتھروں کی کوئی تعداد مسنون نہیں ہے ہاں البتہ امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک استنجاء کے لئے تین پتھروں کا ہونا ضروری ہے ان کی دلیل وہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے جس میں اس طرح مذکور ہے! تم میں سے جب کوئی استنجاء کرے تو تین پتھروں سے کرے۔اور ہماری دلیل حضور علیہ السلام کا وہ ارشاد مبارک ہے جس میں یوں وارد ہوا ہے تم میں سے جو کوئی استنجاء کرے تو وہ طاق کرے تو جس نے طاق کیا اس نے اچھا ہی کیا اور جو کوئی ایسا نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔جو حدیث امام شافعی رضی اللہ عنہ نے پیش فرمائی ہے وہ متروک الظاہر ہے۔اس پر اجماع ہے کہ اگر کسی نے ایسے پتھر سے استنجاء کیا جس کے تین کونے ہوں تو اس سے بالکل جائز ہے۔ڈھیلے استعمال کرنے کے بعد پانی سے دھونا افضل ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے اس مسجد میں ایسے لوگ ہیں جو طہارت کو بہت محبوب رکھتے ہیں۔یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو پتھروں کے بعد پانی بھی استعمال کرتے تھے اداب کا تقاضا بھی یہی ہے۔(۱)

(۱) شیخ الاسلام برھان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی م ۵۹۲ھ الھدایہ ا/ ۷۴ مطبوعہ المیزان الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

## ڈھیلوں کی تعداد کتنی ہو:

امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک استنجاء فرض ہے اسی طرح ان کے نزدیک استنجاء میں تین ڈھیلوں کا ہونا بھی ضروری ہے مگر ہمارے ائمہ حنفیہ کے نزدیک تین کا عدد ضروری نہیں ہے ہماری دلیل وہ حدیث شریف ہے جس کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اس میں دو ہی ڈھیلوں کا ذکر ہے اور تیسرا چونکہ لید کا ٹکڑا تھا اس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے واپس کر دیا اس کو استعمال نہیں فرمایا اب ہم ابوداؤد شریف کی وہ حدیث مبارک نقل کرتے ہیں تاکہ مطالعہ کرنے والوں کو خوب فیض نصیب ہو۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اكْتَحَلَ فَلْيُوتِرْ، مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ، وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ، وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ، مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ، وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ، وَمَنْ أَكَلَ فَمَا تَخَلَّلَ فَلْيَلْفِظْ، وَمَا لَاكَ بِلِسَانِهٖ فَلْيَبْتَلِعْ، مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ، وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ، وَمَنْ أَتَى الْغَائِطَ فَلْيَسْتَتِرْ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَلْعَبُ بِمَقَاعِدِ بَنِي آدَمَ، مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ، وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ (۱)

حضرت ابوھیریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی سرمہ لگائے تو اس کو چاہئے کہ طاق سلائیاں لگائے جس نے اس طرح لگایا تو بہت اچھا کیا اور اگر کسی نے یوں نہ بھی لگایا تو کوئی حرج والی بات نہیں اور اگر کوئی استنجاء کرے تو اسے چاہئے کہ وہ طاق کرے جس نے ایسا کیا تو اس نے اچھا کیا اور اگر کوئی ایسا نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ جو کوئی کھانا تناول کرے اور پھر خلال کرے تو جو ریزہ نکلے اس کو پھینک دے جو کچھ زبان کے ساتھ (دانتوں سے) نکالے تو اس کو بیشک نگل جائے اگر کسی نے ایسا کیا تو بہت اچھا اور اگر ایسا نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح جو کوئی رفع حاجت کے لئے نکلے تو پردہ کرے اور اگر پردہ میسر نہ آئے تو وہ کسی ریت کے ڈھیر کی طرف آئے اور اس کی طرف پشت کرے بیشک شیطان بنی آدم کے مقاعد کے ساتھ کھیل کرتا ہے جس کسی نے ایسا کیا تو بہت اچھا اور اگر یوں نہ کر سکا تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۱) امام حافظ ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحٰق الازدی السجستانی م ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ۱/ ۱۷ مطبوعہ دار السلام ریاض

## مقصدِ زندگی:

اس میں کوئی شک نہیں رسول اکرم تاجدار عرب وعجم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ایک حدیث شریف اپنے اندر لاتعداد فوائد رکھتی ہے انسان کو اپنی زندگی موافق اسلام گذارنے میں آسانی ہوتی ہے اور دوسروں کے مسائل حل کرنے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے بس اگر اہل ایمان میں یہ جذبہ صادقہ پیدا ہو جائے تو میں سمجھوں گا میری زندگی کا مقصد پورا ہوا اور میرا دنیا میں آنا کارآمد ہوا۔ اللہ کرے میری زندگی میں وہ دن آئے کہ یہ ساری امت ایک بار پھر عظمت رفتہ حاصل کرے (امین) (محمد ارشد القادری)

## درسِ حدیث

اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے انسان سب سے اعلیٰ ہے بلکہ قدرت ربّ العالمین کا شہکار ہے۔ اس کو دیکھ کر اس کے خالق کی عظمت کا احساس ہوتا ہے اس کے نقش ونگار، اس کی گفتار اور اس کے قد وقامت الغرض اس کی ایک ایک ادا سے اس کے بنانے والا کا کمال چھلکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت کے لئے مختلف ادوار میں مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ان کی بعثت کا مقصد ہماری رہنمائی اور تربیت تھا۔ وہ اپنے اپنے زمانوں میں اپنے اپنے خطۂ نبوت ورسالت میں انسانوں کی رہنمائی فرماتے رہے اور ان میں تقوی، طہارت کے جذبات پیدا کرنے کی بھرپور کوشش فرماتے رہے آہستہ آہستہ زمانہ گذرتا رہا یہاں تک کہ نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مبعوث ہوئے۔ آپ علیہ السلام کو ربّ تعالیٰ نے اسلام بطور دین عطا فرمایا، حکم ربّ تعالیٰ سے آپؐ نے دین اسلام کی تبلیغ فرمائی اور انسانوں کو زندگی گذارنے کے طریقے بتائے اور اصول سمجھائے لہذا آپ نے زندگی کے تمام شعبوں میں ھدایات عطا فرمائیں چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی دعوت وتبلیغ میں یہ اعلان کرتے تھے کہ ہمارے آقا آخری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں ان کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوگا اور آپ کی عطا کردہ ہدایات قیام قیامت تک ہیں اور آپ کا لایا ہوا دین مکمل ہے تو اس پر مشرک اور کافر بطور تمسخر کہتے تھے کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کچھ بتاتے ہیں چنانچہ حضرت سلمان فارسی کی روایت میں ہے۔

> حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو مشرکین نے کہا کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمہیں ہر چیز کی تعلیم دیتے ہیں یہاں تک کہ بول وبراز یعنی قضائے حاجت کے لیے جانے اور وہاں کس طرح بیٹھنا ہے اس کی تعلیم دیتے ہیں تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا اَجَل جس کا مطلب ہے ہاں ایسا ہی ہے۔ آپ نے قضائے حاجت کے وقت قبلہ (شریف) کی طرف منہ کرنے سے منع فرمایا ہے اسی طرح دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے

بھی منع فرمایا ہے۔ تین ڈھیلوں سے کم سے استنجاء کرنے سے بھی منع فرمایا اسی طرح گوبر سے اور ہڈی سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے اس باب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا اور دیگر صحابہ کرام سے بھی احادیث آئی ہیں۔ (جامع ترمذی حدیث نمبر ۱۶)

## جوہر نایاب:

ہم پر لازم ہے، ان احکامات کو اچھی طرح پڑھیں سنیں اور سمجھیں پھر اس پر عمل پیرا ہوں۔ جب بندہ ان فرامین عالی شان پر عمل کرتا ہے تو یقینا راحت پاتا ہے اور قلب و روح لذت محسوس کرتے ہیں اب اس بندہ مومن پر لازم ہوا کہ وہ ان احکام شریعت کی تبلیغ کرے اور دوسروں تک ان کو بڑے عمدہ اور سلیس انداز میں پہنچائے تاکہ سننے والوں کو آسانی سے سمجھ آئے اور وہ ان پر عمل پیرا ہوں اور دین اسلام کی برکات سے مالا مال ہو جائیں اسی طرح اس دعوت کو عام کرتے چلے جائیں۔

میں قسماً کہہ سکتا ہوں جو کمالات و محاسن اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی احادیث پڑھنے سننے اور ان پر عمل کرنے سے حاصل ہوتے ہیں وہ کہیں اور سے ہرگز میسر نہیں آسکتے۔ آپ یقین فرمایئے سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مبارک حدیث میں وہ وہ نایاب ھیرے موتی موجود ہیں جو اپنی مثال آپ ہیں ہمیں بھی چاہئے ہم اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیاری پیاری احادیث کا مطالعہ کریں اور اُن کے فیوض و برکات سے حصہ پائیں یہ زمانہ تسبیح پکڑ کر حجرہ نشیں ہونے کا نہیں ہے بلکہ دعوت حق کے لئے سرگرم عمل ہونے کا ہے آیئے کام کا آغاز فرمائیں یعنی آپ بھی درس حدیث شریف شروع کریں انشاء اللہ آپ بے پناہ برکات پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل عطا فرمائے امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

## معیارِ جستجو

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ خود مسائل شرعیہ سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔ اس کی بڑی برکت ہے اس سے انسان کو لطافت نصیب ہوتی ہے۔ طبع میں پاکیزگی آتی ہے۔ دل اپنے خالق کی عظمت کے سامنے جھکنے لگتا ہے، یہ احساس خوب ابھرتا ہے کہ میں اپنے ربّ کو راضی کرلوں۔ اللہ تعالیٰ اس پر عمل کی توفیق دے۔ آمین۔

(فضائل ومسائل، صفحہ ۳۱)

## معیارِ حق

حق پر وہی لوگ ہیں جو اولیاء کرام کے ماننے والے ہیں، جو اہل دین کی قدر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب دانائے کل غیوب عالم ما کان و ما یکون حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے سچے پکے غلام ہیں اور محبت وعقیدت کے ساتھ، دل وجان سے کہتے ہیں یارسول اللہ ﷺ!

(محاسبات ارشدیہ جلد دوم، صفحہ ۲۲۵)
(الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں)

# باب نمبر ۱۳

## بَابٌ فِي الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْحَجَرَيْنِ،

دو پتھروں یا ڈھیلوں سے استنجاء کرنا،

اس باب میں ایک ہی حدیث شریف آئی ہے جو اپنے اندر ہزاروں فوائد لیے ہوئے ہے آیئے آپ بھی ان فیوض و برکات سے استفادہ فرمایئے دل و جان مسرور ہوں گے۔

## حدیث نمبر ۱۷

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَقُتَيْبَةُ، قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ، فَقَالَ "اِلْتَمِسْ لِيْ ثَلَاثَةَ أَحْجَارٍ" قَالَ فَأَتَيْتُهُ بِحَجَرَيْنِ وَرَوْثَةٍ، فَأَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَأَلْقَى الرَّوْثَةَ، وَقَالَ "إِنَّهَا رِكْسٌ"

قَالَ أَبُو عِيْسٰى وَهٰكَذَا رَوٰى قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، نَحْوَ حَدِيْثِ إِسْرَائِيلَ۔ وَرَوٰى مَعْمَرٌ، وَعَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ۔ وَرَوٰى زُهَيْرٌ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ اَبِيْهِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ۔ وَرَوٰى زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ وَهٰذَا حَدِيْثٌ فِيْهِ اِضْطِرَابٌ

قَالَ أَبُو عِيْسٰى سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَيُّ الرِّوَايَاتِ فِيْ هٰذَا عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ أَصَحُّ؟ فَلَمْ يَقْضِ فِيْهِ بِشَيْءٍ۔ وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هٰذَا؟ فَلَمْ يَقْضِ فِيْهِ بِشَيْءٍ۔ وَكَأَنَّهُ رَأٰى حَدِيْثَ زُهَيْرٍ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ أَشْبَهَ، وَوَضَعَهُ فِيْ كِتَابِهِ الْجَامِعِ۔

وَأَصَحُّ شَيْءٍ فِيْ هٰذَا عِنْدِيْ حَدِيْثُ إِسْرَائِيلَ وَقَيْسٍ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، لِأَنَّ إِسْرَائِيلَ أَثْبَتُ وَأَحْفَظُ لِحَدِيْثِ أَبِي إِسْحٰقَ مِنْ هٰؤُلَاءِ۔ وَتَابَعَهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ۔

وَسَمِعْتُ أَبَا مُوْسٰى مُحَمَّدَ بْنَ الْمُثَنّٰى يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ مَهْدِيٍّ

يَقُولُ مَافَاتَنِي الَّذِي فَاتَنِي مِنْ حَدِيثِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ إِلَّا لِمَا اتَّكَلْتُ بِهِ عَلَى إِسْرَائِيلَ، لِأَنَّهُ كَانَ يَأْتِي بِهِ أَتَمَّ۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى وَزُهَيْرٌ فِي أَبِي إِسْحٰقَ لَيْسَ بِذَاكَ لِأَنَّ سَمَاعَهُ مِنْهُ بِآخِرَةٍ

سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ يَقُولُ سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُولُ إِذَا سَمِعْتَ الْحَدِيثَ عَنْ زَائِدَةَ وَزُهَيْرٍ فَلَا تُبَالِ أَنْ لَّا تَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِهِمَا، إِلَّا حَدِيثَ أَبِي إِسْحٰقَ۔ وَأَبُو إِسْحٰقَ اِسْمُهُ عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ السَّبِيعِيُّ الْهَمْدَانِيُّ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ، وَلَا يُعْرَفُ اِسْمُهُ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ هَلْ تَذْكُرُ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ شَيْئًا؟ قَالَ لَا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم قضائے حاجت کے لئے نکلے، مجھے فرمایا میرے لئے تین ڈھیلے تلاش کرو میں دو ڈھیلے اور ایک لید کا ٹکڑا لے کر بارگاہ رسالت حاضر ہوا دونوں ڈھیلے تو قبول فرمالئے لیکن لید واپس کردی اور فرمایا یہ ناپاک ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی قدس سرُّہٗ العزیز فرماتے ہیں۔ اسی طرح قیس بن ربیع نے اس حدیث کو ابواسحٰق نے، ابو عبیدہ اور عبداللہ کے حوالے سے حدیث اسرائیل سے ملتی جلتی حدیث حضرت عبداللہ سے روایت کی ہے۔ معمر نے جناب عمار بن زریق، ابواسحٰق اور علقمہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ زُہیر نے ابو اسحٰق، عبدالرحمٰن بن الاسود، عن ابیہ الاسود بن یزید کے حوالے سے حضرت عبداللہ سے روایت کی ہے۔ زکریا بن ابی زائدہ نے ابواسحٰق، عبدالرحمن بن یزید کے حوالے سے حضرت عبداللہ سے روایت کی اور اس کی روایت میں اضطراب ہے۔ امام ترمذی قدس سرّہ ہی فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن سے پوچھا ابواسحٰق کی روایات میں سے کونسی زیادہ صحیح ہیں، تو انہوں نے کوئی فیصلہ نہ دیا۔ پھر میں نے امام محمد بخاری سے پوچھا تو انہوں نے بھی کوئی حکم نہ لگایا۔ لگتا یوں تھا کہ انہوں نے حدیث زہیر جو ابواسحٰق، عبدالرحمٰن بن الاسود، عن ابیہ حضرت عبداللہ سے روایت کی گئی تھی اس کو پسند کیا اس لئے کہ انہوں نے اپنی کتاب الجامع البخاری میں ان کی حدیث کو نقل کیا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا یہ ہے کہ میرے نزدیک یہ زیادہ صحیح ہے۔ حدیث اسرائیل قیس، ابواسحٰق، ابوعبیدہ، عبداللہ اور دوسرے لوگوں کے نزدیک ان راویوں کی نسبت اسرائیل کی حدیث زیادہ قابل قبول ہے کیونکہ وہ زیادہ مضبوط راوی ہے اور حدیث کو

زیادہ یاد رکھنے والا ہے۔اس میں قیس بن ربیع نے ان کی طرز کو اپنایا میں نے ابوموسیٰ محمد بن مثنٰی سے سنا وہ فرماتے تھے میں نے عبدالرحمن بن مہدی سے سنا وہ فرماتے تھے جو احادیث مجھ سے سفیان ثوری کے حوالے سے ابواسحٰق کی رہ گئی تھیں ان پر میں نے اسرائیل پر اعتماد کیا اس لئے کہ وہ ان احادیث کو مکمل نقل کر کے لے آتا ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں زہیر ابواسحٰق سے روایت میں بلند درجہ پر نہیں اس لئے کہ اس کا ابواسحٰق سے سماع عمر آخر میں ہوا تھا۔میں نے احمد بن حسن سے سنا وہ فرماتے تھے میں نے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا جب تم لوگ زائدہ اور زہیر سے احادیث سن لو تو کسی اور سے ان کو سننے کی ضرورت ہی نہیں مگر اگر ابواسحٰق سے حدیث سنو تو دوسروں سے بھی سن لیا کرو۔یہ جو ابواسحٰق ہیں ان کا نام عمرو بن عبداللہ السبیعی الھمدانی ہے۔رہے ابو عبیدہ تو ان کا نام ہی معلوم ہے اور نہ ہی ان کا اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے۔ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا اسی طرح ہم سے محمد بن جعفر،شعبہ نے عمرو بن مرّہ کے حوالے سے بیان کیا کہ میں نے جناب ابوعبیدہ بن عبداللہ سے سوال کیا کیا آپ کو اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کچھ یاد ہے تو انہوں جواباً فرمایا کہ نہیں۔

## حدیث نمبر ۱۷ کی فنّی حیثیت،

### {تذکرہ راویان}

۱} ھُنّاد:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ا کے تحت ہو چکا وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

۲} قُتیبہ:

ان کے حالات واحوال کا بیان بھی حدیث نمبر ا کے ضمن میں ہو چکا۔

۳} اسرائیل:

ان کے حالات واحوال کا بیان بھی حدیث نمبر ا کے ضمن میں ہو چکا ہے۔

۴} ابی اسحٰق یعنی عمرو بن عبداللہ سبیعی ہمدانی:

میں نے اس نام سے، اپنے مطلوبہ راوی کو بہت تلاش کیا مگر نہ ملا، امام ابن حجر عسقلانی کے حوالہ سے تقریباً چھتیس ۳۶ ابواسحٰق نام کے راویوں کو پڑھ ڈالا مگر سیاق وسباق نے ان کو میرا مطلوبہ راوی تسلیم نہ کیا، میں نے اپنی تحقیق اوراس کے ماحاصل کوابھی نقل وذکر کیا ہے بہرحال میں نے جب ایک مرتبہ پھر امام ترمذی کی واردکردہ حدیث شریف پرنظر ڈالی اوران کے وفی الباب میں غور کیا تو پتہ چلا کہ ابی اسحٰق دراصل عمرو بن عبداللہ سبیعی ہمدانی کو کہتے ہیں لہٰذا اب میں نے ابی اسحٰق کی بجائے عمرو بن عبداللہ سبیعی ہمدانی کو تلاش کرنا شروع کیا چنانچہ تہذیب التہذیب میں یہ حضرت مل ہی گئے۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے۔عمرو بن عبداللہ بن عبید، اوراس طرح بھی کہا جاتا ہے علی، یوں بھی منقول ہے۔ ابن ابی شعیرہ ابواسحٰق سبیعی، کوفی، یہ جو سبیع ہے یہ ہمدان میں واقع ہے۔

شریک نے انہی کے حوالہ سے بیان کیا کہ ان کی ولادت ۳۳ھ کو ہوئی ابھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسال باقی تھے۔ابی اسحٰق، حضرت علی ابن ابی طالب، مغیرہ بن شعبہ، (ان دونوں کی زیارت توابی اسحٰق نے کی تھی مگران سے سماع ثابت نہیں) سلیمان بن صرد، زید بن ارقم، براء بن عازب، جابر بن سمرہ، حارثہ بن وھب خزاعی، جیش بن جنادہ اورایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔اسی طرح ان سے ان کے بیٹے یونس اوران کے پوتے اسرائیل بن یونس اسی طرح ان کے دوسرے بیٹے یوسف بن اسحٰق کے بیٹے یعنی ان کے پوتے روایت کرتے ہیں، قتادہ، سلیمان تیمی، اسمٰعیل بن ابی خالد اورایک جماعت روایت کرتی ہے۔عبداللہ بن احمد کا کہنا یہ ہے کہ

میں نے اپنے والد گرامی سے پوچھا آپ کو ابن اسحٰق اور سری میں سے کون زیادہ محبوب ہے تو انہوں نے جواب دیا ابو اسحٰق ثقہ ہے۔ البتہ اہل علم نے ان کی آخری عمر میں ہی ان سے استفادہ کیا۔ ابن معین اور امام نسائی کہتے ہیں ابی اسحٰق ثقہ ہے ابن مدینی کہتے ہیں انہوں نے آٹھ سو ۸۰۰ مشائخ سے فیض پایا، ایک مرتبہ یوں بھی کہا کہ چار سو بزرگوں سے فیض پایا۔ ستر، اسی ایسے بزرگوں سے بھی روایت کی جن کو انہوں نے دیکھا ہی نہ تھا عجلی کوفی تابعی کہتے ہیں ابی اسحٰق ثقہ ہے۔ امام ابو حاتم کہتے ہیں، ابی اسحٰق ثقہ ہے اور یہ ابو اسحٰق شیبانی سے زیادہ حافظہ کے مالک تھے۔ ابن حبان نے ان کو مدلس بھی کہا ہے۔

## ابی اسحٰق کی وفات:

حمیدی نے سفیان کے واسطہ سے بیان کیا کہ ابی اسحٰق کی وفات ۱۲۶ھ کو ہوئی۔ امام احمد نے یحییٰ بن سعید کے واسطہ سے بیان کیا کہ ابی اسحٰق کی وفات ۱۲۷ھ کو ہوئی، ابو نعیم کا کہنا یہ ہے کہ ابی اسحٰق کی وفات ۱۲۸ھ کو ہوئی اس کے علاوہ اقوال بھی ملتے ہیں۔

ابو بکر بن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ ابی اسحٰق کی عمر چھیانوے ۹۶ سال ہوئی ابن حبان کے مطابق ابی اسحٰق کی عمر ۱۰۰ سو سال ہوئی۔

## ۵} ابو عبیدہ:

ان کے احوال بھی میزان الاعتدل، تہذیب التہذیب، شرح سراج احمد سرہندی اور وفیات الاعیان میں دیکھے ہیں مگر نہیں ملے میرے تیس سالہ مطالعہ میں کئی جگہ ابو عبیدہ کا ذکر میری نظر سے گذرا ہے یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں ان کی عمر سات سال تھی جب ان کے والد ماجد کا وصال ہو گیا یہ اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علوم کے صحیح وارث تھے۔ لہٰذا یہ ثقہ راوی ہیں امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں ابو عبیدہ ای ابن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ابو عبیدہ سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ (۱)

## ۶} حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ!

یہ امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں اوّل زمانے میں ایمان لائے ان کا شمار ایمان لانے والوں میں چھٹے نمبر پر ہوتا ہے۔ ان کے فضائل و کمالات بے حد و حساب ہیں میں مختلف حوالوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب نقل کرتا ہوں۔

امام ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بن غافل بن حبیب بن شمخ بن مخزوم بن صاهلة بن كاهل بن حارث بن تميم بن

(۱) امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ فتح الباری شرح صحیح بخاری ۱/۳۴۱ قدیمی کتب خانہ کراچی

سعد بن ھذیل بن مدرکہ بن الیاس ابوعبدالرحمٰن الھند لی ان کی والدہ ام عبد بنت عبد بن سواء باقی سارا سلسلہ نسب اپنے شوہر ہی کی طرح ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود مکہ مشرفہ ہی میں قدیم زمانہ میں ایمان لائے اسلام قبول کیا اور اللہ کی راہ میں دو ۲ ھجرتیں کیں۔ غزوہ بدر میں شمولیت کی اور پھر تمام غزوات میں حاضر رہے۔ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نعل بردار ہونے کا شرف حاصل رہا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اسی طرح حضرت سعد بن معاذ، حضرت عمر اور صفوان بن غسال رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کے بیٹے عبدالرحمٰن اور ابوعبیدہ، ان کے بھتیجے عبداللہ بن عقبہ بن مسعود، حضرت ابوسعید حذری، حضرت انس، حضرت جابر، حضرت ابن عمر، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت حجاج بن مالک اسلمی، حضرت ابوامامہ، حضرت طارق بن شہاب، حضرت ابوطفیل، حضرت ابن زبیر، حضرت ابن عباس، حضرت ابوثور فھمی، حضرت ابوجحیفہ، ابورافع نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے غلام، حضرت عبداللہ بن حارث الزبیدی، حضرت عمرو بن حارث مصطلقی اور قرۃ بن ایاس رضی اللہ عنہم اور ایک کثیر جماعت روایت کرتی ہے۔ (۱)

## حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حیات میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ امام ابونعیم اور دوسرے اور علماء کرام کا کہنا یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ۳۲ سنہ ھ میں وفات پائی یحییٰ بن بکیر کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ۳۳ سنہ ھ کو وفات پائی یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا انتقال کوفہ میں ہوا لیکن یہ بات زیادہ صحیح ہے کہ آپ کا وصال مدینہ شریف میں ہوا۔

امام ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ (قُلْتُ) کہہ کر لکھتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

**اِنَّکَ غُلَامٌ مُعَلِّمٌ.**

بیشک تو نوجوان معلم ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اسلام کے اوّل دور میں ایمان لائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رشتہ مواخات میں منسلک فرمایا امام ابن حبّان کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے پڑھائی امام ابونعیم کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۶ / ۲۴ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

مسعود رضی اللہ عنہ چھٹے نمبر پر اسلام لائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ڈائریکٹ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ستر 70 سورتیں سیکھیں۔ (۱)

## حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فضائل بخاری شریف میں:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اس طرح روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کبھی فحش گوئی نہیں فرمائی اور نہ ہی اس میں تکلف فرمایا آپ نے یہ ارشاد فرمایا تم میں سے مجھے سب سے زیادہ پیارا وہ لگتا ہے جس کے اخلاق عمدہ ہوں یہ بھی آپ نے فرمایا کہ قرآن کریم چار اشخاص سے سیکھ لو۔

وہ یہ ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

۲۔ سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ملک شام گیا وہاں جا کر میں نے دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگی اے اللہ مجھے کسی نیک آدمی کی معیت عطا فرما۔ دعا کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ میری جانب آرہے ہیں جب وہ میرے قریب ہوئے تو میں نے کہا میری امید پوری ہوئی اور میری دعا قبول کر لی گئی ان بزرگوں نے مجھے پوچھا آپ کہاں سے آئے ہیں میں نے جواباً کہا کوفہ سے تو انہوں نے فرمایا کیا تم میں صاحب نعلین والوسادہ نہیں ہے۔ (یہ اشارہ ان کا اپنی جانب ہی تھا چونکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صاحب النعلین والوسادۃ کے مبارک لقب سے نوازے گئے تھے)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے بھائی جب یمن سے آئے اور مدینہ منورہ میں ٹھہرے تو ہم یہ ہی سمجھے تھے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ ولہ وسلم کی اہل بیت سے ہیں اس لئے کہ ہم ان کو اور ان کی والدہ کو اکثر رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہاں آتے جاتے دیکھتے تھے۔ (۲)

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:

حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن الیاس بن مضر کنیت ان کی ابوعبدالرحمن ہے۔ ہذلی ہیں بنی زہرہ کے حلیف تھے ان کے والد مسعود نے زمانہ جاہلیت میں حارث بن زہرہ سے حلف کی دوستی کی تھی حضرت ابن مسعود کی والدہ ام عبد تھیں بیٹی عبد بن سواء کی وہ بھی قبیلہ ہذیل کی تھیں۔

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۶/ ۲۵ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

(۲) ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری م ۲۵۶ھ کتاب المناقب صحیح بخاری۔

حضرت ابن مسعود بہت قدیم الاسلام تھے جب سعید بن زید اور ان کی بی بی فاطمہ بنت خطاب نے اسلام قبول کیا اسی وقت یہ مسلمان ہوئے تھے یعنی حضرت عمر کے اسلام سے بہت پہلے اعمش نے قاسم بن عبدالرحمن سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے تھے میں اسلام میں چھٹا شخص تھا اس وقت رُوئے زمین پر ہم چھ آدمیوں کے سوا کوئی مسلمان نہ تھا ان کے اسلام کا سبب یہ ہے جو ہم سے فقیہ ابوالفضل طبری نے اپنی سند سے ابویعلی یعنی احمد بن علی تک بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے معلیٰ بن مہدی نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے ابوعوانہ نے عاصم بن بہدلہ سے انہوں نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ میں سن تمیز کو پہنچ گیا تھا، عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرارہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لائے ابوبکر بھی آپ کے ہمراہ تھے حضرت نے (مجھ سے) فرمایا اے لڑکے! تیرے پاس کچھ دودھ ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں مگر میں امین ہوں (دے نہیں سکتا) حضرت نے فرمایا اچھا (ایک عدد کوئی بکری لے آؤ جو گابھن نہ ہو چنانچہ میں ایک جوان بکری آپ کے پاس لے گیا رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کے پیر باندھ دیئے اور اس کے تھن پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا اور دعا فرمائی یہاں تک کہ اس کا دودھ اتر آیا پس ابوبکر ایک برتن لے آئے حضرت نے اس برتن میں اس کا دودھ دوہا اور ابوبکر سے فرمایا کہ پیو چنانچہ ابوبکر نے پیا بعد اس کے رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پیا پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اس کے تھن کو نچوڑ دو میں نے نچوڑ دیا تو پھر ویسا ہی ہو گیا میں نے کہا کہ یارسول اللہ! مجھے بھی یہ کلام سکھا دیجئے آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا تم سیکھے سکھائے ہو پس میں نے آپ سے بلاواسطہ ستر سورتیں قرآن کی یاد کیں اس فضیلت میں میرا کوئی شریک نہیں۔ یہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے مکہ میں علی الاعلان قرآن پڑھا ہمیں عبیداللہ بن احمد نے اپنی سند سے یونس بن بکیر سے انہوں نے محمد بن اسحاق سے روایت کر کے خبر دی وہ کہتے تھے مجھ سے یحییٰ بن عروہ بن زبیر نے روایت کر کے بیان کیا کہ وہ کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد جس نے سب سے پہلے مکہ میں قرآن کو علی الاعلان پڑھا وہ حضرت عبداللہ بن مسعود تھے۔ (اس کی کیفیت یوں ہے کہ) ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اصحاب جمع ہوئے اور آپس میں کہا کہ قریش نے قرآن کو بلند آواز سے پڑھتے ہوئے کبھی نہیں سنا کیا کوئی شخص ان کو سنا سکتا ہے عبداللہ بن مسعود نے کہا میں سنا سکتا ہوں لوگوں نے کہا ہمیں تمہارے حق میں اندیشہ ہے ہم چاہتے ہیں کوئی ایسا شخص جس کا کنبہ قبیلہ ایسا ہو کہ کافر اگر اس کو مارنا چاہیں تو قبیلہ کے لوگ اس کو بچالیں، حضرت ابن مسعود نے کہا اس کی فکر نہ کرو اللہ مجھے بچالے گا چنانچہ دوسرے دن چاشت کے وقت حضرت عبداللہ بن مسعود مقام ابراہیم میں پہنچے قریش اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے ابن مسعود جا کر مقام ابراہیم کے پاس کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے پڑھنا شروع کیا (بسم اللہ الرحمن علم القران) اسی طرح برابر پڑھتے چلے گئے کافروں نے جو اس کو سنا تو غور کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ابن ام عبد کیا کہہ رہے ہیں پھر بعض لوگوں نے کہا یہ انہیں عبارتوں کو پڑھ رہے ہیں جو محمد بیان کرتے ہیں پس یہ سنتے ہی سب اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت ابن مسعود کے منہ پر طمانچہ مارنے لگے مگر حضرت

ابن مسعود برابر پڑھتے ہی چلے گئے یہاں تک کہ جس قدر انہوں نے پڑھنے کا ارادہ کیا اس قدر پڑھ چکے تو اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ کر آئے ان کے منہ پر طمانچہ کے نشان بن گئے تھے۔صحابہ نے کہا دیکھو اس کا ہمیں اندیشہ تھا حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا خدا کی قسم! یہ خدا کے دشمن میری نظر میں ایسے بے حقیقت کبھی نہ تھے جیسے اس وقت تھے اور اگر تم چاہو تو میں پھر کل ایسا کروں صحابہ نے کہا نہیں پس اسی قدر کافی ہے تم نے انہیں وہ چیز سنا دی جس کو سننا وہ نہ چاہتے تھے۔

جب حضرت عبداللہ بن مسعود اسلام لائے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کو اپنے یہاں رکھ لیا یہ حضرت کی خدمت کیا کرتے تھے حضرت نے ان سے کہہ دیا تھا کہ جب تم میری آواز سن لو اور پردہ نہ پڑا ہو تو تم کو اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں چنانچہ برابر بغیر اجازت اندر جاتے تھے اور آپ کا ہر کام کرتے تھے آپ کو جوتی پہناتے تھے اور آپ کے ساتھ (کہیں جانے کی ضرورت ہوتی تو) جاتے تھے کبھی آپ کے آگے آگے بھی چلتے تھے اور جب حضرت غسل کرتے تو یہ پردہ لے کے کھڑے ہوتے تھے اور آپ کو خواب سے بھی بیدار کرتے تھے۔صحابہ میں یہ صاحب الوسادہ والسواک کے لقب سے مشہور تھے۔ہمیں ابوالفرج ثقفی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابوعلی حداد نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابونعیم نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں عبداللہ بن جعفر جابری نے خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے احمد بن محمد مثنیٰ نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے ابن ادریس اور حفص نے حسن بن عبیداللہ سے انہوں نے ابراہیم بن سوید سے انہوں نے عبدالرحمٰن ابن یزید سے انہوں نے عبداللہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے مجھ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمادیا تھا کہ جب پردہ نہ پڑا ہو اور تم میری آواز سنو تو بس یہی تمہارے لئے اجازت ہے جب تک میں تم کو منع نہ کر دوں (یا تم برابر بے اجازت آجایا کرو) حضرت عبداللہ بن مسعود نے دونوں ہجرتیں کی تھیں حبشہ کی طرف بھی اور مدینہ کی طرف بھی اور دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔بدر اور احد اور (خندق اور بیعت الرضوان اور تمام مشاہد میں رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کو جنت کی بشارت دی تھی۔انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے احادیث روایت کی ہیں اور ان سے منجملہ صحابہ کے حضرت ابن عباس اور ابن عمر اور عمران بن حصین اور ابن زبیر اور جابر اور انس اور ابوسعید اور ابوہریرہ اور ابورافع وغیرہم نے روایت کی ہے اور منجملہ تابعین کے علقمہ اور ابووائل اور اسود اور مسروق اور عبیدہ اور قیس بن ابی حازم وغیرہم نے روایت کی ہے۔ہمیں ابومنصور یعنی مسلم بن علی بن محمد موصلی عدل نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابوالبرکات محمد بن محمد بن خمیس نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابونصر احمد بن عبدالباقی بن طوق نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابوالقاسم نصر بن احمد بن خلیل مرجی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں احمد بن علی مثنی نے خبر دی وہ کہتے تھے مجھے ابوخیثمہ نے خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے جریر نے مغیرہ سے انہوں نے رزین سے روایت کر کے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ حضرت ابن مسعود بیان کرتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک بار مجھ سے فرمایا کہ سورہ نساء مجھے پڑھ کر سناؤ میں نے عرض کیا کہ میں بھلا کیا آپ کو پڑھ کر سناؤں آپ پر ہی تو نازل

ہوئی ہے؟ حضرت نے فرمایا میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ کوئی دوسرا شخص پڑھے اور میں سنوں چنانچہ میں نے پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچا (فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنابك علی ھولاء شھیدًا) ترجمہ: ''اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ نکالیں گے اور اے محمد ﷺ! تم کو ان لوگوں پر گواہ بنائیں گے۔'' تو حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ ہمیں ابوالبرکات یعنی حسن بن محمد بن حسن بن ہبۃ اللہ دمشقی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابوالعشائر یعنی محمد بن خلیل بن فارس قیسی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابوالقاسم یعنی علی بن محمد بن علی مصیصی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابومحمد عبدالرحمن بن عثمان ابن قاسم بن ابی نصر نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابوالحسن یعنی خیثمہ بن سلیمان ابن حیدرہ طرابلسی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے ابوعبید یعنی سری بنی یحییٰ نے کوفہ میں خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے سفیان ثوری نے عبدالملک ابن عمیر سے انہوں نے ربعی کے ایک غلام سے انہوں نے ربعی سے انہوں نے حضرت حذیفہ سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے تھے کہ ابن ام عبد (یعنی عبداللہ بن مسعود) کے حکم پر عمل کرو اس حدیث کو سلمہ بن کہیل نے ابوالزعراء سے انہوں نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے ہمیں اسمٰعیل ابن علی بن عبیداللہ وغیرہ نے اپنی سند سے محمد بن عیسیٰ (یعنی امام ترمذی) تک خبر دی کہ وہ کہتے تھے ہم سے ابوکریب نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے ابراہیم بن یونس ابن ابی اسحاق نے اپنے والد سے انہوں نے ابواسحاق سے انہوں نے ابوالاسود بن یزید سے روایت کر کے بیان کیا انہوں نے حضرت ابوموسیٰ سے سنا وہ کہتے تھے ہم اور ہمارے بھائی جب یمن میں آئے تو ہم یہی سمجھتے تھے کہ عبداللہ بن مسعود بھی نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اہل بیت میں ہیں کیونکہ ہم دیکھتے تھے کہ ان کی اور ان کی والدہ کی آمد و رفت نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے یہاں بہت ہے اسمٰعیل وغیرہ کہتے تھے ہمیں محمد بن عیسیٰ نے خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے عبدالرحمن بن مہدی نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے اسرائیل نے ابواسحاق سے انہوں نے عبدالرحمن ابن یزید سے روایت کر کے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم حضرت حذیفہ کے پاس گئے اور ہم سے اسرائیل نے ابواسحاق سے انہوں نے عبدالرحمن ابن یزید سے روایت کر کے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم نے حضرت حذیفہ کے پاس گئے اور ہم نے کہا کہ ہمیں ایسے شخص کا پتہ دیجئے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی روش سے زیادہ قریب ہوتا کہ ہم اس سے (علم حاصل کریں اور حدیثیں سنیں انہوں نے کہا کہ سب سے زیادہ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی روش سے زیادہ قریب ابن مسعود ہیں اور سر برآوردہ صحابہ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے جانتے ہیں کہ ابن مسعود سب سے زیادہ اللہ کے یہاں مقرب ہیں نیز اسمٰعیل وغیرہ کہتے تھے کہ ہمیں محمد بن عیسیٰ نے خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے عبداللہ بن عبدالرحمن نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے ساعد حرانی نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے زہیر نے منصور سے انہوں نے ابواسحاق سے انہوں نے حارث سے انہوں نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے

اگر میں بغیر مشورہ کے کسی کو امیر بناتا تو ابن ام عبد کو بناتا۔ حضرت ابن مسعود کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ وہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بڑے بڑے معرکوں میں شریک ہوئے منجملہ ان کے ملک شام غزوہ یرموک میں شریک ہوئے اور اس دن مال غنیمت ان کے سپرد تھا۔ (یہ بھی ایک بہت بڑی فضیلت ہے کہ) ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ بھیجا تھا اور اہل کوفہ کو لکھا تھا کہ میں عمار بن یاسر کو حاکم بنا کے اور عبداللہ بن مسعود کو معلم اور وزیر بنا کے بھیجتا ہوں یہ دونوں رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اصحاب میں منتخب ہیں اہل بدر سے ہیں تم لوگ ان کی پیروی کرو اور ان کے احکام کی اطاعت کرو ان کی باتیں سنو تمہارے لئے میں نے عبداللہ بن مسعود کو اپنے سے زیادہ بہتر سمجھا ہے۔ ہمیں ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے عبداللہ بن احمد تک خبر دی وہ کہتے تھے مجھ سے میرے والد نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے محمد بن فضیل نے بیان کیا وہ کہتے تھے مغیرہ نے موسیٰ کی والدہ سے روایت کر کے بیان کیا کہ وہ کہتی تھیں اس نے حضرت علی کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک مرتبہ کسی کام کے لئے ابن مسعود کو ایک درخت پر چڑھنے کا حکم دیا آپ کے اصحاب نے عبداللہ کی پنڈلیوں کو کمزور اور پتلا دیکھ کر تبسم کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کیوں ہنستے ہو؟ عبداللہ کا پیر ترازوئے اعمال میں قیامت کے دن کوہ احد سے بھی زیادہ وزنی ہوگا۔ ہمیں عمر بن محمد بن طبرزد نے اجازۃً خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابوطاہر اور ابوالفضل باقلانی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابوالقاسم واعظ نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابوعلی صواف نے خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے محمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے محمد بن عبداللہ بن نُمیر نے بیان کیا وہ کہتے تھے مجھ سے اعمش نے انہوں نے شیبہ سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے لوگوں نے کہا ہم نے ابن مسعود سے زیادہ کسی کو خلیق اور تعلیم میں نرمی کرنے والا اور علم مجلس کا ماہر اور متقی نہیں دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں بتاؤ کیا تم صدق دل سے ایسا کہہ رہے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں! حضرت علی نے فرمایا کہ اے اللہ! گواہ رہ میں بھی ایسا ہی کہتا ہوں بلکہ اس سے زیادہ ابووائل کہتے تھے کہ جب حضرت عثمان نے (جمع قرآن کے وقت مشتبہ) مصاحف کو چاک کرا دیا اور یہ خبر حضرت عبداللہ بن مسعود کو پہنچی تو انہوں نے کہا کہ تمام اصحاب محمد جانتے ہیں کہ میں کتاب اللہ کا سب سے زیادہ عالم ہوں حالانکہ میں سب سے بہتر نہیں ہوں اور باوجود اس کے اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کا عالم موجود ہے اور وہاں تک میں پہنچ سکتا ہوں تو بے شک میں اس کے پاس جاؤں۔ ابووائل کہتے تھے کہ میں کھڑا ہو کر لوگوں کو دیکھنے لگا کہ وہ کیا کہتے ہیں مگر میں نے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں کسی کو اس کا انکار کرتے ہوئے نہیں سنا۔ زید بن وہب کہتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں عبداللہ بن مسعود آئے چونکہ وہ پست قامت تھے اس سبب سے اور لوگ جو بیٹھے ہوئے تھے ان میں چھپنے کے قریب ہو گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جوان کو دیکھا تو مسکرائے پھر حضرت عمران سے ہنس ہنس کر باتیں کرنے لگے اور وہ کھڑے رہے بعد

اس کے جب وہ چلے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ شخص علم سے بھرا ہوا ایک ظرف ہے۔ حضرت ابن مسعود کے بیٹے عبید اللہ کہتے تھے کہ حضرت ابن مسعود کی عادت تھی کہ جب (رات کو) لوگ سوجاتے تو وہ (تہجد کے لئے اٹھتے) ایک شب میں بھی جاگ پڑا صبح تک میں نے ان کو گنگناتے ہوئے سنا جس طرح شہد کی مکھی گنگناتی ہے۔ سلمہ بن تمام کہتے تھے کہ ایک شخص نے حضرت ابن مسعود سے ملاقات کی کہا ایک خواب سنئے میں نے شب کو آپ کو خواب میں دیکھا اور (یہ دیکھا کہ) نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ایک اونچے منبر پر بیٹھے ہیں اور آپ اس منبر کے نیچے ہیں حضرت یہ فرما رہے ہیں کہ اے ابن مسعود میرے پاس آجاؤ تم نے میرے بعد بڑی بے مروتی اختیار کر لی حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ اے شخص خدا کی قسم! کیا تو نے یہ خواب دیکھا ہے؟ اس شخص نے کہا ہاں حضرت ابن مسعود نے فرمایا تو کیا تو مدینہ سے میرے جنازے کی نماز پڑھنے آیا ہے؟ الغرض چند ہی روز کے بعد حضرت ابن مسعود کی وفات ہوگئی ابو طیبہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے حضرت عثمان نے پوچھا کہ تمہارا جی کس چیز کو چاہتا ہے؟ حضرت ابن مسعود نے کہا اپنے پروردگار کی رحمت کو چاہتا ہے حضرت عثمان نے کہا کیا میں کوئی طبیب تمہارے لئے تجویز کروں حضرت ابن مسعود نے کہا طبیب ہی نے تو مجھے بیمار بنایا ہے حضرت عثمان نے کہا میں تمہارا وظیفہ دلا دوں؟ حضرت ابن مسعود نے کہا مجھے اس کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ حضرت عثمان نے کہا تمہاری لڑکیوں کے کام آئے گا حضرت ابن مسعود نے کہا کیا آپ میری لڑکیوں کے محتاج ہوجانے کا اندیشہ رکھتے ہیں حالانکہ میں نے انہیں حکم دے دیا ہے کہ وہ ہر شب سورہ واقعہ پڑھ لیا کریں؟ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جو شخص ہر شب کو سورہ واقعہ پڑھ لیا کرے کبھی اس کو فاقہ کی مصیبت نہ ہوگی حضرت عثمان نے ان کو وظیفہ دینے کے لئے اس سبب سے کہا کہ وہ کئی برس سے ان کا وظیفہ حضرت عثمان نے بند کر دیا تھا جب حضرت ابن مسعود کی وفات ہوگئی تو حضرت عثمان نے ان کا وظیفہ حضرت زبیر کے پاس بھیج دیا انہوں نے حضرت ابن مسعود کے وارثوں کے حوالے کر دیا بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود نے خود ہی وظیفہ لینا چھوڑ دیا تھا، بوجہ اس کے کہ ان کو ضرورت نہ رہی تھی ایسا اور صحابہ نے بھی کیا تھا۔ اعمش نے زید بن وہب سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ جب حضرت عثمان نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو مدینہ میں اپنے پاس بلایا کوفہ میں تھے تو لوگ ان کے پاس جمع ہوئے اور کہا کہ آپ یہیں رہیے ہم آپ کی حفاظت کریں گے کوئی شخص آپ کو ایذا نہ پہنچا سکے گا (آپ خلیفہ کا حکم نامنظور کر دیجئے) حضرت ابن مسعود نے کہا نہیں ان کی اطاعت میرے اوپر ضروری ہے۔ دیکھو عنقریب کچھ فتنے فساد ہوں گے میں نہیں چاہتا کہ ان فتنوں کا پیدا کرنے والا سب سے پہلے میں ہوں الغرض انہوں نے کسی کی بات نہ مانی اور حضرت عثمان کے پاس چلے آئے اور مدینہ ہی میں سنہ ۳۲ھ میں وفات پائی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو وصیت کر گئے تھے جنت البقیع میں مدفون ہوئے حضرت عثمان نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی تھی اور بعض لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت عمار بن یاسر نے پڑھائی تھی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت زبیر نے پڑھائی تھی اور رات ہی کو دفن کر دیا تھا

# شرح حدیث نمبر ۱۷

اس میں کوئی شک نہیں سب سے عمدہ کلام فرمانے والے امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں آپ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی علیہ السلام ہیں آپ کی ھدایات اب قیام قیامت تک کے انسانوں کیلئے، بالعموم اور سارے مسلمانوں کے لئے بالخصوص باعث برکت وراحت اور آخرت میں نجات کا سامان ہوں گی۔

امام بدرالدین عینی نوراللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

اس حدیث شریف کا مطلب بیان کرتے ہوئے علامہ عینی فرماتے ہیں اس مقام پر مراد یہ ہے کہ نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تین عدد پتھر طلب فرمائے تھے (اس کے بعد آپ نے کچھ لغوی بحث فرمائی ہے) اس کے بعد فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو تین ڈھیلے تو نہ ملے البتہ آپ نے دو پتھر اور ایک ٹکڑا الید کا بارگاہ اقدس میں پیش کر دیا آپ نے فرمایا یہ جو لید ہے یہ رکس ہے اس مقام پر ''رکس'' کا معنی رجس ہے لغت کی کتابوں میں بھی رجس جیم ہی کے ساتھ آیا ہے یہ معنی امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت پر بھی دلالت کرتا ہے یہ حدیث امام ابن خزیمہ نے بھی وارد فرمائی ہے ان دونوں بزرگوں کے ہاں بھی رجس جیم ہی کے ساتھ واقع ہوا ہے امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں ہم سے ابوسعید الاشجع، زیاد بن حسن بن قرات عن ابیہ وعن جدہ، عبدالرحمن بن اسود، حضرت علقمہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے رفع حاجت کا ارادہ فرمایا تو مجھے حکم دیا کہ میں تین عدد پتھر لے آؤں تلاش کرنے پر مجھے دو عدد پتھر اور ایک گدھے کی لید کا ٹکڑا ملا آپ نے ڈھیلوں کو تو استعمال فرما لیا لیکن لید کی بابت ارشاد فرمایا یہ رجس یعنی ناپاک ہے۔

اس فرمان رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے احکام کی وضاحت فرماتے ہوئے علامہ بدرالدین عینی اس طرح گویا ہوئے ہیں فرماتے ہیں۔

الاوّل، لید کے ساتھ استنجاء کرنا منع ہے اس حدیث شریف سے ماقبل جو باب باندھا گیا ہے اس کا صاف اور واضح مطلب بھی یہی ہے اس پر بطور دلیل حضرت امام ابن خزیمہ والی حدیث شریف بھی ابھی ہم نے ذکر کر دی ہے جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ گدھے کی لید ناپاک ہے یہ ناپاکی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم سے ثابت ہے ان تمام چوپایوں کی لید کا یہی حکم ہے جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا ان کی چار قسمیں ہیں مثلاً گدھے کی لید اس کے بعد علامہ عینی قُلتُ کہہ کر لکھتے ہیں لید کی نجاست میں علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی

اللہ عنہ کے نزدیک لید نجاست غلیظہ ہے اسی طرح کا قول امام زفر کا بھی ہے ہاں البتہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک لید نجاست خفیفہ ہے امام مالک کے نزدیک طاہر ہے۔ (۱)

امام ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

یہ جو تین ڈھیلوں کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے۔ یہ روایت حدیث سلمان رضی اللہ عنہ پر دلالت کرتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی بھی تین ڈھیلوں سے کم سے استنجاء نہ کرے اس حدیث شریف کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث شریف سے امام شافعی رضی اللہ عنہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اصحاب حدیث نے استدلال کیا ہے تین سے کم نہ کرنا طہارت حاصل کرنے کے لئے شرط ہے اگر تین سے بھی پاکیزگی حاصل نہ ہو تو ان کو زیادہ بھی کیا جا سکتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ طاق سے استنجاء کرنا مستحب ہے۔ یہ جو ارشاد گرامی ہے اور جو کوئی بھی استنجاء کرے تو طاق یہ واجب کے درجے میں نہیں ہے۔ امام ابو داود رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اسناد حسن کے ساتھ وارد فرمایا ہے۔ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجٌ اور اگر کسی نے ایسا نہ کیا یعنی طاق عدد کا لحاظ نہ رکھا تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس باب میں دونوں روایتوں کا حاصل جمع یہی ہے خطابی کا کہنا یہ ہے اگر پاکیزگی حاصل کرنے کا قصد کیا جائے تو اعداد کا لحاظ رکھنا فائدے کا باعث ہوگا پس جب شرط عدد کا لحاظ تو الفظاً ہوگا اور علم کے اعتبار سے لحاظ طہارت کا ہوگا۔

یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دو ڈھیلے اور ایک لید پکڑ لی اس روایت پر امام ابن خزیمہ نے کچھ زائد وارد کیا ہے وہ فرماتے ہیں اس حدیث شریف میں صرف روثۂ حمار کا ذکر ہے یعنی گدھے کی لید کا جناب تیمی کا کہنا یہ ہے کہ لید گھوڑے، گدھے اور خچر کے ساتھ مختص ہے یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے "هٰذَا رِكْسٌ" یہاں یہ بکسر را اور اسکان کاف واقع ہوا ہے۔ اور لغت میں اس سے مراد رِجْسٌ یعنی ناپاکی ہے۔ اس کے بعد سارا وہی ذکر ہے جو علامہ عینی نے کیا ہے۔ (۲)

علامہ ابو طیب سندھی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی نور اللہ مرقدہ نے یہ جو باب قائم فرمایا ہے جس میں یہ مذکور ہے دو پتھروں سے استنجاء کیا جا سکتا ہے پھر اس روایت میں یہ بھی تذکرہ ہوا ہے نبی رحمت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دونوں ڈھیلوں کو تو قبول فرما لیا مگر لید کا ڈھیلہ واپس کر دیا۔ اس سے امام ترمذی نور اللہ مرقدہ نے یہ استدلال فرمایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جو دو ڈھیلوں پر اکتفا فرمایا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ دو ڈھیلوں سے استنجاء کو جائز سمجھتے تھے اور تین پتھروں کو لازم نہیں گردانتے تھے یہی ہمارا (احناف کا) مذہب ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے تیسرا ڈھیلہ طلب ہی نہیں فرمایا۔ اگر اس کو طلب کے ساتھ مشروط کر دیا جائے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہاں احجار موجود ہی نہیں تھے وہاں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس پتھر تھے ہی نہیں تو آپ کیونکر طلب

---

(۱) امام علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی م ۸۵۵ھ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ۲/۶۲۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

(۲) امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ فتح الباری شرح صحیح بخاری ۱/۳۴۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

فرماتے دو پتھروں کے علاوہ اور کوئی شی نہ تھی تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے لید کا ڈھیلہ پیش کیا حالانکہ نبی رحمت علیہ السلام نے تو تین ڈھیلے طلب فرمائے تھے مگر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دو ڈھیلوں کے ساتھ ایک لید لے آئے یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہاں پر تیسرا ڈھیلہ تھا ہی نہیں یہی اس امر پر دلیل بن گئی کہ آپ نے دو پتھروں پر اکتفا فرمالیا اور لید کو پھینک دیا بعض علماء نے اس عمل سے جس کے ذریعے لید کو دفع فرمایا یہ مراد لی ہے اور فرمایا ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے لید کو واپس کر دیا اور یہ فرمایا۔

اِنَّھَا رِکْسٌ

بلاشبہ یہ ناپاک ہے۔

اس کے بعد فرمایا پتھر لاؤ لیکن ثابت نہیں کہ طلب کے بعد بھی آپ کی خدمت اقدس میں تیسرا پتھر پیش کیا گیا ہو۔ دوسرا یہ کہ پہلے بھی تو آپ نے تین ہی طلب فرمائے تھے مگر پیش تو تین نہیں کیے گئے وہاں موجود نہ ہونے کی وجہ سے ہی نہیں لائے گئے تھے۔ رہا یہ کہ جو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے جس میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔

قَالَ لَا یَسْتَنْجِیْ اَحَدُ کُمْ بِاَقَلَّ مِنْ ثَلٰثَۃِ اَحْجَارٍ،

تم میں سے کوئی تین پتھروں سے کم کے ساتھ استنجاء نہ کرے۔

اس فرمان مبارک کو فضیلت پر محمول کیا جائے گا۔ تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قول اور فعل کو جمع کر دیا جائے [1] واللہ علم،

یہ جو حدیث میں آیا ہے۔ اِنَّھَا رِکْسٌ اس کا مطلب ہے نجس یعنی ناپاک ہے ابن عربی کہتے ہیں اور تیسر الوصول میں یہی مذکور ہے۔

یہ جو مذکور ہے اس حدیث میں اضطراب ہے اس کا مطلب ہے اس کی سند میں اضطراب ہے اس لئے کہ اس کو اسرائیل اور قیس نے ابو اسحٰق سے روایت کیا ہے۔ یہ دونوں صاحبان کہتے ہیں اس کو ابو اسحٰق نے ابو عبیدہ اور عبداللہ سے روایت کیا اور بیان کیا معمر عمار بن رزیق نے ابو اسحٰق سے علقمہ، عبداللہ کے حوالے سے روایت کیا، زہیر نے بھی ابو اسحٰق، عبدالرحمن بن اسود عن ابیہ، عبداللہ کے حوالے سے روایت کیا، اسی طرح زکریا بن ابی زائدہ نے ابو اسحٰق، عبدالرحمن بن یزید اور عبداللہ کے حوالے سے روایت کیا بس اس روایت میں ابو اسحٰق پر اختلاف ہوا ہے جو اس نے اپنے مشائخ سے روایت کی ہے۔ [2]

(۱) علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۷۴ مطبوعہ کانپور ہند۔
(۲) علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۷۴ مطبوعہ کانپور ہند۔

## وہ زندہ ہیں واللہ!

میں اہل علم کی خدمت میں عرض کروں گا وہ اس نقطہ نظر پر غور فرمائیں کہاں آج کا یہ زمانہ اور کہاں آج سے گیارہ سو باون سال ماقبل کا دور جس بندہ حق آگاہ کی نظر ایک ہزار ایک سو باون 1152 سال پہلے اس زمانہ کو اس طرح دیکھ رہی ہو جیسے وہ اس زمانے میں بیٹھ کر لکھ رہا ہے اس پر اللہ ورسول جل واعلی وصلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فیض کس قدر جوبن پر ہوگا جو ٹپک ٹپک کر عبارات سے باہر آرہا ہے واقعی وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ ولہ وسلم کے فیض عام کا سرچشمہ تھے وہ چشمہ آج تک خشک نہیں ہوا نہ قیامت تک خشک ہوگا۔ یہ اسی مبارک چشمہ کا فیض ہے جو مدینہ طیبہ کی سرزمین سے ابلا تھا پھر اس سے ہزاروں دریا بہہ نکلے لاکھوں ندیاں رواں دواں ہوئیں پھر اس چشمے کے فیض سے نہ جانے کتنی چھوٹی چھوٹی ندیاں بہہ نکلیں اور اب بھی بہہ رہی ہیں اور نہ جانے حشر تک کتنی ندیاں اور جاری ہونگی لکھتے وقت میری آنکھیں پرنم ہیں میرا دامن تر ہے اور یوں محسوس ہورہا ہے کہ میں اپنے آقا کا فیض حقیقی محسوس کررہا ہوں (واللہ کوئی بھی ان کی حیات جاودان میں شک نہ کرے وہ زندہ ہیں ان کا فیضان جاری ہے جاری رہے گا۔

آپ اندازہ اس سے لگالیں کہ مجھ سا نکما اس حدیث مبارک کی شرح لکھنے بیٹھے تو ان کے فیوض برکات کی وہ بارش ہوتی ہے کہ اگر کوئی مجھے اس وقت شرح حدیث کرتے ہوئے دیکھ لیتا تو وہ حق الیقین کی نظر سے دیکھ لیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فیوض و برکات کی جھلک کیسی ہوتی ہے۔

علامہ سراج احمد حنفی سرہندی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم قضائے حاجت کے لئے نکلے اس موقعہ پر مجھے فرمایا میرے لئے تین پتھر لے آؤ تاکہ میں ان سے استنجاء کروں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں دو پتھر اور ایک لید کا ٹکڑا لیکر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوگیا آپ نے دونوں ڈھیلے تو قبول فرمالئے البتہ لید واپس کردی اس کے متعلق ارشاد فرمایا اِنَّهَا رِكْسٌ یہ بلاشبہ ناپاک ہے۔ یہ حدیث پاک ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ استنجاء میں عدد مسنون نہیں ہیں مقصود صرف طہارت ہے وہ تین عدد سے ہوجائے یا اس سے بھی زیادہ سے حاصل ہو حدیث گذشتہ میں تین کا عدد ذکر ہوا ہے وہ آپ کی عادت کریمہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اکثر طہارت انہی سے حاصل

---

نوٹ! اس مقام پر حضرت استاذ المکرم پر شرح لکھتے ہوئے ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ آپ نے قلم مجھے عنایت فرمایا، اور فرمانے لگے کہ میں اس حالت میں قلم نہیں چلا سکتا اس کیفیت صادقہ میں آپ مجھے لکھوار ہے تھے اور میں قلم سے لکھ رہا تھا۔ اور یہ کیفیت طویل ہوئی اور کافی دیر تک آپ کی چشم مبارک سے آنسو ٹپ ٹپ گرتے رہے اور آپ اپنے رب سے اس کے محبوب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وسیلہ سے دعائیں مانگتے رہے اس وقت مولانا محمد مظہر قادری رضوی بھی ہمراہ ہیں۔ (محمد عثمان قادری)

ہوتی ہے یا اس کو استحباب پر محمول کر لیا جائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر ایک سنگ سے استنجاء کیا جائے جس کے تین کنارے ہوں تو اس سے استنجاء جائز ہے اس حدیث شریف سے استفادہ کرنا چاہئے امام شافعی رضی اللہ عنہ تین پتھروں کو شرط قرار دیتے ہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک استنجاء کرنے میں تین ڈھیلوں کا ہونا فرض ہے اور ہمارے نزدیک تین ڈھیلوں کا ہونا صرف مستحب ہے جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔

امام ابوعیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث شریف کو قیس بن ربیع بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں ابواسحٰق ابوعبیدہ، عبداللہ کے حوالے سے حدیث اسرائیل کی مانند بھی روایت کرتے ہیں۔ (۱)

## امام ترمذی کا انداز محتاط مگر پرکشش نظر آتا ہے:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جب حدیث شریف کو اپنی جامع میں وارد فرماتے ہیں تو ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ اس کی فنی حیثیت واضح کریں نیز بڑے بڑے محدثین وفقہا کرام ائمہ محدثین کی آرا بھی رقم کر دیں۔ اصلاً مجھے یہ محسوس ہوتا ہے وہ اس انداز سے اپنی جامع ترمذی کو وضاحتی حسن دینا چاہتے ہیں اور اس کاوش میں وہ بہت ہی کامیاب رہے ہیں اگرچہ شرح لکھتے وقت مجھے کبھی کبھی ان کے اس طرز مبارک سے دقت بھی پیش آتی ہے مگر پھر بھی میں شرح صدر کے ساتھ یہی عرض کروں گا ان کا یہ طرز تحریر انتہائی محتاط اور پرکشش نظر آتا ہے۔

## درسِ حدیث

اللہ گواہ ہے، اس کی مخلوق میں سب سے حسین اس کے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں اور سب سے عمدہ کلام بھی وہی فرماتے ہیں ان سے افضل کوئی انسان ہو ہی نہیں سکتا بلکہ ان کے برابر بھی نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ کی جلالت کی قسم محمد عربی صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمام انبیاء ورسل علیھم السلام سے بھی افضل ہیں اگر کسی نے کلام کرنے کا ملکہ سیکھنا ہو تو امام الانبیاء علیہ السلام کی احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرے ان کے مبارک دہن سے جو ایک ایک لفظ نکلا ہے وہ اپنے اندر ہزارہا حکمتیں رکھتا ہے۔ اے کاش ہم اس کلام اقدس سے استفادہ کریں اپنی زندگی کو عملاً ان کی سنت کے سانچے میں ڈھال دیں ان کی ایک ایک ادا کو اپنے لئے قانون واصول بنائیں اگر ایسا ہو جائے تو قوم مسلم ایک بار پھر بلندی ورفعت کی ان چوٹیوں کو چھونے لگے جن کے سائے مخلوق خدا کے لئے رحمت وراحت ہیں۔

ایک طرف ہماری اپنی سوچ، ہمارا اپنا طرز فکر اور ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مبارک فکر واللہ ہمیں اپنی سوچ وفکر کو چھوڑ کر اپنے پیارے آقا علیہ السلام کی حدیث شریف کی طرف رجوع کرنا چاہئے آپ کی

(۱) علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۴۶ مطبوعہ کانپور ہند

سنت کو دیکھنا چاہئے بھلا یقیناً اسی میں ہے جو فرامینِ رحمت عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں اگرچہ ہمارے زمانے میں حالات بہت بدل گئے ہیں، ہماری لیٹرینیں ہمارے واش روم الحمدللہ انتہائی صاف ستھرے ہیں۔ مذکورہ حدیث شریف جس میں ڈھیلوں کے استعمال کا ذکر ہے اس سے مراد یقینا طہارت ہی ہے لہذا ہمیں اپنی پاکیزگی کا خصوصی خیال رکھنا چاہئے۔ تاکہ ہماری روحانی قوت بڑھ جائے اور ہمارے عمل صالح میں برکت ہو جائے ربّ تعالیٰ اس بندے سے بہت خوش ہوتا ہے جو اس کے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اتباع کرتا ہے۔

آیئے ہم بھی اپنی زندگی کو سنوارنے کے لئے اس راہ پر گامزن ہو جائیں جس کی منزل جنت ہے یاد رہے جنت رضاء رب تعالیٰ کا صلہ ہے جو لوگ اپنے مالک و مولیٰ کو راضی کرتے ہیں وہ ساری نعمتیں پا لیتے ہیں بس ہمہ وقت اپنے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش میں لگ جانا چاہئے یہ بات بالکل درست ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے جلد راضی ہو جاتا ہے جو اس کے حبیب علیہ السلام کی محبت سے سرشار ہو کر سُنّت مقدّسہ پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔

## زندگی گذارنے کا عمدہ طریقہ!

واللہ میں نے اپنے پیارے آقا علیہ السلام کی جس قدر احادیث صحیحہ پڑھی ہیں ان میں ہر ایک نے ایک سے بڑھ کر لطف دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس کلام قرآن حکیم کے بعد ساری کائنات میں سب سے پُرلُطف کلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ہے۔ اس مبارک کلام سے ضرور استفادہ کرنا چاہئے۔ زندگی گذارنے کا سب سے عمدہ طریقہ وہی ہے جو سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سُنّت کے مطابق ہے چونکہ تمام انسانوں کی سیرت سے اعلیٰ سیرت ہمارے آقا علیہ السلام کی ہے وہی نمونہ ہے اسی کو پیش نظر رکھ کر زندگی گذارنے والا کامرانی سے ہمکنار ہوتا ہے جب یہ حقیقت ہے کہ ایک انسان کو اپنی زندگی کو خوش گوار بنانے کے لئے بے پناہ محنت کرنا پڑتی ہے اس میں سب سے اہم کردار دولت کا ہوتا ہے ہر شخص یہ باور کیے بیٹھا ہے اگر اس کے پاس مال و زر کی بہتات ہو جائے تو وہ ہر طرح کی خوشی حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے لیکن میں اس فارمولے کا مخالف ہوں میرے نزدیک ہر خوشی مال و زر سے حاصل نہیں کی جا سکتی بلکہ ہر خوشی تو ہر انسان کو کبھی بھی میسر نہیں آتی خوش رہنے کے لئے ہر انسان کو قناعت پسند ہو جانا چاہئے اگر قناعت جیسی نعمت کسی کو مل جاتی ہے تو وہ تمام خوشیاں پا لیتا ہے۔

## ملت کا سرمایہ:

میں نے بھی یہ فیصلہ کر لیا ہے انشاء اللہ پورے زور کے ساتھ اور پوری توانائی کے ساتھ اس مِلّت کے نوجوانوں کو بیدار کر کے ہی رہوں گا ان میں وہ جذبہ ابھاروں گا جس کی بدولت ملت کا یہ سرمایہ اس ملت کی ترقی اور عظمت رفتہ کی بحالی کے لئے سرگرم عمل ہو گا میں ان کی روح اور جسم میں محبت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وہ خوشبو احادیث مبارکہ کے ذریعے پھونکوں گا جو ان کو واقعی حقائق شناس اور حق نواز بنا دے گا۔ اگر یہ جذبہ بیدار کرنے میں کامیاب ہو گیا تو سمجھوں گا میں اپنی محنت و کاوش میں کامرانی سے ہمکنار ہوا۔

## ہمارا مزاج کافی بگڑ چکا ہے:

انقلاب آفریں کلام یقیناً وہی ہے جو اس ہستی مبارک کے منہ سے نکلا جن کو رحمۃ للعالمین قرآن نے کہا ہے حدیث شریف پڑھنے والے کو طالب کہتے ہیں اور حدیث پاک پڑھانے والے کو شیخ کہتے ہیں، میں ایک عرصہ سے محسوس کر رہا ہوں ہمارا مزاج کافی بگڑ چکا ہے ہماری ساری صلاحیتیں فقط حصول زر کی طرف سرگرم ہیں حالانکہ ہماری ان علمی وفنی اور ذہنی صلاحیتوں کو اپنے دین کے غلبے کے لئے استعمال ہونا چاہئے تھا ہمارا کردار اسقدر ستھرا صاف اور شفاف ہوتا کہ جو کوئی ہم سے ملتا متاثر ہوتا جو کوئی ہماری گفتگو سنتا مزید سننے کی تمنا کرتا اور جو کوئی ہمارا باطن کبھی دیکھتا تو وہ ہماری اس صفت کو اتنا قریب التقوی پاتا ہے کہ ہمارے کردار کو اپنے لئے مشعل راہ قرار دیتا۔ ہاں مجھے اب اس ملت کے جوانوں سے شکوہ کم ہے اور اس ملّت کے اس طبقے سے جو اب باپ بن چکے ہیں اور جن کے بچے جوانی کی حدود کو چھو رہے ہیں زیادہ شکوہ ہے کیونکہ انہوں نے شاید اپنا کردار اس طرح ادا نہیں کیا جس طرح کرنا چاہئے تھا ورنہ آج کی جوان نسل اس قدر تو اپنے دین سے دور نہ ہوتی انہیں یاد رکھنا چاہئے تھا کہ ہم کون ہیں ہمارے آباء کا کردار کس قدر اعلیٰ تھا وہ کتنے حق گو اور بے باک لوگ تھے۔ چلیں جو ہونا تھا ہو گیا اگر یہ شکوہ ان کو تھا کہ احادیث مبارکہ عربی زبان میں ہیں بخاری شریف عربی میں ہے۔ مسلم شریف عربی میں ہے۔ ترمذی شریف عربی میں ہے۔ ابوداود شریف عربی میں ہے۔ نسائی شریف عربی میں ہے اور ابن ماجہ شریف بھی عربی میں ہے ہم کیسے اپنے بچوں کو یہ احادیث مبارکہ پڑھاتے اور سکھاتے تو عرض کروں گا اب تو یہ شکوہ درست معلوم نہیں ہوتا ہمارے بزرگوں نے ان احادیث مبارکہ کا اردو ترجمہ کر دیا ہے بلکہ ان کتب میں سے بخاری و مسلم کی شرح تو آ چکی اب عنقریب یہ میری ترمذی شریف کی شرح بھی منظر عام پر آ جائے گی۔ لیجئے اس کو خود پڑھیئے اپنے بچوں کو مطالعہ کی ترغیب دیجیے انشاء اللہ دین و دنیا کا بھلا ہوگا۔ میرے دل میں اس ملت کا جو درد ہے وہ روز بروز بڑھ رہا ہے کم نہیں ہو رہا اور جس طرح بے تکلفی سے میں بات کر رہا ہوں شاید کہیں اور اس طرح نظر آئے۔

# معیارِ منزل

ظاہر ہے، یہ دنیا فانی ہے ایک دن اس جہاں سے کوچ کرنا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ موت بہت بڑی ناصح ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا دنیا میں یوں رہو جیسے مسافر بلکہ راہ چلتے بندے کو ہر وقت خدا کی یاد میں رہنا چاہیے، نا معلوم کون سا وقت مقرر ہے کہ جب موت آ جائے لہٰذا ہر وقت مومن کو تیار رہنا چاہیے مسلمان کے لیے یہ بھی لازم و ضروری ہے کہ وہ اپنے اللہ سے رحمت کی امید رکھے۔ حدیث مبارکہ میں آتا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا رب کریم ارشاد فرماتا ہے۔ **اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ** ط میرا بندہ مجھ سے جیسا گمان رکھتا ہے۔ میں اسی طرح پیش آتا ہوں۔

(نماز ہے حُسنِ ایمان، صفحہ ۶۵)

# باب نمبر ۱۴

## بَابُ كَرَاهِيَةِ مَا يَسْتَنْجِي بِهٖ

وہ اشیا جن سے استنجاء نہیں کرنا چاہئے۔

اس باب میں ایک ہی حدیث مبارک آرہی ہے جو اپنے موضوع کے اعتبار سے نہایت اہم ہے۔ آپ بھی اس کا مطالعہ فرمائیں آنکھیں ٹھنڈی ہونگی دل تسکین پائے گا۔

## حدیث نمبر ۱۸

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بنُ غِيَاثٍ عَنْ دَاوُدَ بنِ أَبِي هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مَسْعُودٍ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ "لَا تَسْتَنْجُوا بِالرَّوْثِ وَلَا بِالْعِظَامِ، فَإِنَّهُ زَادُ إِخْوَانِكُمْ مِنَ الْجِنِّ۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَسَلْمَانَ، وَجَابِرٍ، وَابْنِ عُمَرَ قَالَ أَبُو عِيسٰى وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ إِسْمَاعِيلُ بنُ إِبْرَاهِيمَ وَغَيْرُهُ عَنْ دَاوُدَ بنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِنِّ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ فَقَالَ الشَّعْبِيُّ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا تَسْتَنْجُوا بِالرَّوْثِ وَلَا بِالْعِظَامِ، فَإِنَّهُ زَادُ إِخْوَانِكُمْ مِنَ الْجِنِّ۔

وَكَأَنَّ رِوَايَةَ إِسْمَاعِيلَ أَصَحُّ مِنْ رِوَايَةِ حَفْصِ بنِ غِيَاثٍ۔ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ۔ وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ، وَابْنِ عُمَرَ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا لید اور ہڈی سے استنجاء نہ کیا کرو اس لئے کہ وہ تمہارے جن بھائیوں کی خوراک ہے۔ اس باب میں حضرت ابوھریرہ، حضرت سلمان، حضرت جابر اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنھم سے بھی احادیث آئی ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی قدس سرہ فرماتے ہیں اس حدیث شریف کو اسمٰعیل بن ابراھیم وغیرہ نے داود بن ابی ھند، شعبی، علقمہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا لیلۃ الجن کے موقعہ پر وہ نبی کریم روف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ تھے یہ بڑی لمبی حدیث ہے امام شعبی فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا لید اور ہڈی سے استنجاء نہ کیا کرو کہ وہ تمہارے جن بھائیوں کی غذا ہے۔ حفص بن غیاث کی روایت سے اسمٰعیل کی روایت زیادہ صحیح ہے۔ اہل علم کا اس حدیث مبارک پر عمل ہے۔ اس باب میں حضرت جابر بن عبداللہ اور عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنھما سے بھی احادیث آئی ہیں۔

# حدیث نمبر ۱۸ کی فنی حیثیت،

## {تذکرہ راویان}

### ۱۔ هَنَّاد:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ا کے تحت ہو چکا ہے۔

### ۲۔ حفص بن غیاث!

ان حضرت کے احوال تہذیب التہذیب میں مذکور ہیں یہ بہت بڑے بزرگ ہیں ان کے فضائل وکمالات کثیرہ ہیں ان کا تذکرہ میزان الاعتدال میں بھی ہے آپ بھی مطالعہ فرمائیں امام ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں۔
امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حفص بن غیاث کا پورا نام ونسب یوں ذکر کیا ہے۔ حفص بن غیاث بن طلق بن معاویہ بن مالک بن حارث بن ثعلبہ نخعی کوفی، یہ کوفہ کے قاضی رہے اور اسی طرح بغداد کے بھی قاضی رہے۔
حفص بن غیاث اپنے دادا جان، اسمٰعیل بن ابی خالد، اشعث الحدانی، ابی مالک اشجعی، سلیمان بن تیمی، عاصم الاحول، عبید اللہ بن عمر، مصعب بن سلیم، یحیٰی بن سعید انصاری، ھشام بن عروہ، امام اعمش، امام ثوری، امام جعفر الصادق، برید بن عبداللہ بن ابی بردہ، ابن جریج، لیث بن ابی سلیم اور ایک خلق سے روایت کرتے ہیں۔
حفص بن غیاث سے امام احمد، اسحٰق، علی، ابن ابی شیبہ کے بیٹے، ابن معین، ابونعیم، ابودرداء، خضری، ابوخیثمہ، عفان، ابوموسیٰ یحیٰی بن یحیٰی نیشاپوری، عمرو بن محمد الناقد، ابوکریب، ابنہ عمر بن حفص بن غیاث، حسن بن عرفہ اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔ ابن کامل کہتے ہیں حفص بن غیاث ہارون الرشید کے زمانے میں بغداد شرقیہ کے قاضی تھے۔ وہاں سے ان کو معزول کر دیا گیا اور پھر کوفہ کی قضا تفویض ہوئی۔ اسحٰق بن منصور کا بیان ہے وہ ابن معین کے حوالے سے کہتے ہیں حفص ثقہ ہیں۔ عبدالخالق بن منصور نے بھی ابن معین ہی کے حوالے سے بیان کیا کہ حفص حدیث کی معرفت رکھنے والے ہیں عجلی کا بیان ہے کہ وہ ثقہ ماموں اور فقیہہ ہیں۔ جب وکیع سے کوئی سوال کیا جاتا تو وہ کہتے اپنے قاضی کے پاس جا کر ان سے پوچھو یعقوب کہتے ہیں حفص ثقہ ثبت ہیں۔
ابن نمیر کہتے ہیں حفص، ابن ادریس سے حدیث کے بڑے عالم ہیں، حفص بن غیاث کی پیدائش سنہ ۱۱۷ھ کو ہوئی اور وفات سنہ ۱۹۴ھ میں ہوئی۔ (۱)

---

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م سنہ ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۲/۳۵۷ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

حفص بن غیاث بن طلق بن معاویہ ابوعمرو نخعی کوفی قاضی بغداد ہیں ان کی توثیق پر علماء کا اجماع ہے۔ یحییٰ بن سعید کا کہنا یہ ہے کہ وہ اصحاب اعمش سے زیادہ مضبوط راوی ہیں آخر عمر میں ان کے حافظہ میں خلل آ گیا تھا ان کا وصال ۱۹۴ھ میں ہوا۔ (۱)

۳۔ داؤد بن ابی ھند:

ان حضرت کا تذکرہ تہذیب التہذیب میں ہے یہ مضبوط راوی ہیں ان کے فضائل بہت ہیں اکثر ائمہ فن نے ان کی توثیق کی ہے آپ بھی مطالعہ فرمالیں۔

علامہ امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے داود بن ابی ھند، ان کا نام دینار بن عذافر ہے اوران کوطہان قشیری بھی کہا جاتا ہے مولاھم ابوبکر اسی طرح ان کو ابومحمد بصری بھی کہتے ہیں۔ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی تھی۔

داؤد بن ابی ھند، عکرمہ، شُعبی، زرّارہ بن ابی اوفٰی، ابوالعالیہ، سعید بن مسیب، سماک بن حرب عاصم الاحول، عزرہ بن عبدالرحمن، محمد بن سیرین، ابوزبیر اور مکحول شامی سے روایت کرتے ہیں۔

داؤد بن ابی ھند سے شعبہ، امام ثوری، مسلمہ بن علقمہ، ابن جریج، حماد ان، وھیب بن خالد، عبدالوارث، ابن سعید، عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ، یحییٰ القطان وغیرھم روایت کرتے ہیں۔

ابن عُیینہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ داؤد بن ابی ھند حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتوی دیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک کا بیان ہے وہ حضرت امام سفیان ثوری کے حوالے سے کہتے ہیں کہ داود بن ابی ھند بصرہ کے حفاظ میں سے تھے۔ عبداللہ بن احمد بن حنبل اپنے والد کے حوالے سے فرماتے ہیں ثقہ ثقہ۔ ابن معین کہتے ہیں ثقہ ہیں، میرے نزدیک وہ خالد الحدا سے زیادہ پسندیدہ ہیں عجلی بصری کہتے ثقہ ہیں اور جیّد الاسناد ہیں وہ صالح خیاط ہیں۔

۴۔ شُعبی:

علامہ ابن حجر عسقلانی نوراللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے، عامر بن شراحیل بن عبداللہ اور یوں بھی کہا گیا ہے۔ عامر بن عبداللہ بن شراحیل الشعبی الحمیری ابوعمرو الکوفی من شعب ھمدان۔

(۱) علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ ترمذی شریف ۱/۴۸ مطبوعہ کانپور ہند۔

شعبی حضرت علی، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت زید بن ثابت، حضرت قیس بن سعید، حضرت ابن عبادہ، حضرت قرظہ بن کعب، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت ابومسعود انصاری، حضرت ابوھریرہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت ابی جحیفہ سوائی، حضرت نعمان بن بشیر، حضرت ابی ثعلبہ الخشنی، حضرت جریر بن حضرت عبداللہ بجلی، حضرت بریدہ الخصیب، حضرت براء بن عازب، حضرت معاویہ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت جریر بن عبداللہ، حضرت حارث بن مالک بن برصا، حضرت حبشی بن جنادہ، حضرت امام حسین، حضرت زید بن ارقم، حضرت ضحاک بن قیس، حضرت سمرہ بن جندب، اور بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے روایت کرتے ہیں۔

شعبی جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین سے روایت کرتے ہیں وہاں تابعین عظام سے بھی روایت کرتے ہیں مثلاً شعبی حارث الاعور، خارج بن صلت، زر بن حبیش، ربیع بن خشیم، سفیان بن اللیل، سمعان بن مشنج، سوید بن عقلہ، شریح القاضی، شریح بن ھانی، عبدخیر الھمدانی، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، عروہ بن مغیرہ بن شعبہ اور علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیھم سے روایت کرتے ہیں۔

یہ یقیناً ثقہ راوی ہیں ان کے لئے انتہائی عمدہ کلمات امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھے ہیں تقریباً تین بڑے صفحات پر ان کی تعدیل پھیل ہوئی ہے۔ اگر تفصیل درکار ہو تو تہذیب میں دیکھ لیں۔

## شعبی کی وفات:

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوسعید ابن سمعانی کے حوالے سے لکھا ہے شعبی کی ولادت ۱۹ سنہ ھ کو ہوئی اور وفات ۱۰۹ سنہ ھ میں ہوئی (۱) اس طرح شعبی نے نوے 90 سال عمر پائی۔



## ۵۔ علقمہ:

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے۔ علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن مالک بن علقمہ بن سلامان بن کہیل اور یوں بھی کہا گیا ہے ابن کہیل بن بکر بن عوف اور اس طرح بھی کہا جاتا ہے۔ ابن المنتشر بن النخع ابوشبیلی النخعی الکوفی۔

ان کی پیدائش رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حیات مبارک میں ہوئی تھی علقمہ، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت سعد، حضرت حذیفہ، حضرت ابودرداء، حضرت ابن مسعود، حضرت ابومسعود، حضرت ابوموسیٰ، حضرت خباب، حضرت خالد بن ولید، حضرت سلمہ جعفی، حضرت معقل بن سنان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنھم سے روایت کرتے ہیں۔

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۵ / ۵۷ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

- جناب علقمہ سے ان کے بھتیجے عبدالرحمن بن یزید بن قیس، ان کے بھانجے ابراھیم نخعی، عامر شعبی، ابورقا نخعی، ابراہیم بن سواد نخعی، ابووائل شقیق بن سلمہ، سلمہ بن کہیل، ھنی بن ابونویرہ، قیس بن رومی اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔ اسحق بن منصور ابن معین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں علقمہ ثقہ راوی ہیں۔ ابن مدینی کہتے ہیں علقمہ اعلم الناس ہیں۔ قابوس بن ابی ظبیان اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں وہ حضرات جنہوں نے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا تھا وہ جناب علقمہ سے سوال کرتے تھے اور یہ ان کو فتوی دیتے تھے۔

## جناب علقمہ کی وفات:

امام ابونعیم کہتے ہیں ان کا وصال ۶۱ھ، ۶۲ھ یا ۶۳ھ کو ہوا ہارون بن حاتم عبدالرحمن بن ھانی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں جب ان کا انتقال ہوا اس وقت ان کی عمر نوے ۹۰ سال تھی جناب علقمہ کا انتقال کوفہ میں ہوا۔ (۱)

## ۶۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

ان کے فضائل، مناقب، محاسن، محامد اور کمالات کا تذکرہ حدیث نمبر ۱۷ میں ہو چکا آپ ضرور وہاں سے مطالعہ فرمائیں۔

# شرح حدیث نمبر ۱۸

اس حدیث شریف میں آیا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تم لید اور ہڈی سے استنجاء نہ کیا کرو اس لئے کہ وہ تمہارے جن (مسلمان) بھائیوں کی خوراک ہے یقینا اس میں بے پناہ حکمتیں ہونگی کچھ تو وہ ہیں جو ہماری سمجھ میں آتی ہیں اور بہت وہ ہیں جو ابھی ہمارے علم سے بالا ہیں۔

علامہ سراج احمد حنفی سرہندی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

یہ حدیث شریف جو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد مبارک منقول ہے کہ لید اور ہڈی سے استنجاء نہ کرو اس لئے کہ تمہارے جن بھائیوں کی خوراک ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ تمہارے مسلمان جن بھائیوں کے لئے ہڈی توشہ ہے وہ اس کو کھا کر اس سے نفع اٹھاتے ہیں اس عنوان کے تحت حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مبارک آئی ہے اور اس کو امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے وارد کیا ہے۔ اسی موضوع پر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور ایسے ہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث آئی ہیں ان کو امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ امام ابوعیسی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۷/۲۴۵ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

حدیث شریف کو اسمٰعیل بن ابراھیم وغیرہ نے داود بن ابی ھند اور شعبی کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ بیشک وہ لیلۃ الجنّ میں رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ اس رات جنّ نصیبین یعنی کسی خاص شہر یا تخت گاہ سے حاضر ہوئے اور دولت ایمان سے مُشرّف ہوئے اس کا تذکرہ ایک طویل حدیث شریف میں ملتا ہے۔ یہ حضرت علقمہ کا قول ہے امام شعبی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَسْتَنْجُوْا بِالرَّوْثِ وَلَا بِالْعِظَامِ فَاِنَّهٗ زَادُ اِخْوَانِكُمْ مِنَ الْجِنِّ،

لید اور ہڈی سے استنجاء نہ کیا کرو کیونکہ یہ تمہارے جنّ بھائیوں کی غذا ہے۔

اسمٰعیل کی روایت حفص بن غیاث کی روایت سے زیادہ صحیح ہے حدیث مذکوہ بالا پر اہل علم کا عمل ہے۔ وہ لید اور ہڈی سے استنجاء ہرگز نہیں کرتے اس باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنھما سے بھی احادیث آئی ہیں۔ (۱)

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں، جہاں تک ہڈی اور لید کا معاملہ ہے تو اس بارے میں صحیح مسلم میں صریح حدیث موجود ہے جس میں ان دونوں سے استنجاء کرنے کی نفی وارد ہوئی ہے جب جنّ قوم نے خوراک کے حوالے سے سوال کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جب تم ہڈی پکڑو گے تو اس پر وافر گوشت آجائے گا تمہارے ہاتھوں میں آتے ہی اسی طرح تمہارے جانوروں کے لئے بھی ہو جائے گا اسی وجہ سے اہل ایمان کو یہ حکم دیا تم ان دونوں (ہڈی اور لید) سے استنجاء نہ کیا کرو اس کی علّت ھدایہ میں یہ بیان ہوئی ہے اس میں نجاست ہے اس کی تشریح دوسری حدیث شریف میں ملتی ہے جس میں آیا ہے۔ اِنَّهَا رِكْسٌ ظاہراً تو یہ تحریم کا فائدہ نہیں دیتی۔ (۲)

علامہ ابوطیب سندھی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے، لید اور ہڈی کے ساتھ استنجاء نہ کرو کیونکہ وہ تمہارے بھائیوں (مسلمان جن بھائیوں) کی غذا ہے۔ علامہ طیبی کہتے ہیں اِنَّهٗ کی ضمیر روث اور عظام کی طرف راجع ہے باعتبار مذکور اسی طرح ایک نسخہ کے مطابق فانھا کی ضمیر راجع الی العظام والروث ہے تابع لھا کہہ کر شیخ ابن حجر مکی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں۔ لید کو مجازاً ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ لید ان کے جانوروں کی غذا ہے۔

حافظ ابونعیم نے دلائل النبوہ میں روایت کیا ہے جنّوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ھدیہ کا سوال کیا تو آپ نے ان کو عظم اور روث عطا فرمائے ہڈی تو جنّوں کے لئے عطا فرمائی اور لید ان کے جانوروں کے لئے عطا کی۔ حافظ ابوعبداللہ حاکم نے دلائل النبوت میں روایت کیا بیشک جب جنّ ہڈی کو پکڑتے ہیں تو اس پر گوشت آجاتا ہے

(۱) علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ ترمذی شریف ۱/۴۹ مطبوعہ کانپور ہند۔

(۲) علامہ ابن عابد بن شافی حاشیہ ابن عابد بن شامی ۱/۶۰۵ دار المعرفہ بیروت لبنان۔

## ۱) اِسۡتِنۡجَاء:

اوّلاً ڈھیلے استعمال کیے جائیں پھر پانی سے دھویا جائے یا صرف پانی ہی سے دھو کر صاف کر دیا جائے۔ اس کو استنجاء کہا گیا ہے۔

## ۲) اِسۡتِطَابَہ:

ڈھیلے سے سبیلین کو صاف کرنا اور پھر غلاظت کی جگہ کو پانی سے دھوڈالنا یا صرف پانی ہی سے دھو کر خوب صاف کر دینا اس کو "استطابہ" کہتے ہیں:

## ۳) اِسۡتَجۡمَرَ:

صرف ڈھیلوں کے ساتھ سبلین کی صفائی کو استجمر کہتے ہیں۔[1]

## حالات کو بدل کر موافق قرآن وحدیث کرنا بڑا کمال ہے:

ایک وہ انداز تھا جو آج سے چار پانچ صدیاں قبل اسلام کی تشریحات کے لئے اختیار کیا گیا اس وقت اس کی ضرورت تھی علماء کرام محدثین عظام اور فقہائے ذی احتشام نے پورے زور دلائل سے دین اسلام کی صداقتوں کو اظہر من الشمس کیا اور وہ اس کاوش میں الحمدللہ کامیاب ہوئے پھر جوں جوں زمانہ گذرتا گیا اس کی ضروریات بدلتی گئیں ان بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ انسانوں کے خیالات واحساسات بھی بدلتے گئے۔ اس میں کوئی شک نہیں قرآن حکیم جیسے نازل ہوا تھا آج تک ویسے ہی ہے اور قیام قیامت تک ایسا ہی رہے گا اب ضرورت یہ ہے کہ اس کی تفسیر اس انداز میں ہو جو زمانے کی ضرورت کو پورا کرے اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ قرآن کریم کی آیات کے معانی میں ایسی تبدیلی کی جائے اور اس طرح کا توڑ مروڑ کیا جائے کہ وہ حالاتِ حاضرہ کے موافق ہو جائیں بلکہ انداز یہ ہو کہ حالات احوال کو بدل کر اس طرح کر دیا جائے کہ وقرآن وحدیث کے موافق ہو جائیں اول انداز بھی لائق التفات تو ہے مگر اس سے کبھی انقلاب صالح برپا نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ انسانی عقل کے مطابق تو ہو سکتا ہے انسانوں کو فی الفور متاثر کر سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کا منشاء اس سے پورا نہیں ہوتا جو بندہ بھی کام کرے یا جو جماعت بھی کام کرے اس کے پیش نظر اگر منشاء رب العالمین ہوگا تو وہ فرد اور جماعت کامیابی سے یقیناً ہمکنار ہوگی۔

## محدثِ اعظم پاکستان اور درسِ حدیث:

اس وقت تمام اہل ایمان پر لازم ہے کہ وہ اپنا زاویہ نگاہ پھر وہیں رکھیں جہاں ہمارے اکابر کا تھا حدیث شریف کو پڑھاتے وقت اس کو اپنے اوپر طاری کر لیا جائے اس طرز عمل سے جو نتائج پیدا ہوں گے وہ انتہائی اعلیٰ کوالٹی

(۱) امام جلال الدین سیوطی م ۹۱۱ھ از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۵۰ مطبوعہ کانپور ہند۔

(QUALITY) کے ہونگے ۔ مجھ سے میرے شیخ کریم حضرت مولانا شیخ الحدیث ابو محمد عبدالرشید قادری رضوی رحمتہ اللہ علیہ و نے بیان فرمایا جب حضرت محدّثِ اعظم مولنا محمد سردار احمد قادری چشتی رحمتہ اللہ علیہ حدیث شریف پڑھاتے تھے تو اسے اپنے اوپر طاری فرما لیتے تھے اگر حدیث مبارک میں آتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مسکرائے تو آپ خود بھی مسکراتے اور شاگردوں سے بھی فرماتے کہ تم بھی مسکراؤ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ الہ وسلم مسکرائے اسی طرح اگر حدیث میں ذکر آتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روئے تو خود بھی رو پڑتے اور شاگردوں کو فرماتے تم بھی روؤ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم روئے ۔ یہ تھا وہ انداز جس نے باعمل علماء اور صوفیاء پیدا کئے جن کے دم قدم سے معاشرے میں صالح انقلاب برپا ہوا۔

## تعلیم وتربیت اسلامی کا کام کرنا ہوگا:

اہل ایمان ہر دور میں ایسا کردار ادا کرتے رہے ہیں جو پوری انسانیت کے لئے مشعل راہ کا درجہ رکھتا ہے۔ جو لوگ راہ حق کے مسافر بن جاتے ہیں ان کو مشکلات آتی ضرور ہیں مگر ان میں مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے پھر آہستہ آہستہ وہ ایسے راسخ فی العمل ہوجاتے ہیں کہ دنیا کی کوئی طاقت ان کو صراط مستقیم سے ہٹا نہیں سکتی پہلے پہلے میں بھی یہی سمجھا کرتا تھا شاید قرآن حکیم کی آیات پڑھتے جانا اور احادیث مبارکہ سناتے جانا یہی بڑا کمال ہے لیکن اب سمجھ میں آیا ہے صرف آیات مبارکہ کی تلاوت کرنا اور احادیث مقدسہ پڑھنا ہی کمال نہیں بلکہ ان کے مقصد کو دوسروں تک پہچانا اور ان کے فیوض وبرکات سے امّتِ مسلمہ کے ہر ہر طبقے کو آگاہ کرنا یہ ہے وہ مقصد جس کو پیش نظر رکھ کر کام کرنا چاہئے۔

اب یوں تو نہ ہو کہ آپ خود تو حدیث شریف پڑھ لیں اور پڑھ کر اس کو صرف اپنے آپ تک ہی محدود کردیں اور سمجھنے لگ جائیں کہ ہم نے بڑا کمال حاصل کرلیا یہ بھی کمال ہے لیکن اس سے بڑا کمال یہ ہے کہ آپ راہ حق میں اٹھ کھڑے ہوں اور ان احادیث مبارکہ کا درس اس انداز سے دیں کہ سننے والے خود بھی ان فرامینِ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر عمل کریں اور دوسروں تک پہچانے کا اہتمام کرنے لگیں اس طرح دیے سے دیا جلتا چلا جائے۔ اس وقت دنیا میں علم کا چرچا ہے، نئی نئی ایجادات نے انسان کو ورطۂ حیرت میں ڈالا ہے اور وہ ایسا ان میں کھویا ہے کہ اپنے ربّ کو یاد کرنے تک کے لئے وقت نہیں نکل پا رہا۔ آپ کو کچھ ایسے پیارے اور محبت بھرے انداز میں دعوت الی الحق کا کام کرنا ہوگا تعلیم وتربیت اسلامی کا کام کرنا ہوگا کہ امت کا وہ طبقہ جو اپنے دین سے اسقدر دور ہوچکا ہے کہ اب برائے نام ہی انکا دین اسلام سے تعلق نظر آتا ہے اس طبقے کو پھر دعوت دے کر ان کے ایمان میں حرارت پیدا کرکے ان کو دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتربیت اسلامی کے کام میں لگا دینا ہوگا تا کہ وہ خود بھی قرآن وحدیث کے مطابق عمل کریں اور دوسروں کو بھی اس کی طرف دعوت دیں اللہ تعالیٰ اس قوم کو سربلندی عطا فرماتا ہے جو جدوجہد کرتی ہے اور جو قوم

جدوجہد سے منہ موڑے اس کو کامرانیاں نصیب نہیں ہوتیں بلکہ وہ قومیں تنزل کا شکار ہو کر منظر سے ہٹ جاتی ہیں اللہ تعالیٰ امّت مسلمہ کو ہمیشہ ہمیشہ سر بلند رکھے اور عزت وعظمت سے نوازے۔ (امین)

## کیا خوب ہے نظر رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم:

جامع ترمذی شریف کی حدیث نمبر ۱۸ کی شرح میں علامہ ابوطیب سندھی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے، حافظ ابو عبداللہ حاکم نے دلائل النبوہ میں روایت کیا ہے بیشک جب جنّ ہڈی کو پکڑتے ہیں تو اس پر گوشت آجاتا ہے جب ان کے ہاتھ میں لید جاتی ہے تو اس پر دانہ دنکا آجاتا ہے۔ اب صرف ایک نظر ان مبارک الفاظ پر ڈال لیں جو حدیث شریف میں آئے ہیں۔

لَا تَسْتَنْجُوْا بِالرَّوْثِ وَلَا بِالْعِظَامِ فَاِنَّهٗ زَادُ اِخْوَانِكُمْ مِنَ الْجِنِّ،

تم لید اور ہڈی کے ساتھ استنجاء نہ کیا کرو اس لئے وہ تمہارے جنّ بھائیوں کی غذا ہے۔

ان الفاظ پر غور کرنے سے چند ایسے سربستہ راز سمجھ میں آتے ہیں جو صرف اور صرف نظر رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی کی برکت ہے۔ عام بشر کی آنکھ جن کو نہیں دیکھ سکتی یہ کمال نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں ہے وہ جس طرح انسانوں کو دیکھتی ہے اسی طرح جنّوں کو بھی دیکھتی ہے نہ صرف یہ کہ ان کو دیکھ لیتی ہے وہ آپ کی بارگاہ اقدس مین حاضر بھی ہوتے ہیں اور آپ پر ایمان بھی لاتے ہیں آپ سے مسائل بھی پوچھتے ہیں اور آپ ان کے دریافت کردہ مسائل کا جواب بھی عنایت فرماتے ہیں ان کے معاملات ومعمولات کو بھی جانتے ہیں اور جہاں کہیں انسانوں سے جنّوں کی حق تلفی ہونا ممکن تھا وہاں وہاں بڑی عمدگی کے ساتھ ہدایات عنایت فرمائیں تا کہ ان کو کوئی تکلیف ان کے انسان مسلمان بھائیوں کے ہاتھوں نہ پہنچے۔ اس حدیث مبارک سے جو امور صراحت سے سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ جس شے کو ہماری آنکھ نہیں دیکھ سکتی نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس کو بھی دیکھ لیتی ہے۔
۲۔ جنّ باقاعدہ ایک مخلوق ہے جس کے وجود کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔
۳۔ جس طرح انسانوں میں مسلمان ہیں اور دیگر مذاہب کے لوگ بھی اسی طرح جنّوں میں بھی ہیں۔
۴۔ جن بھی اپنے مسائل کا حل نبی رحمت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ اطہر سے لیتے ہیں۔
۵۔ جنّوں کی خوراک کیا ہے اس سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم باخبر ہیں۔
۶۔ جنّوں کے چوپایوں (جانوروں) کی خوراک سے بھی آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم آگاہ ہیں۔
۷۔ مسلمان جنّوں کو مسلمان انسانوں کا بھائی قرار دیا ہے۔
۸۔ اس چیز کو بڑا واضح کر کے بیان فرمایا کہ جنّوں کی خوراک انسانوں کی پس خوردہ ہڈی ہے۔
۹۔ جنّوں کے جانوروں کی خوراک لید اور گوبر ہے۔

۱۰۔ استنجاء کے آداب بتائے اور اس کے مُضرات کا بھی تذکرہ کر دیا۔

## عالم ما کان وما یکون:

جنوں کو دیکھنا ان سے ملاقات کرنا، ان کا قرآن سننا اور متاثر ہونا، حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ان کو دعوت دینا پھر جنوں کا کلمہ پڑھنا اور اسلام لانا مسلمان ہونے کے بعد مسائل دریافت کرنا حضور انور تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ان کو نوازنا ان کے سوالات کا تسلی بخش جواب عنایت فرمانا سب اس علم کی فرع ہے جو رب العالمین نے اپنے محبوب رحمت للعالمین علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا۔

یہ یقین رکھنا چاہئے۔ اس میں کچھ شک نہیں کائنات کے تمام رموز واسرار اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ السلام کو اس طرح بتائے اور سمجھائے کہ دوسرا کوئی ان کے قریب بھی نہ پہنچا ہم نے لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا ہے تو اب اس کو مکمل ضابطہ حیات مانتے ہیں اور ساری کائنات میں اس نظام حیات سے بہتر نظام حیات ہو ہی نہیں سکتا جن کے ذریعے یہ نظام مبارک عطا فرمایا ہے وہ اپنے سارے خطہ رسالت سے ہر طرح آگاہ ہیں ان کا علم ایسا ہے کہ جو ظاہر و باطن ہر اعتبار سے کامل ہے اور جو بن پر ہے۔ بعض لوگ جو یوں کہہ دیتے ہیں کہ فلاں بات کا علم نہ تھا اور فلاں معاملہ کو نہ جانتے تھے۔ یہ محض غلط ہے وہ سب کچھ جانتے ہیں ان کو ان کے اللہ تعالیٰ نے سب کچھ سکھا رکھا ہے۔ ان کا رب عز وجل فرماتا ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ (۱)

اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا افضل ہے۔

یہ آیت کریمہ صاف بتاتی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو تمام علوم سکھا دیئے یہی اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔

---

(۱) سورہ نساء آیت نمبر ۱۱۳

## درس حدیث

یہ بات بلاشبہ حق ہے، اس کائنات کا خالق و مالک فقط ایک اللہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس میں بھی کوئی شک نہیں ساری مخلوقات میں سب سے زیادہ عزّت وعظمت اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو عطا فرمائی۔ ان کے ذریعے وہ اپنے بندوں سے ہمکلام ہوا اپنے احکام ان تک پہنچائے ان کو زندگی بسر کرنے کے طرائق سمجھائے اور زندگی کے ہر ہر شعبے میں ھدایات کاملہ سے نوازا یقینا ہماری زندگی میں حسن اسی وقت پیدا ہوسکتا ہے جب ہم اپنی تمام خواہشات کو اللہ ورسول (جل وعلا وصلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے تابع کر دیں اسی میں ہمارا بھلا ہے یہی ہماری سعادت ہے اسی میں دو جہانوں کی کامرانی مضمر ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

لَا تَسْتَنْجُوا بِالرَّوْثِ وَلَا بِالْعِظَامِ فَاِنَّهُ زَادُ اِخْوٰنِكُمْ مِنَ الْجِنِّ،

لید اور ہڈی سے استنجاء نہ کیا کرو کیونکہ یہ تمہارے جن (مسلمان) بھائیوں کی غذا ہے۔ (ترمذی شریف)

اس سے ثابت ہوا کہ جنّ ایک علیحدہ قوم ہیں ان کے اپنے معلامات ہیں وہ بھی امام الانبیاء علیہ السلام پر ایمان لائے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں اس کا ذکر موجود ہے۔ لہذا جنّوں کے وجود کا انکار کرنا خلاف قرآن وحدیث ہے قرآن حکیم میں ایک پوری سورت ''سورہ جنّ'' کے نام سے موجود ہے احادیث مبارکہ میں ان کے ہونے کا اور ان کے ایمان لانے کا بڑا ابَیِّن ذکر موجود ہے۔ لہذا ہمیں ان کا احترام کرنا چاہئے کہ ان میں مسلمان بھی ہیں اسی نسبت کی وجہ سے ہڈی اور لید کے ساتھ کبھی بھی استنجاء نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ہڈی جنّوں کی غذا ہے اور گوبر و لید وغیرہ ان کے جانوروں کی غذا ہے جب جنّ ہڈی پکڑتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر دوبارہ گوشت چڑھا دیتا ہے اور لید پھر سے اپنے اندر طاقت وقوت پیدا کر لیتی ہے اور ان کے جانوروں کی غذا بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس مختصر سی زندگی میں اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں دنیا وآخرت دونوں جہانوں میں سرخروئی عطا فرمائے امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

# معیارِ ایمان

ہم اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد پر خوشی کا اظہار کرنا، جلسے منعقد کرنا، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے تذکرے کرنا، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خراج عقیدت پیش کرنا یہ سب ایمان کی علامات میں سے ہیں۔

(حقیقت میلاد، صفحہ ۲)

# معیارِ بدعت

کوئی نئی بات اسلام میں ایجاد کرنا وہی قابل ردّ ہے جو روحِ اسلام کے خلاف ہو۔ وہ امور جو روحِ اسلام کے خلاف نہ ہوں ان کا معرضِ وجود میں آنا ہرگز قابل مذمت نہیں ہے۔ لوگوں نے نہ بدعت کے معنی جانے نہ اس کی تحقیق کی۔ بے سوچے سمجھے ہر چیز کو بدعت قرار دے دینا ستم ظریفی ہے۔ دیکھئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک صحیح مسلم میں منقول ہے۔ ترجمہ: جس شخص نے اسلام میں کوئی اچھی بات ایجاد کی اس کو اس کا اجر ملے گا اور جو لوگ بعد میں اس پر عمل کریں گے ان کو بھی ثواب ملے گا۔ کسی کے اجر و ثواب میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔

(عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرعی حیثیت، صفحہ ۱۶)

# باب نمبر ۱۵

## بَابُ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْمَاءِ

پانی سے استنجاء

اس باب میں ایک حدیث مبارک آ رہی ہے جس کا تعلق زندگی کے روز مرّہ مسائل کے ساتھ ہے اس لحاظ سے یہ حدیث شریف اور بھی اہمیت کی حامل ہے آیئے آپ بھی اس کا مطالعہ فرمایئے زندگی اسلامی طریقے کے مطابق گذارنا آسان ہو جائے گا۔

## حدیث نمبر ۱۹

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُعَاذَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مُرْنَ أَزْوَاجَكُنَّ أَنْ يَسْتَطِيبُوا بِالْمَاءِ، فَإِنِّي أَسْتَحْيِيهِمْ. فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهُ۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، يَخْتَارُونَ الْاِسْتِنْجَاءَ بِالْمَاءِ، وَإِنْ كَانَ الْاِسْتِنْجَاءُ بِالْحِجَارَةِ يُجْزِئُ عِنْدَهُمْ، فَإِنَّهُمْ اِسْتَحَبُّوا الْاِسْتِنْجَاءَ بِالْمَاءِ، وَرَأَوْهُ أَفْضَلَ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحٰقُ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔اے اھل ایمان، عورتو! اپنے شوہروں کو پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کی ترغیب دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا عمل بھی یہی تھا۔ مجھے ان کو کہنے میں حیاء مانع ہے۔اس باب میں جریر بن عبداللہ البجلی ،حضرت انس اور ابوھریرہ رضی اللہ عنھم سے بھی احادیث مروی ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی قدس سرہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔اس پر اھل علم کا عمل ہے وہ پانی سے استنجاء کرنے کو محبوب رکھتے ہیں اور ڈھیلے سے استنجاء کرنے کو جائز جانتے ہیں۔علماء پانی سے استنجاء کرنے کو انتہائی پسند کرتے ہیں اور اس کو افضل سمجھتے ہیں۔یہی قول سفیان ثوری عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور اسحق رضی اللہ عنھم کا ہے۔

# حدیث نمبر ۱۹ کی فنّی حیثیت،

## {تذکرہ راویان}

### ۱۔ قُتیبہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ا کے تحت ہو چکا۔ اگر آپ مطالعہ کرنا چاہیں تو وہاں دیکھ لیں۔

### ۲۔ محمد بن عبدالملک بن ابی شوارب:

یہ حضرت بہت بڑے بزرگ ہیں، انتہائی نیک وصالح تھے ان کی توثیق بڑے بڑے ائمہ نے فرمائی ہے آپ بھی ان کے احوال وحالات کا مطالعہ فرمالیں۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے۔ محمد بن عبدالملک بن ابی شوارب محمد بن عبداللہ بن ابی عثمان ابن عبداللہ بن خالد بن اسد بن ابی الحیص بن امیہ القرشی الاموی ابوعبداللہ الابلی البصری۔

محمد بن عبدالملک بن ابی شوارب کثیر بن سلیم المدائنی، عبدالعزیز بن المختار، ابواعوانہ، یوسف بن یعقوب بن الماجشون، ابن زریع، بشر بن المفضل، سلام بن ابی الصہبا، عبدالوحد بن زیاد، عبدالوارث بن سعید، ابی عاصم العبادنی، یحییٰ بن عمرو بن مالک النکری، یحییٰ بن سلیم الطائفی وغیرھم سے روایت کرتے ہیں۔

محمد بن عبدالملک سے امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیھم روایت کرتے ہیں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ زکریا سجزی کے حوالے سے محمد بن عبدالملک سے روایت کرتے ہیں اور بہت سارے محدثین کرام ان سے روایت کرتے ہیں جن میں امام طبری بھی شامل ہیں۔ طبری سے مراد محمد بن جریر طبری ہے۔

صالح بن محمد اسدی کہتے ہیں محمد بن عبدالملک بن ابی شوارب شیخ جلیل ہیں۔ صدوق ہیں امام انسائی فرماتے ہیں ان کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی قُلتُ! کہہ کر فرماتے ہیں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں محمد بن عبدالملک اپنے مشائخ سے روایت کرتے ہیں ثقہ ہیں جناب سلمہ بصری کا کہنا ہے محمد بن عبدالملک ثقہ ہیں۔ امام ابن شاھیں کہتے یہ ثقات میں شمار ہوتے ہیں۔ عثمان بن ابی شیبہ کہتے ہیں یہ شیخ صدوق ہیں ان کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں زھرہ میں ہے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے دس احادیث روایت کی ہیں۔

### محمد بن عبدالملک بن ابی شوارب کی وفات:

ابن قانع کا بیان یہ ہے محمد بن عبدالملک بن ابی شوارب کا انتقال بیس جمادی الآخر ۲۴۴ھ کو بصرہ میں ہوا۔ (۱)

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۲۸۱/۹ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

### ۳۔ ابوعوانہ:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ حدیث نمبر ا کے تحت ہو چکا۔

### ۴۔ قتادہ:

ان کے حالات میں نے میزان میں دیکھے ہیں۔ بہت مختصر مرقوم ہیں آپ بھی ان کا مطالہ کرلیں۔

امام ذہبی رقم طراز ہیں:

قتادہ بن دعامہ اس کا تعلق قبیلہ درس سے تھا حافظ ہیں، ثقہ ہیں اور مضبوط راوی ہیں۔لیکن کبھی کبھی تدلیس کرتے ہیں اس کے بارے میں یحییٰ بن معین کا کہنا ہے رُومی بالقدر اصحاب صحاح نے ان کو حجت سمجھا ہے۔[1]

### ۵۔ معاذہ:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ تہذیب کی بارہویں جلد میں ملا ہے۔ یہ بی بی نہایت عابدہ زاہدہ ہیں۔ان کی توثیق بہت سی کتب میں مذکور ہے جو میری نظر سے گذری ہے آپ بھی مطالعہ فرمالیں۔

امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمتہ لکھتے ہیں:

ان کا نام ونسب یوں ہے معاذہ بنت عبداللہ العدویہ ام الصہبا البصریہ، یہ صلہ بن اشیم کی زوجہ تھیں۔حضرت معاذہ رحمتہ اللہ علیہا ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ، ھشام بن عامر، ام عمرو بنت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنھم سے روایت کرتی ہیں۔

حضرت معاذہ رحمھا اللہ سے ابوقلابہ، قتادہ، یزید الرشک، ایوب، عاصم الاحول، سلیمان بن عبداللہ البصری، اسحاق بن سعید، ام الحسن جدہ ابی بکر العدوی وغیرھم روایت کرتے ہیں۔

ابن ابی مریم ابن معین کے حوالے سے کہتے ہیں معاذہ ثقہ حُجۃ راویہ ہیں۔امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔یہی حضرت فرماتے ہیں جنابہ معاذہ نہایت عابدہ خاتون تھیں۔کہا جاتا ہے ابی صبا کے بعد وہ بستر سے لگ گئیں یہاں تک کہ ان کا وصال ہو گیا۔[2]

علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

یہ معاذہ میم کی پیش کے ساتھ ہے۔ جناب معاذہ بنت عبداللہ عدویہ ہیں ثقہ ہیں حُجۃ ہیں زاہدہ ہیں۔امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔

---

(۱) ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی م ۷۴۸ھ میزان الاعتدال ۳/ ۳۸۵ مکتبہ الاثریہ سانگلہ ہل پاکستان۔

(۲) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱۲/ ۷۹ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

## حضرت مُعاذہ کی وفات:

حضرت معاذہ بنت عبداللہ عدویہ کی وفات ۱۰۳ھ تا ۱۰۸ھ کسی سال میں ہوئی۔ (۱)

## ۶۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا:

ان کے فضائل ومناقب حدیث نمبر ۷ کے تحت ذکر کئے جا چکے ہیں آپ وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

# شرح حدیث نمبر ۱۹

اس حدیث شریف میں اہل ایمان کو ایک انتہائی اہم مسئلہ کی بابت رہنمائی دی گئی ہے۔ طہارت ایک ضروری عمل ہے۔ جس کی بدولت بندے کو اللہ تعالیٰ کی یاد کرنے کیلئے قلبی اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ مسلمان مرد وعورت اپنی طبع میں لطافت محسوس کرتے ہیں۔

علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں اے مسلمان عورتو! اپنے شوہروں کو پانی سے استنجاء کرنے کی طرف رغبت دلایا کرو اس لئے کہ مجھے ان کو کہنے میں حیا مانع ہے بیشک نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تاجدار عرب وعجم کا اپنا عمل اسی کے مطابق تھا۔ پانی سے استنجاء کرنے کے باب میں جریر بن عبداللہ البجلی سے بھی حدیث مروی ہے اسی طرح حضرت انس بن مالک اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنھما سے روایات آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ وہ پانی سے استنجاء کرنے کو محبوب گردانتے ہیں اگر پتھروں کے ساتھ استنجاء کیا جائے تو اس کو وہ جائز سمجھتے ہیں۔ لیکن پانی کے ساتھ استنجاء کرنا ان کو انتہائی پسند ہے وہ اس کو مستحب کے درجے میں رکھتے ہیں۔ پانی سے استنجاء کرنا افضل ہے اس پر بھی روایات ملتی ہیں۔ یہی قول امام سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، امام محمد بن ادریس شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحق رضی اللہ عنھم کا ہے۔ ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک پانی سے استنجاء کرنا افضل ہے۔ (۲)

## امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر!

علامہ سراج احمد حنفی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام سفیان ثوری وغیرھم کا قول نقل کرنے کے بعد حضرت امام الائمہ سراج الفقہا نعمان بن ثابت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر بڑی صراحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں، وہ لکھتے ہیں۔

(۱) علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۵۰ کانپور ہند۔

ونزد امام ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ استنجاء باب افضل ست در بحر نوشتہ است وغسلہ بالماء افضل ای غسل المحل بالماء افضل لانہ تامع النجاسۃ والحجر مجفف لھا مکان الحا اولیٰ کذا ذکرہ الشارح الذیلعی۔ (۱)

اور ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک پانی سے استنجاء کرنا افضل ہے بحر میں یہی لکھا ہوا ہے۔ نجاست کی جگہ، سبلین، کو پانی سے دھونا ہی افضل ہے اس لئے کہ پانی اچھی طرح غلاظت کو زائل کر دیتا ہے اور حجر محفف لھا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ پانی کا استعمال اولیٰ ہے جیسا کہ شارح زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا ہے۔ (۱)

## فطرت کے قریب تر:

یہ ایک حقیقت ہے کہ پانی میں اللہ تعالیٰ نے یہ کمال رکھا ہے کہ وہ ہر طرح کی غلاظت کو فوراً زائل کر دیتا ہے۔ انسان کا دل مطمئن ہو جاتا ہے اور وہ سکون محسوس کرتا ہے یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کو میں عرض کر رہا ہوں کہ وہ دوسروں کی سمجھ سے ماوراء ہو بلکہ ہر انسان اس کا تجربہ رکھتا ہے۔ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول فطرت کے قریب ترین ہوتا ہے آپ کے قول پر عمل کرنا انتہائی نافع ہے۔ وہ ہمیں ہزاروں مشکلات سے نجات دلاتا ہے۔ ایک شخص اگر خود تحقیق کرنے نکلے تو شاید دس سال میں بھی اس نتیجہ پر نہ پہنچ سکے جہاں تک حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی رسائی ہے تو پھر کیوں وقت ضائع کیا جائے سیدھی بات یہ ہے کہ حضرت کے قول پر عمل کر لیا جائے اسی میں ہمارا بھلا ہے اور اسی میں ہزاروں برکتیں ہیں۔

بعض لوگ تقلید کی مخالفت کرتے ہیں اور خود اپنے علماء کو بطور سند وحجت پیش بھی کرتے رہتے ہیں مجھے نہیں معلوم یہ طرز عمل کیوں ہے۔ بہر نوع میں تو کھلے لفظوں میں کہنا چاہوں گا مخالفین کا یہ عمل آخر کس زمرے میں جاتا ہے اگر غور کر لیں تو ان کو بہت جلد سمجھ آ جائے ہم کہتے کیا ہیں اور کرتے کیا ہیں۔ قرآن حکیم میں ایک سے زیادہ مرتبہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد موجود ہے۔ اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہل ذکر یعنی اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اہل علم کی بات سند کا درجہ رکھتی ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول یقیناً حق وصواب ہوتا ہے لہٰذا اس پر عمل کرنا ہی باعث رحمت ہے۔

عقل سلیم بھی اسی بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم زندگی گذارنے میں آزادانہ بلا تحقیق رائے قائم کرنے کی بجائے اپنی رائے کسی صاحب علم کے نقطہ نظر کی موافقت میں قائم کریں یہی بہتر ہوگا۔

(۱) علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۵۱ کانپور ہند۔

علامہ ابوطیب سندھی لکھتے ہیں:

جامع ترمذی میں یہ جو باب ہے جس میں پانی سے استنجاء کرنے کا ذکر ہے اس کا مطلب ہے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں سے فرمایا تھا کہ وہ اپنے شوہروں کو پانی سے استنجاء کرنے کی طرف رغبت دلائیں چنانچہ ''مُرن'' بضم المیم وسکون را ہے۔ یہ جمع ہے اور امر من امر ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا وہ اپنے خاوندوں کو پانی سے استنجاء کرنے کی طرف متوجہ کریں بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا ان کو ڈائریکٹ حکم کیسے دے سکتی تھیں جبکہ حیا مانع تھی لہٰذا اس طرح بالواسطہ مردوں تک پیغام پہنچایا یہی ان کے اس قول کی عِلّت ہے۔ اس طرح کلام کرنے میں سراسر حکمتیں ہیں اور یہی مندوب ہے۔ کیونکہ سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا عمل تھا۔

امام نووی شرح مسلم میں یوں فرماتے ہیں اس امر پر جماہیر سلف وخلف کا اجماع ہے اور اہل تقویٰ کا بھی یہی مؤقف ہے کہ افضل یہ ہے کہ پانی اور ڈھیلوں کو جمع کرلیا جائے اوّلاً ڈھیلہ استعمال کرلیا جائے تاکہ نجاست کم ہوجائے اور ہاتھ کو دھوتے وقت کم سے کم لگے اس کے بعد پانی استعمال کرلیا جائے اگر کوئی دونوں میں سے ایک پر ہی اکتفاء کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ اگر دونوں میں سے کسی ایک سے ہی استنجاء کرنا ہوتو پانی سے کرنا افضل ہے۔ ابن حبیب مکی فرماتے ہیں صرف پتھر کا استعمال اس وقت جائز ہے جب پانی موجود نہ ہو یہ قول علماء سلف وخلف کے خلاف ہے اور خلاف سنن متظاہرہ ہے واللہ اعلم۔ (۱)

## حکمتِ تبلیغ:

اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تبلیغ کے تین اصول مرحمت فرمائے ارشاد ربانی ہے۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ۔ (۲)

اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ حکمت اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔

اس میں کوئی شک نہیں، انسانوں کو راہ حق کی طرف دعوت دینے کا سب سے عمدہ طریقہ وہی ہے جو خود خالق کائنات نے اپنے حبیب علیہ السلام کو بتایا حکمت ایک ایسی نعمت ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ جو بات حکمت سے کی جائے وہ یقیناً مؤثر ہوتی ہے وہ کان کے پردے تک ہی نہیں رہتی بلکہ اس سے آگے نکل کر دل کی اتھاہ گہرائیوں تک رسائی کرتی ہے۔ بس اگر کسی کی بات دل تک پہنچ جائے اور وہاں جا کر دستک دے دے تو یہی کامرانی کی دلیل ہے اسی کو بزرگی کہتے ہیں اسی کا نام تاثیر ہوتا ہے۔

(۱) علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۵۱ کانپور ہند۔ (۲) سورہ نحل آیت ۱۲۵/۱۶

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا نے امام الانبیاء علیہ السلام کا ایک عمل دیکھا تھا اس پر غور فرمایا تو ان کی فہم مبارک میں یہ آیا کہ اس کو دوسروں تک پہنچانا چاہئے۔لیکن اس عمل کا تعلق مردوں کے ساتھ تھا اگر چہ آپ ساری امّت مسلمہ کی ماں ہیں، مگر اس کے باوجود آپ نے چاہا کہ یہ عمل میں ڈائریکٹ اپنے بیٹوں کو تعلیم نہ کروں بلکہ مسلمان عورتوں کو حکم دوں کہ وہ اپنے مردوں کو اس طرف متوجہ کریں کہ وہ پانی کے ساتھ استنجاء کیا کریں یہ حکمت ودانائی اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ تھی۔

عورتوں میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کا بڑا بلند وبالا مقام ومرتبہ ہے۔ان کو رب تعالیٰ نے بہت نوازا تھا ان کی ایک ایک بات حکمت ودانائی سے لبریز ہے۔اس حدیث شریف پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے۔زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ھدایات نہ ملتی ہوں ایک ایک قدم پر ایسی ایسی بیّن ھدایات عطا فرمائی ہیں جو یقینا ساری انسانیت کے لئے بالعموم اور امّت مسلمہ کے لئے بالخصوص رحمت وراحت ہیں۔

## علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جو باب قائم کیا ہے جس میں پانی سے استنجاء کرنے کا تذکرہ ہے اس باب کے تحت ہی وہ حدیث شریف لائے ہیں جس میں ہے۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم رفع حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو میں اور میرے جیسا ایک اورلڑکا پانی کا برتن پیش کرتے یُعْنِی یَسْتَنْجِی بِہٖ مطلب یہ ہے کہ وہ پانی اس لئے پیش کیا جاتا تھا تاکہ آپ اس سے استنجاء فرمالیں۔

اس باب کو قائم کرنے اور اس کے ضمن میں مذکورہ بالا حدیث مبارک لانے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود یہ تھا کہ ان لوگوں کا رد ہوجائے جو پانی سے استنجاء کرنے کو مکروہ سمجھتے ہیں نیز وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اس کے وقوع کی نفی ثابت کرتے ہیں۔اور اپنے اس نظریہ کے حق میں روایات بھی لاتے ہیں۔ابن حبیب جو مالکیہ سے تعلق رکھتے ہیں ان سے یہ مروی ہے کہ پانی سے استنجاء کرنا منع ہے۔(۱)

## اقوال وباللہ التوفیق!

اس مقام پر مضمون کچھ غیر واضح لگتا ہے اوّل علامہ ذکر فرماتے ہیں کہ امام بخاری نور اللہ مرقدہ نے یہ باب قائم ہی اس لئے کیا ہے تاکہ پانی سے استنجاء کرنے کو مکروہ جاننے والوں کا رد ہوجائے پھر وہ ان کے مؤقف کی مؤید روایات کو بیان فرماتے ہیں ان کو پڑھنے کے بعد ذہن کچھ کچھ ان کی طرف مائل ہوتا ہے اب آپ غور فرمائیں ان الفاظ پر۔

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ کَانَ لَا یَسْتَنْجِی بِالْمَاءِ (۲)

نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما پانی سے استنجاء نہیں فرماتے تھے۔

(۱) امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ فتح الباری شرح صحیح بخاری ۱/ ۳۳۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ بمقابل آرام باغ کراچی۔

(۲) امام ابن حجر عسقلانی ایضاً // // // //

اسی طرح اور روایات بھی ذکر فرمائی ہیں ابن حبیب مالکی کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے وہ بھی بڑی عجیب معلوم ہوتی ہے علامہ ابوطیب سندھی نے ابن حبیب مالکی کے حوالے سے لکھا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ حَبِیْبِ الْمَالِکِیْ لَایَجُوْزُ الْحَجَرُ اِلَّا لِمَنْ عَدَمُ الْمَاءِ (۱)

ابن حبیب مالکی کا کہنا یہ ہے کہ پتھر کا استعمال صرف اسی صورت میں جائز ہے جب پانی میسر نہ ہو۔

یہ فقیر محمد ارشد القادری عرض کرتا ہے کہ اس مضمون میں جو بظاہر اختلاف نظر آرہا ہے اس کا حل یہ ہے کہ اگر پانی نہ ہو تو صرف ڈھیلے سے استنجاء کر لیا جائے تو کافی ہوگا اور اگر پانی میسر ہو تو ایسی صورت میں صرف ڈھیلہ استعمال کرنے پر اکتفاء نہ کیا جائے بلکہ ڈھیلے کے بعد پانی بھی استعمال کیا جائے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

پانی سے استنجاء کرنے کی وضاحت میں جو باب امام بخاری نے قائم فرمایا ہے یعنی 'باب الاستنجا بالماء' اس کا صاف مطلب یہ ہے اس میں پانی سے استنجاء کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ خطابی کا قول یہ ہے کہ لغت میں استنجاء کہتے ہیں اس فضلہ کو جو پیٹ سے نکل کر زمین پر ڈھیری سی بن جاتا ہے قضائے حاجت کے بعد اس کو صاف کرنا، اسی طرح استنجاء اس غلاظت کو دور کرنا ہے جو قضائے حاجت کے وقت مقعد کے منہ کو لگ جاتی ہے اس کے لئے اکثر تو پانی استعمال کیا جاتا ہے اور کبھی پتھر بھی استعمال ہوتے ہیں۔ (۲)

اس کے بعد ایک لمبی بحث فرمائی ہے جس کو نقل کرنا ضروری نہیں سمجھتا، اگر کوئی تفصیل دیکھنا چاہے تو عمدۃ القاری کا مطالعہ کرے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک باب قائم کیا ہے جس کا مطلب ہے پانی سے استنجاء کرنا۔ اس باب میں پانی سے استنجا کرنے کا کیا حکم ہے اس کو بیان کیا گیا ہے۔ خطابی کے حوالے سے استنجاء پر بڑی طویل بحث کی گئی ہے جو ابھی آپ پڑھ آئے ہیں اس کے بعد فقہاء کی اصطلاح میں استنجاء یہ ہے مخرجین سے جو غلاظت لگی رہتی ہے اس کو ڈھیلے یا پانی سے صاف کر دینا۔ اگر آپ کہیں کہ باب استفعال تو طلب کے معنی دیتا ہے تو اب معانی ہوں گے صفائی کی طلب تو میں یوں کہتا ہوں، اگر اسی طرح باب استفعال کے وزن پر کوئی لفظ آجائے تو اس میں مزید صفائی کرنے کا معنی پیدا ہو جاتا ہے جیسے ''الاستعتاب'' یہ طلب عتب کے معنوں میں نہیں ہے بلکہ یہ تو طلب اعتاب کے لئے ہے۔ اس میں ہمزہ سلب کے معنوں میں آیا ہے فلذا اھذا ھو لطلب الانجاء یہاں ہمزہ سلب اور ازالہ کے لئے ہے۔ (۳)

---

(۱) علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۵۰ مطبوعہ کانپور ہند۔

(۲) امام علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی م ۸۵۵ھ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ۲/ ۴۳۶ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ بلوچستان

(۳) ایضاً // // // // // // //

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے طریق ضعیفہ پر روایت کی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے مقعد کو تین مرتبہ دھوتے تھے اس کے لفظ اس طرح ہیں جو کوئی ٹھنڈے پانی سے استنجاء کرے تو اس کے لئے بواسیر سے صحت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا پانی سے استنجاہ کیا کرو بیشک اس میں زیادہ صفائی اور زیادہ پاکیزگی ہے۔ (۱)

## درس حدیث

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی کرم فرماتا ہے۔ اس کے کرم کی کوئی حد ہی نہیں ہے یہ بھی اس کا ایک عظیم فضل ہے جو اس نے ہماری ھدایت و رہنمائی کے لئے انبیاء کرام علیھم السلام کو مبعوث فرمایا انہوں نے انسانوں کو زندگی گذارنے کے وہ طریقے سکھائے جو ان کی عزّت وعظمت کے آئینہ دار ہوں۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مبعوث فرمایا آپ کے واسطہ سے ہمیں مکمل ضابطہ حیات یعنی اسلام عطا فرمایا۔ قرآن حکیم کو اپنے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل فرمایا قیام قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے اس کو ذریعہ نجات قرار دیا قرآن چونکہ آئین کی کتاب ہے اس لئے اس کی تشریح کے لئے رحمۃ للعالمین علیہ السلام کو بھیجا آپ نے اپنی سیرت طیبہ سے انسانوں کو قوانین زندگی عطا کئے حدیث شریف میں آتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے۔ اے مسلمان عورتو! تم اپنے شوہروں کو پانی سے استنجا کرنے کی طرف مائل کرو چونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا عمل بھی یہی تھا۔ میرے لئے مردوں کو کہنے سے حیاء مانع ہے۔ (ترمذی شریف)

اس حدیث پاک سے صاف ظاہر ہے۔ اگر کوئی شرعی مسئلہ بھی مردوں کو بتانا ہو تو کوئی عورت خود غیر مردوں کو نہ بتائے بلکہ ان مردوں کی بیویوں کو وہ ضروری مسئلہ سمجھا دیا جائے اور پھر وہ اپنے شوہروں تک پہنچا دیں اس طرح نہایت عمدہ انداز سے مسئلہ مردوں تک پہنچ بھی جائے گا اور کوئی خرابی بھی درپیش نہ آئے گی یہی حکمت تبلیغ ہے اس کو موعظہ حسنہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا نے ایک ضروری مسئلہ نہایت حکمت کے ساتھ دوسروں تک پہنچا بھی دیا اور کوئی قباحت بھی لازم نہ آنے دی۔ اسی کو کمال احتیاط کہتے ہیں اس کا نام فقاہت ہے۔ جب تک ہم اپنی زندگی کو موافق سنت نہیں بناتے اس وقت تک ہمارے معاشرے میں صالح انقلاب برپا نہیں ہوسکتا۔

ضروری ہے کہ ہم خود بھی قرآن وحدیث سیکھیں اور دوسروں تک بھی پہچائیں بس اب انتظار نہ فرمائیں کہ حالات ایسے موافق ہوں تو ہم تبلیغ کریں یاد رکھیں جو بندہ اس انتظار میں رہتا ہے کہ موقعہ بنے گا تو میں اپنی بات کروں گا وہ کامیاب کم ہی ہوتا ہے اور جو بندہ موقعہ بھی خود پیدا کرے اور بات بھی کرے وہی کامیاب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو احادیث مبارکہ پڑھنے اور ان پر عمل کرنے اور دوسروں تک پہچانے کی توفیق عطا فرمائے (امین)

(۱) امام علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی م ۸۵۵ھ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ۲/۴۳۹ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ بلوچستان

# باب نمبر ۱٦

## بَابُ مَا جَاءَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَرَادَ الْحَاجَۃَ اَبْعَدَ فِی الْمَذْھَبِ،

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب قضائے کے لئے جانے کا ارادہ فرماتے تو عام راستے سے ذرا دور نکل جاتے۔

اس باب کے ضمن میں ایک حدیث شریف آ رہی ہے جو بڑی پیاری حدیث پاک ہے آئیں آپ بھی مطالعہ فرمائیں فرحت و مسرت پائیں گے۔

## حدیث نمبر ۲۰

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ "كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَأَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَالِهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهُ فَأَبْعَدَ فِي الْمَذْهَبِ".

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي قُرَادٍ، وَأَبِي قَتَادَةَ، وَجَابِرٍ، وَيَحْيٰى بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، وَأَبِي مُوسٰى، وَابْنِ عَبَّاسٍ وَبَلَالِ بْنِ الْحَارِثِ.

قَالَ أَبُو عِيسٰى وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَالِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَرْتَادُ لِبَوْلِهِ مَكَانًا كَمَا يَرْتَادُ مَنْزِلًا".

وَأَبُو سَلَمَةَ اِسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ.

حضرت مغیرہ بن شُعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک سفر میں نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہمراہ تھا آپ اپنی حاجت کے لئے تشریف لائے بوقت ضرورت تو عام راہ سے بہت دور نکل گئے۔ اس باب میں عبدالرحمن بن ابی قُراد، ابی قتادہ، جابر، یحییٰ بن عبید عن ابیہ، ابوموسیٰ، ابن عباس، بلال بن حارث رضی اللہ عنھم سے بھی احادیث آئی ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حدیث شریف میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پیشاب کے لئے ایسی نرم جگہ کا انتخاب فرماتے جیسی عمدہ جگہ نزول اجلال کے لئے تلاش فرماتے۔ ابوسلمہ کا نام عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عوف الزھری ہے۔

# حدیث نمبر ۲۰ کی فنّی حیثیت،

## {تذکرہ راویان}

### ۱۔ محمد بن بشار:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ حدیث نمبر ۳ کے تحت ہو چکا ہے۔ اگر آپ جاننا چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرما لیں۔

### ۲۔ عبدالوھاب ثقفی:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ میزان الاعتدال میں بھی ہے اور تہذیب التہذیب میں بھی اُن کے لئے بڑے بڑے ائمہ فن نے کلمات خیر کہے ہیں آپ بھی مطالعہ کر لیں۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

عبدالوھاب بن عبدالمجید بن صلت بن عبید اللہ بن حکم بن ابی العاص ثقفی ابو محمد بصری، عبدالوھاب ایک کثیر جماعت سے روایت کرتے ہیں، اور ان سے بھی خلق کثیر روایت کرتی ہے۔ عبدالوھاب ثقہ ہیں ابن معین کہتے ہیں آخر میں اختلاط کرتے تھے عقبہ بن مکرم بیان کرتے ہیں کہ یہ اختلاط اپنے وصال سے دو یا چار سال پہلے ان سے ہوا ہے۔ علی بن مدینی، یحییٰ ابن سعید انصاری کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ دنیا میں عبدالوھاب کی کتاب بہت صحیح ہے محمد بن سعید کہتے ہیں کہ عبدالوہاب ثقہ ہیں امام ابن حجر عسقلانی قُلْتُ کہہ کر لکھتے ہیں امام ابن حبّان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے امام ترمذی فرماتے ہیں میں نے قتیبہ سے سنا وہ فرما رہے تھے میں نے چار اشخاص کی مثل کسی کو نہیں دیکھا۔ (۱) امام مالک رضی اللہ عنہ، (۲) لیث رحمۃ اللہ علیہ، (۳) عبدالوہاب ثقفی رحمۃ اللہ علیہ، (۴) عباد بن عباد رحمۃ اللہ علیہ، عجلی بصری کہتے ہیں عبدالوہاب ثقہ ہیں۔ (۱)

### ۳۔ محمد بن عمرو:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ تہذیب التہذیب میں ہے۔ ان کی توثیق بڑے بڑے ائمہ فن نے کی ہے ان کو ثقہ روای تسلیم کیا گیا ہے اگرچہ ہلکی پھلکی جرح بھی ان پر کی گئی ہے آپ بھی ان کے احوال وحالات کا مطالعہ فرما لیں۔

---

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۶/ ۳۹۷ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے۔ محمد بن عمرو بن علقمہ بن وقاص اللیثی ابوعبداللہ اور یوں بھی کہا جاتا ہے ابو الحسن المدنی۔ محمد بن عمرو اپنے والد ماجد، ابی سلمہ بن عبدالرحمن عبیدہ بن سفیان، سعید بن حارث، ابراھیم ابن عبداللہ بن حنین، دینار ابی عبداللہ القراظ، عمر بن مسلم بن اکیہ اللیثی محمد بن ابراھیم ابن حارث التیمی، واقد بن عمرو بن سعد بن معاذ، خالد بن عبداللہ بن حرملہ، عبدالرحمن بن یعقوب، عمر بن الحکم بن ثوبان، سعد بن سعید انصاری، یحییٰ بن عبدالرحمن بن حاطب وغیرھم سے روایت کرتے ہیں۔ اور ان سے موسیٰ بن عقبہ روایت کرتے ہیں البتہ ان کا وصال محمد بن عمرو سے قبل ہی ہو گیا تھا۔ اور اپنے چچا زاد عمر بن طلحہ بن علقمہ بن وقاص، شعبہ الثوری، حماد بن سلمہ، ابو معشر المدنی ابن ذریع، معتمر بن سلیمان، الدراوردی، اسمٰعیل بن جعفر، ابن ابی عدی، معاذ بن معاذ، ابن عیینہ، ابوبکر ابن عیاش، یحییٰ بن سعید القطان اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

امام ابوحاتم کہتے ہیں محمد بن عمرو صالح الحدیث ہے۔ ان کی حدیث لکھی جاتی ہے وہ شیخ ہیں، امام نسائی کہتے ہیں ان کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ایک اور مرتبہ فرمایا محمد بن عمرو ثقہ روای ہے۔ ابن عدی فرماتے ہیں محمد بن عمرو کی حدیث صالح ہے ان سے ثقات کی ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں امید کرتا ہوں اس کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے امام ابن حبان نے محمد بن عمرو کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کبھی کبھی اس سے خطا سرزد ہو جاتی تھی۔ (۱)

## محمد بن عمرو کی وفات:

علامہ واقدی کہتے ہیں محمد بن عمرو کی وفات ۱۴۴ھ میں ہوئی عمرو بن علی کہتے ہیں محمد بن عمرو کا انتقال ۱۴۵ھ کو ہوا۔ محمد بن عمرو سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مقروناً بغیرہ کر کے روایت لی اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے متابعات میں۔ امام حاکم نے عبداللہ ابن مبارک کے حوالے سے کہا اس (محمد بن عمرو) کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

## ۴۔ ابی سلمہ یعنی عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عوف زُھری رضی اللہ عنہ:

سندِ حدیث میں امام ترمذی نے راوی کی کنیت ذکر کی یعنی ابی سلمہ کہہ کر سند میں تذکرہ فرمایا، پھر جب وفی الباب رقم کیا تو اس میں لکھا کہ

**وابوسلمہ اسمہ عبداللہ ابن عبدالرحمٰن بن عوف الزھری**

جہاں تک ابوسلمہ کا تعلق ہے تو ان کا اسم گرامی عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عوف زھری ہے۔

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۹/ ۳۳۴ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

میں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عوف زھری کو، تہذیب التہذیب میں تلاش کیا۔ اس نام کے تئیس ۲۳ راوی نظر میں آئے، ان میں کوئی بھی ہمارا مطلوبہ راوی نہیں ہے۔

میزان الاعتدال میں دیکھا وہاں بھی تقریباً تہذیب سے ملتے جلتے ہی اسماء نظر آئے مگر ہمارا مطلوبہ راوی وہاں بھی نہ ملا سکا۔

تہذیب الکمال جو مزّی ابن تیمیہ کے شاگرد کی لکھی ہوئی ہے اس میں عبداللہ بن عبدالرحمٰن تو کئی مذکور ہیں مگر ہمارا مطلوبہ راوی تلاش کرنے پر بھی نہیں ملا۔

تقریب التہذیب میں بھی تلاش کیا وہاں بھی عبداللہ بن عبدالرحمٰن نام کے کئی راوی مذکور ہیں مگر عبداللہ بن عبد الرحمٰن بن عوف زھری نہ ملے۔

وفیات الاعیان جو ابن خلکان کی مؤلفہ ہے اس میں بھی تلاش کیا وہاں بھی عبداللہ بن عبدالرحمٰن نام کے بہت سے راوی ملے مگر ہمارا مطلوبہ راوی نہ ملا۔

## اقول و باللہ التوفیق!

چونکہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عوف زھری، صحابی رسول حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جن کو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دنیا میں ہی جنتی ہونے کی بشارت دے دی تھی۔ ان کی اسلام کے لئے بڑی خدمات ہیں یہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں اسلام کی بنیاد میں کل دس اینٹیں صرف ہوئی ہیں۔ پہلی اینٹ جو عمارت اسلام میں لگی اس کا نام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔ معمار محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ اس عمارت میں جہاں اور آٹھ اینٹیں صرف ہوئیں وہاں ایک حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عوف ایک عظیم باپ کے بیٹے ہیں ان کی تربیت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کی لہٰذا عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عوف زھری یقیناً ثقہ راوی ہیں۔ صحابہ کرام وہ جماعت ہیں جن کے مقابلے کی کوئی جماعت کسی اعتبار سے بھی قیام قیامت تک دوبارہ نہیں بن سکتی اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو محبت رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم میسّر آ گئی تھی اور اب قیامت تک کسی کو یہ شرف حاصل نہیں ہوسکتا۔ رویا میں زیارت ممکن ہے لیکن اس زیارت کے سبب کوئی صحابی نہیں ہوسکتا۔

عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عوف زھری، ابوسلمہ کی روایت کردہ حدیث قابل اعتماد ہے اور اس کو لائق حجّت سمجھنا چاہئے یہی حق وصواب ہے۔

میں نے تذکرہ روایت شروع تو کرلیا، اور اس موضوع کو نبھاؤں گا مگر ہے یہ کام بہت مشکل اتنی محنت شرح

حدیث شریف پر نہیں کرنا پڑتی جتنی محنت تلاش تذکار روایت حدیث پر کرنا پڑتی ہے۔ بہر نوع یہ کام ہو ہی رہا ہے اور اب آخر تک اسی طرز پر چلتا رہوں گا اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے میری دستگیری کرے اور میرے اس کام میں برکت ڈال دے امین بجاہ سیّد المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

### ۵۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ:

یہ جلیل القدر صحابی ہیں، ان کا بڑا مقام ومرتبہ ہے اگرچہ تاریخ اسلام میں بعض ایسی روایات ملتی ہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ انہوں نے بعض مقامات پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی۔ اس قسم کی روایات کی حیثیت فقط تاریخی ہوتی ہے ان پر عقیدہ کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی میں نے کئی بار کہا ہے۔

HISTORY IS ONLY HISTORY,HISTORY IS NOT THE BASE OF ISLAMIC FAITH AND LAW,THE BASE OF ISLAMIC FAITH AND LAW IS ONLY QURAN AND HADIETH IT IS THE FACT. IT IS OUR FAITH IT IS OUR RELIGON.

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی کا نقطہ نظر یہ ہے کہ مشاجرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خاموشی اختیار کی جائے میں بھی اسی نقطہ نظر کا پابند ہوں۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت مغیرہ بن شعبہ کا نام ونسب یوں ہے، مغیرہ بن شُعبہ بن ابی عامر بن مسعود بن معتب بن مالک بن کعب ابن عمرو بن سعد بن عوف بن قیس وھو ثقیف، ابوعیسیٰ اور یوں بھی کہا جاتا ہے ابو محمد ثقفی۔

مقام حدیبیہ میں موجود تھے اور اس کے بعد بھی اہم مقامات پر موجود رہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ان کی اولاد عروہ، حمزہ غفار روایت کرتے ہیں اسی طرح ان کے غلام وراد بھی ان سے روایت کرتے ہیں ان کے چچا زاد جبیرہ بن حیہ وزیاد بن جبیر علی خلاف فیہ روایت کرتے ہیں اور خطایت جیسا کردو، قیس بن ابی حازم، مسروق ابن الاجدع، نافع بن جبیر بن مطعم، عامر الشعبی، عروہ بن زبیر، عمرو بن وھب ثقفی، قبیصہ بن زوئب، عبید بن نضلہ، بکر بن عبداللہ المزنی، زیادہ بن علاقہ اسود بن ھلال، تمیم بن حذلم، علقمہ بن وائل الحضرمی، ابو مسلمہ بن عبدالرحمن، علی بن ربیعہ الوالبی، فضیل بن شرجیل، زرارہ بن اَوْفی اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

ابن سعد بیان کرتے ہیں رائے، یمامہ، فتوح الشام اور قادسیہ کے معرکوں میں حاضر رہے حکمین کے فیصلے کے وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حاضر تھے۔

## حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی وفات:

حضرت ابوالقاسم بن سلام بیان کرتے ہیں، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی وفات چورانوے ۹۴ سال کی عمر میں ہوئی۔ ابن سعد نے ابوحسان زیادی کے حوالے سے کہا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کی وفات میں ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کا وصال سنہ ۵۰ھ کو ہوا خطیب نے اھل علم کا اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کی وفات بقول ابن عبدالبر ۵۱ سنہ ھ کو ہوئی۔ (۱)

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:

حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ بن ابی عامر بن مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن قیس۔ ان کا تعلق بنو ثقیف سے تھا اور ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ ایک روایت میں ابوعیسیٰ بھی آئی ہے۔ ان کی والدہ امامہ بنت افقم ابن عمرو تھیں جو بنونصر بن معاویہ سے تھیں۔ مغیرہ غزوہ خندق کے موقعہ پر ایمان لائے تھے اور صلح حدیبیہ میں موجود تھے اس موقعہ پر انہوں نے عروہ بن مسعود سے مذاکرے میں حصہ لیا تھا وہ کہا کرتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں ابوعیسیٰ کی کنیت عطا کی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ابوعبداللہ کہنا شروع کر دیا تھا۔

جناب مغیرہ اپنی عقل رسا کی وجہ سے مشہور تھے۔ شعبی کہتے ہیں عرب کے دانشور چار تھے۔ (۱) معاویہ بن ابو سفیان (۲) عمرو بن عاص (۳) مغیرہ بن شعبہ (۴) زیاد۔ اوّل الذکر وسیع النظر فی اور حکم کی وجہ سے عمرو بن عاص حل مشکلات کی بنا پر مغیرہ بن شعبہ عقل رسا اور جودتِ فکر کے سبب اور زیاد چھوٹے موٹے کاموں کی عقدہ کشائی کے سلسلے میں مشہور تھے۔ اس طرح قیس بن سعد بن عبادہ کا شمار عرب کے مشہور داناؤں میں ہوتا ہے۔ نیز کرم و فضل میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔

جناب مغیرہ جنگ یمامہ اور شام کے معرکوں میں شریک رہے۔ یرموک کے معرکے میں ان کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی تھی۔ جنگ قادسیہ اور نہاوند میں بھی شامل تھے اور نعمان بن مقرن کی فوج کے میسرہ کے کمانڈر تھے۔ اسی طرح ہمدان وغیرہ کی جنگوں میں بھی حصہ لیتے رہے۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد جھگڑے سے علیحدہ ہو گئے تھے لیکن مجلس محاکمہ میں موجود ہے۔

جب امام حسن رضی اللہ علیہ نے کاروبار خلافت امیر معاویہ کے حوالے کر دیا اور امیر نے کوفے کی ولایت عبداللہ بن عمرو بن عاص کو دے دی۔ تو جناب مغیرہ نے امیر سے کہا تم نے عمرو بن عاص کو مصر اور مغرب کا علاقہ دے دیا ہے اور کوفے کی ولایت اس کے بیٹے کے حوالے کر دی ہے۔ اس طرح تم نے خود کو شیر کے دو جبڑوں میں دے لیا ہے چنانچہ عبداللہ کو معزول کر کے مغیرہ کو مقرر کر دیا یہ اپنی وفات تک جو ۵۰ھ میں واقع ہوئی اس منصب پر رہے۔

---

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱۰ / ۲۳۴ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

# شرح حدیث نمبر ۲۰

اس حدیث شریف کی شرح میں بڑے بڑے جلیل القدر محدثین کرام نے علمی موتی بکھیرے ہیں، انتہائی پیارے اور متاثر کن طرائق سے دلائل کے ساتھ اس فرمان رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریح فرمائی ہے۔آپ بھی مطالعہ فرمائیں سکونِ قلب نصیب ہوگا۔

علامہ سراج احمد حنفی رقم طراز ہیں:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھا آپ قضائے حاجت کے لئے تشریف لائے تو عام راہ سے بہت دور نکل گئے۔اس باب میں عبدالرحمن بن ابی قراد اور ابوقتادہ، جابر، یحییٰ بن عبید عن ابیہ اور ابوموسیٰ ابن عباس بلال بن حارث رضی اللہ عنھم سے بھی روایات آئی ہیں۔امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بابت حدیث شریف میں آیا ہے بول کے لئے نرم جگہ کا انتخاب فرماتے جیسے عمدہ جگہ کا انتخاب نزول اجلال کے لئے فرماتے ابوسلمہ کا نام عبداللہ بن عبدالرحمن بن عوف زُھری ہے۔(۱)

## پردے کا پورا پورا لحاظ رہے:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم رفع حاجت کے لئے تشریف لاتے تو بہت دور چلے جاتے یہ اس لئے کرتے تاکہ پردے کا پورا پورا لحاظ رہے۔مقصود اس عمل کا یہ تھا کہ ساری امت اس عمل کو دیکھ کر اپنے لئے وہی راہ اختیار کرے جو ان کے نبی علیہ السلام کی سنت ہے۔اس میں کوئی شک نہیں جو عمل اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا وہ اپنے اندر ہزار ہا حکمتیں لئے ہوتا ہے۔جوں جوں زمانہ گذرتا جائے گا توں توں وہ حکمتیں افشا ہوتی جائیں گی۔ہر آنے والا کل اپنے ساتھ ایسی ایسی وضاحتیں لے کر آئے گا کہ سننے والا ان کو سن کر حیران بھی ہوگا اور مطمئن بھی۔علامہ سندھی نے اپنی شرح میں لکھا ہے۔

ابعد فی المذھب ھو مصدر میمی یعنی ابعد فی الذھاب ای اکثر المشی حتی بعد عن النّاس،

ابعد فی المذھب یہ مصدر میمی ہے یعنی دور والا راستہ جیسے بہت چلنے کے بعد بندہ نہایت دور نکل جاتا ہے۔(۲)

---

(۱) علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۵۱ مطبوعہ کانپور ہند۔

(۲) علامہ ابوطیب سندھی // // //

# درس حدیث

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رہنمائی کے لئے اپنے انبیاء کرام علیھم السلام کو بھیجا تا کہ وہ انسانوں کو راہِ حق کی طرف دعوت دیں اور ان کو ان کے مولیٰ کی معرفت حاصل ہو اگر کسی بندے کو یہ پتہ چل جائے کہ اس کا خالق کیسے راضی ہوگا تو بہت بڑی سعادت ہے۔ رب تعالیٰ کا راضی ہونا یہی ہے بندہ اسی کی مانتا چلا جائے۔

آپ لاکھ کوشش کر کے دیکھ لیں اس وقت تک کامیابی حاصل نہیں ہوگی جب تک آپ پر آپ کے اللہ تعالیٰ کا کرم نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا کرم اسی وقت ہوگا جب آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت مقدسہ پر عمل کرنا شروع کر دیں گے۔ یہ امر یقینی ہے اس میں ذرہ برابر شک نہیں ہونا چاہئے۔ جتنی نعمتیں کائنات میں بٹ رہی ہیں وہ سب تصدق ہے محمد عربی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا۔

یہ قطعی یقینی بات ہے جو عمل نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اس میں ان گنت فوائد ہیں بے بہا برکتیں ہیں۔ بس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صحیح حدیث مل جائے تو اس پر عمل کر لینا چاہئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قضائے حاجت کے لئے تشریف لائے تو عام راستہ سے بہت دور نکل گئے۔ (ترمذی شریف)

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عام راستے سے بہت دور تشریف لے جانا پردے کی غرض سے تھا۔ ہمیں بھی پردے کا خاص اہتمام رکھنا چاہئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مرد کو مرد سے کیا پردہ یا عورت کو عورت سے کیا پردہ یاد رکھنا چاہئے جس طرح عورت کو مرد سے پردہ کرنا ضروری ہے اسی طرح عورت کو عورت سے بھی پردہ کرنا ضروری ہے۔ ایسے ہی مرد کو مرد سے پردہ کرنا ضروری ہے۔ ہاں البتہ بوقت ضرورت طبیب کے سامنے اتنا حصہ کھولنا جائز ہے جس کا علاج مقصود ہو۔

عورت تو کل کی کل پردہ ہے البتہ مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے ہمارے اکابر فرماتے ہیں گھٹنہ تو داخلِ ستر ہے لیکن ناف داخل ستر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں دعا ہے وہ ہمیں عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے (امین)

# معیارِ قابلیت

پاکستانی نوجوانوں پر اعتماد کرو

اصلاً ہم ذہنی طور پر مغرب زدہ ہیں ہماری سوچ میں ایک ایسا مغربیت کا ٹانکہ لگا ہوا ہے جس کو ادھیڑا نہیں جا سکتا۔ ہم ان نوجوانوں کو زیادہ فہیم سمجھتے ہیں جو بیرون پاکستان سے آئے ہوں اور اپنے نوجوان کو کم ذہین تصور کرتے ہیں حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ جو بندہ ہم باہر سے امپورٹ IMPORT، کرتے ہیں اس کو دو لاکھ روپیہ ماہوار دیتے ہیں ایک گھر اور دو، دو گاڑیاں چھ ماہ یا سال کے بعد فرنیچر بھی تبدیل کر کے دیتے ہیں۔ ان تمام مراعات کے باوجود یہی سمجھتے ہیں کہ کام کرنے والے کا ہم پر احسان ہے میں قسماً کہہ سکتا ہوں میرا نوجوان، پاکستان کا نوجوان جو دیہات سے آ کر پڑھا ہے وہ امپورٹڈ IMPORTED بندے سے زیادہ ذہین ہے۔ میں کہتا ہوں آپ اپنے نوجوان کو پاکستانی نوجوان کو، دو لاکھ نہیں بلکہ صرف پچاس ہزار روپیہ دیں، ایک درمیانہ گھر اور ایک گاڑی دیں وہ اول الذکر نوجوان سے زیادہ کام کرے گا۔

(پاکستان کو کیسے بچایا جائے، صفحہ ۱۱، ۱۲)

# باب نمبر ۱۷

## بَابُ مَا جَاءَ فِیْ کَرَاهِيَةِ الْبَوْلِ فِي الْمُغْتَسَلِ

غسل خانے میں پیشاب کرنے کی ممانعت،

اس باب میں امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث شریف لائے ہیں جس کا تعلق روزمرہ زندگی سے ہے آیئے آپ بھی مطالعہ فرمایئے اسلامی زندگی گذارنے کا طریقہ معلوم ہوگا۔

## حدیث نمبر ۲۱

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ حُجْرٍ، وَ أَحْمَدُ بنُ مُحَمَّدِ بنِ مُوسٰى قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ بنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ أَشْعَثَ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابنِ مُغَفَّلٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ نَهٰى أَنْ يَبُوْلَ الرَّجُلُ فِي مُسْتَحَمِّهٖ۔ وَقَالَ "إِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ"۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔

قَالَ أَبُو عِيسٰى هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ أَشْعَثَ بنِ عَبْدِ اللهِ۔ وَيُقَالُ لَهُ الْأَشْعَثُ الْأَعْمٰى۔ وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ الْبَوْلَ فِي الْمُغْتَسَلِ، وَقَالُوْا عَامَّةُ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ وَرَخَّصَ فِيْهِ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ، مِنْهُمْ ابنُ سِيرِينَ، وَقِيلَ لَهُ إِنَّهُ يُقَالُ إِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ؟ فَقَالَ رَبُّنَا اللّٰهُ لَا شَرِيكَ لَهُ۔ وَقَالَ ابنُ الْمُبَارَكِ قَدْ وُسِّعَ فِي الْبَوْلِ فِي الْمُغْتَسَلِ إِذَا جَرٰى فِيْهِ الْمَاءُ۔ قَالَ أَبُوْ عِيسٰى حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ أَحْمَدُ بنُ عَبْدَةَ الْآمُلِيُّ، عَنْ حَبَّانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ راوی، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے غسل خانے میں پیشاب کرنے سے روکا اور فرمایا عام وسواس اس سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس باب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث شریف منقول ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اور صرف اشعث بن عبداللہ ہی کے حوالے سے مرفوع جانتے ہیں اشعث کو اندھا کہا جاتا تھا بیشک اھل علم کی ایک جماعت واش روم (غسل خانہ) میں پیشاب کرنے کو مکروہ جانتی ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ عام وسوسے اسی سے پیدا ہوتے ہیں البتہ بعض اھل علم نے اس کی اجازت بھی دی ہے انہی علماء میں سے ایک محمد ابن سیرین ہیں جب ان سے عرض کیا گیا کہ عام وسوسے اسی سے پیدا ہوتے ہیں تو انہوں نے فرمایا رَبُّنَا اللّٰہ ہمارا رب اللہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں امام عبداللہ

ابن مبارک فرماتے ہیں، اگر واش روم (غسل خانہ) میں پانی بہہ رہا ہے تو ایسی صورت میں پیشاب کرنے کی گنجائش نکلتی ہے امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یہ معلومات ہمیں احمد بن عبدۃ الاملی، حبّان اور عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہم کے حوالے سے ملیں۔

## حدیث نمبر ۲۱ کی فنّی حیثیت

### {تذکرہ راویان}

**۱۔ علی بن حجر:**

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۱۲ کے تحت ہو چکا آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

**۲۔ احمد بن محمد بن موسیٰ:**

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ تہذیب التہذیب میں ملا ہے۔ اسی طرح ان کا ذکر خیر میزان الاعتدال میں بھی مذکور ہے ان کے لئے علماء کے کلمات تحسین نقل کئے گئے ہیں آپ بھی پڑھ لیں۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا نام ونسب یوں ہے۔ احمد بن محمد بن موسیٰ المروزی ابوالعباس السمار، المعروف بِمَرْدَوَیْہِ ان کا یہ انتساب ان کی دادی کی طرف ہے۔ احمد بن محمد بن موسیٰ، عبداللہ ابن مبارک، جریر بن عبدالحمید اور اسحٰق بن یوسف سے روایت کرتے ہیں۔

احمد بن محمد بن موسیٰ سے امام بخاری، امام ترمذی اور امام نسائی رحمتہ اللہ علیہم روایت کرتے ہیں امام نسائی کہتے ہیں ان کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں امام ابن حبّان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ ابن وضاح کہتے ہیں احمد بن محمد بن موسیٰ ثقہ ثبت ہیں۔

**احمد بن محمد بن موسیٰ کی وفات:**

ابن ابی خیثمہ کہتے ہیں یہ بغداد تشریف لائے اور ۲۳۵ھ کو پردہ فرمایا لیکن خطیب بغدادی نے اس کا تذکرہ نہیں کیا امام ابن حجر عسقلانی 'قُلْتُ' کہہ کر لکھتے ہیں اس طرح مزّی نے کہا لیکن ابن ابی خیثمہ نے اس کا ذکر نہیں کیا مگر اس طرح کہ یہ مَرْدَوَیہِ الصائغ ان کا نام عبدالصمد بن یزید ذکر کیا۔ خطیب نے اپنی تاریخ میں ابن ابی خیثمہ سے حکایت کرتے ہوئے لکھا وہ یوں ہے جہاں تک السّمار مَرْدَوَیہِ کا ذکر ہے تو معدانی نے تاریخ مَرْو میں اور شیرازی نے القاب میں لکھا ہے کہ ان کا وصال ۲۳۸ھ کو ہوا یہ مزّی کا ردّ ہے امام ترمذی فرماتے ہیں احمد بن محمد بن موسیٰ کی

وفات ۲۴۰ھ کے بعد ہوئی امام ذہبی نے بھی اسی پر جزم کیا کہ ان کی وفات ۲۴۰ھ کے بعد ہوئی ابن عبدالھادی نے بھی حواشی میں اس کے قریب لکھا ہے زیادہ صحیح وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا یعنی ۲۳۸ھ۔[1]

## ۳۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ:

ان کا تذکرہ امام ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ نے بڑے والہانہ انداز میں کیا ہے ان کے فضائل ومحاسن کو اس عمدہ انداز میں بیان فرمایا ہے کہ پڑھ کر دل مسرور ہوتا ہے۔ آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ روح چین پاتی ہے ایمان مچل مچل جاتا ہے ان کی خدمات جلیلہ کو خراج تحسین پیش کرنے کی آرزو دل میں انگڑائیاں لینے لگتی ہے زباں ان کے مناقب بیان کرنے کے لئے ترسنے لگ جاتی ہے۔ لب ولہجہ ان کی منقبت میں قرباں ہونے کو آتا ہے۔ یہ کون مرد حق ہے جس کی شان اسقدر بلند وبالا ہے ہاں ہاں یہی تو ہیں حضرت عبداللہ بن مبارک امام الافاق رضی اللہ عنہ۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کا پورا نام ونسب یوں ہے۔ عبداللہ بن مبارک بن واضح الحنظلی التمیمی مولاھم ابوعبدالرحمن المروزی۔ یہ بڑے ائمہ میں سے ایک ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک سلیمان تیمی، حمید الطویل، اسمٰعیل بن ابی خالد، یحییٰ بن سعید انصاری، سعد بن سعید انصاری، ابراھیم بن ابی عبلہ، ابی خلدہ خالد بن دینار، عاصم الاحوال، ابن عون، عبداللہ بن عمر، عکرمہ بن عمار عیسیٰ بن طھمان، فطر بن خلیفہ، محمد بن عجلان، موسیٰ بن عقبہ، ابراھیم بن عقبہ، امام اعمش امام ھشام، ابن عروہ، امام سفیان ثوری، شعبہ، امام اوزاعی، ابن جریج، امام مالک لیث، ابن ابی ذئب، ابراھیم بن طھان، ابراھیم بن نشیط، ابی بُردہ، برید بن عبداللہ بن ابی بردہ، حسین المعلم، حیاہ بن شریح، خالد بن سعید الاموی، خالد بن عبدالرحمن بن بکر السلمی، زکریا بن اسحق، زکریا بن ابی زائدہ، سعید بن ابی عروبہ، سعید ابن ابی ایوب، ابی شجاع سعید بن یزید القتبانی، سعید بن عیاش الجریری سلام بن ابی مطیع، صالح بن صالح حیی، طلحہ بن ابی سعید، عبدالملک بن ابی سلیمان، عمر ابن ذر، عمر بن سعید بن ابی حسین، محمد بن عمر بن فروخ، عمرو بن میمون بن مہران، عوف الاعرابی، محمد بن ابی حفصہ، معمر بن راشد، ھشام بن حنان وھب ابن الورد، یونس بن یزید ایلی، ابی بکر بن عثمان بن سہیل بن حنیف اور ایک خلق سے روایت کرتے ہیں۔[2]

حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہ سے۔ امام سفیان ثوری، معمر بن راشد، ابواسحق الفزاری جعفر بن سلیمان الضبعی، بقیہ ابن الولید، داود بن عبدالرحمن العطار، ابن عیینہ، ابولاحوص فضیل بن عیاض، معمر بن سلیمان، ولید بن مسلم، ابوبکر بن عیاش وغیرھم من شیوخہ واقرانہ روایت کرتے ہیں۔

---

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱/۶۶ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

(۲) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۵/۳۳۵ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

## حضرت عبداللہ بن مبارک کے والد ترکی والدہ خوارزمیہ تھیں:

ابو اسامہ کہتے ہیں، میں نے طلبِ علم میں عبداللہ بن مبارک سے آگے کسی کو نہ دیکھا، عبدان کا بیان ہے جب انہوں نے اوّل اوّل علم حاصل کرنے کی طرف توجہ کی اس وقت ان کی عمر اکتالیس ۴۱ سال تھی۔ ابن مھدی کا قول ہے چار اشخاص اپنے زمانے کے امام گذرے ہیں۔ ۱) امام سفیان ثوری (۲) امام مالک (۳) حماد بن زید (۴) عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنھم جناب عباس بن مصعب کہتے ہیں عبداللہ بن مبارک کی والدہ خوارزمیہ تھیں اور ان کے والد ترکی تھے۔ ابن مھدی کا قول ہے جب یہ پوچھا گیا کہ کیا سفیان ثوری کا مجاہدہ عبداللہ بن مبارک جیسا ہی ہے۔ تو جواب آیا نہیں شعیب بن حرب کہتے ہیں میری ساری زندگی کی جدوجہد حضرت عبداللہ بن مبارک کی ایک سالہ جدوجہد کے برابر نہیں ہوسکتی۔ میری ملاقات عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی ایسے شخص سے نہیں ہوئی جو عبداللہ بن مبارک سے افضل ہو امام احمد فرماتے ہیں، میں نے عبداللہ بن مبارک سے بہتر شخص کسی بھی شعبے میں نہیں دیکھا۔

## حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ شجاع عالم ہیں:

ابن عیینہ کہتے ہیں میری نظر میں امر فضیلت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم عبداللہ بن مبارک پہ فوقیت رکھتے ہیں کہ ان کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ایک تو صحبت نصیب ہوئی اور دوسرا انہوں نے غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی معیت میں حصہ لیا امام ابو حاتم اسحق بن محمد بن ابراھیم مروزی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں جب حضرت عبداللہ بن مبارک کی موت کی خبر جناب سفیان بن عیینہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا۔

لَقَدْ كَانَ فَقِيهًا عَالِمًا عَابِدًا زَاهِدًا شَيْخًا شُجَاعًا شَاعِرًا۔ (۱)

بیشک عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ، فقیہ، عالم، عابد، زاہد، محدث، شجاع شاعر تھے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں بلا شبہ انہوں نے اپنے پیچھے اپنا مثل نہیں چھوڑا۔ ابو اسحق فرازی نے کہا عبداللہ بن مبارک امام المسلمین ہیں۔ سلام بن ابی مطیع نے کہا سرزمین مشرق پر دور دور تک ان کا کوئی مثل نہیں۔ جناب قواریری نے کہا ابن مھدی اور امام مالک بھی حضرت عبداللہ بن مبارک پر حدیث میں مقدم نہیں۔ ابن مثنیٰ فرماتے ہیں میں نے ابن مھدی سے سنا وہ فرماتے تھے میری آنکھوں نے چار حضرات کی مثل کوئی نہیں دیکھا (۱) حفظ حدیث میں امام سفیان ثوری سے آگے کوئی نہیں (۲) تنگی میں بھی اللہ کا شکر ادا کرنے میں شعبہ سے آگے کوئی نہیں (۳) امام مالک سے زیادہ عقل مند کوئی نہ دیکھا (۴) حضرت عبداللہ بن مبارک سے بڑھ کر امت کو نصیحت کرنے والا کوئی نظر نہ آیا۔

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۵ /۳۳۶ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

## حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ ابواب الخیر:

جناب حسن بن عیسیٰ کا بیان ہے حضرت عبداللہ بن مبارک کے ساتھی ایسے ہیں جوایک ایک جماعت کا درجہ رکھتے ہیں مثلاً فضل بن موسیٰ، مخلد بن حسین وغیرھما، ان کے اصحاب نے کہا آؤ حضرت عبداللہ بن مبارک کے فضائل کو شمار کریں کہ وہ ابواب الخیر تھے سب اہل علم نے کہا عبداللہ بن مبارک علم، فقہہ، ادب، نحو، لغت، شعر، فصاحت، زہد، ورع انصات، قیام لیل، عبادت، حج، جہاد، شہسواری، شجاعت اپنے جسم کو مشقت میں ڈالنے، اور ایسا کلام ہرگز نہ کرنے میں جو بے معنی اور لغو ہو، ایسی صفات حسنہ سے متصف ہیں۔

ابن معین سے کہا گیا کہ عبداللہ بن مبارک زیادہ مضبوط راوی ہیں یا عبدالرزاق انہوں نے جواب دیا عبداللہ بن مبارک عبدالرزاق سے کہیں بہتر ہیں۔ اپنے شہر والوں میں عبداللہ بن مبارک سیّد السادات المسلمین ہیں ابن جریج کہتے ہیں میں نے عراقیوں میں کوئی شخص حضرت عبداللہ بن مبارک سے زیادہ فصیح نہیں دیکھا۔ ابووھب بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مبارک کا گذر ایک نابینا کے قریب سے ہوا تو اس نے آپ سے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے اس کے لئے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت بینائی لوٹا دی میں دیکھتا ہی رہ گیا۔ حضرت حسن بن عیسیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک مُستجاب الدعوہ تھے۔ عجیلی بیان کرتے ہیں وہ ثقہ ثبت ہیں وہ صالح الحدیث ہیں۔ وہ علم کے جامع ہیں امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ ان میں ایسے فضائل تھے جو ان کے زمانے میں ساری دنیا کے اھل علم میں سے کسی ایک میں بھی نہ پائے جاتے تھے۔

امام نسائی فرماتے ہیں ہم نے عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے زیادہ جلالت شان والا شخص ان کے زمانے میں نہیں پایا نہ ہی کسی کو ان سے اعلیٰ مرتبے پر دیکھا کہ جس میں ان جیسی عادات محمودہ جمع ہوں۔ اس روایت کو خطیب نے معمر بن راشد اور حسن بن داود بلخی کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

## حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کی وفات!

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن مبارک ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے ابن سعد بیان کرتے ہیں عبداللہ بن مبارک کی وفات ایک ایسے صدمے سے ہوئی جب وہ ایک غزوہ سے لوٹے ان کی وفات کا سن ۱۸۱ھ ہے اس طرح حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کی عمر ۶۳ سال ہوئی۔ (۱)

ابن خلکان لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مبارک ایک غزوہ میں شریک تھے جب وہاں سے واپس ہوئے تو انہیں ایک صدمہ پہنچا اس کی وجہ سے ماہ رمضان ۱۸۲، ۱۸۱ھ میں وصال فرمایا۔ ان کی پیدائش مرو کے مقام پر ہوئی یہ ۱۱۸ھ کا سن تھا۔ ان کی

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۵ / ۳۳۷ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

وفات انبار میں ہوئی دریائے دجلہ انبار و بغداد کے درمیان سے گذرتا ہے ان کی قبر منور مشہور ہے لوگ اس کی زیارت کرنے آتے ہیں۔ (۱) رضی اللہ عنہ۔

## ۴۔ معمر:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ حدیث نمبر ۱۵ کے ضمن میں ہو چکا ہے۔ آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

## ۵۔ اشعث:

ان کے حالات کا تذکرہ امام ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے، امام ذہبی نے بھی ان کی توثیق نقل فرمائی ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اشعث کا پورا نام ونسب یہ ہے۔ اشعث بن عبداللہ بن جابر الحدانی ابوعبداللہ الاعمی البصری، ان کا انتساب ان کے داداجان کی طرف ہے اور وہ حمل الازدی واحدان بن الازد ہیں۔

اشعث بن عبداللہ، حضرت انس، الحسن، شہر بن حوشب، محمد بن سیرین، ابی السوار، العبدی، خلید العصری وغیرھم سے روایت کرتے ہیں۔

اشعث بن عبداللہ سے شعبہ حماد بن سلمہ، معمر، یحییٰ بن سعید القطان، سعید بن ابی عروبہ، معاذ ابن معاذ، ان کا نواسہ نصر بن علی الجہضمی الکبیر اور ان کا بیٹا عبداللہ بن اشعث، بسطام بن حریث، محمد بن عبداللہ انصاری روایت کرتے ہیں۔

امام نسائی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اشعث بن عبداللہ ثقہ راوی ہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی کی اپنی رائے یہ ہے۔ امام دارقطنی پہ اشعث کا تقدم معتبر ہے امام ابن ابی خیثمہ ابن معین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ اشعث بن عبداللہ ثقہ راوی ہیں۔ امام ابوحاتم محدث فرماتے ہیں کہ اشعث بن عبداللہ شیخ ہیں امام احمد فرماتے ہیں ان کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں۔ امام بزار کہتے ہیں اشعث کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں وہ مستقیم الحدیث ہیں البتہ حدانی اور اشعث کے درمیان فرق یہ ہے وہ لین الحدیث ہیں۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں اشعث بن عبداللہ ثقات میں شمار ہوتے ہیں۔ (۲)

امام ذہبی لکھتے ہیں:

اشعث بن عبداللہ بن جابر الحدانی، البصری، الاعمی ابوعبداللہ، اشعث بن عبداللہ حضرت انس، الحسن، ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں۔ اشعث بن عبداللہ سے ان کا نواسہ نصر بن علی جہضمی الکبیر، معمر، شعبہ، یحییٰ القطان اور

(۱) ابوالعباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان م ۶۸۱ھ وفیات الاعیان ۲/ ۱۷ دار الاحیا بیروت لبنان

(۲) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱/ ۳۱۰ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

انصاری روایت کرتے ہیں۔ امام نسائی وغیرہ نے ان کو توثیق کی ہے۔ عبدالغنی الازدی کہتے ہیں اشعث بن جابر، اشعث بن عبداللہ، اشعث الاعمی، اشعث الازدی اور اشعث حمل یہ ایک ہی شخصیت کے اسماء ہیں۔

جناب اسحق، عبدالرزاق، معمر، اشعث الحسن، عن عبداللہ بن معقل اس سند کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ ارشاد بیان کیا ہے آنے والی حدیث شریف کو ابن مبارک عن معمر کر کے بھی روایت کیا ہے۔

لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِي مُسْتَحَمِّهٖ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ فِيْهِ فَاِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ(۱)

تم میں سے کوئی غسل خانے میں پیشاب نہ کرے کیونکہ اس کو اس میں وضو بھی کرنا ہوتا ہے چنانچہ عام وسواس اسی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

## ۶۔ الحسن:

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا نام ونسب یوں ہے۔ الحسن بن ابی الحسن یسار البصری ابوسعید مولی الانصار ان کی والدہ حضرت ام سلمہ کی خادمہ تھیں۔

الحسن بن ابی الحسن حضرت ابی بن کعب، سعد بن عبادہ، عمر بن خطاب رضی اللہ عنھم (ان صحابہ کرام کو الحسن نے دیکھا نہیں) حضرت ثوبان، عمار بن یاسر، ابوھریرہ، عثمان ابی العاص، معقل بن سنان (وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُمْ) اور بڑے بڑے صحابہ کرام علیھم الرضوان اور تابعین رحمۃ اللہ علیھم سے روایت کرتے ہیں۔

الحسن بن ابی الحسن سے حمید الطویل، ایوب، قتادہ، عوف الاعرابی، بکر بن عبداللہ مزنی جریر بن حازم، ابو الاشھب، ربیع بن صبیح، سعید الجریری، سعد بن ابراھیم ابن عبدالرحمن بن عوف سماک بن حرب، شعبان الخوی، ابن عون، خالد الحذا، عطا بن السائب، عثمان البتی، اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

ابوعوانہ قتادہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں میں کسی فقیہہ کی مجلس میں نہیں بیٹھا اور نہ ہی میں نے کسی عالم کو دیکھا ہے جو فضیلت میں جناب الحسن سے اگلے درجہ پر فائز ہو۔ جناب ایوب کہتے ہیں میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو الحسن سے بڑا فقیہہ ہو۔ غالب القطان بکر مزی کے حوالے سے کہتے جب کوئی یہ چاہتا کہ وہ اس زمانے میں سب سے بڑے عالم کو دیکھے تو اس سے کہا جاتا کہ وہ الحسن کو دیکھے اس لئے ہم نے ان سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔ امام اعمش فرماتے ہیں جب الحسن کا تذکرہ ابوجعفر یعنی حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ الحسن جب کلام کرتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے ان کا کلام انبیاء کرام علیھم السلام کے کلام سے مشابہ ہے۔

(۱) ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی م ۷۴۸ھ میزان الاعتدال ۱/ ۲۶۵ مطبوعہ مکتبہ الاثریہ سانگلہ ھل پاکستان

محمد بن سعد کہتے ہیں۔ الحسن کو جامعاً عالماً رفیعاً فقیاً ثقہاً ماموناً عابداً ناسکاً کثیر العلم فصیحاً جمیلاً کے پیارے القابات سے یاد کیا جاتا ہے۔

## الحسن کی وفات!

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں ابن سعد نے کہا الحسن اس وقت پیدا ہوئے جب ابھی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سال باقی تھے اس طرح حضرت الحسن کی ولادت سنہ ۲۲ھ کو ہوئی اور ان کی وفات سنہ ۱۱۰ھ کو ہوئی اس طرح بوقت وصال الحسن کی عمر ۸۸ اٹھاسی سال بنتی ہے۔ (۱)

## ۷۔ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ:

یہ حضرت جلیل القدر صحابی ہیں ان کے فضائل ومناقب کثیرہ ہیں یہ ان مبارک نفوس میں سے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا نام ونسب اس طرح ہے۔ عبداللہ بن مغفل بن عبدنہم بن عفیف بن اسحم بن ربیعہ بن عدی ابن ثعلبہ بن ذویب المزنی ابوسعید اور اس طرح بھی کہا جاتا ہے ابوعبدالرحمن۔

حضرت عبداللہ بن مغفل مدینہ طیبہ میں رہتے تھے پھر بصرہ تشریف لے گئے ان کا تعلق ان صحابہ کرام سے ہے جو بیعت رضوان میں حاضر تھے۔ یہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے حضرت ابوبکر صدیق سے، حضرت عثمان غنی سے اور عبداللہ بن سالم رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مغفل سے، حمید بن ھلال، ثابت البنانی، مطرف بن عبداللہ ابن الشخیر، معاویہ بن قرہ، عقبہ بن صہبان، الحسن البصری، سعید بن جبیر، عبداللہ بن ابی بریدہ اور ان کا بیٹا جس کا نام برید بتایا جاتا ہے وغیرھم روایت کرتے ہیں۔

## عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی وفات:

امام بخاری فرماتے ہیں ایک قول مسدد کا یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل کی وفات سنہ ۵۷ھ میں ہوئی اس کے علاوہ اور روایات بھی ملتی ہیں ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مغفل کی وفات سنہ ۶۰ھ کو بصرہ میں ہوئی استیعاب میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل پر نماز جنازہ حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ نے پڑھی۔ (۲)

---

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م سنہ ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۲/۳۳۱ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

(۲) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م سنہ ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۶/۳۸ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

# شرح حدیث نمبر ۲۱

اس حدیث شریف کو امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی جامع میں وارد کرنے کے بعد جن مختلف زاویوں سے گفتگو فرمائی وہ اس حدیث شریف کی بہترین شرح معلوم ہوتی ہے۔ اللہ بھلا کرے امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی نور اللہ مرقدہ کا جنہوں نے احادیث روایت کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی مختصر مگر جامع طرز کی فنی اور علمی وضاحتیں بھی فرما دیں جن کو پڑھ کر دل مطمئن ہوتا ہے۔ آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ ان کا انداز نہایت موثر اور تحقیقی ہوتا ہے وہ اپنے مؤقف کو دلائل سے واضح کرتے ہیں اور بڑے بڑے ائمہ فن کے اقوال نقل کرنے کے ساتھ ساتھ محدثین کرام کے ارشادات اور ائمہ مجتہدین کے اقوال بھی لے آتے ہیں۔

## شرح سراج احمد میں ہے:

امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے جو باب قائم کیا ہے اس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں، غسل خانے میں پیشاب نہیں کرنا چاہئے۔ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص باتھ روم غسل خانہ (BATH ROOM) میں پیشاب نہ کرے۔ اس حدیث میں جو لفظ وارد ہوا ہے۔ "مُسْتَحَمِّہٖ" یہ میم کے پیش، سکون سین مثناۃ فوقیہ وحای مہملہ اور تشدید میم ثانیہ کے ساتھ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ عام وسواس اس عمل سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس باب میں حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ایک اور صحابی سے بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے لیکن وہ روایت بغیر نام لئے بیان کر دی گئی ہے اس میں راوی کا نام معلوم نہیں کہ وہ کون ہیں۔ امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ خود کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے ہم اس کو صرف اور صرف اشعث بن عبداللہ ہی کے حوالے سے مرفوع جانتے ہیں۔ اشعث کو اعمٰی یعنی نابینا کہا جاتا ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ اہل علم کی ایک جماعت غسل خانے میں پیشاب کرنے کو مکروہ جانتی ہے وہ کہتے ہیں عام وسوسے اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ بعض اہل علم نے غسل خانے میں پیشاب کرنے کی اجازت دی ہے ان اہل علم میں سے ایک ابن سیرین ہیں۔

جب ان سے یہ کہا گیا کہ عام وسواس اسی سے پیدا ہوتے ہیں تو انہوں نے جواباً فرمایا رَبُّنَا اللّٰهُ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، ہمارا رب اللہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں مراد ان کی یہ ہے کہ موثر حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے علاوہ کوئی اور شئی موثر حقیقی نہیں ہے۔ واایں بول کردن را در مُغتَسَل دخل نیست۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے اگر غسل خانے میں پانی بہہ رہا ہے تو ایسی صورت میں پیشاب کرنے کی گنجائش نکلتی ہے۔ علامہ سراج احمد حنفی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

وگفت ابن مبارک تحقیق فراخی کردہ شدہ است در بول کردن در غسل خانہ وقتیکہ جاری شود بر ان بول آب وقت بول کردن دراں مضائقہ ندارد۔[1]

امام ابن مبارک کا کہنا یہ ہے کہ تحقیق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ اگر غسل خانہ میں پیشاب کرتے وقت پانی اس پر بہہ رہا ہو یعنی پیشاب پر پانی غالب ہو تو ایسی صورت میں باتھ روم میں پیشاب کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

علامہ ابوطیب لکھتے ہیں:

یہ باب جس میں غسل خانے میں پیشاب کرنے کی کراھیت مذکور ہے اس عنوان کے تحت یہ بیان کہ کسی شخص کا غسل خانہ میں پیشاب کرنا "اَلْمُسْتَحِمِّ" ایسی جگہ کو کہتے ہیں جس میں گرم پانی سے غسل کیا جائے اور مراد اس سے مطلقاً غسل خانہ ہی ہے۔ اور یہ معنی متوضی بھی مراد لیا جا سکتا ہے جیسا کہ بعض روایات میں وارد ہوا ہے۔ چنانچہ ابوداود میں حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا گیا ہے، تم میں سے کوئی غسل خانے میں پیشاب نہ کرے کہ اس کو پھر اسی میں غسل بھی کرنا ہو امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر اس میں وضو بھی کرنا ہو۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یہ جو غسل خانے میں پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے یہ اس صورت میں ہے کہ جب وہاں پیشاب کے بہہ نکلنے کا کوئی راستہ نہ ہو اور جگہ انتہائی سخت ہو اور غسل خانے میں کوئی ایسی شی پائی جائے جس کی وجہ سے وسواس پیدا ہو سکتے ہوں۔

یہ قول هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ الی آخرہ اس کی بابت عبدالغنی فرماتے ہیں اس سے مراد اشعث بن جابر ہے اور اشعث بن عبداللہ ہے اور وہ تو نابینا ہے اور اشعث الازدی ہے امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں کہا ہے امام نسائی وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے عقیلی نے اس کا ذکر ضعفاء میں کیا ہے اور یہ بھی کہا کہ اس کی حدیث میں وھم ہے۔ اس حدیث میں بھی اس (وھم) کو دخل ہے امام ذہبی فرماتے عقیلی کا یہ قول کہ اس کی حدیث میں وھم ہے مسلم میں تو نہیں۔ اور مجھے تعجب تو اس بات پر ہے کہ اس کا ذکر امام بخاری اور امام مسلم نے کیوں نہ کیا کذا فی السیوطی۔ جہاں تک اس قول کا تعلق ہے۔

فَقَالَ رَبُّنَا اللّٰهُ لَا شَرِيْكَ لَهٗ۔

ہمارا رب اللہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

بیشک وہ تو اپنی مخلوق میں متوحد ہے غسل خانے میں پیشاب کرنے سے مخلوق کی کسی شی کو اس میں دخل نہیں۔ بعض علماء نے اس کا جواب دیتے ہوئے یوں کہا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے اشیاء کے لئے اسباب بنائے ہیں اس لئے اسباب قبیحہ سے اجتناب نہیں کیا جا سکتا۔ شارع علیہ السلام نے اس میں جس علم کی طرف ارشارہ فرمایا ہے وہ وہی ہے جس کا تعلق قباحت سے ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر پانی غسل خانے میں بہہ رہا ہو تو ایسی صورت میں عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے حدیث کی تخصیص کر دی ہے کہ جہاں پانی رکا ہوگا وہاں پیشاب کرنا منع ہے اور جہاں پانی جاری ہو وہاں نہیں رکے پانی کی وجہ سے وسواس پیدا ہونگے اور اگر پانی جاری ہوگا کوئی وسوسہ پیدا نہیں ہوگا اس لئے

(۱) علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف مطبوعہ کانپور ہند۔

کہ پانی کا جریان وسواس کو زائل کردے گا۔ پانی کا رکنا یا بہنا قرینۂ مقام پر موقوف ہے۔[1]

## یہی عقل و دانش کا تقاضا ہے:

نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ایک ایک فرمان اقدس اپنے اندر ہزار ہا برکات رکھتا ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، کوئی شخص غسل خانے میں پیشاب نہ کرے اکثر وسواس اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس فرمان اقدس کا مطلب صاف ظاہر ہے۔ اگر غسل خانہ ایسا ہو جس میں پانی رکتا ہو اور اس پاک پانی کے ساتھ گندہ پانی مکس ہوتا ہو اور ملے جلے پانی کے چھینٹے جسم پر پڑنے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں قطعاً باتھ روم میں پیشاب نہیں کرنا چاہئے یہی عقل و دانش کا تقاضا ہے اسی میں ساری انسانیت کا بھلا ہے اور اسی میں لطافت ہے۔ اسی میں طہارت ہے اسی میں نظافت ہے اور اسی میں پاکیزگی کی نہایت ہے۔ کچھ عرصہ قبل یہی کوئی پنتیس 35 چالیس سال پہلے گھروں میں غسل خانے اس طرح کے ہوتے تھے کہ اردگرد دیوار بنی ہوتی تھی اور اندر سے کچے ہوتے تھے یا تھوڑے بہت روڑے اور کیری وغیرہ ڈالی ہوتی تھی وہاں کیچڑ تو زیادہ نہیں ہوتا تھا لیکن پانی اس میں ٹھہر جاتا تھا اور رکے پانی کے چھینٹے اچھل کر آدمی پر آپڑتے تھے ایسی جگہ اگر پیشاب کر دیا جاتا تو یقیناً ناپاک چھینٹے اڑ کر نہانے والے کے کپڑے پر اور جسم پر پڑنے کا قوی امکان تھا ظاہر ہے نفاست کی جگہ اگر غلاظت لے لے تو انسانی دماغ میں لطافت کی بجائے کثافت آنا شروع ہو جاتی ہے اس کثافت ہی کی وجہ سے مختلف قسم کے وھم دل میں آنے لگتے ہیں اور ان خیالات کا تقویت پکڑنا وسواس کی بنیاد بن جاتا ہے اسی بیماری کی روک تھام اور انسانی ذہن کو ہر گندگی سے بچانے کے لئے محبوب رب العالمین جل وعلا و صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے غسل خانے میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

## حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہ کی صراحت:

ہمارے زمانے میں گھروں کی بناوٹ کا نقشہ ہی بدل گیا ہے الحمدللہ اب گھر نہایت صاف ستھرے بنتے ہیں غسل خانوں میں اعلیٰ قسم کی ٹائل لگ جاتی ہے صفائی کا انتظام نہایت اعلیٰ ہوتا ہے نہاتے وقت پانی ہرگز وہاں رکتا نہیں ہے بلکہ پانی جاری رہتا ہے۔ ایسی جگہ جہاں گندا پانی ہرگز نہ رکتا ہو اور گندے چھینٹے اڑ کر جسم پر نہ پڑتے ہوں وہاں پیشاب کرنا منع نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا لاکھ شکر ہے اس نقطہ نظر میں میں اکیلا نہیں ہوں بلکہ بڑے بڑے اکابر میرے ساتھ ہیں جیسے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے حدیث شریف کی تخصیص کر دی ہے وہ فرماتے ہیں جہاں پانی رکا ہو وہاں پیشاب کرنا منع ہے اور جہاں پانی جاری ہو وہاں پیشاب کرنا منع نہیں ہے۔[2]

---

(۱) علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۵۳ مطبوعہ کانپور ہند

(۲) علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۵۳ مطبوعہ کانپور ہند

## درس حدیث

اس میں کوئی شک نہیں روئے زمین پر سب سے ستھرا مذہب دین اسلام ہے اس کی طہارت، نفاست، پاکیزگی اور نظافت بے مثل ہے۔ انسانیت کا سب سے زیادہ خیر خواہ یہی دین ہے اس کے ماننے والے تمام جہان کے انسانوں سے زیادہ صاف ستھرے انسان ہیں ان کی زندگی کے تمام شعبے اتنے نفیس اور پاکیزہ ہیں کہ ان کی مثال زمانہ بھر میں دور دور تک کہیں نظر نہیں آتی۔ اسلام نے جہاں اپنے ماننے والوں کی ظاہری طہارت کا اہتمام کیا ہے وہاں ان کی باطنی طہارت کا بھی بے مثل انتظام کیا ہے حضور انور تاجدار عرب وعجم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

کوئی شخص غسل خانے میں پیشاب نہ کرے اس لئے کہ اکثر وسواس اس کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ (جامع ترمذی شریف)

ہمیں بھی چاہئے کہ ہم ایسے باتھ روم میں ہرگز پیشاب نہ کریں جہاں پانی رکتا ہو اور اس کے چھینٹے اڑ کر جسم اور کپڑوں پر پڑنے کا اندیشہ ہو۔ اگر غسل خانہ انتہائی صاف ستھرا ہو جس طرح آجکل ہمارے گھروں میں ہیں جن میں بہترین ٹائل لگی ہوتی ہے۔ اور وہاں صاف پانی جاری رہتا ہے اگر وہاں پیشاب کیا جائے تو پانی پیشاب پر غالب رہے گا تو ایسی جگہ پیشاب کرنا جائز ہے۔ پھر بھی اپنے آپ کو پیشاب کے چھینٹوں سے بچانا ہوگا۔ جن لوگوں نے اپنے آپکو پاکیزگی کے قریب تر کرلیا ان کو اللہ تعالیٰ اپنی قربت عطا کرے گا اور ان کو اپنی خاص رحمت سے نوازے گا۔ اگر ہم اپنی زندگی کو تابع اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کردیتے ہیں تو قسم بخدا ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ عبادت سے عبارت ہو جائے گا۔ ہماری زندگی مثالی ہو جائے گی اس کو رب کائنات چار چاند لگادے گا اور ہمارے گھر امن کا گہوارہ بن جائیں گے ہمیں راحتیں نصیب ہوں گی۔

پاکیزگی اور طہارت ایک ایسا عظیم و جلیل عمل ہے جو انسان میں جرأت ہمت اور غیرت ایمانی کا وہ جذبہ پیدا کر دیتا ہے جو جسم و جاں کو جلا بخش دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو احادیث مبارکہ کا خود مطالعہ کرنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق بخشے نیز ان اعمال کو جو سنت کا درجہ رکھتے ہیں دوسروں تک پہچانے کا اہتمام کرنے کی توفیق عطا فرمائے امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

# معیارِ انقلاب

علم اشیاء سے متعلق معلومات کا نام ہے اور حکمت اس علم کے ذریعے نفع حاصل کرنے کا نام ہے۔ اگر ہم سب مل کر اس نقطۂ نظر پر کام شروع کر دیں تو یقیناً ہماری طبائع میں انقلاب بر پا ہو جائے اور ہمارا پورا معاشرہ حقائق و معارف کا گنجینہ بن جائے۔ اگر اس امّت میں اس طرح کا جذبۂ صادقہ پیدا ہو جاتا ہے تو اس ملت کو پھر عروج و ترقی اور اطمینان کی دولت مل سکتی ہے۔

(سکونِ قلب، صفحہ ۲۰)

# باب نمبر ۱۸

## بَابُ مَا جَاءَ فِي السِّوَاكِ

مسواک کی ضرورت

اس باب کے تحت دو حدیثیں آ رہی ہیں جن میں مسواک سے متعلق ضروری احکام ذکر ہوئے ہیں آپ بھی مطالعہ فرمائیں نفاست کی تعلیم ہو گی۔

# حدیث نمبر ۲۲

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ "لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ①"

قَالَ أَبُو عِيسَى وَقَدْ رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحٰقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَحَدِيثُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ كِلَاهُمَا عِنْدِي صَحِيحٌ، لِأَنَّهُ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ هٰذَا الْحَدِيثُ، وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ إِنَّمَا صُحِّحَ لِأَنَّهُ قَدْ رُوِيَ مِن غَيْرِ وَجْهٍ۔ وَأَمَّا مُحَمَّدٌ فَزَعَمَ أَنَّ حَدِيثَ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ أَصَحُّ۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، وَعَلِيٍّ، وَعَائِشَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَحُذَيْفَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، وَأَنَسٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، وَأُمِّ حَبِيبَةَ ابْنِ عُمَرَ، وَأَبِي أُمَامَةَ، وَأَبِي أَيُّوبَ، وَتَمَّامِ بْنِ عَبَّاسٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَنْظَلَةَ، وَأُمِّ سَلَمَةَ، وَوَاثِلَةَ وَأَبِي مُوسٰى۔

حضرت ابوھیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے اپنی امت پر شاق نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے ساتھ مسواک کو لازم قرار دے دیتا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں۔ یہ حدیث شریف محمد بن اسحٰق نے محمد بن ابراھیم، ابوسلمہ، زید بن خالد کے حوالے سے روایت کی۔ یہ دونوں حدیثیں میرے نزدیک صحیح ہیں۔ اس لئے کہ ان کو کئی اور طرق سے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ امام محمد یعنی امام بخاری کا اپنا خیال یہ ہے کہ حدیث ابوسلمہ اور زید بن خالد زیادہ صحیح ہے۔ اور اس باب میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس، حضرت حذیفہ، حضرت

زید بن خالد، حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت امّ حبیبہ، حضرت ابن عمر، حضرت ابو امامہ، حضرت ابوایوب، حضرت تمام بن عباس، حضرت عبداللہ بن حنظلہ، حضرت امّ سلمہ، حضرت واثلہ اور ابوموسیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین سے بھی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

# حدیث نمبر ۲۲ کی فنّی حیثیت

## (تذکرہ راویان)

### ا۔ابوکُرَیب:

ان کے حالات واحوال تہذیب میں مذکور ہیں یہ بڑے بلند مرتبہ راوی ہیں ان سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت لیتے ہیں۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے۔ محمد بن العلا بن کُرَیب الھمد انی ابوکُرَیب الکوفی الحافظ ابوکُرَیب، عبداللہ بن ادریس، حفص بن غیاث، ابی بکر بن عیاش، ھشیم، معمر، یحییٰ بن ذکریا بن ابی زائدہ، یونس بن بکیر، ابن مبارک، ابی خالد الاحمر، ابی معاویہ الضریر، وکیع، محمد بن بشر العبدی، مروان بن معاویہ، اسمٰعیل بن علیّہ، ابراھیم بن یوسف بن اسحٰق بن ابی اسحٰق بن منصور السیلولی، حسین بن علی جعفی، ابی اسامہ سفیان بن عیینہ، زید بن حباب، عبداللہ بن نمیر، ابن فضیل، محمد بن ابی عبیدہ بن معن، عبدہ بن سلیمان اور ایک خلق کثیر سے روایت کرتے ہیں۔

ابوکریب سے، ایک جماعت نے روایت کی ہے جیسے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ابی بکر بن علی مروزی اور زکریا بن یحییٰ السجزی کے حوالے سے روایت کی۔ اسی طرح ان سے امام ابوحاتم، ابوزرعہ، عثمان بن خرزاذ، ذھلی، ابن ابی الدنیا، عبداللہ بن احمد بن حنبل، بقی بن مخلد، حسین بن سفیان، جعفر فریابی، ابویعلی، ابن خزیمہ، قاسم بن زکریا اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

ابن ابی حاتم کہتے ہیں میں نے اپنے والد سے پوچھا ابوکریب کیسے راوی ہیں تو انہوں نے جواباً کہا صدوق ہیں۔ ابوعلی نیشاپوری بیان کرتے ہیں میں نے ابوالعباس عقدہ سے سنا تمام مشائخ میں ابوکریب حفظ ومعرفت میں مقدم ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے تھے ابوکریب کے حوالے سے کوفہ میں تین لاکھ احادیث منظر پر آئیں موسیٰ بن اسحٰق انصاری بیان کرتے ہیں میں نے جناب ابوکُرَیب سے ایک لاکھ حدیثیں سنیں۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ابو

کریب کی حدیث لینے میں کوئی شک نہیں کرنا چاہئے اور ایک دوسری مرتبہ فرمایا ابو کریب ثقہ ہیں۔ ①

امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا۔

امام ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں میں نے محمد بن یحییٰ سے کہا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے بعد عراق میں ابو کریب سے بڑا حافظ نہیں دیکھا۔

ابو کریب سے امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے پچھتر ۷۵ احادیث روایت کی ہیں اور امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ نے ابو کریب سے پانچ سو چھپن ۵۵۶ حدیثیں روایت کی ہیں۔

## ابو کریب کی وفات:

امام بخاری کے بقول ابو کریب کی وفات ۲۴۸ھ کو ہوئی۔ بعض نے کہا کہ بوقت وصال ان کی عمر ستاسی ۸۷ سال تھی اس طرح ابو کریب کی پیدائش کا سن ۱۶۰ھ بنتا ہے۔ ②

## ۲۔ عبدہ بن سلیمان:

ان کا تذکرہ تہذیب میں ہے بڑے بڑے ائمہ فن نے ان کی توثیق بیان کی ہے۔ یہ شوکت اسلام دیکھ کر ایمان لائے تھے۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا نام ونسب یوں ہے، عبدہ بن سلیمان الکلابی ابو محمد الکوفی اس طرح بھی کہا گیا ہے عبد الرحمن بن سلیمان بن حاجب بن زرارہ بن عبد الرحمٰن بن صرد بن سہیر بن صلیل ابن عبد اللہ بن ابی بکر بن کلاب۔

انہوں نے جب شوکت اسلام دیکھی اس وقت ایمان لائے عبدہ بن سلیمان، اسمٰعیل بن ابی خالد، یحییٰ بن سعید انصاری، عاصم الاحول، عبید اللہ بن عمر، ھشام بن عروہ، ابو اسحٰق، طلحہ بن یحییٰ بن طلحہ، سعید ابن ابی عروبہ، امام اعمش، امام ثوری، عبد العزیز بن عمر بن عبد العزیز، محمد بن عمرو، ابن علقمہ وغیرھم سے روایت کرتے ہیں۔

عبدہ بن سلیمان سے احمد، اسحٰق، ابن ابی شیبہ، ابراھیم بن رازی، عمر، ناقد ابو الشعثا، علی بن حسن، محمد بن سلام البیکندی، ابو کُرَیب اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التھذیب ۹ / ۲۴۲ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

② امام الحافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التھذیب ۹ / ۲۴۲ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

عجلی کہتے ہیں عبدہ بن سلیمان ثقہ راوی ہیں قرآن کریم کے قاری ہیں مرد صالح ہیں، صالح بن احمد اپنے والد کے حوالے سے کہتے عبدہ بن سلیمان ثقہ ہے۔ یہ شدید الفقر تھے۔عثمان دارمی کہتے ہیں میں نے ابن معین سے کہا تمہارے نزدیک ابواسامہ زیادہ محبوب ہیں یا عبدہ بن سلیمان تو انہوں نے جواب دیا دونوں ہی ثقہ ہیں۔امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی رائے یہ ہے کہ امام ابن حبان نے بھی انکا ذکر ثقات میں کیا ہے اور عبدہ بن سلیمان مستقیم الحدیث ہیں۔ابن شاھین نے ان کا ذکر ثقات میں کیا عثمان بن ابی شیبہ نے کہا عبدہ بن سلیمان ثقہ ہیں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا عبدہ بن سلیمان صدوق ہیں امام دارقطنی فرماتے ہیں عبدہ ثقہ راوی ہیں۔

## عبدہ بن سلیمان کی وفات:

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں عبدہ بن سلیمان کی وفات ۱۸۷ھ کو ہوئی۔ ①

## ۳۔ محمد بن عمرو:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۲۰ کے تحت ہو چکا اگر چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

## ۴۔ ابی سلمہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۲۰ کے تحت ہو چکا اگر چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

## ۵۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ:

حضرت ابوھریرہ، عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کا تذکرہ حدیث نمبر ۲ کے تحت ہو چکا آپ وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۶ / ۴۰۵ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

# حدیث نمبر ۲۳

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُولُ "لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِي لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَلَاَخَّرْتُ صَلَاةَ الْعِشَاءِ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ

قَالَ فَكَانَ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ يَشْهَدُ الصَّلَوٰاتِ فِي الْمَسْجِدِ سِوَاكُهُ عَلٰى أُذُنِهٖ مَوْضِعَ الْقَلَمِ مِنْ اُذُنِ الْكَاتِبِ لَا يَقُومُ اِلَى الصَّلَاةِ اِلَّا اِسْتَنَّ ثُمَّ رَدَّهٗ اِلٰى مَوْضِعِهٖ

قَالَ أَبُو عِيسٰى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

حضرت زید بن خالد جہنی سے مروی ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فرماتے سنا، اگر میری امت کے لئے مشکل نہ ہوتا تو میں ہر نماز میں مسواک کرنے کا حکم صادر کرتا اور نماز عشاء کو ثلث اللیل تک موخر کر دیتا راوی کہتے ہیں زید بن خالد جب بھی نمازوں کے لئے مسجد میں آتے تو مسواک ان کے کان کے اوپر ہوتی جہاں عموماً کاتب قلم رکھ لیتے ہیں آپ نماز جماعت کے ساتھ ادا فرماتے اور پھر اس کو وہیں رکھ لیتے (جہاں رکھنے کی عادت تھی) امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

# حدیث نمبر ۲۳ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ۱۔ ھنّاد:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۱ کے تحت ہو چکا ہے اگر مطالعہ فرمانا چاہیں تو وہاں دیکھ لیں۔

### ۲۔ عبدہ:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ حدیث نمبر ۲۲ کے ضمن ہو چکا ہے۔

### ۳۔ محمد بن اسحٰق:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ حدیث نمبر ۹ کے تحت ہو چکا اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

### ۴۔ محمد بن ابراھیم:

ان کے حالات واحوال تہذیب التہذیب میں منقول ہیں یہ ثقہ راوی ہیں بڑے بڑے بزرگوں نے ان کی تعدیل بیان کی ہے آپ بھی مطالعہ فرمالیں۔

### امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا نام ونسب یوں ہے۔محمد بن ابراھیم بن الحارث بن خالد بن صخر بن عامر بن کعب بن سعد ابن تیم بن مرّۃ القرشی التیمی ابوعبداللہ المدنی، محمد بن ابراھیم ایک کثیر جماعت سے روایت کرتے ہیں اور ان سے بھی ایک بڑی جماعت روایت کرتی ہے۔

امام ابن معین، امام ابوحاتم، امام نسائی اور ابن خراش کہتے ہیں محمد بن ابراھیم ثقہ راوی ہیں۔ابن سعد محمد بن عمرو کے حوالے سے بیان کرتے ہیں محمد بن ابراھیم ثقہ کثیر الحدیث ہیں۔امام ابن حبّان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ان کا سماع حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما سے ثابت ہے جناب یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں محمد بن ابراھیم ثقہ راوی ہیں۔[1]

---

[1] امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۹/۶ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

## ۵۔ ابی سلمہ:

ان کے احوال کا تذکرہ حدیث نمبر ۲۰ کے تحت ہو چکا ہے اگر آپ مطالعہ فرمانا چاہیں تو وہاں دیکھ لیں۔

## ۶۔ زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ:

یہ جلیل القدر صحابی ہیں، بڑی شان کے مالک ہیں۔ ان کا تعلق اس مبارک گروہ سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ کی سند عطا فرمائی ہے ان کا تذکرہ تہذیب میں ہے۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ کا پورا نام ونسب اس طرح ہے۔ زید بن خالد الجہنی ابو عبدالرحمن اور یوں بھی کہا جاتا ہے ابوطلحہ المدنی۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ، سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے، حضرت عثمان، حضرت طلحہ اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھم سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

فتح مکہ کے موقعہ پر قبیلہ جہنیہ کا جھنڈا حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ یہ مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے ان کا انتقال ۷۸ھ کو مدینہ منورہ میں ہوا اس وقت ان کی عمر پچاسی ۸۵ سال تھی۔ بعض نے کہا کہ ان کی وفات کوفہ میں ہوئی ابن سعد اور کچھ دوسرے علماء نے کہا ان کی وفات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور آخر میں ہوئی امام بغوی فرماتے ہیں ان کی وفات ۶۸ھ کو ہوئی۔ امام ابن حبان نے حیات صحابہ میں بیان کیا کہ حضرت زید بن خالد کا وصال ۷۸ھ کو ہوا اور اس طرح بھی کہا جاتا ہے کہ ۶۸ھ ہی کو ان کا وصال ہوا۔[1]

# شرح حدیث نمبر ۲۲، ۲۳

ان مبارک حدیثوں میں مسواک کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ بلاشبہ مسواک ایک ایسا نفیس عمل ہے جو انسان میں نفاست پیدا کرتا ہے اگر دانت صاف ہوں گے تو منہ میں کوئی بو پیدا نہیں ہوگی۔ حکماء تو کہتے ہیں اگر دانت ٹھیک ہوں کھانا اچھی طرح چبا کر کھایا جائے تو وہ زود ہضم ہوگا لہٰذا معدہ صحیح کام کرے گا اور صحت خود بخود اچھی ہوگی۔

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۳/ ۳۵۴ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

## علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

اس باب میں مسواک کرنے کے بارے میں صراحت کی گئی ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے اپنی امت پر ترس وخوف نہ ہوتا کہ یہ سخت تر ہوگا تو میں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کو لازم قرار دے دیتا۔امام ابوعیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بلاشبہ اس حدیث کو محمد بن اسحق نے روایت کیا ہے اور اس میں محمد بن ابراھیم، ابی سلمہ اور زید بن خالد کا واسطہ ہے پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ارشاد نقل کیا ہے۔ابی سلمہ نے اس حدیث شریف کو دو حوالوں سے روایت کیا ہے نمبر (۱) ابی سلمہ عن ابی ھریرہ نمبر (۲) ابی سلمہ عن زید بن خالد عن النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس اعتبار سے دونوں حدیثیں میرے نزدیک صحیح ہیں اس لئے کہ یہ اس کے علاوہ بسیار طرق سے بھی مروی ہیں۔ جہاں تک امام محمد یعنی امام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری اور محمد بن ابراھیم کا تعلق ہے تو ان کا خیال یہ ہے کہ ابی سلمہ عن زید بن خالد والی حدیث زیادہ صحیح ہے۔

اس باب میں، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت حذیفہ، حضرت زید بن خالد، حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت ام حبیبہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابی امامہ، حضرت ابوایوب، حضرت تمام بن عباس (یہ تمّام بفتح التاء مثناہ فوقیہ وتشدید میم وبعد از الف میم ہے) حضرت عبداللہ بن حنظلہ، حضرت ام سلمہ، حضرت واثلہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث وارد ہوئی ہیں، امام طبرانی اوسط میں حضرت عبداللہ بن عباس سے، ابونعیم عبداللہ بن عمرو بن طلحہ سے، رافع بن خدیج اور عقیلی ضعفاء میں، خطیب تاریخ میں حضرت ابوھریرہ سے، امام دیلمی مسند الفردوس میں حضرت عائشہ سے، امام ابن ابی شیبہ حضرت سلیمان بن صرد سے، امام طبرانی حضرت ابن عباس سے، امام احمد حضرت واثلہ بن اسقع سے، امام ابونعیم کتاب السواک میں حضرت عمرو بن عوف مزنی سے، امام بزار حضرت ثوبان سے، امام دارقطنی حضرت عباس، طبرانی اوسط میں حضرت سہیل بن سعد سے، امام ابوداؤد حضرت ابی امامہ سے، ابن نجار حضرت ابوھریرہ سے، عبدالجبار خولانی، حضرت انس بن مالک سے، امام احمد حضرت ابی امامہ باہلی سے، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور امام احمد حضرت ابوھریرہ اور حضرت زید بن خالد سے، امام ابونعیم حضرت عبداللہ بن عمر سے، اور امام ابویعلی موصلی، حضرت عطار ضی اللہ عنہم سے روایات لائے ہیں۔

## علامہ ابوطیب سندھی لکھتے ہیں:

یہ باب جس میں مسواک کی بابت صراحت کی گئی ہے۔اس میں یہ حدیث شریف آئی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ یہ امر میری امت پر شاق گذرے گا تو میں ہر نماز کے ساتھ

مسواک کو لازم قرار دے دیتا۔ اس مقام پر یہ جو فرمایا گیا ہے کہ میری امت پر شاق ہوگا اس سے مراد ہے میری امت پر بہت بھاری اور مشکل ہوگا اس پر عمل کرنا میری امّت کے لئے بہت شدید مشکل میں ڈالنا ہوتا اور اس کا صاف مطلب ہوتا۔ کہ اگر میں مسواک کو لازم قرار دے دیتا تو اس کے وقوع سے میری امّت کو بہت مشقت اٹھانا پڑتی اس مشقت کو دور کرنے کی غرض سے میں نے اس کو لازم قرار نہ دیا اور جب امر نہ ہوا تو ان کی مشکل حل ہوگئی اسی وجہ سے ہمارے علماء نے یوں فرمایا ہے تقدیراً اس کا معنی یہ بنتا ہے کہ مسواک کرنا لازم قرار پاتا ہر نماز کے وضو کے ساتھ جیسا کہ اس کو امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور امام حاکم نے بھی اسی کو روایت کیا اور اس کو صحیح الاسناد قرار دیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیقات کتاب الصوم میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر یہ امر میری امت پر شاق نہ گذرتا تو میں ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنا لازم قرار دے دیتا۔ اس خبر کو امام احمد وغیرہ نے بھی وارد کیا۔ اگر میری امّت پر یہ شاق نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نوع کی طہارت کے وقت مسواک کو لازم قرار دے دیتا، شافعیہ کے نزدیک ان دونوں حدیثوں کو اس طرح جمع کیا گیا ہے دونوں اعمال وضو اور نماز کے ابتدا میں مسواک کرنا لازم ہے۔ ہماری کتاب فتاوٰی تاتارخانیہ میں ہے مسواک کرنا بوقت وضو، نماز اور دہن (منہ) کو صاف کرنے کی غرض سے ہمارے نزدیک مستحب ہے۔

امام ابن ھمّام فرماتے ہیں مسواک کرنا پانچ موقعوں پر مستحب ہے (۱) دانتوں کی صفائی کے لئے (۲) منہ کی بدبو زائل کرنے کی غرض سے (۳) نیند سے بیداری کے بعد (۴) نماز کی ادائیگی کے لئے (۵) وضو کرتے وقت۔

ابہری کا قول یہ ہے، مسواک کے حوالے سے یہ کہا گیا ہے۔ یہ السّن سے ماخوذ ہے بکسر سین اور اس طرح بھی ہے کہ بفتح سین السَّن سے ماخوذ ہے جس طرح کہا جاتا ہے سَنَنْتُ الْحَدِیْدَ۔[1]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک کہ میں نماز عشاء کو رات کے تیسرے پہر تک مؤخر کر دیتا، اس میں نماز عشاء کی فضیلت ہے اہل ایمان اس نماز کا انتظار کرتے اور بہت ساری برکات پاتے مگر چونکہ مجھے تمہارا بہت خیال ہے کہیں اس انتظار میں تم کو مشکل نہ ہو جاتی اس لئے اس کو تیسرے پہر تک ملتوی نہ کیا۔ لہذا اب نماز عشاء رات کے اوّل حصہ میں ہی پڑھ لی جاتی ہے۔

## علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

یہ جو حدیث شریف ہے اور میں موخر کر دیتا نماز عشاء کو ثُلث لیل تک (اتنا ہی لکھنے کے بعد علامہ نے پھر مسواک کی طرف تحریر کا رخ موڑ دیا) زید بن خالد رضی اللہ تعالٰی عنہ جو نمازوں میں مسجد میں حاضر رہتے تھے ان کا بیان ہے وہ اپنی مسواک کو اپنے کان پر رکھ لیتے تھے بالکل اسی طرح جس طرح کاتب اپنا قلم اپنے کان پر رکھ لیتے

---

① علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۵۵ مطبوعہ کانپور ہند،

ہیں۔ جب نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تو اس سے پہلے مسواک ضرور کر لیتے۔ مسواک استعمال کرنے کے بعد پھر اسی جگہ (کان پر) رکھ لیتے امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں، هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ یہ حدیث حسن صحیح کے درجہ میں ہے۔ باتفاق مسواک سنت ہے۔ امام داود اس کو واجب قرار دیتے ہیں امام اسحٰق فرماتے ہیں اگر کسی نے مسواک عمداً ترک کر دی تو اس کی نماز باطل ہوگئی اور وہ زوال کے بعد مسواک کرنا روزہ دار کے لئے مکروہ قرار دیتے ہیں۔ ہمارے امام ابوحنیفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہما، فرماتے کہ مکروہ نہیں امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مکروہ ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے دو طرح کی روایتیں آئی ہیں۔ مسواک تلخ یعنی کڑوی لکڑی کی ہونی چاہئے اور اچھی زمین سے لی گئی ہو تو بہتر ہے۔ مسواک کی لمبائی ایک بالشت تک ہونی چاہئے طولاً عرضاً ایسی ہونی چاہئے مسوڑھوں کو نقصان نہ پہنچائے بعض روایات میں آیا ہے کہ مسواک طولاً وعرضاً کرنا جائز ہے مضمضہ کرتے وقت اگر مسواک نہ ملے یا کسی کے دانت ہی نہ ہوں تو وہ دائیں ہاتھ کی انگلی مسواک کی جگہ استعمال کرے۔ ①

## امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ کو یوں پایا آپ اپنے ہاتھ میں مسواک پکڑے ہوئے دانت صاف فرما رہے تھے۔ مبارک دہن میں مسواک کے گھمانے کی وجہ سے اُغ اُغ کی آواز نکل رہی تھی۔

مسواک بکسر سین افصح ہے اس کا اطلاق آلہ پر ہوتا ہے اس کا فعل مراد ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب نیند سے بیدار ہوتے تو اپنے مبارک منہ کو مسواک سے تازہ فرماتے۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب نیند سے بیدار ہوتے تو اپنے مبارک منہ کو مسواک سے نظافت بخشتے۔

والشوص بالفتح الغسل والتنظیف کذا فی الصحاح یہ لفظ شَوْصُ زبر کے ساتھ دھونے اور تنظیف کے معنوں میں آتا ہے جیسا صحاح میں مذکور ہے۔ ابن دقیق العید کہتے ہیں نیند سے بیدار ہو کر مسواک کرنا اس حدیث شریف سے مستحب ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ نیند میں تبخیر معدہ سے منہ میں تغیر آجاتا ہے اس تغیر کا دور کرنا مسواک کا

① علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۵۵ مطبوعہ کانپور ہند،

تقاضا کرتا ہے۔ اور مسواک آلۂ تنظیفہ ہے اور بوقت ضرورت اس کا استعمال مستحب ہے۔ اس کا ظاہر معنی تو یہی ہے کہ عام طور پر ہر حالت میں جب بھی کوئی بیدار ہو تو مسواک کرے۔ لیکن اس کو خاص کیا گیا ہے نماز کے لئے بیدار ہونے کے ساتھ میں کہتا ہوں مُصنّف کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہاں قیام سے مراد صلوۃ کے لئے اٹھنا ہے جیسا کہ وہاں لفظ یوں ہیں اِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ اور امام مسلم بھی اس سے ملتی جلتی حدیث لائے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث اس پر شہادت دیتی ہے۔[1]

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِتُّ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہاں رات گذاری تو آپ نے مسواک فرمائی۔

## امام بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

مسواک سے متعلق احکام کا بیان کرتے ہوئے علامہ عینی استنباط حکم کی وضاحت کرنے کی غرض سے یوں فرماتے ہیں یہ حدیث شریف جس میں مسواک کا ذکر آیا ہے یہ مسواک کے سنت موکدہ ہونے پر دلالت کرتی ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے رات دن مسواک کرنے پر مواظبت فرمائی ہے اس کے مندوب ہونے پر تو اجماع ہے حتیٰ کہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے تو مسواک کرنے کو وضوء کا حصہ قرار دے دیا اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ احادیث کثیرہ اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس پر مواظبت فرمائی ہے۔ اگرچہ اس میں کلام بھی کیا گیا ہے لیکن اقوی یہی ہے کہ اس کی مواظبت پر اور محافظت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وفات تک عمل فرمایا یہی درست و صحیح معلوم ہوتا ہے جیسا کہ بخاری شریف میں آیا ہے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما رسول معظم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اس وقت میرا سینہ آپ کی مسند تھی عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں اس موقعہ پر تازہ مسواک تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کی طرف نظر فرمائی میں نے عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے وہ مسواک لے لی اس کو چبا کر نرم کیا اور سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت عالیہ میں پیش کی تو آپ نے مسواک فرمائی۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں یہ وضو کی سنت ہے۔ کچھ دوسرے علماء فرماتے ہیں مسواک کرنا نماز پڑھنے کے لئے سنت ہے کچھ اور علماء فرماتے ہیں مسواک سنت دین ہے۔ اور وہ اقوی ہے جو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے

---

① امام حافظ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ فتح الباری شرح صحیح بخاری ۱/ ۶۸۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی،

نقل کیا گیا ہے وہ یہ (جیسا کہ ھدایہ میں ہے) صحیح یہ ہے مسواک کرنا مستحب ہے امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی ایسا ہی ہے ابن حزم کہتے ہیں یہ سنت ہے اور اگر ممکن ہو سکے تو ہر نماز کے ساتھ کرنا بھی افضل ہے۔ اور یوم جمعہ کو مسواک کرنا تو فرض لازم ہے ابوحامد اسفرائینی اور ماوردی نے اھل ظاہر سے حکایت کیا ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے۔ امام اسحق بھی اس کو واجب قرار دیتے ہیں وہ تو کہتے ہیں اگر کسی نے جان بوجھ کر مسواک نماز کے وقت ترک کر دی تو نماز ہی باطل ہو جائے گی امام نووی کی اپنی رائے یہ ہے کہ یہ درست نہیں۔ امام اسحق سے مسواک کرنے کی کیفیت کے بارے میں یوں آیا ہے مضمضہ میں مسواک کو عرضًا کیا جائے نہ کہ طولاً امام ابونعیم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے حدیث کی تخریج فرمائی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم مسواک عرضًا فرماتے تھے نہ کہ طولاً۔ دانتوں پر اور زبان پر اس طرح مسواک کی جائے کہ دل مطمئن ہو جائے۔ بدبو کے زوال اور دانتوں کی میل زائل ہونے سے مسواک کو دائیں ہاتھ میں پکڑنا چاہئے مسواک کرتے وقت تین بار پانی کے گھونٹ لینا مستحب ہے۔ مسواک کی موٹائی چھوٹی انگلی کے برابر ہونی چاہئے اور لمبائی ایک بالشت تک ہو مسواک کو پانی سے تر کرنا چاہئے یہاں تک کہ اس کے ریشے نرم ہو جائیں عورت بھی مسواک کر سکتی ہے اگر مسواک میسر نہ ہو تو اس کی جگہ شہادت کی انگشت سے کام لے لینا چاہئے۔ امام بیہقی نے حدیث وارد فرمائی ہے جس میں ہے کہ مسواک کی جگہ انگشت شہادت کا استعمال جائز ہے اس کے دلائل کثیرہ ہیں ان دلائل وفضائل کا ذکر ہم نے شرح معانی الآثار للطحاوی میں کر دیا ہے اس میں پچاس سے زیادہ صحابیات سے احادیث وارد کی گئی ہیں۔ ①

مسواک کرنا یقیناً ہر انسان کے لئے نافع ہے اس جدید دور میں جب کہ بہت ساری ٹوتھ پیسٹس اور ڈنٹونک پاوڈر وغیرہ دستیاب ہیں مسواک کرنے سے وہ تر وتازگی حاصل ہوتی ہے جو روح کو اطمنان بخشتی ہے۔ اس کا اندازہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب مسواک کو سنت سمجھ کر کیا جائے مسواک کرنے کے مقام کون کون سے ہیں اس موقعہ پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عثمان سے حدیث وارد کی، نماز کے ساتھ مسواک کرنے کی حدیث محمد بن کثیر سے روایت کی۔ نماز تہجد کے ساتھ مسواک کرنے کے ثبوت میں حفص بن عمر سے حدیث روایت کی، امام مسلم نے ابواب الطھارہ میں ابی بکر ابن ابی شیبہ، اسحق بن ابرھیم، ابن نمیر عن ابیہ وابی معاویہ کے حوالے سے حدیث وارد کی یہ دونوں حدیثیں امام اعمش سے آئی ہیں۔ ابوموسیٰ محمد بن مثنیٰ اور بندار سے دو حدیثیں آئی ہیں اور یہ دونوں ابن مھدی سے مروی ہیں ان کو امام ابوداود نے محمد بن کثیر سے روایت کیا۔

① امام علامہ بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد عینی م ۸۵۵ھ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ۳/ ۲۷۴ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ بلوچستان۔

## مسواک آلۂ تنظیفہ ہے:

مسواک کی وضاحت میں جو کچھ مستنبط ہوا وہ یہ ہے کہ ابن دقیق العید کہتے ہیں، نیند سے بیدار ہونے کے بعد مسواک کرنا مستحب ہے۔ اس لئے کہ نیند کی وجہ سے معدہ کے اٹھنے والے بخارات منہ میں تغیّر پیدا کرتے ہیں اور یہ تغیّر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ منہ کو صاف کرنے کے لئے مسواک کی جائے۔ مسواک آلہ تنظیفہ ہے جب کوئی صورت متقاضی ہو تو مسواک کرنا مستحب ہے۔ ظاہر کہتے ہیں عام یہ ہے کہ ہر حال میں مسواک کرنا چاہئے اور خاص یہ ہے اس کو نماز کے قیام سے قبل کے ساتھ مختص مانا جائے۔ اس امر پر وہ حدیث شریف دلالت کرتی ہے جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصلوٰۃ میں وارد فرمائی ہے وہاں لفظ یوں آئے ہیں اور جب نماز تہجد کا ارادہ کیا جائے تو اس وقت بھی مسواک کی جائے۔ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی جیسی حدیث لائے ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی اس امر پر شاہد ہے۔ ①

## اکابر کالحاظ:

حدیث شریف میں آتا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے (خواب میں) دیکھا میں مسواک کررہا ہوں میرے پاس دو شخص آئے ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا میں نے مسواک چھوٹے کو دے دی مجھے کہا گیا کہ بڑے کو دیں تو میں نے ان دونوں میں سے بڑے کو دے دی۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ اکابر کا حق مقدم ہوتا ہے چھوٹوں کا حق ان کے بعد ہوتا ہے اس میں عمر کا لحاظ پیش نظر رہتا ہے۔ سلام تحیت میں، پینے میں، خوشبو میں اور اسی طرح دوسرے امور میں بھی ایسا ہی ہے۔ کسی کی استعمال شدہ مسواک ایسی صورت میں مکروہ نہیں کہ اس کو پہلے دھولیا جائے اور پھر استعمال کرلیا جائے۔ یہ حدیث شریف بھی مسواک کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔ مہلب کا قول یہ ہے کہ ہر چیز میں بڑی عمر والے کا لحاظ رکھا جائے گا لیکن جلوس یعنی بیٹھنے میں بڑی عمر والے کو اوّل بیٹھنے دینا چاہیے۔ ②

ہماری عملی زندگی اگر ان قوانین کی پابند ہو جائے جو ہمیں ہمارے رب نے بوسیلۂ محمد عربی صلی اللہ علیہ والہ وسلم عطا فرمائے ہیں تو ہر گھر عمل صالح کی برکت سے امن کا گہوارہ بن جائے۔ اندرون خانہ جو باہمی اختلافات ہیں یکسر ختم ہو جائیں ہر طرف اطمنان کی بہاریں آجائیں اور اس بہار کو دوام میسر آجائے ہمارے خاندانی معاملات میں جو خزاں سی چھائی ہوئی ہے وہ مطلقاً معدوم ہو جائے اور اعتماد باہمی کی فضا سازگار ہو جائے۔ ساس بہو کو بیٹی سمجھنے لگ جائے اور بہو ساس کو ماں سمجھنے لگے اس طرح ہمارا معاشرہ مکمل اسلامی معاشرہ بن جائے۔

---

① علامہ امام بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد العینی م ۸۵۵ھ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ۳/۲۷۴ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ بلوچستان پاکستان،

② ایضاً // // // // ۳/۲۷۷ //

## صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

طبرانی باسناد حسن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری امت پر شاق ہوگا تو میں ان کو ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا امر فرما دیتا (یعنی فرض کر دیتا اور بعض روایتوں میں لفظ فرض بھی آیا ہے) اسی طبرانی کی ایک اور روایت میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لئے تشریف نہ لے جاتے تاوقتیکہ مسواک نہ فرمالیتے۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور باہر سے جب گھر تشریف لاتے تو سب سے پہلا کام مسواک کرنا ہوتا، امام احمد، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ مسواک کا التزام رکھو کہ وہ سبب ہے منہ کی صفائی اور رب تعالیٰ کی رضا کا۔ ابونعیم جابر رضی اللہ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا وہ دو رکعتیں جو مسواک کر کے پڑھی جائیں وہ افضل ہیں بے مسواک کی ستر ۷۰ رکعتوں سے۔ ایک روایت میں ہے کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے وہ اس نماز سے ستر حصے افضل ہے جو بے مسواک کے پڑھی گئی۔ مشکوٰۃ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی کہ دس چیزیں فطرت سے ہیں (یعنی ان کا حکم ہر شریعت میں تھا) (۱) مونچھیں کترانا (۲) ڈاڑھی بڑھانا (۳) مسواک کرنا (۴) ناک میں پانی ڈالنا (۵) ناخن تراشنا (۶) انگلیوں کی چنٹیں دھونا (۷) بغل کے بال دور کرنا (۸) موئے زیر ناف مونڈنا (۹) استنجاء کرنا (۱۰) کلی کرنا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا بندہ جب مسواک کر لیتا ہے پھر نماز پڑھتا ہے تو فرشتہ اس کے پیچھے کھڑا ہو کر قرات سنتا ہے پھر اس کے قریب ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے منہ پر منہ رکھ دیتا ہے۔ مشائخ کرام فرماتے ہیں جو مسواک کا عادی ہوگا مرتے وقت اسے کلمہ نصیب ہوگا اور جو افیون کھاتا ہو مرتے وقت اسے کلمہ نصیب نہ ہوگا۔ (1)

اسلام چونکہ مکمل ضابطہ حیات ہے اس لئے اپنے ماننے والوں کو زندگی کے تمام شعبوں میں ھدایات دیتا ہے اسلام اپنے ماننے والوں کو ہر لحاظ سے صاف ستھرا اور پاکیزہ دیکھنا چاہتا ہے اسی لئے مسواک کرنے کا حکم امام الانبیاء علیہ السلام نے صادر فرمایا۔ مسواک کرنے سے جہاں دانت صاف ہوتے ہیں وہاں منہ کی بدبو زائل ہو جاتی ہے اس عمل کی برکت سے معدہ بھی صحت مند رہتا ہے۔ (محمد ارشد القادری)

## مسواک سے متعلق ضروری مسائل:

علامہ صدرالشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسواک کے مسائل کو قدرے شرح بسط کے ساتھ لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں، جب سو کر اٹھے پہلے ہاتھ دھوئے استنجاء سے قبل بھی اور بعد بھی کم سے کم تین تین مرتبہ دائیں بائیں اور نیچے کے دانتوں

(1) علامہ صدرالشریعہ امجد علی اعظمی ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء بہار شریعت حصہ اوّل صفحہ نمبر ۱۰ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ پبلشرز لاہور، حیدرآباد، کراچی،

میں مسواک کرے اور ہر مرتبہ مسواک کو دھوئے، مسواک نہ بہت نرم ہو نہ سخت اور پیلو یا زیتون یا نیم وغیرہ کڑوی لکڑی کی ہو میوے یا خوشبودار پھول کے درخت کی نہ ہو۔ چھنگلیہ کے برابر موٹی اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی اور اتنی چھوٹی بھی نہ ہو کہ مسواک کرنا دشوار ہو۔ جو مسواک ایک بالشت سے زیادہ ہو اس پر شیطان بیٹھتا ہے مسواک جب قابل استعمال نہ رہے تو اسے دفن کر دیں یا کسی جگہ احتیاط سے رکھ دیں کہ کسی ناپاک جگہ نہ گرے۔ ایک تو وہ آلہ ادائے سنت ہے اس کی تعظیم چاہے دوسرے آب دہن مسلم ناپاک جگہ ڈالنے سے خود محفوظ رکھنا چاہئے اسی لئے پاخانے میں تھوکنے کو علماء نے نامناسب لکھا ہے۔

مسواک اپنے ہاتھ سے کرے اور اس طرح ہاتھ میں لیکر چھنگلیہ مسواک کے نیچے اور بیچ کی تین انگلیاں اوپر اور انگوٹھا سرے پر نیچے ہو اور مٹھی نہ باندھے دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کرے لمبائی میں نہیں چت لیٹ کر مسواک نہ کرے پہلے داہنی جانب کے اوپر کے دانت مانجھے پھر بائیں جانب کے اوپر کے دانت پھر دائیں جانب کے نیچے کے پھر بائیں جانب کے نیچے کے۔

جب مسواک کرنا ہو تو اسے دھوئے فارغ ہونے کے بعد دھو ڈالے زمین پر پڑی نہ چھوڑ دے بلکہ کھڑی رکھے اور ریشہ کی جانب اوپر ہو، اگر مسواک نہ ہو تو انگلی یا سنگین کپڑے سے دانت مانجھ لے یونہی اگر دانت نہ ہوں تو انگلی یا کپڑا مسوڑھوں پر پھیرے۔ مسواک نماز کے لئے سنت نہیں بلکہ وضو کے لئے سنت ہے۔ جو ایک وضو سے چند نمازیں پڑھے اس سے ہر نماز کے لئے مطالبہ مسواک نہیں جب تک تغیر رائحہ نہ ہو ورنہ اس کے دفع کے لئے مستقل سنت ہے۔ البتہ اگر وضو میں مسواک نہ کی تھی تو اب کرے نماز کے وقت۔ ①

## اگر مسواک نہ ہو تو کیا کرے:

دانتوں کو مسواک سے صاف کیا جائے یا اصابع یعنی شہادت والی انگلی سے عرضًا چلا کر صاف کر لیے جائیں، دونوں طرح درست ہے۔

هُوَ ذٰلِكَ الْاَسْنَانُ بِالسِّوَاكِ اَوِ الْاَصَابِعِ عَرَضًا۔ ②

دانتوں کی صفائی مطلوب ہے وہ مسواک کے ساتھ ہو یا انگشت شہادت کے ساتھ۔

---

① علامہ صدر الشریعہ امجد علی اعظمی ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء بہار شریعت حصہ اوّل ص ۷۸ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور، حیدر آباد، کراچی،

② علامہ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ فتح الباری شرح صحیح بخاری ۱/۶۹ ۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی

## اسلام کا طرۂ امتیاز:

مسواک کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس کی برکت سے معدے میں پیدا ہونے والی ریح گیس زائل ہو جاتی ہے، نیز منہ بھی خوب تروتازہ رہتا ہے بدبو نہیں پیدا ہوتی اور سامان راحت ہے۔ مسواک کے علاوہ اگر کسی اور چیز سے دانتوں کو صاف کر لیا جائے تو یہ بھی مکروہ نہیں ہے۔[1] مسواک افضل ہے لیکن اگر اس کے علاوہ ٹوتھ پیسٹ (TOOTH PASTE) ڈنٹونک پاوڈر یا کوئی منجن وغیرہ استعمال کیا جائے تو بالکل جائز ہے اس میں کوئی کراھیت نہیں ہے۔ چونکہ مقصود دانتوں کو صاف کرنا ہے اور وہ ان چیزوں سے بھی ہو جاتا ہیں۔ اگر دانت صاف ستھرے اور صحت مند ہونگے تو معدہ بھی اچھا ہوگا اگر معدہ صحت مند رہے گا تو یقینا صحت اچھی رہے گی۔ مسواک یا کوئی اور چیز جیسا کہ میں نے کچھ کا ذکر کر دیا ہے دانتوں کو صاف رکھنے کیلئے استعمال کی جائے اور منہ کو اچھی طرح صاف ستھرا رکھا جائے تو کبھی منہ میں بدبو پیدا نہیں ہوگی بلکہ سانسوں میں بھی ایک لطیف سی خوشبو مہکتی رہے گی جو نہ صرف آپ کو فرحت عطا کرے گی بلکہ جو دوسرے لوگ آ کر پاس بیٹھیں گے ان کو بھی راحت نصیب ہوگی۔ مجلس میں بیٹھنے پر انتہائی اطمنان وسکون ملے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں دنیا بھر کے تمام مذاہب میں صرف اسلام ہی ایک ایسا پاکیزہ اور آفاقی دین ہے جو انسانوں کی اجتماعی فلاح کا ضامن ہے اور اس کے ماننے والے بلا امتیاز رنگ ونسل انسانوں سے پیارے کرنے والے ہیں یہی اسلام کا طرہ امتیاز ہے۔ (محمد ارشد القادری)

---

[1] علامہ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ فتح الباری شرح صحیح بخاری ۱/ ۶۹۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی

# درسِ حدیث

انسان اشرف المخلوقات ہے، اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سب سے زیادہ عزت وعظمت کا حامل ہے۔ اس کی تخلیق نہایت حسین ہے۔ یہ فطرتاً نفاست کو پسند کرتا ہے گندگی سے گھبراتا ہے صاف ستھرے ماحول میں خوش رہتا ہے۔ انسانی جسم کی ساخت اتنی عمدہ ہے اس کو دیکھ کر پیار آتا ہے واقعی انسان رب کائنات کا شاہکار ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے ان گنت کمالات رکھے ہیں کبھی کبھی ان کمالات پر حالات زمانہ اور کچھ اس کی اپنی کوتاہی سے غبار سا پڑ جاتا ہے اس کو دور کرنا بھی ضروری ہے اگر جسم صاف ستھرا ہوگا تو ایک اس کے اپنے لئے لطافت کا سامان ہوگا اور دوسرا اس کے پاس بیٹھنے والوں کے لئے راحت کا سبب ہوگا۔ اگر کھانا کھانے کے بعد یا رات کو سوتے وقت اور صبح بیدار ہونے کے بعد منہ کو اور دانتوں کو صاف نہ کیا جائے تو ان پر پپری جم جاتی ہے اور اوپر سے معدے کا غبار آ کر منہ میں بدبوی پیدا کر دیتا ہے اس صورت حال سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> اگر میری امت کے لئے مشکل نہ ہوتا تو میں مسواک کرنے کا حکم ہر نماز کے لئے صادر کرتا اور نماز عشاء کو ثلث لیل یعنی ایک تہائی رات تک موخر کر دیتا۔ (ترمذی شریف حدیث ۲۲)

## مسواک کے معانی اور مسواک کرنے کا طریقہ:

مسواک اسم آلہ ہے، یہ آلہ ادائے سنت ہے۔ مسواک کرنا منہ کی بدبُو کو زائل کرتا ہے دانتوں کو صاف کرتا ہے اور ان کو مضبوط بناتا ہے۔ مسواک پھلدار درخت اور خوشبودار پھولوں والے درخت کی نہیں ہونی چاہیے بلکہ مسواک کڑوی لکڑی کی ہونی چاہیے جیسے نیم، پیلو اور زیتون وغیرہ مسواک کی لمبائی زیادہ سے زیادہ ایک بالشت ہونی چاہئے اور اس کی موٹائی چھوٹی انگلی کے برابر ہونی چاہئے۔ مسواک کو خوب چبا کر نرم کر لینا چاہئے۔ مسواک کو طولاً کرنا چاہئے عرضاً نہیں۔ اگر مسواک دانتوں کی لمبائی کی طرف کریں گے تو مسوڑھوں کے خراب ہونے کا ڈر ہے اس لئے مسواک کو دانتوں کی چوڑائی کی طرف کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ توفیق عمل عطا فرمائی امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

# باب نمبر ۱۹

## بَابُ مَا جَاءَ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَلَا يَغْمِسَنَّ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا.

تم میں سے کوئی جب نیند سے بیدار ہو تو ہاتھ دھوئے بغیر برتن میں نہ ڈالے۔

اس باب کے تحت ایک حدیث مبارک آرہی ہے جو اپنی افادیت کے اعتبار سے انتہائی اہم ہے آیئے آپ بھی مطالعہ فرمایئے اور فیوض و برکات پایئے۔

# حدیث نمبر ۲۴

حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ اَحْمَدُ بْنُ بَكَّارٍ الدِّمَشْقِيُّ مِنْ وَّلَدِ بُسْرِ بْنِ اَرْطَاةَ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَا يُدْخِلْ يَدَهُ فِي الْاِنَاءِ حَتّٰى يُفْرِغَ عَلَيْهَا مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا فَاِنَّهُ لَا يَدْرِي اَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ

وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ وَعَائِشَةَ.

قَالَ اَبُو عِيسٰى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

قَالَ الشَّافِعِيُّ اُحِبُّ لِكُلِّ مَنِ اسْتَيْقَظَ مِنَ النَّوْمِ قَائِلَةً كَانَتْ اَوْ غَيْرَهَا اَنْ لَا يُدْخِلَ يَدَهُ فِي وَضُوئِهِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا فَاِنْ اَدْخَلَ يَدَهُ قَبْلَ اَنْ يَغْسِلَهَا كَرِهْتُ ذٰلِكَ لَهُ وَلَمْ يُفْسِدْ ذٰلِكَ الْمَاءَ اِذَا لَمْ يَكُنْ عَلٰى يَدِهِ نَجَاسَةٌ وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ اِذَا اسْتَيْقَظَ مِنَ النَّوْمِ مِنَ اللَّيْلِ فَاَدْخَلَ يَدَهُ فِي وَضُوئِهِ قَبْلَ اَنْ يَغْسِلَهَا فَأَعْجَبُ اِلَيَّ أَنْ يُهْرِيقَ الْمَاءَ وَقَالَ إِسْحَاقُ إِذَا اسْتَيْقَظَ مِنَ النَّوْمِ بِاللَّيْلِ أَوْ بِالنَّهَارِ فَلَا يُدْخِلْ يَدَهُ فِي وَضُوئِهِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں، نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا، رات کو سوجانے کے بعد جب کوئی نیند سے بیدار ہوتو وہ برتن میں ہاتھ نہ ڈالے حتیٰ کہ ان کو دو یا تین مرتبہ دھولے اس لئے کہ اس کو نہیں معلوم اس کے ہاتھ نے رات کہاں گذاری۔ اس باب میں حضرت ابن عمر، حضرت جابر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنھم سے بھی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہر طرح کی نیند سے جب بیدار ہو وہ دن کے وقت آرام (قیلولہ) ہو یا کوئی اور نیند الغرض جس سے بھی بیدار ہوا اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے جب تک اس کو دھو نہ لے۔ اگر کوئی شخص ہاتھ دھوئے بغیر ہی برتن میں ڈال دے تو اس میں کراھت تو ہے لیکن پانی ناپاک نہیں ہوگا جب کہ اس کے ہاتھ پر کوئی نجاست وغیرہ نہیں لگی ہوئی تو۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب کوئی شخص رات کی نیند سے بیدار ہو تو ہاتھ دھوئے بغیر ہی اگر برتن میں ڈال دے تو زیادہ اچھا یہ ہے کہ وہ پانی بہا دیا جائے۔ اسحق کہتے ہیں جب بھی کوئی نیند سے اٹھے وہ دن ہو یا رات وہ ہاتھ دھو کر برتن میں ڈالے۔

# حدیث نمبر ۲۴ کی فنّی حیثیت

## (تذکرہ راویان)

### ۱} ابوالولید احمد بن بکار الدمشقی:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ تہذیب التہذیب میں ہے یہ بہت بڑے بزرگ ہیں ان کی توثیق بڑے بڑے ائمہ فن نے فرمائی ہے آپ بھی پڑھ لیں۔

### امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب اسطرح ہے، احمد بن عبدالرحمن بن بکار بن عبدالملک بن الولید بن بسر بن ارطاۃ ابوالولید البصری العامری الدمشقی۔

بغداد میں تشریف لائے اور دورہ فرمایا۔ یہ حضرت محدّث عبدالرزاق اور دیگر اکابرین سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام ترمذی اور امام ابن ماجہ ان کے علاوہ مطین اور یعقوب بن شیبہ دارمی اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

امام ابوحاتم کہتے ہیں ابوالولید بن بکار صدوق ہیں، امام نسائی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ صالح ہیں خطیب کہتے ہیں یہ اھل صدق ہیں۔ امام نسائی ان سے روایت کرتے ہیں امام ابن حجر عسقلانی کی اپنی رائے یہ ہے کہ ابوابولید بن بکار کا ذکر امام ابن حبان نے ثقات میں کیا ہے۔

## ابوالولید بن بکار کی وفات:

امام بغوی کہتے ہیں ابوالولید کی وفات ۲۴۶ھ کو ہوئی خطیب کہتے ہیں اس میں کچھ وھم ہے ابن قانع کا قول یہ ہے کہ ان کی وفات ۲۷ رمضان المبارک ۲۴۸ھ کو ہوئی۔ ①

## ۲} بُسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ:

ان کا تذکرہ تہذیب میں ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا نام ونسب یوں ہے۔ بسر بن ارطاۃ اور یوں بھی کہا جاتا ہے ابن ابی ارطاۃ اوران کا نام عمیر بن عویمر بن عمران ابن الحلیس بن سیار بن نزار بن معیص بن عامر بن لوی القرشی العامری الشامی ابوعبدالرحمن۔

ان کی صحابیت میں شک ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے صرف دو حدیثیں روایت کرتے ہیں ② ان پر سخت جرح کی گئی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امام ترمذی نے اس سند سے متصل ہی دوسری سند ذکر دی اور پھر حدیث شریف کا متن ذکر کرنے کے بعد کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

## ۳} ولید بن مسلم:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ تہذیب میں ہے میں وہاں سے ترجمہ کررہا ہوں آپ بھی مطالعہ فرمالیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے، الولید بن مسلم القرشی مولیٰ بنی امیہ اور یوں بھی کہا گیا ہے مولیٰ بنی العباس ابو العباس الدمشقی عالم الشام۔

ابن سعد کہتے ہیں ولید بن مسلم ثقہ کثیر الحدیث ہیں عجلی اور یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں ولید بن مسلم ثقہ راوی ہیں۔ محمد بن ابراھیم کہتے ہیں میں نے امام ابوحاتم سے پوچھا آپ ولید بن مسلم کے متعلق کیا کہتے ہیں تو انہوں نے جواباً کہا وہ صالح الحدیث ہیں۔

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱/۴۶ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

② 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۳۸۱

## ولید بن مسلم کی وفات:

دحیم کہتے ہیں ولید بن مسلم کے نواسے کا بیان ہے کہ ولید کی پیدائش ۱۱۹ھ کو ہوئی ابن سعد اور یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے ولید بن مسلم نے ۱۹۴ھ میں حج کیا اور حج سے واپس آنے کے بعد انتقال فرمایا۔ دحیم کا بیان ہے کہ ولید بن مسلم نے ماہ محرم ۱۹۵ھ کو انتقال فرمایا۔①

## ۴} الاوزاعی (رحمۃ اللہ علیہ):

ان کا ذکر تہذیب میں ہے یہ بڑے بلند مرتبہ بزرگ ہیں ان کی شان وشوکت بے مثل ہے یہ شام کے رہنے والے تھے۔ ان کی وفات سرحد بیروت پر ہوئی۔

## امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے، عبدالرحمن بن عمرو بن ابی عمروان کا نام محمد شامی ہے ابوعمرو الاوزاعی الفقیہ، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنھما، امام زُھری، محمد بن سیرین اور ایک خلق سے روایت کرتے ہیں۔ امام اوزاعی سے امام مالک رضی اللہ عنہ، شعبہ، امام ثوری، عبداللہ بن مبارک عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیھم اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

عمرو بن علی ابن مھدی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں ائمہ فی الحدیث چار ہیں۔

۱) امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ

۲) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

۳) امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ

۴) امام حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ

ابوعبید ابن مھدی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں شام میں امام اوزاعی سے بڑا عالم سنت کوئی نہ تھا۔ امام عثمان دارمی فرماتے ہیں ابن معین نے ان کو ثقہ قرار دیا۔ ابومسھر نے معقل بن زیاد کے حوالے سے بیان کیا امام اوزاعی نے ستر ہزار مسائل کے جواب دیئے۔ ابن عیینہ نے کہا امام اوزاعی امام اھل زمانہ تھے۔ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے قُلتُ کہہ کر اپنی رائے کا اظہار یوں فرمایا۔ عیسیٰ بن یونس کہتے امام اوزاعی ''حَافِظًا'' یعنی بہت مضبوط حافظے والے ہیں۔ امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے امام اوزاعی شام کے فقہاء قرّاء اور انتہائی صالح لوگوں میں سے ایک تھے۔

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱۱/ ۱۳۳ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

یعقوب بن شیبہ ابن معین کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں امام اوزاعی امام زُھری سے روایت کرنے میں ثقہ ثبت ہیں۔ امام نسائی فرماتے ہیں ان کی کنیت ابوعمرو ہے اور امام اوزاعی اھل شام کے امام وفقہیہ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں اگر مجھ سے کہا جائے اس امت کا آفتاب کون ہے تو میں کہوں گا اس امت کے اختر امام سفیان ثوری اور امام اوزاعی ہیں۔ عجلی شامی کہتے ہیں امام اوزاعی ثقہ ہیں اور خیر المسلمین ہیں۔

## امام اوزاعی کی وفات:

ابن سعد کہتے ہیں امام اوزاعی کی ۸۸ھ میں پیدائش ہوئی وہ ثقہ مامون صدوق، فاضل صاحب خیر کثیر الحدیث علم وفقہ میں نہایت اعلیٰ مقام پر فائز تھے ان کی وفات ۱۵۸ھ کو سرحد بیروت پر ہوئی۔ [1]

## ۵} الزھری، (رضی اللہ عنہ):

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۸ کے تحت ہو چکا ہے۔ اگر آپ مطالعہ فرمانا چاہیں تو وہاں دیکھ لیں۔

## ۶} سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ:

یہ مشہور تابعی بزرگ ہیں ان کے احوال کا تذکرہ تہذیب میں ہے یہ بڑی عظمت وشان والے ہیں۔ علم، زہد، فقہ اور اتباع سنت میں ان کا بڑا مقام ہے آپ بھی پڑھ لیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے۔ سعید بن المسیب بن حزن بن ابی وھب بن عمرو بن عائذ بن عمران ابن مخذوم القرشی المخذومی۔

حضرت سعید بن المسَیب، حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مرسلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت حکیم بن حزام، حضرت عبداللہ ابن عباس حضرت عبداللہ ابن عمر، ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنھم اور ایک خلق سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت سعید بن مسیب سے امام زھری، یحییٰ بن سعید انصاری، ابوجعفر الباقر رضی اللہ عنھم اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

حضرت نافع ابن عمر رضی اللہ عنھما کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں اللہ کی قسم سعید بن مسیّب مفتی ہیں۔ حضرت قتادہ کا بیان ہے میں نے حرام وحلال کے مسائل جاننے میں حضرت سعید بن مسیب سے بڑا عالم کسی کو نہیں دیکھا۔ جناب عثمان حارثی بیان کرتے ہیں سعید بن مسیب افضل التابعین ہیں۔ ابن مدینی کہتے ہیں تابعین میں حضرت سعید

[1] امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۶/۲۱۶ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

بن مسیب سے وسعت علم والا کوئی نہیں ہے۔ عجلی کہتے ہیں حضرت سعید بن مسیب صالح فقیہہ مرد ہیں۔ امام ابن حبان نے انکا ذکر ثقات میں کیا ہے یہ ساداتِ تابعین سے ہیں۔

وہ لوگوں کو ان کی خوابوں کی تعبیر بتایا کرتے تھے یعنی بہترین مُعبِّر تھے۔

## حضرت سعید ابن المسیب رضی اللہ عنہ کی وفات:

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ علامہ واقدی کہتے ہیں حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے سنہ ۹۴ھ میں وفات پائی اس حساب سے ان کی ولادت کا سن سنہ ۱۹ھ بنتا ہے۔①

## ۷} ابی سلمہ رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۲۰ کے تحت ہو چکا اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

## ۸} حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ:

ان کے فضائل وکمالات کا ذکر حدیث نمبر ۲ کے تحت ہو چکا آپ وہاں سے پڑھ لیں۔



① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۴/ ۸۴ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

# شرح حدیث نمبر ۲۴

رسول اکرم تاجدار عرب وعجم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ایک ایک فرمان اپنے اندر ہزار ہا برکات رکھتا ہے۔ زندگی گذارنے کے وہ اعلیٰ طرائق ان احادیث مبارکہ میں ارشاد فرمائے جاتے ہیں جن کو سنہری حروف سے لکھا جائے تو بھی ان کی قدر ومنزلت کا حق ادا نہیں ہوتا۔

## علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

یہ فرمان عالی شان کہ تم میں سے جو کوئی رات کو سونے کے بعد بیدار ہو تو وہ اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے جب تک دو یا تین بار دھو نہ لے۔ اس لئے کہ اسے نہیں معلوم اس کے ہاتھ نے رات کہاں گذاری، اس باب میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث آئی ہیں۔ امام ابن ماجہ حضرت جابر سے، امام احمد وطبرانی اوسط میں اور عبدالرزاق حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایات لائے ہیں۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ بہت اچھا ہے جو کوئی نیند سے بیدار ہو چاہئے وہ قیلولہ ہو یا اور کوئی نیند وغیرہ وہ اس وقت تک برتن میں ہاتھ نہ ڈالے جب تک انہیں اچھی طرح دھو نہ لے۔ اگر کوئی ہاتھ دھوئے بغیر برتن میں ڈال دے گا تو یہ برا ہے لیکن اس سے پانی ناپاک نہیں ہوگا جبکہ اس کے ہاتھ پر نجاست نہیں لگی ہوئی۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر کوئی ہاتھ دھوئے بغیر ہی برتن میں ڈال دے تو زیادہ اچھا یہ ہے کہ وہ پانی بہا دیا جائے امام اسحٰق کا قول یہ ہے کہ جب بھی کوئی نیند سے بیدار ہو وہ دن ہو یا رات برتن میں ہاتھ نہ ڈالے جب تک انہیں دھو نہ لے۔

## ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر:

ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہاتھ دھونا سنت ہے اور بعض کے نزدیک یہ روایت مقید ہے۔ اس کے لئے ہاتھ دھونا سنت ہے جو بغیر استنجاء کئے سو گیا یا وہ جس کے بدن پر کوئی نجاست لگی ہوئی ہو اگر یہ چیزیں نہ پائی جاتی ہوں تو اس کے حق میں یہ سنت نہیں بحر میں کہا گیا ہے یہ روایت ضعیف ہے جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس سے نفی سنت موکدہ ہے تو اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ [1]

---

① علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۵۷ مطبوعہ کانپور ہند۔

## علامہ ابوطیب سندھی لکھتے ہیں:

یہ جو باب ہے جس میں ذکر ہوا ہے تم میں سے جب کوئی نیند سے بیدار ہو تو ہاتھ دھوئے بغیر برتن میں نہ ڈالے۔ اس میں رات کی قید نہیں ہے بلکہ یہ حکم دن رات میں کسی وقت بھی نیند سے بیدار ہونے سے متعلق ہے۔ جب یہ حدیث صحیحین میں آئی تو اس میں نیند کی قید ہے اسی طرح نجاست کے وھم کا غلبہ اور اس کا اعتبار ہی پیش نظر ہے۔ اس کی طرف امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے امام شافعی رضی اللہ عنہ کے قول سے اشارہ کیا ہے۔ اسی طرح اس قول میں اس طرف بھی اشارا موجود ہے کہ یہ نہی تنزیہی ہے ہمارے علماء کا کہنا یہ ہے کہ یہ ہاتھوں کا دھونا سنت ہے اور یہ نیند کے ساتھ مشروط نہیں ہے اس کی علّت یہ بیان ہوئی ہے جب ہاتھ کا بدن کے پسینہ سے مس ہونے کا احتمال ہو تو ان کو دھو لیا جائے۔ اسی طرح کسی اور چیز سے مس ہو تو اس کو دھونے کے لئے تنبیہ ہے۔

امام نووی امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت لائے ہیں اسی طرح ان کے علاوہ علماء سے بھی منقول ہے۔ اھل حجاز پتھروں سے استنجا کرتے تھے ان شہروں میں سخت گرمی ہوتی تھی اس لئے جب وہ سو جاتے تو ان کے بدن سے پسینہ خوب بہتا تو ان کا ہاتھ نجاست کی جگہ اور اس کے اردگرد گھوم جاتا ان کے ہاتھ کا ادخال اگر دھونے سے پہلے برتن میں ہو جائے تو جمہور علماء کے نزدیک یہ نہی تنزیہی ہے تحریم نہیں پانی میں ہاتھ نہ ڈالنے کا مطلب ہے اس کو ماء مفسد نہ کر دینا۔ (۱)

اکثر علماء نے اس حدیث کو طہارت کی احتیاط پر محمول کیا ہے امام حسن بصری اور امام احمد رحمتہ اللہ علیہما کا مؤقف بھی یہی ہے ظاہراً۔ امام ابوداود کی حدیث میں اس طرح آیا ہے جو حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سوتے میں کہاں گھوما تمہارا ہاتھ۔ اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنھم سے بھی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنھم والی حدیث ابن ماجہ میں ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنھما کی حدیث میں لفظ یوں آئے ہیں۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهٖ فَلَا يَدْخُلْ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ حَتّٰی يَغْسِلَهَا۔ (۲)

رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو وہ اپنا ہاتھ دھوئے بغیر برتن میں نہ ڈالے۔

---

(۱) علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۵۶ مطبوعہ کانپور ہند،

(۲) علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۵۶ مطبوعہ کانپور ہند،

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو جب وہ وضو کا ارادہ کرے تو اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے یہاں تک کہ اسے دھو لے اس لئے کہ اس کو نہیں معلوم اس کے ہاتھ نے رات کہاں گذاری اور نہ یہ معلوم ہے کہ اس نے اس کو کہاں رکھا۔ اقول، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں آئی ہے۔ [1]

## پاکیزگی کا لحاظ:

اس حدیث شریف کو امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی نوراللہ مرقدہ نے اپنی جامع میں وارد کرنے کے بعد خود اس پر وضاحتی کلمات رقم کئے ہیں ان کو پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا مطالعہ بہت وسیع تھا وہ ائمہ محدثین کے نقطہ نظر سے خوب واقف تھے اور ان کے علاوہ دیگر علماء اور فقہاء کے نظریات سے بھی آگاہی رکھتے تھے۔

انسان فطرتاً مدنی الطبع ہے یعنی مل جل کر رہنے کا خواہاں ہے جب یہ دوسروں کے ساتھ مل جل کر رہے تو کچھ ضروریات اس کی ان کے ساتھ وابسطہ ہوں گی اور اس طرح کچھ ان کی ضروریات بھی اس کے ساتھ منسلک ہوں گی۔ سب کو صفائی ستھرائی کا ایسا درس دے دیا گیا ہے کہ ایک آدمی اگر احساس کرے تو دوسروں کا خود بخود احساس ہو جائے ان کی طہارت اور پاکیزگی کا لحاظ اس طرح ہوگا کہ جب ایک بندہ مومن ایک گھر میں دوسرے بہن بھائیوں والدین اور ان کے علاوہ عزیزوں کے ساتھ رہ رہا ہوگا یا کسی دوسرے ملک و شہر میں اپنے دوستوں کے ساتھ مل جل کر رہ رہا ہوگا تو وہاں پر بھی کامل طہارت کا خیال رہے مزید جہاں بیماریوں سے خود بھی محفوظ رہے وہاں دوسروں کو بھی محفوظ رکھ سکے۔ (محمد ارشد القادری)

---

(۱) علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۵۶ مطبوعہ کانپور ہند،

# درسِ حدیث

اس سے کون انکار کرسکتا ہے اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سب سے زیادہ عزت والے، عظمت والے، شان وشوکت والے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں وہ انسانیت کے سب سے بڑے خیر خواہ ہیں ان سے زیادہ مخلوق رب کا ہمدرد ساری کائنات میں کوئی ہو ہی نہیں سکتا ان کے ہر ہر عمل میں انسانیت کی بھلائی مضمر ہے حدیث شریف میں آیا ہے۔ امام الانبیا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رات کو سوجانے کے بعد جب تم میں سے کوئی بیدار ہو تو وہ برتن میں ہاتھ نہ ڈالے جب تک دو یا تین مرتبہ دھو نہ لے۔ (ترمذی شریف)

## فیضان کا چشمہ:

اس حدیث شریف میں ہماری بھلائی کا ایک چشمہ بہا دیا ہے۔ وہ ایسا کہ جو کبھی خشک ہونے والا نہیں اس چشمے کے فیضان سے حشر تک مخلوق رب سیراب ہوتی رہے گی۔ ظاہر ہے انسان کے سونے میں وہ حالت نہیں ہوتی جو جاگتے ہوئے ہوتی ہے نیند کو موت کی بہن قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا جب بھی کوئی سونے سے بیدار ہو اسے چاہئے کہ وہ کسی برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے دو تین بار ہاتھوں کو دھولے تا کہ خدانخواستہ اگر کوئی ایسی چیز ہاتھوں کو لگی ہوئی ہے جو مضر صحت ہے یا ناپاک ہے تو اس کا اثر دھونے سے زائل ہو جائے ہماری طہارت کا انتظام ہو جائے اور ہماری طبیعت میں ایک نفاست پیدا ہو اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ السلام نے یہ جو حکم صادر فرمایا ہے اس میں سراسر خیر ہے۔

## پورا معاشرہ امن وامان کا گہوارہ:

ہمیں چاہئے ہم خود ان احادیث مبارکہ کا مطالعہ کریں دوسروں کو ان کے مطالعہ کی ترغیب دلائیں ان پر خود عمل کریں اور دوسروں کو عمل کی دعوت دیں۔ اپنی زندگی کو موافق سنت بنائیں تا کہ ہماری زندگیاں مثال بن جائیں ہمارے اپنے دل اطمنان پائیں اور ہمارے گھروں کا ماحول نہایت پاکیزہ اور پرسکون ہو جائے ایک گھر میں بسنے والے افراد باہمی طور پر ایسے کردار کے حامل ہوں ہر ایک فرد دوسرے پر رشک کرے۔ اگر ایسا ماحول بنانے میں ہم کامیاب ہو جاتے ہیں تو پورا معاشرہ امن وامان کا گہوارہ بن جائے گا کوئی بھی معاشرہ اگر پاکیزگی، طہارت، نفاست اور تنظیف کا عملی مظہر ہو جائے تو اس معاشرے کو کوئی تہہ و بالا نہیں کرسکتا اللہ تعالیٰ توفیق عمل دے امین ثم امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

# معیارِ تحقیق

ماخذِ اسلام چار ہیں، جب بھی کوئی مسئلہ اہل ایمان میں مختلف فیہ ہوگا تو اس کا حل ان چاروں کی روشنی میں تلاش کیا جائے گا۔ مصادرِ اسلام یہ ہیں دوسرے لفظوں میں یہ چاروں ماخذ شریعت ہیں:
ا۔قرآن حکیم، ۲۔سنّت، ۳۔اجماع، ۴۔قیاس
جب بھی کسی مسئلہ پر تحقیق کرنا مطلوب ہو تو سب سے پہلے اس کا حل قرآن حکیم میں تلاش کریں گے۔ اگر قرآن حکیم میں اس کا حکم نص کی چاروں اقسام میں سے کسی سے ثابت ہو جائے تو اس کو تسلیم کر لیں گے۔ نص کی چار اقسام یہ ہیں: ا۔عبارۃ النص، ۲۔اشارۃ النص، ۳۔دلالۃ النص، ۴۔اقتضاء النص

(فضائلِ شب برأت، صفحہ ۴)

# باب نمبر ۲۰

## بَابٌ فِي التَّسْمِيَةِ عِنْدَ الْوُضُوءِ۔

وضو کرتے وقت بسم اللہ شریف پڑھنا۔

اس باب میں ایک ہی حدیث شریف آرہی ہے جو برکات سے لبریز ہے
آئیں آپ بھی مطالعہ فرمائیں دل نورِ معرفت سے منور ہوگا۔

# حدیث نمبر ۲۵

حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَبِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الْعَقَدِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَرْمَلَةَ عَنْ أَبِي ثِفَالٍ الْمُرِّيِّ عَنْ رَبَاحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ حُوَيْطِبٍ عَنْ جَدَّتِهِ عَنْ أَبِيهَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَّمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَأَنَسٍ قَالَ أَبُو عِيسٰى قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ لَا أَعْلَمُ فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيثًا لَهُ إِسْنَادٌ جَيِّدٌ وَقَالَ إِسْحَاقُ إِنْ تَرَكَ التَّسْمِيَةَ عَامِدًا أَعَادَ الْوُضُوءَ وَإِنْ كَانَ نَاسِيًا أَوْ مُتَأَوِّلًا أَجْزَأَهُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ أَحْسَنُ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيثُ رَبَاحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

قَالَ أَبُو عِيسٰى وَرَبَاحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَدَّتِهِ عَنْ أَبِيهَا وَأَبُوهَا سَعِيدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ وَأَبُو ثِفَالٍ الْمُرِّيُّ اسْمُهُ ثُمَامَةُ بْنُ حُصَيْنٍ وَرَبَاحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هُوَ أَبُو بَكْرِ بْنُ حُوَيْطِبٍ مِنْهُمْ مَنْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حُوَيْطِبٍ فَنَسَبَهُ إِلٰى جَدِّهِ

رباح بن عبدالرحمٰن بن ابوسفیان بن حُویطب اپنی دادی کے حوالے سے ان کے والد صاحب سے روایت کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا اس کا وضو ہی نہیں جس نے اس عمل کے دوران بسم اللہ نہ پڑھی۔ اس باب میں، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ابوھریرۃ، حضرت ابوسعید خدری، حضرت سہل بن سعد اور حضرت انس بن مالک رضوان اللہ علیھم اجمعین سے بھی احادیث آئی ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی قدس سرّہ العزیز فرماتے ہیں احمد کا کہنا ہے میں اسناد جید کے ساتھ اس موضوع پر کوئی حدیث نہیں جانتا۔ اسحٰق کا موقف یہ ہے اگر جان بوجھ کر بسم اللہ چھوڑ دی تو وضو کا اعادہ کرے اور اگر بھول کر یا متاوّلاً چھوڑی تو وضو ہو جائے گا۔ امام بخاری محمد بن اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس باب میں رباح بن عبدالرحمٰن کی حدیث احسن ہے۔ امام ترمذی قدس سرّہ فرماتے ہیں۔ رباح بن عبدالرحمٰن جو اپنی دادی اور پھر ان کے والد کے حوالے سے حدیث لائے ہیں۔ ان کے والد گرامی کا نام سعید بن زید بن عمرو بن نفیل ہے اور ابوثفال مُرّی کا نام ثمامہ بن حصین ہے رباح بن عبدالرحمٰن جو ہیں وہ ابوبکر بن حُویطب ہیں۔ جنہوں نے اس حدیث کو روایت کیا ان کا کہنا ہے اس میں راوی کی نسبت ان کے دادا کی طرف کی گئی ہے۔

# حدیث نمبر ۲۵ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ۱} نصر بن علی:

ان کے احوال کا تذکرہ تہذیب میں ہے یہ بڑے حق گو مرد شجاع تھے ان کی توثیق بڑے بڑے بزرگوں نے فرمائی ہے آپ بھی ان کے حالات کا مطالعہ فرمالیں۔

### امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے۔ نصر بن علی بن نصر بن علی بن صہبان الازدی الجہضمی ابوعمرو البصری الصغیر حفید الذی قبلہ۔

نصر بن علی اپنے والد سے، معن بن عیسیٰ، مسلم بن ابراھیم اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں اسی طرح ان سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، ابوزرعہ، ابوحاتم اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

امام ابن ابوحاتم کہتے ہیں میں نے اپنے والد سے پوچھا نصر بن علی اور ابوحفص العمیر ان دونوں میں سے زیادہ پسندیدہ کون ہے تو انہوں نے فرمایا ان میں سے نصر بن علی مجھے زیادہ محبوب ہے اس لئے کہ یہ زیادہ قوی بھی ہیں اور زیادہ حافظ بھی ہیں میں نے عرض کیا آپ نصر بن علی کے بارے میں کھلم کھلا کیا کہتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا وہ ثقہ ہیں۔ امام نسائی اور ابن خراش رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا نصر بن علی ثقہ ہیں۔ (حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی فضیلت والی حدیث انہی حضرت سے مروی ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس پر تفصیلی بات ابواب المناقب میں ہوگی)

حسین بن ادریس انصاری کہتے ہیں محمد بن علی نیشا پوری سے پوچھا گیا نصر بن علی کیسے راوی ہیں تو انہوں نے فرمایا نصر بن علی حجت ہیں۔

## نصر بن علی کی وفات:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں نصر بن علی کی وفات ماہ ربیع الآخر ۲۵۰ھ میں ہوئی اس کے علاوہ ان کی وفات کا سن ۲۵۱ھ بیان کیا گیا ہے۔[1]

## ۲} بشر بن معاذ:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ تہذیب میں ہے ان کی ائمہ فن نے توثیق کی ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے بشر بن معاذ العَقَدی ابو سہل البصری الضریر، بشر بن معاذ ابراھیم بن عبدالعزیز بن ابی محذورہ، بشر بن مفضل اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

امام ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں میں نے اپنے والد گرامی سے پوچھا بشر بن معاذ کیسے ہیں تو انہوں نے فرمایا صالح الحدیث ہیں صدوق ہیں۔ مسلمہ بصری کہتے ہیں وہ صالح راوی ہیں۔

## بشر بن معاذ کی وفات:

امام ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے بشر بن معاذ کی وفات ۲۴۵ھ کو ہوئی۔[2]

## ۳} بشر بن المفضل:

تہذیب میں ان کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کی ائمہ فن نے توثیق کی ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا نام ونسب یوں ہے بشر بن المفضل بن لاحق الرقاشی مولاھم ابواسمٰعیل البصری، بشر بن المفضل حمید الطویل، ابی ریحانہ اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں اسی طرح ان سے احمد، اسحٰق، علی، مسدد، ابوامامہ رحمۃ اللہ علیہم اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

---

[1] امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱۰/ ۳۸۴ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

[2] امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱۰/ ۴۰۱ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

علی بن مدینی کہتے ہیں بشر بن المفضل روزانہ چار سو ۴۰۰ رکعت نماز پڑھتے تھے۔ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار فرماتے تھے۔امام ابوزرعہ،امام ابو حاتم اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیھم فرماتے ہیں بشر بن المفضل ثقہ ہیں،ابن سعد کہتے ہیں وہ ثقہ ہیں اور کثیر الحدیث ہیں،امام بزار کہتے ہیں ثقہ ہیں۔

## بشر بن المفضل کی وفات:

ابن سعد کہتے ہیں بشر بن المفضل کی وفات ۱۸۶ھ میں ہوئی۔①

## ۴} عبدالرحمٰن حَرَملہ:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ تہذیب میں ہے یہ ثقہ راوی ہیں آپ بھی ان کے احوال مطالعہ فرمالیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا نام ونسب یوں ہے۔عبدالرحمٰن بن حَرَملہ بن عمرو بن سنہ الاسلمی ابوحَرَملہ۔

عبدالرحمٰن بن حَرَملہ سعید بن مسیب،ثمامہ بن وائل،ابی ثقال المری اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں اسی طرح ان سے امام سفیان ثوری،امام اوزاعی،امام مالک رضی اللہ عنھم اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

امام اسحٰق ابن معین کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں عبدالرحمٰن بن حَرَملہ صالح ہیں،امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا،اور یہ بھی کہا کہ کبھی کبھی خطا کرتے تھے۔محمد بن عمرو کہتے ہیں عبدالرحمٰن بن حَرَملہ ثقہ راوی ہیں اور کثیر الحدیث ہیں۔ساجی کا کہنا یہ ہے کہ وہ صدوق ہیں۔

## عبدالرحمٰن بن حَرَملہ کی وفات:

ابن سعید کا بیان یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن حَرَملہ کی وفات ۱۴۵ھ کو ہوئی۔②

## ۵} ابی ثقال المری:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ تہذیب میں مذکور ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی حدیث کو احسن قرار دیا ہے۔

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱/ ۴۰۲ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

② امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۶/ ۱۴۶ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

## امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے۔ثمامہ بن وائل بن حصین بن حام ابوثفال المری الشاعر،ابی ثفال المری ابی بکر، رباح بن عبدالرحمٰن بن ابی سفیان بن حویطب بن عبدالعزٰی اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنھم سے روایت کرتے ہیں۔اسی طرح ان سے عبدالرحمٰن بن حرملہ اسلمی عبدالعزیز الدراوردی اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔ امام بخاری کا کہنا یہ ہے کہ ان کی حدیث میں نظر ہے ابی ثفال المرّی سے امام ترمذی اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیھما نے صرف ایک ایک حدیث باب التسمیہ علی الوضو میں وارد فرمائی ہے امام بزار کہتے ہیں،تمام بن حصین مشہور راوی ہیں امام ابن حبان نے طبقہ رابعہ کے ثقات راویوں میں ان کا تذکرہ لکھا ہے امام ترمذی اپنی جامع اور علل میں فرماتے ہیں میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ابی ثفال المرّی کے بارے میں دریافت کیا تھا۔تو انہوں نے فرمایا اس باب میں میرے نزدیک وہ احسن ہے۔①

## ۶} رباح بن عبدالرحمٰن بن ابی سفیان بن حُویطب:

ان کے حالات تہذیب میں ہیں،امام ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا نام ونسب اس طرح ہے۔رباح بن عبدالرحمٰن بن ابی سفیان بن حویطب بن عبدالعزی العامری ابوبکر الحویطبی المدنی قاضیھا۔

یہ حضرت اپنی دادی جان سے عن ابیھا کر کے روایت کرتے ہیں ابیھا سے مراد حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل ہیں۔حضرت ابوھریرہ اور محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان رضی اللہ عنھما سے روایت کرتے ہیں اور رباح بن عبدالرحمٰن سے ابراھیم بن سعد،ابوثفال المرّی اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے ان سے ایک ایک حدیث وارد کی ہے جو یہ ہے لَا صَلٰوۃَ لِمَنۡ لَا وُضُوءَ لَہٗ

امام ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔

## رباح بن عبدالرحمٰن کی وفات:

صریفینی کہتے ہیں ۱۳۲ھ کو رباح بن عبدالرحمٰن بن ابی سفیان بن حویطب کو نہر ابی بطرس میں قتل کر دیا گیا۔② رحمۃ اللہ علیہ

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۲/ ۲۷ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

② امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۳/ ۲۰۳ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

## ۷} جدتہ یعنی اسماء بنت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل العدویہ:

ان کے نہایت مختصر حالات حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے رقم فرمائے ہیں آپ بھی پڑھ لیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کی حدیث کو ابوثفال المرّی نے رباح بن عبداللہ سے ان کی دادی جان اور ان کی دادی محترمہ کے ابا جان کے حوالے سے روایت کیا ہے وہ حدیث شریف یہ ہے۔

لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ۔

اس کا وضو ہی نہیں جس نے بسم اللہ نہ پڑھی۔

امام بیہقی فرماتے کہ رباح کی دادی محترمہ کا نام اسماء بنت سعید بن زید رضی اللہ عنھما ہے۔[۱]

## ۸} سعید بن زید رضی اللہ عنہ، (یہ حضرت عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں):

ان کے فضائل ومناقب بہت ہیں۔ اور بڑے جلیل القدر صحابی ہیں ان کے حالات واحوال کا تذکرہ تہذیب میں ہے۔ آپ بھی مطالعہ فرمائیں ایمان تازہ ہوگا۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا نام نسب اس طرح ہے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل العدوی ابوالاعور احد العشرہ۔ (عشرہ مبشرہ میں سے ایک یہ بھی ہیں)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، اور ان سے ان کے بیٹے ھشام، ابن عمرو، عمرو بن حریث، ابوطفیل اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے یوں ذکر فرمایا حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں جن کے لئے بدر کے مال غنیمت میں سے حصہ نکالا گیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کو بدریوں میں شمار فرمایا حالانکہ وہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنھما دونوں بدر میں حاضر نہ تھے بلکہ قریش کے قافلہ کی خبر لانے کے لئے ان کو سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے روانہ کیا ہوا تھا۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں وہ قدیم الاسلام ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی پہلے اسلام لائے تھے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا سبب حضرت سعید بن زید کی زوجہ ہیں

---

۱ امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱۲ / ۴۲۷ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

ان کا اسم گرامی فاطمہ بنت خطاب ہے۔ (یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہیں) قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن زید نے کہا بیشک مجھے دیکھ کر عمر اسلام کے نہ ٹوٹنے والے رشتہ میں منسلک ہو گئے تھے۔ اروی بنت اویس نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے خلاف دعویٰ کیا کہ انہوں نے ظلماً نے میری زمین چھین لی ہے۔ تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اللہ اگر وہ ظالمہ ہے تو اس کو اندھی کر کے مار اور کنواں اس کی قبر بن جائے چنانچہ اروی اندھی ہوگئی اور کنوئیں میں گر کر مرگئی اور اس کی خبر مشہور ہوگئی زبیر بن البکار نے کتاب النسب میں سند صحیح کے ساتھ اس کو روایت کیا۔

## حضرت سعید بن زید کی وفات:

علامہ واقدی کہتے کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی وفات مقام عقیق پر ہوئی پھر ان کو مدینہ شریف لایا گیا اور وہیں دفن کیا گیا یہ ۵۰ھ کا سن تھا۔ ①

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے غسل دیا اور خوشبو ملی اور ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو غسل دیا خوشبو لگائی اور خود بھی غسل فرمایا جب غسل کر کے باہر نکلے تو لوگوں سے فرمایا میں نے سعید کو غسل دینے کی وجہ سے خود غسل نہیں کیا بلکہ میں نے گرمی کی وجہ سے غسل کیا ہے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے پڑھائی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی قبر میں حضرت ابن عمر اور حضرت سعد بن ابی وقاص اترے رضی اللہ عنہم۔ ②

حدیث عشرہ مبشرہ کو ابوداود طیالسی نے وارد کیا اسد الغابہ میں پوری سند کے ساتھ موجود ہے۔ ③

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

''(۱) ابوبکر جنتی ہیں (۲) عمر جنتی ہیں (۳) عثمان جنتی ہیں (۴) علی جنتی ہیں (۵) سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں (۶) سعید بن زید جنتی ہیں (۷) ابوعبیدہ بن جراح جنتی ہیں (۸) عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہیں (۹) زبیر بن عوام جنتی ہیں (۱۰) طلحہ بن عبیدہ اللہ جنتی ہیں۔''

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۴/ ۳۰ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

② علامہ امام ابی الحسن الجزری ابن اثیر اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ ۲/ ۸۸۲

③ علامہ امام ابی الحسن الجزری ابن اثیر اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ ۲/ ۸۸۲

# شرح حدیث نمبر ۲۵

اس حدیث شریف میں وضو کا ذکر ہوا ہے۔ وضو نماز کے لئے ضروری ہے اگر وضو درست ہوگا تو نماز قابل قبول ہوگی اگر وضو نہیں ہوگا تو نماز بھی نہیں ہوگی۔

## علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

اس باب میں وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کا ذکر ہے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اس کا وضو نہیں وضو کا ثواب نہیں جو وضو کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے بعض علماء نے اس حدیث شریف سے یہ استنباط کیا ہے کہ بسم اللہ پڑھنا وضو کے لئے شرط ہے۔ ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک وضو کے وقت بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔

محدث عبدالرزاق نے اس حدیث شریف کو حسن کوفی سے مرسلاً روایت کیا، امام حاکم اور امام ابن ماجہ نے حضرت سہیل بن سعد، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ امام نسائی اور ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور ابوالشیخ نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں سند جید کے ساتھ ایسی کوئی حدیث شریف نہیں جانتا جو وضو کرتے ہوئے بسم اللہ کے پڑھنے کا وجوب ثابت کرنے پر دلالت کرے۔ ①

## علامہ ابوطیب سندھی رقم طراز ہیں:

علامہ اپنی شرح میں ایک لمبی بحث کے بعد لکھتے ہیں اس باب میں جس قدر احادیث وارد ہوئی ہیں اصلاً وہ سب اس امر پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ محدث بزار فرماتے ہیں یہ مؤول ہیں اور اس مقام پر معنی یہ ہے۔

اِنَّہٗ لَا فَضْلَ الْوُضُوْءِ مَنْ لَمْ یَذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ۔

بیشک اس کے لئے وضو کرنے میں فضیلت نہیں جس نے اللہ کا نام ذکر نہ کیا یعنی بسم اللہ نہ پڑھی۔

---

① علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۵۹ مطبوعہ کانپور ہند۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ جس نے بسم اللہ نہ پڑھی اس کا وضو ہی جائز نہ ہوا۔ ابن عربی فرماتے ہیں ہمارے علماء کا کہنا یہ ہے کہ اس حدیث شریف سے مراد وضو کی نیت ہے۔ [1]

اس حدیث میں جو نفی ہے وہ عدم صحت کی ہے نہ یہ کہ مطلقاً ہی وضو نہیں ہوتا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے نماز نہیں ہوتی مگر طہارت سے یہاں بھی نفی کمال کی ہے۔ اسی طرح حدیث شریف میں آیا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جو مسجد کا ہمسایہ ہو اس کی نماز صرف مسجد میں ہوگی۔

لَاصَلٰوۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ وَھٰھُنَا مَحْمُوْلَۃٌ عَلٰی نَفْیِ الْکَمَالِ خَلَافًا لِاَھْلِ الظَّاھِرِ۔ [2]

جو مسجد کا ہمسایہ ہے اس کی نماز مسجد میں ہی ہوگی اس مقام پر نفی کو نفی کمال پر محمول کیا جائے گا اھل ظاہر کے خلاف۔

جو وضو کے آغاز پر بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں ہوتا اس سے مراد وضو کے کمال کی نفی ہے وضو ہو جاتا ہے ہمارے اس موقف کے حق میں بہت ساری احادیث آئی ہیں مثلاً ایک حدیث حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے ایک حدیث حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اسی طرح ایک اور حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

## حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک وضو کا آغاز کرتے ہوئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا سنت ہے یہی زیادہ صحیح ہے۔ اس میں امت مسلمہ کا بھلا ہے اور اسی میں ان کے لئے آسانی ہے ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذھب فطرت کے قریب تر ہوتا ہے ہمیں اپنے امام کے قول پر عمل کرنا چاہئے قرآن وحدیث کی جو ترجمانی آپ فرماتے ہیں وہ آپ ہی کا خاصہ ہے اللہ تعالیٰ اس عظیم خدمت دین پر آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب مسلمانوں کو اپنے امام علیہ الرحمتہ کا احسان مند بنائے کہ انہوں نے ہماری رہنمائی کے لئے دن رات محنت فرما کر مسائل کو قرآن وحدیث سے اخذ کیا۔ نہ صرف تنہا فیصلے فرماتے بلکہ علماء وفقہا کی ایک جماعت کو ہمراہ رکھا اور جو بھی مسئلہ زیر بحث ہوتا اس پر تمام علماء کا نقطہ نظر دیکھا جاتا اور جہاں اتفاق ہو جاتا اس کو امّت کے سامنے پیش کر دیا جاتا یہ وہ کمال ہے جو ائمہ ثلاثہ کے ہاں نہیں ملتا۔

---

[1] علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۵۹ مطبوعہ کانپور ہند۔

[2] علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۵۹ مطبوعہ کانپور ہند۔

# درسِ حدیث

ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دین کے مسائل سیکھے اور ان کو دوسروں تک پہنچائے۔ حدیث شریف میں آتا ہے امام ابن ماجہ اپنی سنن میں وارد فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس شخص نے میری ایک بات سنی پھر اس کو دوسروں تک پہنچانے کا اہتمام کر دیا یعنی اس کی تبلیغ کرنے لگا کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں خوش وخرم رکھے۔ بس ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے دین کو سیکھ کر دوسرے تک پہنچانے کی سعی شروع کر دیں۔ حضرت سعید ابن زید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا۔

لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَمْ یَذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْہِ۔

اس کا وضو نہیں جس نے وضو کرتے وقت بسم اللہ نہ پڑھی۔ (ترمذی شریف حدیث نمبر ۲۵)

## ہماری ترقی کا راز:

ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس حدیث شریف کے مطابق بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا وضو کرتے وقت پڑھنا سنت ہے۔ لہٰذا وضوء کا آغاز کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لینا چاہئے تاکہ وضو کامل ہو جائے اور بندہ مومن اس کی ساری برکات سے معمور ہو سکے۔ افسوس تو اس بات پر ہوتا ہے کہ آج ہم نے دین کا کام فقط علماء کے حوالے کر دیا ہے حالانکہ جو چیزیں دو اور دو چار کی طرح پکّی ہیں ان کو خود پڑھ کر یا اپنے محقق علماء سے سن کر آگے پہنچانا چاہئے تاکہ ساری ملت ہی دین کے رنگ میں رنگی جائے اور ہمارے معاشرے میں امن قائم ہو اتحاد کی فضاء پیدا ہو ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کا جذبہ منظر عام پر آئے اور ہمارا ایک ایک عمل موافق سنت ہوتا چلا جائے یہی ہماری ترقی کا راز ہے۔

## اپنا فرض ادا کریں:

اگر اب بھی ہم نے سست روی نہ چھوڑی تو آنے والی نسلیں ہمیں طعنہ دیں گی کہ ہمارے اکابر نے اور بہت کچھ کیا مگر اپنے دین کے لئے اس طرح کام نہیں کیا جس طرح کرنا چاہئے تھا آیئے ہم بھی اپنا فرض ادا کریں ضروریات دین کو سیکھیں اور پھر اس کی تبلیغ، ترویج واشاعت کے لئے سرگرم عمل ہو جائیں۔ انشاء اللہ کامرانی ہمارے قدم چومے گی اللہ تعالیٰ توفیق عمل عطا فرمائے۔ امین ثم امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

# ذرا ایک نظر ادھر بھی!

میرے پیش نظر نسخہ جامع ترمذی میں حدیث نمبر ۲۶ مذکور نہیں ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر میں پھر پریشان ہوا۔ چنانچہ میں نے وہی پرانا نسخہ پھر دیکھا جو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی کا مطبوعہ ہے۔ اس میں باب ''فی التسمیہ عند الوضو'' میں صرف ایک ہی حدیث مبارک درج ہے جو ابھی آپ پڑھیں گے۔

لیکن جامع ترمذی مطبوعہ الطاف اینڈ سنز میں حدیث نمبر ۲۵ کے بعد حدیث نمبر ۲۶ لکھے بغیر ہی حدیث نمبر ۲۷ درج کر دی گئی ہے۔ اس نسخہ کو دیکھنے کے بعد میں نے جامع ترمذی کا وہ نسخہ جو ریاض سے چھپا ہے وہ کھول کر دیکھا تو اس میں حدیث نمبر ۲۶ درج ہے، جو یہ ہے۔

## حدیث نمبر ۲۶

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عِيَاضٍ عَنْ أَبِي ثِفَالٍ الْمُرِّيِّ عَنْ رَبَاحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ حُوَيْطِبٍ عَنْ جَدَّتِهِ بِنْتِ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِيهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

اس نسخہ میں ریاض والوں نے تحفۃ الاحوذی از مولوی عبد الرحمٰن مبارکپوری پر اعتماد کیا ہے لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ مبارکپوری نے یہ حدیث کہاں سے لی ہے۔

بہر نوع چونکہ میں آغاز پر ہی لکھ چکا ہوں کہ میں جامع ترمذی شریف کے اس نسخہ کے مطابق چلتا رہوں گا۔ جو الطاف اینڈ سنز کا مطبوعہ ہے لہٰذا میں نے حدیث نمبر ۲۶ کو اپنی شرح میں درج نہیں کیا بلکہ اس کے (حدیث نمبر ۲۵) کے بعد میں نے حدیث نمبر ۲۷ درج کر دی ہے اور اس کی شرح پر کام کروں گا۔

# باب نمبر ۲۱

## بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَضْمَضَةِ وَالْاِسْتِنْشَاقِ۔

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی صراحت۔

اس باب کے تحت ایک ہی حدیث شریف آئی ہے اس میں ایک اہم مسئلہ یعنی وضو اور اس میں مضمضہ واستنشاق کا بیان ہوا ہے آپ بھی اس فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی برکات سے مالا مال ہوں۔

# حدیث نمبر ۲۷

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَجَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ قَيْسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأْتَ فَانْتَثِرْ وَإِذَا اسْتَجْمَرْتَ فَأَوْتِرْ

وَفِي الْبَابِ عَنْ عُثْمَانَ وَلَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَالْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ وَوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ

قَالَ أَبُو عِيسَى حَدِيثُ سَلَمَةَ بْنِ قَيْسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِيمَنْ تَرَكَ الْمَضْمَضَةَ وَالِاسْتِنْشَاقَ فَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ إِذَا تَرَكَهُمَا فِي الْوُضُوءِ حَتَّى صَلَّى أَعَادَ وَرَأَوْا ذَلِكَ فِي الْوُضُوءِ وَالْجَنَابَةِ سَوَاءً وَبِهِ يَقُولُ ابْنُ أَبِي لَيْلَى وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ وَقَالَ أَحْمَدُ الِاسْتِنْشَاقُ أَوْكَدُ مِنَ الْمَضْمَضَةِ

قَالَ أَبُو عِيسَى وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يُعِيدُ فِي الْجَنَابَةِ وَلَا يُعِيدُ فِي الْوُضُوءِ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَبَعْضِ أَهْلِ الْكُوفَةِ وَقَالَتْ طَائِفَةٌ لَا يُعِيدُ فِي الْوُضُوءِ وَلَا فِي الْجَنَابَةِ لِأَنَّهُمَا سُنَّةٌ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَجِبُ الْإِعَادَةُ عَلَى مَنْ تَرَكَهُمَا فِي الْوُضُوءِ وَلَا فِي الْجَنَابَةِ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ

حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب وضو کرو تو ناک خوب صاف کرو اور استنجاء کے لئے تین ڈھیلے استعمال کرو۔ اس باب میں حضرت عثمان لَقِيط بن صَبِرَة، عبداللہ ابن عباس، مقدام بن معدیکرب، وائل بن حجر اور ابوھریرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین سے مرویات موجود ہیں۔

امام ابوعیسٰی ترمذی نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں سلمہ بن قیس کی حدیث حسن صحیح ہے۔علماء کا اس میں اختلاف ہے کلی کو ترک کرنا اور ناک میں پانی نہ ڈالنا۔اھل علم کی ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ اگر ان دونوں (کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کو) کو ترک کر دیا وضو میں، تو نماز کا اعادہ ہوگا اس لئے کہ غسل جنابت اور وضو میں دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ابن ابی لیلی ،عبداللہ بن مبارک ،احمد، اسحٰق کا بھی کہنا یہی ہے۔امام احمد فرماتے ہیں کلی سے ناک میں پانی ڈالنا زیادہ اہم ہے۔امام ترمذی فرماتے ہیں اھل علم کی ایک جماعت کا کہنا ہے جنابت میں اعادہ کرے اور وضو میں اعادہ نہ کرے یہ قول سفیان ثوری اور بعض اہل کوفہ (امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ) کا ہے۔ایک جماعت کا کہنا یہ بھی ہے کہ نہ تو وضو میں لوٹائے اور نہ ہی جنابت میں اس لئے کہ یہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنتیں ہیں ان دونوں کو اگر کوئی وضو یا جنابت میں ترک کرے اس پر نماز کا اعادہ واجب نہیں۔یہ امام شافعی اور امام مالک رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

# حدیث نمبر ۲۷ کی فنّی حیثیت

## (تذکرہ راویان)

### ۱} قُتیبہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۱ کے تحت ہو چکا اگر آپ مطالعہ کرنا چاہیں تو وہاں سے دیکھ لیں۔

### ۲} حماد بن زید:

ان کا ذکر حدیث نمبر ۶ کے ضمن میں ہو چکا۔

### ۳} جریر بن عبدالحمید:

یہ ثقہ راوی ہیں ان کی توثیق بڑے بڑے ائمہ فن نے کی ہے۔امام نسائی رحمتہ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر ائمہ الحدیث نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔

### امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے جریر بن عبدالحمید بن قرط الضبی ابوعبداللہ الرازی القاضی، ان کی پیدائش اصبہان کے ایک گاؤں میں ہوئی نشوونما کوفہ میں ہوئی اور پھر رَے چلے گئے۔

علی بن مدینی، یحیٰ بن معین، یحیٰ بن یحیٰ اور یوسف بن القطان کہتے ہیں جریر بن عبدالحمید ثقہ راوی ہیں۔ جناب عجلی کوفی کہتے ہیں جریر بن عبدالحمید ثقہ راوی ہیں انہوں نے رے کا سفر فرمایا۔ امام نسائی کہتے ہیں وہ ثقہ راوی ہے۔ ابن خراش کہتے ہیں وہ صدوق ہے۔

## جریر بن عبدالحمید کی وفات:

حضرت حنبل بن اسحق بیان کرتے ہیں جریر بن عبدالحمید ۱۰۷ھ میں پیدا ہوئے اور یوں بھی آیا ہے کہ وہ ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے۔ مطین کہتے ہیں کہ جریر بن عبدالحمید کی وفات ربیع الآخر ۱۸۸ھ کو ہوئی۔ ①

## ۴} منصور بن المعتمر:

ان کا تذکرہ تہذیب میں ہے یہ ثقہ راوی ہیں ان کی توثیق بڑے بڑے ائمہ وفن نے کی ہے آپ بھی مطالعہ فرمالیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے۔ منصور بن المعتمر بن عبداللہ بن ربیعہ اور یوں بھی کہا گیا ہے المعتمر بن عتاب بن فرقد اسلمی ابوعتاب الکوفی۔ ابوزرعہ ابراہیم بن موسیٰ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں منصور اھل کوفہ میں بڑے مرتبے والے ہیں۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں میں نے ابی منصور سے پوچھا منصور کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا وہ ثقہ راوی ہے۔ وہی کہتے ہیں میرے والد سے امام اعمش اور منصور ان دونوں کی بابت سوال ہوا تو والد صاحب نے جواب دیا امام اعمش حافظ ہیں اختلاط کرتے ہیں اور تدلیس بھی اور منصور ماہر فن ہیں وہ نہ تو اختلاط کرتے ہیں نہ ہی تدلیس۔ عجلی کہتے ہیں منصور ثقہ ثبت فی الحدیث ہیں۔

## منصور بن المعتمر کی وفات:

ابن سعد اور خلیفہ کہتے ہیں منصور بن المعتمر کی وفات ۱۳۲ھ میں ہوئی۔ ②

## ۵} ھلال بن یساف:

ان کا ذکر تہذیب میں کیا گیا ہے ان کو بڑے بڑے ائمہ کرام نے ثقہ راوی قرار دیا ہے آپ بھی پڑھ لیں۔

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱۰/ ۶۵ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

② امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱۰/ ۲۷۷ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

## امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے۔ ھلال بن یساف اور یوں بھی کہا جاتا ہے ابن اساف۔ الاشجعی مولاھم الکوفی۔

اسحق بن منصور ابن معین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں ہلال بن یساف ثقہ راوی ہیں۔ عجیلی کوفی تابعی کہتے ہیں ہلال ثقہ ہیں۔ امام ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے امام ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ کی اپنی رائے یہ ہے۔ ابن سعد نے الطبقۃ الثانیۃ میں کہا کہ ہلال اھل کوفہ میں سے ثقہ کثیر الحدیث ہیں۔ ①

## ۶} سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ،

ان کا تذکرہ تہذیب میں حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ نے کیا ہے ان کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔ یہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ھلال بن یساف روایت کرتے ہیں۔ ②

حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب تلاش کرنے کے لئے میں نے اسد الغابہ بھی دیکھی مگر وہاں بھی ان کے احوال وحالات انتہائی مختصر لکھے ہیں جو کچھ تذکرہ حضرت امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے تقریباً اتنا کچھ ہی وہاں مرقوم ہے اس سے زیادہ کچھ نظر سے نہیں گذرا۔

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱۱/۶۷ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

② امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۲/۱۳۶ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

# حدیث نمبر ۲۷ کی شرح

اس میں کوئی شک نہیں روئے زمین پر اسلام سے افضل کوئی نظریہ حیات موجود نہیں یہ مکمل ضابطہ حیات ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنی اولاد والدین اور سارے جہاں کے لوگوں سے بڑھ کر مجھ سے پیار نہ کرنے لگ جائے یہ ہے وہ معیار جو کسی بھی مسلمان کے مقام ومرتبے کا تعین کر دیتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے زندگی کے تمام شعبوں کے لئے کامل ھدایات عطا فرمائی ہیں۔

## علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

یہ باب جس میں کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے کا ذکر ہے اس میں حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم وضو کرو تو ناک میں پانی چڑھالیا کرو یعنی خوب صاف کرلیا کرو اور جب استنجاء کرنے لگو تو تین ڈھیلوں سے کیا کرو۔ اس باب میں خطیب نے تاریخ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے، امام نسائی، امام احمد، امام ابوداود، امام بخاری، امام مسلم، امام ابونعیم، اور محدث عبدالرزاق رحمتہ اللہ علیھم نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث وارد کیں امام بیہقی نے سنن میں اور امام دیلمی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے، بغوی مسند میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اور ابن عساکر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایات وارد کی ہیں۔

حافظ زیلعی رحمتہ اللہ علیہ تخریج ہدایہ میں لکھتے ہیں۔ عبداللہ بن زید بن عاصم اور حضرت عثمان رضی اللہ عنھما والی حدیث شیخین سے بھی مروی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث کو امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے، حضرت علی رضی اللہ عنہ والی حدیث شریف کو اصحاب سنن نے، حدیث معد یکرب وربیع کو امام ابوداود، طبرانی، احمد، اسحق اور ابن ابی شیبہ رحمتہ اللہ علیھم نے حضرت ابو مالک اشعری سے روایت کیا۔ اسی طرح امام نسائی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا والی حدیث کو محدث بزار نے حضرت وائل بن حجر والی حدیث کو ابن حبان نے جبیر بن نفیر والی حدیث کو امام احمد نے حدیث ابوامامہ کو، دارقطنی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ والی حدیث کو، ابوداود وطبرانی نے حضرت طلحہ بن مصرف کی حدیث کو، اسحق نے حضرت ابوایوب والی حدیث کو اور ابویعلی نے ابن ابی اوفیٰ والی حدیث کو روایت کیا ہے۔

## کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے کی وضاحت:

امام ترمذی فرماتے ہیں، اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اگر کسی نے وضو کرتے ہوئے کلی نہ کی اور ناک میں پانی نہ چڑھایا تو اس کا وضو جائز ہے یا نہیں۔ اھل علم کی ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ اگر کسی نے ان دونوں کو وضو میں ترک کر دیا اور نماز بھی پڑھ لی تو وضو اور نماز کا اعادہ ہوگا۔ وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وضو اور غسل جنابت دونوں کا ایک ہی حکم ہے کہ ان میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے۔ ابن ابی لیلی عبداللہ بن مبارک، امام احمد اور امام اسحٰق کا بھی یہی کہنا ہے البتہ امام احمد کے نزدیک ناک میں پانی چڑھانا زیادہ اہم ہے۔ ان کے نزدیک استنشاق فرض ہے اور کلی کرنا فرض نہیں ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ جنابت میں تو (اگر کلی نہ کی اور ناک میں پانی نہ چڑھایا) اعادہ صلوٰہ ہوگا اور وضو میں نماز کا اعادہ نہ ہوگا۔ ان کے نزدیک کلی کرنا اور استنشاق کرنا دونوں کا الگ الگ حکم ہے غسل جنابت میں تو یہ فرض ہیں اور وضو میں یہ دونوں سنت ہیں۔ یہ قول امام سفیان ثوری اور بعض اھل کوفہ کا ہے۔ جہاں کہیں بھی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ یہ لفظ یعنی اھل کوفہ استعمال کریں گے وہاں مراد ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہوں گے۔ علامہ سرہندی حنفی کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

واین جہت غایت تعصب است در جناب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جب یوں کہتے ہیں بعض اہل الناس تو وہاں مراد حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ ہوتے ہیں بخاری اور ترمذی میں تمام مقامات پر ایسا ہی ہے کہ یہ دونوں بزرگ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا نام نہیں ذکر کرتے بلکہ صرف کنایہ سے کام لیتے ہیں۔ (اس کی ضرور کوئی وجہ ہوگی جو انہی کو معلوم ہوگی۔ (محمد ارشد القادری)

ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ وضو اور جنابت دونوں میں ہی اگر کسی نے کلی و استنشاق ترک کر دیا تو اس پر نماز کا اعادہ واجب نہیں یہ امام شافعی رضی اللہ عنہ اور امام مالک رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔[1]

## امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر سب پر فائق:

ہمارے نزدیک وضو کے چار ہی فرض ہیں۔ (۱) چہرے کا دھونا (۲) دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا (۳) دونوں پاؤں کا ٹخنوں سمیت دھونا (۴) ایک چوتھائی سر کا مسح کرنا۔ وضو میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا یعنی استنشاق ومضمضہ سنت ہے غسل کے ہمارے نزدیک تین فرض ہیں:

(۱) کلی کرنا۔

---

[1] علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۶۱ مطبوعہ کانپور ہند،

(۲) ناک میں پانی چڑھانا۔

(۳) پورے جسم پر پانی بہانا۔

اب اس تناظر میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مؤقف اگر دیکھا جائے تو دو اور دو چار کی طرح واضح کرتا ہے کہ

**يُعِيدُ فِي الْجَنَابَةِ وَلَا يُعِيدُ فِي الْوُضُوْءِ**

اگر حالت جناب میں غسل کرتے ہوئے کلی اور استنشاق رہ جائے تو اس صورت میں پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ کرنا ہوگا اور اگر وضو کرتے ہوئے کلی کرنا بھول جائے اور ناک میں پانی چڑھانا رہ جائے اور اس حالت میں نماز پڑھ لی جائے تو نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

ابھی جو آپ نے مطالعہ فرمایا کتنا صاف اور شفاف مؤقف ہے۔ بغیر کسی تردّد کے بات سمجھ میں آتی ہے کہ جو کچھ یہ بزرگ فرما رہے ہیں وہ بہت واضح ہے الحمدللہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے قرآن وحدیث کی وہ ترجمانی فرمائی ہے جو امت مسلمہ کے لئے ہر اعتبار سے باعثِ برکت ہے۔ مسائل کو حل کرنا اور ان پر دلیل قائم کرنا یہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر ختم ہے وہ قرآن وحدیث سے اس طرح استدلال کرتے ہیں جیسے استدلال کرنے کا حق ہوتا ہے۔ میں یہ بات محض عقیدت کی بنا پر ہی نہیں کہہ رہا بلکہ حقیقت یہی ہے۔ اس کی ہزار ہا نظائر میری نظر میں ہیں۔

میں نہایت ادب سے عرض کروں گا امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو بعض اہل کوفہ کہہ کر یاد نہیں کرنا چاہئے تھا بلکہ جب نقطہ نظر کو ذکر کرنا ضروری ہو ہی گیا تھا صاف صاف نام لے کر کہنا چاہئے تھا کہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ یوں فرماتے ہیں تو کتنا اچھا لگتا کتنا بھلا معلوم ہوتا کس قدر یہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کو چار چاند لگاتا۔ اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ذکر بعض اھل الناس کہہ کر نہیں کرنا چاہئے تھا بلکہ ان پر بھی لازم تھا کہ وہ حضرت امام الائمہ سراج الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن زوطی مرزوبان رضی اللہ عنہ کا ذکر نام لے کر کرتے اور پھر ان کا نقطہ نظر پوری امت کے سامنے رکھتے تو اس طرز عمل سے ان کی عزت وعظمت میں اور اضافہ ہوتا میں یہ تو نہیں کہتا کہ انہوں نے کسی عناد کی بنا پر ایسا کیا ہوگا۔ کسی حکمت کے تحت ہی ایسا کیا ہوگا۔ لیکن ایک عام آدمی کا وہاں تک پہنچنا بڑا مشکل ہے لہذا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ذکر نہایت شستہ اور آسان انداز میں کر دیا جاتا تو یقیناً ساری امت کے لئے فائدہ مند ہوتا اور تذکرہ کرنے والی جماعت کا بھی وقار بڑھ جاتا۔

مجھے یہ تسلیم ہے بڑے بزرگ باہم اختلاف ہونے کے باوجود بھی آپس میں عناد کی حد تک کبھی نہیں آتے تھے ان میں رواداری اور اعتدال پسندی غالب ہی رہتی تھی وہ انتہائی خوف خدا رکھنے والے لوگ تھے ان کی زندگیاں

اطاعت اللہ اور اطاعت رسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ والہ وسلم کے جذبے سے لبریز تھیں۔

## علامہ ابوطیب سندھی لکھتے ہیں:

نثرہ ناک کے اندر والے حصے کو کہتے ہیں امام نووی فرماتے ہیں جمہور اہل لغت فقہا اور محدثین کا کہنا یہ ہے کہ استنثار کا مطلب یہ ہے کہ پہلے ناک کو اچھی طرح صاف کرلیا جائے اور پھر اس میں پانی بہایا جائے امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ نثرہ سے مراد ناک میں پانی بہانا ہے۔ نہایہ میں یوں ہی ہے کہ پہلے ناک کو خوب صاف کیا جائے پانی ہی کے ساتھ اور پھر اس کے بعد مزید پانی اس میں بہایا جائے۔ [1]

## قوم مسلم کے تمام مسائل کا حل:

جب تک اس امّت میں پھر وہ جذبہ پیدا نہیں ہوتا جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں تھا اس وقت تک اس کو عظمت رفتہ میسّر نہیں آسکتی۔ اگر اس قوم کے نوجوان اپنی زندگی کو سنت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سانچے میں ڈھالیں تو کہیں جا کر کچھ امید کی جاسکتی ہے کہ ایک بار پھر اس قوم پر عروج آئے بہر نوع پریشان و مایوس ہونے والی کوئی بات نہیں بس جدوجہد کرنا شرط ہے کامیابی رب تعالیٰ عطا فرمادے گا۔

حدیث شریف کا مطالعہ بھی اگرچہ بڑی نعمت ہے مگر انقلاب صالح اسی وقت برپا ہوسکتا ہے جب اس ملت کا ایک ایک نوجوان اپنے دین پر عمل پیرا ہو جائے اور اس کو یہ لگن ہو کہ اس نے دوسروں تک اس پیغام حق کو نشر کرکے رہنا ہے۔ اگر اس جذبے کے ساتھ کام کیا جائے تو ایک ایسی تحریک اٹھ کھڑی ہوگی۔ جو ساری دنیا کے انسانوں کو امن اور چین فراہم کردے گی۔ میں ایک بار پھر پورے زور سے عرض کروں گا ان مبارک احادیث کو صرف مدارس کی حد تک ہی محدود نہ رہنے دیں بلکہ مسلمانوں کے تمام طبقوں میں ان کو عام ہونا چاہئے اس لئے کہ قوم مسلم کے تمام مسائل کا حل اس بابرکت کلام میں مضمر ہے۔

---

[1] علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۶۱ مطبوعہ کانپور ہند۔

# درسِ حدیث

آج بھی اگر ہم اپنی زندگی کو سنت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے تابع کر دیں تو ہماری ساری پریشانیاں خود بخود ختم ہو جائیں ہمارے دل قرار پائیں ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ہمارے دماغ راحت وفرحت سے معمور ہو جائیں ہمارے گھر امن کا گہوارہ بن جائیں۔ ہماری زندگیوں میں جو افراتفری نظر آتی ہے وہ دم توڑ جائے اور ہر جانب سکون وقرار کی فضا بن جائے۔ مگر یہ سب کچھ اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم اپنے پیارے آقا مولیٰ علیہ السلام کی مبارک سنتوں کو اپنائیں حدیث میں آتا ہے۔

حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب وضو کرو تو ناک خوب صاف کرلیا کرو اور استنجاء کے لئے تین ڈھیلے استعمال کرو۔①

امام الانبیاء علیہ السلام کے ایک ایک فرمان اقدس میں ہزار ہا حکمتیں پوشیدہ ہیں مندرجہ بالا حدیث شریف والا فرمان اگر چہ یہ ایک چھوٹا سا عمل محسوس ہوتا ہے مگر اس کو تعلیم اس ہستی نے کیا ہے جو ساری مخلوق رب میں سب سے ممتاز مقام ومرتبہ کے مالک ہیں۔ اس لئے اس کی طرف پوری توجہ دینی چاہئے اور وضو کرتے وقت اس عمل مبارک کا پورا پورا لحاظ رکھنا چاہئے اگر ہمارا وضو درست ہوگا تو نماز قابل قبول ہوگی اور اگر وضو صحیح نہیں ہوگا تو نماز ہرگز قابل قبول نہ ہوگی۔ وضو نہایت عمدہ طریقے سے کرنا چاہئے اور ان ھدایات کا پوری طرح لحاظ رکھنا چاہئے جن کا حکم حدیث شریف میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل دے امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

---

① جامع ترمذی شریف حدیث نمبر ۲۷

# باب نمبر ۲۲

## بَابُ المَضْمَضَةِ وَالْاِسْتِنْشَاقِ مِنْ كَفٍّ وَاحِدٍ۔

کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا یہ دونوں عمل ایک ہی چلو سے ہونا۔

اس باب کے تحت ایک ہی حدیث مبارک آرہی ہے اس میں ایک اہم مسئلہ بیان ہوا ہے جو ہر مسلمان کی ضرورت ہے۔ آیئے آپ بھی مطالعہ فرمایئے عملی زندگی میں چین نصیب ہوگا۔

# حدیث نمبر ۲۸

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَاحِدٍ فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلاَثًا وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَبُو عِيسٰى وَحَدِيثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَقَدْ رَوٰى مَالِكٌ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى وَلَمْ يَذْكُرُوا هٰذَا الْحَرْفَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَاحِدٍ وَاِنَّمَا ذَكَرَهُ خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَخَالِدٌ ثِقَةٌ حَافِظٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيثِ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَلْمَضْمَضَةُ وَالْاِسْتِنْشَاقُ مِنْ كَفٍّ وَاحِدٍ يُجْزِئُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ تَفْرِيقُهُمَا اَحَبُّ اِلَيْنَا وَقَالَ الشَّافِعِيُّ اِنْ جَمَعَهُمَا فِي كَفٍّ وَاحِدٍ فَهُوَ جَائِزٌ وَاِنْ فَرَّقَهُمَا فَهُوَ اَحَبُّ اِلَيْنَا

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا ایک ہی چلو پانی سے کلی فرمائی اور اسی سے ناک میں پانی ڈالا اس عمل کو تین مرتبہ دھرایا۔ اس عنوان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث آئی ہے۔

امام ابوعیسٰی ترمذی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں۔ حدیث عبداللہ بن زید حدیث حسن غریب ہے۔ امام مالک اور ابن عیینہ سے بھی مروی ہے یہ حدیث عمرو بن یحیٰی کے حوالے سے بھی آئی ہے مگر اس میں یہ الفاظ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کلی اور ناک میں ایک ہی چلو کا پانی استعمال فرمایا ان کا ذکر نہیں ہے۔ ان الفاظ کا ذکر خالد بن عبداللہ کی روایت میں ہے اور خالد ماہرین علم حدیث کے نزدیک ثقہ اور حافظ ہیں۔ بعض اھل علم کا کہنا یہ ہے کہ ایک ہی چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا جائز ہے اور بعض اہل علم کے نزدیک دونوں چلو علیحدہ علیحدہ ہونے چاہئیں یہ ہمارے

نزدیک زیادہ پیارا عمل ہے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے ان دونوں کو ایک ہی چلو سے سرانجام دیا جائے تو یہ جائز ہے اور اگر یہ عمل الگ الگ چلو سے کیا جائے یہ ہمارے نزدیک بہت ہی محبوب ہے۔

# حدیث نمبر ۲۸ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ۱} یحییٰ بن موسیٰ:

ان کا تذکرہ بڑے عمدہ الفاظ میں کیا گیا ہے۔ یہ وہ عظیم راوی حدیث ہیں جن سے امام نسائی۔ امام بخاری اور امام دارمی رحمۃ اللہ علیہم جیسے محدثین روایت کرتے ہیں اسی طرح ان کی جلیل القدر علماء نے توثیق کی ہے۔

### امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا نام ونسب یوں ہے۔ یحییٰ بن موسیٰ بن عبدربہ بن سالم الحدائی ابوزکریا البلغی السختیانی المعروف بخت کوفی الاصل۔

امام ابوزرعہ اور امام نسائی کا کہنا ہے کہ یحییٰ بن موسیٰ ثقہ راوی ہیں، امام ابن اسحٰق کہتے ہیں یحییٰ بن موسیٰ ثقہ مامون ہیں۔ ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا وہ ثقات الناس ہیں۔ موسیٰ بن ہارون کہتے یحییٰ بن موسیٰ خیار المسلمین ہیں۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں یحییٰ بن موسیٰ کا شمار ثقات میں ہوتا ہے۔ امام ابن حبان نے بھی ان کو ثقات میں شمار فرمایا۔

### یحییٰ بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات:

امام بخاری کا کہنا یہ ہے کہ یحییٰ بن موسیٰ نے ۲۴۰ھ کو وفات پائی موسیٰ بن ہارون کہتے ہیں ۲۴۱ھ کو ان کا وصال ہوا ایک روایت کے مطابق ان کی وفات ۲۳۹ھ ماہ رمضان المبارک میں ہوئی۔ امام ابن حجر عسقلانی قُلْتُ کہہ کر لکھتے ہیں اس کے قریب قریب ہی شیرازی نے القاب میں اور کلاباذی نے نقل کیا ہے۔[1]

### ۲} ابراھیم بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ:

یہ مضبوط راوی ہیں ان سے امام بخاری امام مسلم، امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہم اور دوسرے بہت سارے محدثین روایت کرتے ہیں جلیل القدر محدثین اور علمافن نے ان کی توثیق کی ہے۔

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱۱/ ۲۵۳ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

## امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا نام ونسب اس طرح ہے، ابراھیم بن موسیٰ بن یزید بن زاذان التیمی، ان سے امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداود اور بہت سارے بڑے بڑے محدثین روایت کرتے ہیں یحییٰ بن موسیٰ کے واسطہ سے امام ابوحاتم، امام ابو زرعہ، عمرو بن منصور اور امام نسائی روایت کرتے ہیں۔

امام ابوزرعہ کہتے ابراھیم بن موسیٰ ابوبکر ابن ابی شیبہ سے زیادہ ماہر علوم وفنون ہیں اسی طرح ان کی حدیث بھی ابن ابی شیبہ سے زیادہ صحیح ہے۔ امام ابوحاتم نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔

## ابراھیم بن موسیٰ کی وفات:

ابن قانع کہتے ہیں ابراھیم بن موسیٰ کا وصال ۲۲۰ھ کے بعد کسی سال میں ہوا البتہ ۲۲۹ھ سے پہلے پہلے ہی ہو گیا تھا۔ (۱)

## ۳} خالد بن عبداللہ (رحمۃ اللہ علیہ)

ان کا ذکر امام ابن حجر عسقلانی نے تہذیب میں کیا ہے، یہ ثقہ راوی ہیں بڑے بڑے ماہرینِ علم حدیث وتاریخ کے، ان کی توثیق میں اقوال ملتے ہیں۔ آپ بھی مطالعہ فرمالیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے، خالد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن یزید طحان ابوالھیثم۔ اس طرح بھی ان کو یاد کیا جاتا ہے۔ ابومحمد مُزنی، مولاھم الواسطی، خالد بن عبداللہ اسمٰعیل بن ابی خالد، بیان ابن بشر، حمید الطویل، سلیمان تیمی، ابی طوالہ، ابن عوف، خالد الحذاء عمرو ابن یحییٰ بن عمارہ اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح ان سے زید بن حباب، عبدالرحمٰن بن مھدی، وکیع، یحییٰ القطان اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔ جناب عبداللہ بن احمد اپنے والد گرامی کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں، خالد طحان اپنے دینی معاملات میں ثقہ صالح ہیں اور وہ ہمیں ھیثم سے زیادہ محبوب ہیں۔ ابن سعد، ابوزرعہ اور امام نسائی کہتے ہیں خالد ثقہ ہیں امام ابوحاتم کا کہنا یہ ہے کہ خالد ثقہ صحیح الحدیث ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں ثقہ حافظ ہیں۔ امام ابوداوٗد اسحٰق ازرق کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں۔ میں نے خالد سے افضل شخص نہیں دیکھا۔

---

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱/۱۴۸ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

## خالد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات:

جناب عبدالحمید بن بیان، یعقوب بن سفیان اور علی بن عبداللہ بن مبشر کا کہنا یہ ہے کہ خالد کی وفات ۱۷۹ھ کو ہوئی جناب علی نے یہ بیان کیا ہے کہ خالد کی پیدائش ۱۱۵ھ کو ہوئی۔ خلیفہ اور محمد بن سعد کہتے ہیں کہ خالد کی وفات ۱۸۲ھ کو ہوئی۔ ①

## ۴} عمرو بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ:

یہ ثقہ راوی ہیں، ان کا تذکرہ تہذیب التہذیب میں کیا گیا ہے، بڑے بڑے آئمہ فن نے ان کی توثیق کی ہے، ان پر جرح کا کوئی قول نظر سے نہیں گذرا۔

## امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے۔ عمرو بن یحییٰ بن عمارہ بن ابی حسن انصاری مازنی مدنی۔ ابن بنت عبداللہ بن زید بن عاصم واسم ابی حسن تمیم بن عمرو۔

عمرو بن یحییٰ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں، ان کے علاوہ محمد بن تمیم بن یحییٰ بن حبّان، عباس بن سہل بن سعد، دینار القراط اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح ان سے خالد یحییٰ بن ابی کثیر، یحییٰ بن سعید انصاری اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

امام ابو حاتم کہتے ہیں، عمرو بن یحییٰ ثقہ ہیں، صالح ہیں، امام نسائی نے ان کو ثقہ قرار دیا، قلت! کہہ کر امام ابن حجر لکھتے ہیں۔ ابن سعد کا کہنا یہ ہے کہ عمرو بن یحییٰ ثقہ کثیر الحدیث ہے۔ عجلی اور ابن نمیر کا کہنا یہ ہے کہ عمرو بن یحییٰ ثقہ ہیں۔ ابن خلفون نے ابن ابی مریم اور ابن معین کے واسطہ سے کہا کہ عمرو بن یحییٰ ثقہ ہیں۔ امام ابن حبّان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔

## عمرو بن یحییٰ کی وفات:

ابن عبدالبر کا کہنا یہ ہے کہ عمرو بن یحییٰ کی وفات ۱۴۰ھ کو ہوئی۔ ②

## ۵} یحییٰ بن عمارہ رحمۃ اللہ علیہ:

یہ ثقہ راوی ہیں ان کی تعدیل بڑے بڑے علماء فن نے بیان کی ہے۔ یہ حضرت انس بن مالک اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنھما سے روایت کرتے ہیں۔

---

① امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۳/ ۸۷ مطبوعہ نشر السُّنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

② امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۸/ ۱۱۸ مطبوعہ نشر السُّنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

## امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے یحییٰ بن عمارہ بن ابی حسن انصاری مازنی مدنی۔

یحییٰ بن عمارہ حضرت عبد اللہ بن زید بن عاصم، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے ان کے صاحبزادے عمرو، محمد بن عبد الرحمن بن ابی صعصعہ، عمارہ بن غزیہ، محمد بن یحییٰ بن حبان رضی اللہ عنہم اور دوسرے لوگ روایت کرتے ہیں۔

امام ابن سعد کہتے ہیں یحییٰ بن عمارہ ثقہ راوی ہیں۔ امام نسائی اور ابن خراش رضی اللہ عنہم کہتے ہیں یحییٰ بن عمارہ ثقہ ہیں۔ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔①

## ۲} عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ:

یہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ ان کی والدہ حضرت ام عمارہ نسیبہ رضی اللہ عنہا بیعت عقبہ میں ان کو ہمراہ لائی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کروائی تھی ان کی عمر اس وقت تقریباً آٹھ سال تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نسیبہ تم ان بچوں کو کیوں ہمراہ لائی ہو تو انہوں نے عرض کیا تھا میں ان کی ایسی تربیت کروں گی کہ یہ بڑے ہو کر آپ کے دین کے کام آئیں گے چنانچہ حبیب ابن زید رضی اللہ عنہ نے دور صدیقی میں مسیلمہ کذاب کو دعوت حق دی تھی اس کے پاس جا کر اس نے حضرت حبیب بن زید کو اذیتیں دے دے کر شہید کر دیا تھا اور پھر جنگ یمامہ میں حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے وحشی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر مسیلمہ کذاب کو واصل جہنم کر دیا تھا۔

## امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے۔ عبد اللہ بن زید بن عاصم بن کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول ابن عمرو بن غنم بن مازن بن النجار انصاری المدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا نسب اس کے علاوہ بھی بیان ہوا ہے علامہ واقدی نے ذکر کیا ہے یہ عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ وہی ہیں جنہوں نے مسیلمہ کذاب کو قتل کیا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ، رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ وضو کی حدیث انہی حضرت سے مروی ہے۔ اور اس کے علاوہ بھی احادیث ان سے آئی ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے ان کے بھتیجے، عباد بن تمیم، سعید بن مسیب یحییٰ بن عمارہ اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔ خلیفہ کا کہنا ہے یہ واقعہ حرہ میں شہید کیے گئے۔ (یہ واقعہ عہد یزید پلید کا سیاہ ترین واقعہ

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱۱/ ۲۲۷ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

ہے جس میں مدینہ طیبہ کی حرمت کو پامال کیا گیا اور اہل مدینہ پر نا قابل بیان ظلم وستم روا رکھا گیا۔ اگر تفصیلات درکار ہوں تو شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب جذب القلوب کا مطالعہ کرلیں )

## حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی وفات:

آپ کی شہادت آخر ذی الحج ۶۳ھ کو واقعہ حرہ میں ہوئی علامہ واقدی کا بیان ہے اس وقت حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک ۷۰ سال تھی ابن سعد کہتے ہیں ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ آپ واقعہ حرہ میں شہید ہوئے اور آپ کے ہمراہ آپ کے صاحبزادے خلاد اور علی رضی اللہ عنہما بھی جام شہادت نوش کر گئے ۔ (۱)

# شرح حدیث نمبر ۲۸

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ایک ایک حدیث شریف اپنے اندر ایسے ایسے کمالات رکھتی ہے کہ اگر ان کو شمار کرنا شروع کر دیا جائے تو ہزاروں دفتر درکار ہیں اس میں کوئی شک نہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں جن اعمال کا تذکرہ ہوا ہے ان پر عمل کرنے میں ہی ہمارا بھلا ہے۔

## علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

یہ جو باب ہے جس میں یہ ذکر آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک ہی چلو سے مضمضہ اور استنشاق فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا آپ نے ایک ہی چلو سے کلی فرمائی اور اسی سے ناک میں پانی ڈالا۔ یہ عمل آپ نے (ایک ہی چلو والے عمل کو) تین بار دہرایا۔ اس موضوع پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث آئی ہے جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں تخریج فرمائی ہے امام ترمذی فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن زید والی حدیث حسن غریب ہے یہی حدیث امام مالک اور ابن عُیَیْنہ رحمۃ اللہ علیہما سے بھی مروی ہے ایسے ہی یہ حدیث شریف عمرو بن یحییٰ کے حوالے سے بھی آئی لیکن اس میں یہ لفظ کہ نبی علیہ السلام نے ایک ہی چلو کے ساتھ مضمضہ اور استنشاق فرمایا اس کا ذکر نہیں ان الفاظ کا ذکر خالد بن عبداللہ کی حدیث میں آیا ہے اور خالد ثقہ حافظ ہیں علماء و ماہرین حدیث کے نزدیک، بعض اہل علم کا کہنا ہے مضمضہ و استنشاق ایک ہی چلو سے جائز ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں دونوں میں فرق ہونا زیادہ پسندیدہ ہے امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر ان دونوں اعمال کو جمع کرلیا جائے تو جائز ہے۔ (۲)

---

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۵/ ۱۹۶ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

(۲) علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۶۲ مطبوعہ کانپور ہند

## امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر:

امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر ایک ہی چلو سے کلی بھی کر لی جائے اور ناک میں بھی اسی سے پانی چڑھا لیا جائے تو جائز ہے اور اگر دونوں کے لئے پانی الگ الگ لیا جائے تو زیادہ اچھا ہے یہی موقف حنفیہ کا ہے اور ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تو اس کو مستحب قرار دیتے ہیں کہ مضمضہ میں پانی الگ ہو اور پھر استنشاق میں پانی تازہ ہو۔ علامہ سراج حنفی کے الفاظ یہ ہیں:

واگر باب جدا کند پس آن مستحب ست نزد ما وہمیں ست مذہب امام ما ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ۔ (۱)

اور اگر مضمضہ واستنشاق کے لئے الگ الگ پانی لیا جائے تو یہ ہمارے نزدیک مستحب ہے اور یہی مذہب ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔

اگر چہ ایک ہی چلو پانی سے کلی کرنا اور پھر اسی میں سے ناک میں پانی چڑھانا جائز ہے لیکن اگر پانی دونوں کے لئے علیحدہ علیحدہ لیا جائے تو یہ زیادہ اچھا ہے۔ ایک حدیث شریف میں اس طرح بھی آیا ہے کہ آپ نے الگ الگ پانی سے مضمضہ واستنشاق فرمایا۔

## علامہ ابوطیب سندھی لکھتے ہیں:

یہ جو باب ہے جس میں ایک ہی چلو سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر آیا ہے۔ اس مسئلہ میں تنازع یہ ہے کیا ان دونوں افعال کے لئے ایک ہی چلو پانی استعمال کیا گیا۔ وہ فرماتے ہیں اگر چہ مَنْ كَفٍّ واحد الظاہر ان الفعلین پھر اس کا حل یوں فرماتے ہیں اصلاً بات یوں ہے کہ مضمضہ کو کف واحد سے کیا اور یہ فعل ایک ہی چلو سے تین مرتبہ فرمایا اور اسی طرح استنشاق بھی کف واحد سے فرمایا اور یہ فعل تین مرتبہ سرانجام دیا یہ ایک صورت اس اختلاف کو دور کرنے کی ہے۔ اور اگر یہی ضروری سمجھا جائے کہ اس کو ایک چلو سے دونوں افعال سرانجام دینے پر ہی محمول کیا جانا چاہئے تو پھر اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ ایسا کرنا فقط بیان جواز کے لئے تھا۔ اس میں بھی اول یعنی مضمضہ ہی کو غالب سمجھا جائے گا۔ (۲)

## امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ میں (عبداللہ زید رضی اللہ عنہ) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ایک ہی چلو سے مضمضہ اور استنشاق فرمایا۔ ابن عربی کہتے ہیں ہمیں ہمارے شیخ ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن احمد القیسی نے بتایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خواب میں دیکھا (آپ کی زیارت سے مشرف ہوا تو) تب میں نے آپ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ ایک ہی چلو سے مضمضہ اور ستنشاق کو جمع کیا جا سکتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا نعم ہاں ایسا کرنا درست ہے۔ (۳)

---

(۱) علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱ / ۶۲ مطبوعہ کانپور ہند،

(۲) علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱ / ۶۲ مطبوعہ کانپور ہند،

(۳) علامہ جلال الدین سیوطی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱ / ۶۲ مطبوعہ کانپور ہند،

# درسِ حدیث

اس حقیقت سے سرمو انحراف نہیں کیا جا سکتا، انسانیت کا سب سے بڑا خیر خواہ صرف دین اسلام ہے۔ اس کا مطلب ہی سلامتی ہے۔ امام الانبیاء علیہ السلام نے انسانیت کی فلاح کے لئے سب سے عمدہ طریق کار وضع فرمایا آپ کی ایک ایک ادا لائق صد تحسین ہے آپ کے ہر ہر عمل میں لاکھوں کروڑوں حکمتیں ہیں۔ زندگی گذارنے کا وہ اعلیٰ نظام مسلمانوں کو عطا فرمایا ہے جس کی روئے زمین پر کوئی دوسری نظیر نہیں ہے حدیث شریف میں آتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا آپ نے مضمضہ یعنی کلی اور استنشاق یعنی ناک میں پانی ڈالا اور یہ عمل ایک ہی چلو سے فرمایا اور اس کو تین مرتبہ دہرایا۔ (جامع ترمذی شریف حدیث نمبر ۲۸)

## اٹھو اور دین حق کی سربلندی کے لئے کام کرو:

اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک چلو کے ساتھ کلی بھی کی جا سکتی ہے اور اسی کے ساتھ ناک میں بھی پانی چڑھایا جا سکتا ہے اور یہ عمل بیان جواز کیلئے ہے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر دونوں عملوں کے لئے علیحدہ علیحدہ پانی لے لیا جائے تو یہ مستحب ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کے صدقے جائیں جنہوں نے ایک ایک ادائے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو محفوظ کیا اور اس کو ساری انسانیت تک پہنچانے کا اھتمام فرمایا جس سے اھل ایمان کو لازوال نفع پہنچا اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پیارے نبی علیہ السلام کی سنت مطہرہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

واللہ! اگر آج بھی ہم اپنے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لائے ہوئے دین پر عمل پیرا ہو جائیں اس کو دوسروں تک پہنچانے کا انتظام کریں۔ اسی کو حق جانیں اور اس کی ترویج واشاعت کے لئے کمربستہ ہو جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ساری دنیا میں اسلام کی صداقتوں کا چرچا نہ ہو۔ اٹھو! اور اپنے دین حق کی سربلندی کے لئے کام کریں قرآن وسنت کو بطور قانون زندگی تسلیم کر کے اس پر عمل کریں اور دوسروں تک اس پیغام کو عام کر دیں اللہ تعالیٰ اس کام کی برکت سے آپ کے گھروں میں سکون اور چین کی فضا پیدا فرمائے گا اور دل میں اتحاد اتفاق کی عظیم روش ابھرے گی جس سے ہر طرف اطمنان ہی اطمنان ہوگا اللہ تعالیٰ توفیق عمل دے امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

# معیارِ مافی الضمیر

پتہ نہیں میری یہ بات کیسی لگے، جیسی بھی لگے میں نے کہہ دی ہے اور اسی نقطہ نظر کو پورے زور سے اہل ایمان تک پہنچانے کی پوری کوشش کروں گا، اگر میں اس قوم کو ملّت بنانے میں کامیاب ہو گیا، تو یہ میری بہت بڑی سعادت ہوگی۔ اب ضرورت صرف اس امر کی ہے، مسلمانانِ عالم کو بالعموم اور مسلمانان پاکستان کو، بالخصوص ملّت بننے کا درس دیا جائے۔ لوگ اگر چہ مخالفت بھی کریں گے، پھر بھی اس دھن کے پکے رہو، انشااللہ لوگ آخر اسی نقطہ نظر کو مان بھی لیں گے۔ نہ صرف تسلیم کر لیں گے بلکہ اس کے مبلغ بھی بن جائیں گے، بس طریق کار یہی ہوگا، کہ ہم خود اپنا ظاہر و باطن ایک کر لیں پھر آپ خود مشاہدہ فرمائیں گے، کہ آپ کی بات میں ایک زور ہوگا، آپ کی زبان میں تاثیر ہوگی، جو کوئی بھی آپ کی بات سنے گا وہ یہ محسوس کرے گا یہ تو میری ہی بات ہو رہی ہے، یہ تو میرا ہی موقف بیان ہو رہا ہے یہ تو میرا مافی ضمیر ہے،

(ہماری پریشانیوں کا حل، صفحہ ۱۱)

# باب نمبر ۲۳

## بَابٌ فِي تَخْلِيلِ اللِّحْيَةِ

### داڑھی کے خلال کرنے کا طریقہ

اس باب کے تحت تین احادیث مبارکہ آ رہی ہیں ان میں ایک اہم مسئلہ کی وضاحت کی گئی ہے یعنی وضو کرتے وقت داڑھی کا خلال کرنا کیسا ہے اور اس کا طریقِ کار کیا ہے۔

# حدیث نمبر ۲۹

حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ بْنِ اَبِي الْمُخَارِقِ اَبِي اُمَيَّةَ عَنْ حَسَّانَ بْنِ بِلَالٍ قَالَ رَاَيْتُ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ تَوَضَّأَ فَخَلَّلَ لِحْيَتَهُ فَقِيلَ لَهُ اَوْ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ اَتُخَلِّلُ لِحْيَتَكَ؟ قَالَ وَمَا يَمْنَعُنِي وَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهُ

حضرت حسان بن بلال رضی اللہ عنہ راوی، میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا آپ نے اپنی داڑھی کا خلال فرمایا کسی نے ان سے دریافت کیا یا میں نے عرض کیا۔ کیا آپ داڑھی کا خلال کرتے ہیں؟ تو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے لئے کیا ممانعت ہے بیشک میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو داڑھی کا خلال کرتے دیکھا۔

# حدیث نمبر ۲۹ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ۱} ابن ابی عمر رحمۃ اللہ علیہ:

ابن ابی عمر کا نام محمد بن یحییٰ ہے۔ یہ قابل اعتماد راوی ہیں ان سے امام مسلم، امام ترمذی امام ابن ماجہ اور ایک اور واسطہ سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیھم روایت کرتے ہیں یہ ثقہ راوی ہیں ان کو بڑے بڑے ائمہ فن نے خراج تحسین پیش کیا ہے۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا نام ونسب یوں ہے۔محمد بن یحییٰ بن ابی عمر العدنی ابوعبداللہ الحافظ نزیل مکہ ان کو ان کے دادا جان کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ابن ابی عمر محمد بن یحییٰ اپنے والد ماجد ابن عیینہ اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔

ابن ابی عمر سے امام مسلم، امام ترمذی، امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کئی واسطوں سے روایت کرتے ہیں۔اسی طرح ابوزرعہ دمشقی اور ایک جماعت ان سے روایت کرتی ہے۔

ابن ابی حاتم نے اپنے والد یعنی امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان کیا کان رجلاً صالحاً ہاں البتہ ان میں غفلت کا پہلو بھی تھا اور میں نے ان کے ہاں موضوع حدیثیں بھی دیکھیں لیکن جب وہ ابن عیینہ سے روایت کریں تو اس میں بلاشبہ صدوق ہیں۔امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں کتاب الصلوٰۃ فی الجمعہ میں تعلیقاً ان کی حدیث وارد فرمائی ہے۔سلمہ نے کہا ان کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں۔

## ابن ابی عمر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یوں کہا ہے کہ ابن ابی عمر کی وفات ۲۴۳ھ کو ہوئی۔①

## ۲} سفیان بن عُیَینہ رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۳ کے تحت ہو چکا ہے اگر چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

## ۳} عبدالکریم بن ابی المخارق ابی اُمیّۃ:

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر صرف جرح نقل کی ہے کوئی قول ان کی توثیق پر نہیں ہے۔حدیث نمبر ۲۹ کی سند میں عبدالکریم بن ابی المخارق آیا ہے۔امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اس کے بعد دو اور اسناد سے بھی روایت کیا ہے ان دونوں سندوں میں عبدالکریم نہیں ہے۔② ان دونوں روایتوں کو مذکورہ حدیث شریف کے بعد لانے سے مراد ہی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تھی کہ اس کا ضعف دور ہو جائے۔(محمد ارشد القادری)

## ۴} حسان بن بلال رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ تہذیب میں کیا گیا ہے۔بڑے بڑے ائمہ کرام نے ان کی توثیق فرمائی ہے۔ان کے لئے خیر کے کلمات لکھے گئے ہیں آپ بھی مطالعہ فرمالیں۔

---

① امام حافظ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۹/ ۴۵۷ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

② امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۶/ ۳۳۵ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا نام ونسب اس طرح ہے۔حسان بن بلال المزنی البصری رحمۃ اللہ علیہ، یہ جناب حضرت عمار بن یاسر، حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں امام ترمذی اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہما نے ان سے وضو میں داڑھی کے خلال پر احادیث روایت کی ہیں۔علی بن مدینی کہتے ہیں حسان بن بلال ثقہ ہیں۔امام ابن حجر عسقلانی قُلتُ ! کہہ کر لکھتے ہیں امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ابن حزم نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے ان کے سماع کا انکار کرتے ہوئے حسان بن بلال کو مجہول قرار دیا لیکن امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن حزم کے قول کو مردود و مجہول کہہ کر اس کا رد کر دیا۔اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ ان سے ایک جماعت نے روایت کی جیسا آپ لوگوں کو بھی پتہ ہے ابن مدینی نے ان کی توثیق کی ہے اور یہ حسان بن بلال کی توثیق کے لئے کافی ہے۔ ①

## ۵} حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ:

آپ بڑے جلیل القدر صحابی رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں آپ کے فضائل کثیرہ ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا ہی بلند و بالا مقام و مرتبہ عطا فرمایا تھا۔

## امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے۔عمار بن یاسر بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس بن الحصین بن الودیم ابن ثعلبۃ بن عوف بن حارثہ بن عامر بن ثامر بن عبس اسی طرح ابن سعد العنسی ابوالیقظان مولیٰ بنی مخذوم۔

ان کی والدہ ماجدہ کا نام سمیّہ ہے جو لخم سے تھیں۔یاسر یمن سے مکّہ مشرفہ آئے تھے اور ابو حذیفہ بن مغیرہ کے جانشین ہوئے تو اس نے ان کی شادی اپنی کنیزہ سمیّہ سے کر دی ان کے بطن سے حضرت عمار بن یاسر پیدا ہوئے ابو حذیفہ نے ان کو آزاد کر دیا اور حضرت عمار اسلام لائے اور ان کے والد ماجد ان سے بھی پہلے اسلام لا چکے تھے۔وہ لوگ (مشرک) اللہ کی راہ میں (کام کرنے پر) ان کو اذیت دیتے تھے۔اور ابو جہل ملعون نے بی بی سمیّہ رضی اللہ عنہا کو قتل کر دیا اور اسلام میں پہلی شہیدہ ہونے کا شرف حضرت سمیّہ رضی اللہ عنہا ہی کو حاصل ہوا۔ ②

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۲ / ۲۱۵ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

② امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۷ / ۳۵۷ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

حضرت عمار بن یاسر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور حضرت حذیفہ بن یمان سے روایت کرتے ہیں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے ان کے بیٹے محمد ان کے پوتے سلمہ بن محمد روایت کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ بن عنمہ المزنی، حضرت عبداللہ بن ابی جعفر بن ابی طالب، حضرت ابوطفیل اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

ابن برقی کا کہنا یہ ہے کہ حضرت عمار بن یاسر بدر میں حاضر ہوئے اور پھر تمام غزوات میں شامل ہوتے رہے۔ ابواحمد حاکم کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا۔ حضرت عاصم اپنی سند سے بیان کرتے ہیں جن سات لوگوں نے اولاً اسلام کا اظہار کیا ان میں حضرت عمار بن یاسر اور ان کی والدہ حضرت سمیّہ رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں۔ سب سے پہلے جنہوں نے مسجد (بیت) بنائی اور نماز پڑھی وہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک بار حضرت عمار بن یاسر نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی تو آپ نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا مرحبا طیّب ومطیّب اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آنے کی اجازت مانگی تو آپ نے بھی یونہی فرمایا مرحبا طیّب ومطیّب۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے امام الانبیاء علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ ایمان عمار بن یاسر کی رگ رگ میں بلکہ ہڈیوں تک سرایت کر چکا ہے۔ ربیع بن حذیفہ روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا میرے بعد جن لوگوں کی تم کو اقتدا کرنا ہوگی وہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما، ہیں اور اگر ھدایت پانا چاہو تو عمار سے منسلک ہو جاؤ۔ حضرت عمرو بن عاص روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جن دو اشخاص سے وفات تک راضی رہے اور وہ دونوں آپ سے محبت کرتے تھے ان میں ایک عمار بن یاسر ہیں اور دوسرے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم۔ تواتر روایات سے ثابت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اے عمار تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

علامہ واقدی بیان کرتے ہیں اس پر اجماع ہے کہ حضرت عمار بن یاسر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ صفین میں شہید ہوئے اس وقت ان کی عمر ۹۳ سال تھی۔ ان کو وہیں صفین کے میدان میں دفن کر دیا گیا تھا۔[۲]

---

① امام حافظ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۷/ ۳۵۸ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

# حدیث نمبر ۳۰

حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ حَسَّانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ عَمَّارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ
وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ وَاَنَسٍ وَابْنِ أَبِي اَوْفٰى وَاَبِي اَيُّوبَ قَالَ اَبُو عِيْسٰى وَسَمِعْتُ اِسْحٰقَ بْنَ مَنْصُورٍ يَقُولُ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ لَمْ يَسْمَعْ عَبْدُ الْكَرِيمِ مِنْ حَسَّانَ بْنِ بِلَالٍ حَدِيثَ التَّخْلِيلِ

حضرت قتادہ نے حضرت حسان بن بلال کے حوالے سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حدیث، سابقہ حدیث شریف سے ملتی جلتی روایت نقل کی ہے۔ اس عنوان کے تحت حضرت عائشہ ام المومنین، ام سلمہ ام المومنین، حضرت انس بن مالک، حضرت ابن ابی اوفٰی اور حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین سے بھی احادیث روایت کی گئی ہیں۔

امام ابوعیسٰی ترمذی قدس سرّہ العزیز فرماتے ہیں میں نے اسحٰق بن منصور سے سنا وہ فرماتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبل سے سنا، ابن عیینہ کا کہنا یہ ہے کہ داڑھی کے خلال کرنے والی حدیث شریف عبدالکریم نے حسان بن بلال سے سماعت نہیں کی۔

# حدیث نمبر ۳۰ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ۱} ابن ابی عمر رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۲۹ کے تحت ہو چکا اگر آپ چاہیں تو وہاں سے دیکھ لیں۔

## ۲} سفیان رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا ذکر بھی حدیث نمبر ۳ کے تحت ہوا ہے۔

## ۳} سعید بن ابی عروبہ رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا ذکر تہذیب میں ہے۔ سعید بن ابی عروبہ ثقہ راوی ہیں بڑے بڑے علماء فن نے ان کی توثیق کی ہے۔ آپ بھی مطالعہ فرمالیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا نام ونسب اس طرح ہے۔ سعید بن ابی عروبہ ان کا نام مہران عدوی مولیٰ بنی عدی بن یشکر ابونضر البصری ہے۔
سعید بن ابی عروبہ جناب قتادہ، نضر بن انس، امام حسن بصری رضی اللہ عنھم اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں اسی طرح ان سے امام اعمش جو کہ ان کے اساتذہ میں سے ہیں، شُعبہ، عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

امام ابن معین اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں سعید بن ابی عروبہ ثقہ راوی ہیں۔ ابوزرعہ کہتے ہیں سعید ثقہ ہیں مامون ہیں۔ ابوداود طیالسی فرماتے ہیں اصحاب قتادہ میں سب سے زیادہ حافظہ کے مالک ہیں۔ ابن سعد کہتے ہیں ثقہ ہیں اور کثیر الحدیث ہیں پھر وہ آخر عمر میں اختلاط کرنے لگ گئے تھے۔

## سعید بن ابی عروبہ کی وفات:

امام بخاری کہتے ہیں عبدالصمد کا بیان ہے سعید بن ابی عروبہ سنہ ۱۵۶ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوئے اس کے علاوہ ایک اور روایت کے مطابق ان کا وصال سنہ ۱۵۷ھ کو ہوا۔ امام ابن حبان نے ان کی وفات کا سن ۱۵۵ھ ذکر کیا ہے۔①

## ۴} قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۱۹ کے ضمن میں ہو چکا ہے اگر چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

## ۵} حسّان بن بلال:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۲۹ کے تحت ہوا ہے۔ اگر چاہیں تو وہاں سے دیکھ لیں۔

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۴/۵۶ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

## ۶} عمار رضی اللہ عنہ:

یہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ہیں ان کے فضائل کا تذکرہ حدیث نمبر ۲۹ میں کیا گیا ہے آپ وہاں سے پڑھ لیں ان کے ذکر سے ایمان کو جلا ملتی ہے۔

# حدیث نمبر ۳۱

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ عَامِرِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهُ قَالَ أَبُو عِيسَى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ أَصَحُّ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيثُ عَامِرِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عُثْمَانَ۔

قَالَ أَبُو عِيسَى وَقَالَ بِهٰذَا أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَ مَنْ بَعْدَهُمْ رَأَوْا تَخْلِيلَ اللِّحْيَةِ وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ وَقَالَ أَحْمَدُ إِنْ سَهَا عَنِ التَّخْلِيلِ فَهُوَ جَائِزٌ وَقَالَ إِسْحٰقُ إِنْ تَرَكَهُ نَاسِيًا أَوْ مُتَأَوِّلًا أَجْزَأَهُ وَإِنْ تَرَكَهُ عَامِدًا أَعَادَ۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ راوی، نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم داڑھی مبارک کا خلال فرماتے تھے۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رضی اللہ عنہ مرقدہ فرماتے ہیں یہ حدیث (فنی اعتبار) سے حسن صحیح ہے۔ محمد بن اسمٰعیل (مراد امام بخاری ہیں) فرماتے ہیں اس عنوان کے ماتحت عامر بن شقیق بحوالہ ابی وائل حضرت عثمان والی حدیث زیادہ صحیح ہے۔ اکثر اھل علم رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ اور تابعین کرام کا یہی کہنا ہے کہ داڑھی کا خلال کیا جائے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول بھی ایسا ہی ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں اگر خلال کرنا بھول گیا تو وضو جائز ہے۔ اسحٰق کا کہنا یہ ہے اگر خلال بھول کر ترک ہوگیا تو وضو جائز اور جان بوجھ کر ترک کیا اعادہ کرے گا۔

# حدیث نمبر ۳۱ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ۱} یحیٰی بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۲۸ کے تحت ہو چکا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ کرلیں۔

### ۲} عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ:

یہ مضبوط راوی ہیں ان کا تذکرہ بڑے بڑے علماء فن نے اچھے الفاظ میں کیا ہے آپ بھی پڑھ لیں۔

### امام ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب، عبدالرزاق بن ھمام بن نافع الحمیری مولاھم ابوبکر صنعانی ہے، عبدالرزاق بن ھمام اپنے والد ماجد، اپنے چچا جان، وھب، معمر اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں اسی طرح یہ حضرت اسرائیل سے بھی روایت کرتے ہیں۔ اور عبدالرزاق بن ھمام سے ابن عیینہ، معمر بن سلیمان، یحیٰی اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

ابوزرعہ دمشقی بیان کرتے ہیں عبدالرزاق بن ھمام ثبت راوی ہیں۔ حنبل بن اسحٰق امام احمد کے حوالے سے اس سے ملتی جلتی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ان کی کتاب کے حوالے سے جو کچھ سنا وہ بہت صحیح ہے۔ یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں علی بن مدینی کا قول ہے ھشام بن یوسف نے مجھ سے پوچھا عبدالرزاق اور یعقوب دونوں میں زیادہ حافظ وعالم کون ہے تو انہوں نے جواب دیا دونوں ہی ثقہ ہیں۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں عبدالرزاق اثبت النّاس ہیں۔[1]

### ۳} اسرائیل رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۱ کے تحت ہو چکا اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ کرلیں۔
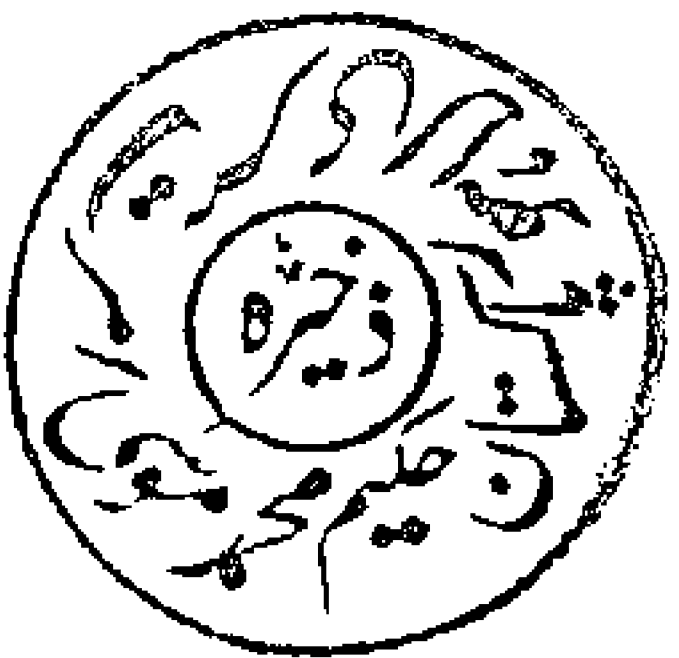


[1] امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۶/ ۲۷۸ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

## ۴} عامر بن شقیق رحمۃ اللہ علیہ:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ تہذیب میں ہے یہ ثقہ راوی ہیں ان کی توثیق بڑے بڑے آئمہ فن نے فرمائی ہے۔آپ بھی پڑھ لیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب، عامر بن شقیق بن جمرہ الاسدی الکوفی، عامر بن شقیق، ابو وائل شقیق بن سلمہ سے روایت کرتے ہیں اوران سے اسرائیل، مسعر، شُعبہ، شریک، سفیانان روایت کرتے ہیں۔

ابن ابی خیثمہ ابن معین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں عامر بن شقیق ضعیف الحدیث ہیں امام ابو حاتم کہتے ہیں یہ قوی راوی نہیں ہیں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔امام ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ راوی قابل اعتماد ہے اس لئے کہ امام ترمذی نے باب التخلیل میں ان سے حدیث لی ہے۔امام محمد فرماتے ہیں میرے نزدیک وہ بہت اچھا راوی ہے اس باب کے حوالے سے۔①

## ۵} ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۱۳ کے تحت ہو چکا اگر مطالعہ کرنا چاہیں تو وہاں دیکھ لیں۔

## ۶} حضرت عثمان بن عفان امیر المومنین رضی اللہ عنہ:

یہ وہ جلیل القدر صحابی ہیں جن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دنیا میں جنتی ہونے کی بشارت دے دی تھی ان کو یہ عزاز بھی حاصل ہے کہ ان کے نکاح میں یکے بعد دیگرے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آئیں پہلے حضرت سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنھا سے نکاح ہوا ان کی وفات ۲ھ میں ہوئی تو سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنھا کا نکاح بھی امام الانبیاء علیہ السلام نے ان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کر دیا۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے۔عثمان بن عفان بن ابی العاص بن اُمیّہ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشی ابو عمرو وابو عبد اللہ اور یوں بھی کہا جاتا ہے ابو لیلی۔

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۵ / ۶۰ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

کہا جاتا ہے ان کی والدہ ماجدہ اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی

کہا جاتا ہے ان کی والدہ ماجدہ اروی بنتِ کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد الشمس اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نانی جان ام حکیم بنت عبد المطلب ہیں۔ حضرت عثمان غنی ذو النورین رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام ہیں انہوں نے راہ حق میں دو مرتبہ ہجرت کی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یکے بعد دیگرے اپنی دو شہزادیاں رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے عقد نکاح میں دیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت ابو بکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کی اولاد، حضرت ابان بن عثمان، حضرت سعید بن عثمان، عمرو رضی اللہ عنہ اور ان کے موالی روایت کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو قتادہ، حضرت ابو ھریرہ، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو امامہ، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن زبیر، حضرت عبد الرحمن بن ابی عمرہ، حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہم اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

ابن عبد البر کا کہنا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چھٹے سال عام الفیل کو پیدا ہوئے وہ سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں اوّل مقام و مرتبہ کے مالک ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں حاضر نہ ہو سکے اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صاحبزادی یعنی اپنی زوجہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری پر مامور تھے۔ لیکن ان کو بدری کہا جاتا ہے وہ ان اصحاب میں سے ایک ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی تھی۔ وہ ان چھ اصحاب شوریٰ میں سے ایک ہیں جو کمیٹی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قائم فرمائی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنی وفات تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے راضی رہے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت لی گئی تو ہم نے اس امر پر بیعت کی وہ ہم میں بہتر ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہم سے پیار و محبت سے پیش آتے تھے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جیش عسرہ یعنی غزوہ تبوک کے موقعہ پر حضرت عثمان نے ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں پیش کئے۔ ابن سیرین بیان کرتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کی رات کو ایک رکعت میں پورا قرآن شریف تلاوت فرمایا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حسین چہرے والے اور نرم جلد والے تھے، داڑھی بہت گھنی تھی رنگ گورا چٹا تھا دونوں شانوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا یعنی سینہ مبارک خوب چوڑا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا وہ لوگوں سے صلہ رحمی کرتے تھے اور دوسرے لوگوں کی نسبت وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زیادہ پسندیدہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین ہو جانے کے تین دن بعد آپ کی بیعت کی گئی یہ محرم الحرام کی یکم تاریخ تھی اور ۲۴ھ تھا۔

## حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت:

وسط ایام تشریق ۳۵ھ کو مدینہ طیبہ میں آپ کو شہید کر دیا گیا۔① اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن،

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ولادت چھٹے سال واقعہ فیل کو ہوئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عمر چونتیس ۳۴ سال تھی پھر تیرہ ۱۳ سال مکی زندگی اور ۳۵ھ کو شہادت ہوئی اس طرح ۳۴+ ۱۳ + ۳۵ = ۸۲ بوقت شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عمر بیاسی برس بنتی ہے۔ (محمد ارشد القادری)

یہاں میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حالات واحوال اور آپ کے فضائل ومناقب کا مختصراً تذکرہ کیا ہے انشاء اللہ ابواب المناقب میں جب حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر آئے گا تو وہاں تفصیلات کے ساتھ ان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے فضائل ومحاسن کا تذکرہ کروں گا ان کی خدمات جلیلہ پر بھی بھرپور روشنی ڈالوں گا۔

# شرح حدیث نمبر ۲۹، ۳۰، ۳۱

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ایک ایک فرمان اقدس اپنے اندر ہزارہا حکمتیں رکھتا ہے۔ مومن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ امام الانبیاء علیہ السلام کی سنت مطہرہ میں غرقاب ہو کر گذرتا ہے اس لئے اس کی زندگی کی ایک ایک ساعت قابل رشک بھی ہوتی ہے اور لائق صد تحسین بھی واللہ! یہی وہ زندگی ہے جس پر حیات خود ناز کرتی ہے یہی وہ حیات ہے جو یقیناً لائق التفات ہوتی ہے اسی میں حقائق جہان لطافت پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اور اسی زندگی سے ہلکا سا پردہ ہٹنے سے حق نمائی ہو جایا کرتی ہے۔ یہ ہوتا ضرور ہے مگر کبھی کبھی یہ ایک ایسا راز ہے اگر کسی پر واضح ہو جائے تو بھی وہ چپ سا ہو جاتا ہے ایسا کیوں ہوتا ہے مجھے نہیں معلوم مگر ہوتا ہے۔ ذیل میں احادیث مبارکہ کی مختصراً شرح لکھوں گا تاکہ پڑھنے والوں کے لئے راحت کا باعث ہو اور ضروری مسئلہ سمجھ میں آجائے۔

## علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

یہ جو باب ہے جس میں داڑھی کے خلال کرنے کا تذکرہ ہوا اس باب میں وہ حدیث شریف آئی ہے جس میں ہے کہ حضرت حسان بن بلال بیان کرتے ہیں میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو وضو کرتے دیکھا تو انہوں نے داڑھی کا خلال فرمایا کسی نے ان سے دریافت کیا یا میں نے پوچھا آپ داڑھی کا خلال فرماتے ہیں۔ تو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے جواباً فرمایا مجھے کیا ممانعت ہے۔ جبکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا کہ

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۷/ ۱۲۷ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی داڑھی مبارک کا خلال فرمایا۔

اس باب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا، حضرت انس بن مالک اور ابن ابی اوفٰی رضی اللہ عنھما سے بھی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ داڑھی کے خلال پر بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے احادیث آئی ہیں۔ امام ابن ابی شیبہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی۔ امام طبرانی نے اوسط میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث وارد کی۔ کبیر میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اور وائلہ بن الاسقع سے حدیث آئی ہے۔ امام دارقطنی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے حدیث وارد کی۔ خطیب نے جامع میں اور ابن عساکر نے (تاریخ میں) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنھما سے حدیث روایت کی ہے۔ امام نسائی نے اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنھما سے حدیث روایت کی ہے۔ طبرانی نے ابومسعود رضی اللہ عنہ سے اور محدث عبدالرزاق نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے۔ ابن قتیبہ نے غریب الحدیث میں اور دینوری نے مجالسہ میں حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے۔ عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ اور بغوی نے مسند میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے جیسا کہ کنز العُمال میں ہے۔ تخریج ھدایہ میں حافظ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ اور ابن عدی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے ابوداؤد، بزاز، حاکم، نیز احمد، ابن حبّان اور ابن خزیمہ نے حضرت حماد نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حدیث وارد کی ہے۔ ابن ماجہ نے حضرت ابوایوب اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنھم سے حدیث وارد کی ہے۔ (یہ تمام احادیث داڑھی کے خلال ہی کے موضوع پر آئی ہیں۔ (محمد ارشد القادری)

حدیث شریف میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے داڑھی کا خلال فرمایا امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس باب میں سب سے زیادہ صحیح حدیث وہ ہے جو عامر بن شقیق سے مروی ہے۔ اور جو حدیث شریف ابووائل نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے روایت کی ہے اس پر اکثر اھل علم کا عمل ہے۔ جن میں صحابہ اکرام اور تابعین بھی ہیں جو داڑھی کا خلال کرنے کو کہتے ہیں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول خلال کرنے کے حق میں ہے۔ امام احمد کا قول یہ ہے کہ اگر خلال کرنا بھول جائے تو وضو جائز ہے۔ امام اسحٰق کہتے ہیں اگر خلال کرنا سہواً ترک ہوگیا تو وضو جائز ہے۔ اور اگر جان بوجھ کر ترک کر دیا تو نماز کا اعادہ ہوگا۔ جو داڑھی گھنی ہو اس کا خلال کرنا سنت ہے اور اگر داڑھی گھنی نہ ہو تو اس کا خلال کرنا سنت نہیں ہے۔ [1]

---

[1] علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۶۴ مطبوعہ کانپور ہند،

## علامہ ابوطیّب سندھی لکھتے ہیں:

یہ باب جس میں داڑھی کے خلال کا مسئلہ ذکر ہوا ہے اس کا مطلب یہ ہے اپنے ہاتھ کو داڑھی کے بالوں پر اس طرح چلانا کہ بالوں کی جڑیں تک پانی سے تر ہو جائیں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں اس طرح حدیث وارد فرمائی ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب وضو فرماتے تو اپنے ہاتھ میں پانی لیکر بالوں کی جڑ تک پہنچاتے اور اس طرح داڑھی کا خلال فرماتے تھے اور اس طرح بھی حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ میرے ربّ نے مجھے اس طرح خلال کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عمل اثنائے وضو میں ہونا چاہئے جب کہ چہرے کو دھویا جا رہا ہو اور ایک احتمال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فراغت کے بعد خلال کر لیا جائے۔[1]

---

(1) علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱ / ۶۳ مطبوعہ کانپور ہند،

# درس حدیث

اس میں کوئی شک نہیں انسان اشرف المخلوقات ہے۔ روئے زمین پر جتنے بھی مذاہب ہیں ان سب سے اعلیٰ، ارفع اور صاف ستھرا مذہب دین اسلام ہے اس کو خود اللہ تعالیٰ نے مکمل فرمایا اور اس کی تکمیل کے بعد خود ہی ارشاد فرمایا آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور میں تمہیں دین اسلام دے کر راضی ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ساری انسانیت کی رہنمائی کے لئے ھدایات عطا فرمائی ہیں خصوصاً اھل ایمان کے لئے ایسی جامع اور بابرکت شریعت ان کو عطا کی جو ہر اعتبار سے لائق التفات ہے حدیث شریف میں آیا ہے۔

حضرت حسان بن بلال رضی اللہ عنہ راوی، میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنھما کو وضو کرتے ہوئے دیکھا آپ نے اپنی داڑھی کا خلال فرمایا کسی نے ان سے دریافت کیا یا میں نے عرض کیا، کیا آپ داڑھی کا خلال کرتے ہیں تو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنھما نے فرمایا میرے لئے کیا ممانعت ہے بیشک میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسم کو داڑھی کا خلال کرتے دیکھا۔ (جامع ترمذی شریف حدیث نمبر ۲۹)

## داڑھی کا خلال سنت ہے:

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا وضو کے دوران داڑھی کا خلال کرنا چاہئے، بعض ائمہ کرام جیسے امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ داڑھی کے خلال کو اس حدیث سے واجب قرار دیتے ہیں۔ بعض ائمہ کرام فرماتے ہیں اگر جان بوجھ کر داڑھی کا خلال ترک کر دیا جائے تو نماز کا اعادہ ہوگا لیکن اگر بھول کر خلال ترک ہو گیا تو وضو جائز ہے۔ جو داڑھی گھنی ہو اس کا خلال کرنا سنت ہے اگر داڑھی گھنی نہ ہو تو اس کا خلال کرنا سنت نہیں ہے۔

وضو کرتے وقت داڑھی کا خلال کر لینا ہی افضل ہے اس طرح وضو بھی اعلیٰ درجہ پر ہوگا اور دل بھی خوب مطمئن ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل دے امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

# معیار تشخیص

اس امت کا مرض ''شرک'' نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے اس امت کا مرض ''شرک'' تشخیص کیا ہے۔ ان کی یہ تشخیص درست نہیں ہے۔ اس امت کا مرض یہ ہے: ۱۔ خود غرضی، ۲۔ خود پرستی، ۳۔ ہوس مال وزر،

اس کا علاج کیا ہے؟ علاج اس مرض کا یہ ہے: ۱۔ وحدت، ۲۔ خدمت، ۳۔ استحکام

آیئے وحدت امت کے لئے کام کریں۔ آیئے اس امت کو فرقہ واریت سے نجات دلائیں، آیئے اس امت میں پھر وہ طرزِ سخن پیدا کریں جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں تھا۔ آیئے اس امّت میں پھر وہ طرزِ عمل پیدا کریں جو اوّل زمانہ کے مسلمانوں میں تھا۔ آیئے اس امّت میں پھر وہ زور پیدا کریں جو ہمارے اکابر کے زمانے میں تھا۔

(فضائل ومسائل، صفحہ ۴،۵)

# باب نمبر ۲۴

## بَابُ مَا جَاءَ فِي مَسْحِ الرَّأْسِ أَنَّهُ يَبْدَأُ بِمُقَدَّمِ الرَّأْسِ إِلَى مُؤَخَّرِهِ

سر کے مسح کا آغاز پیشانی کی طرف سے کر کے پچھلی جانب اختتام کیا جائے۔

اس باب میں ایک ہی حدیث مبارک آرہی ہے آپ بھی مطالعہ فرمائیں۔

# حدیث نمبر ۳۲

حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ مُوسٰی الاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ یَحْیٰی عَنْ اَبِیهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَیْدٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ رَأْسَهٗ بِیَدَیْهِ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ بَدَاَ بِمُقَدَّمِ رَاْسِهٖ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا اِلٰی قَفَّاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتّٰی رَجَعَ اِلَی الْمَكَانِ الَّذِیْ بَدَاَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَیْهِ

وَفِی الْبَابِ عَنْ مُعَاوِیَةَ وَالْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیكَرِبَ وَعَائِشَةَ قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی حَدِیْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَیْدٍ اَصَحُّ شَیْءٍ فِیْ هٰذَا الْبَابِ وَاَحْسَنُ وَبِهٖ یَقُولُ الشَّافِعِیُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ.

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سر کا مسح کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو سامنے سے پچھلی طرف لے گئے اور پیچھے سے اگلی طرف لے آئے مقدمہ سر یعنی پیشانی سے آغاز کر کے دونوں ہاتھوں کو پچھلی جانب لے گئے اور پھر ان کو اسی طرح واپس لے آئے جہاں سے آغاز فرمایا تھا پھر دونوں پاؤں کو دھویا۔ اس عنوان کے تحت حضرت معاویہ، حضرت مقدام بن معدیکرب اور حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی احادیث مروی ہیں۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں اس باب میں عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث اصح بلکہ احسن ہے یہی قول، امام شافعی، امام احمد اور اسحٰق رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہے۔

# حدیث نمبر ۳۲ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ۱} اسحٰق بن موسیٰ انصاری رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۲ میں ہوا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

### ۲} مَعْن رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا ذکر بھی حدیث نمبر ۲ میں ہوا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

### ۳} مالک بن انس رضی اللہ عنہ:

ان کا ذکر بھی حدیث نمبر ۲ میں ہوا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

### ۴} عمرو بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ تہذیب میں ہے۔ یہ ثقہ راوی ہیں ان کی توثیق بڑے بڑے آئمہ فن نے کی ہے آپ بھی پڑھ لیں۔

### امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے، عمرو بن یحییٰ بن عمارہ بن ابی حسن انصاری مازنی مدنی ابن بنت عبداللہ بن زید بن عاصم اور ان کا نام ابی حسن تمیم بن عمرو بھی ہے جیسے پہلے ذکر ہوا ہے۔

عمرو بن یحییٰ اپنے والد ماجد، عباد بن تمیم اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں اور ان سے یحییٰ بن ابی کثیر (حضرت امام) مالک بن انس رضی اللہ عنہ ابن جریج اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

امام ابو حاتم کہتے ہیں عمرو بن یحییٰ ثقہ صالح ہیں۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ ثقہ ہیں امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی رائے یہ ہے ابن سعد کہتے ہیں عمرو بن یحییٰ ثقہ ہیں کثیر الحدیث ہیں۔ امام عجلی فرماتے ہیں وہ ثقہ ہیں۔ ابن نمیر کہتے ہیں وہ ثقہ ہیں۔ امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ مصنّف میں ایک قول اس طرح بھی ملتا ہے کہ ابن بنت عبداللہ بن زید قوم تبع سے تعلق رکھتے ہیں اور اس حوالے سے وہ اور بھی صاحبِ کمال ہیں۔

## عمرو بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات:

ابن عبدالبر کا کہنا یہ ہے کہ عمرو بن یحییٰ کی وفات ۱۴۰ھ کو ہوئی۔ (۱)

## ۵} ابیہ یعنی یحییٰ بن عمارہ رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا ذکر اختصاراً تہذیب میں کیا گیا ہے یہ ثقہ راوی ہیں ان کی توثیق بڑے بڑے ائمہ فن نے کی ہے آپ بھی مطالعہ فرمالیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے۔ یحییٰ بن عمارہ بن ابی حسن انصاری مازنی مدنی یحییٰ بن عمارہ عبداللہ بن زید بن عاصم (حضرت امام) مالک بن انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

یحییٰ بن عمارہ سے ان کے بیٹے عمرو بن یحییٰ، محمد بن عبدالرحمن بن ابی صعصعہ، امام زہری اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

امام ابن اسحٰق کا کہنا یہ ہے کہ یحییٰ بن عمارہ ثقہ ہیں، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یحییٰ بن عمارہ ثقہ ہیں۔ ابن خراش کہتے ہیں یحییٰ ثقہ ہیں امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا۔ (۲)

## ۶} حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ:

ان کے فضائل ومناقب کا تذکرہ حدیث نمبر ۲۸ کے تحت ہو چکا آپ وہاں سے مطالعہ فرمالیں ان کے حالات واحوال کا مطالعہ کرنے سے دین حق کی تبلیغ کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ مبلغین کو ان کی زندگی کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔

---

(۱) امام حافظ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۸/ ۱۰۴ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

(۲) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۵/ ۲۲۷ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

# شرح حدیث نمبر ۳۲

نماز کے لئے وضو ضروری ہے، وضو کے فرائض میں سے ایک سر کا مسح بھی ہے۔ وضو کرتے وقت سر کا مسح کرنا چونکہ فرض ہے اس لئے اس کے متعلق یہ جاننا بھی بہت ضروری ہے کہ مسح کس طرح کرنا چاہئے اور مسح کرتے وقت سر کے کتنے حصے کا مسح فرض ہے اس میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر کیا ہے، امام مالک رضی اللہ عنہ کا مذہب مسح کی بابت کیا ہے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی تحقیق کیا ہے اور امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نقطہ نظر کیا ہے۔

## علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

یہ وہ باب ہے جس میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ مسح کرنے کا آغاز سر کے سامنے والے حصے یعنی پیشانی سے کرنا چاہئے اور سر کے پچھلے حصے پر اس کو مکمل کرنا چاہئے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مسح کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو پیشانی کی طرف سے پچھلی جانب تک بالوں پر پھیرا اور پھر ویسے ہی اگلی جانب لے آئے یعنی ہاتھوں کو وہیں لا کر مسح کا اختتام فرمایا جس جگہ سے آغاز فرمایا تھا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔

مسح کی وضاحت کرنے کے حوالے سے حضرت معاویہ، حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایات آئی ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا یہ ہے کہ اس موضوع پر حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ والی حدیث شریف زیادہ صحیح ہے اور اس عنوان پر احسن بھی ہے۔ مسح کرنے کے حوالے سے امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحٰق کا قول بھی اسی طرح ہے ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر بھی یہی ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اس طریق پر مسح کرنے کو مستحب قرار دیتے ہیں۔ ①

## علامہ امام بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کا تذکرہ ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مصنف میں فرمایا ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ مسح کرنے میں مرد و عورت دونوں برابر ہی ہیں امام احمد فرماتے ہیں عورت اگر صرف سر کے اگلے حصہ کا ہی مسح کرے تو کفایت کرے گا۔ ②

---

① علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱ / ۶۴ مطبوعہ کانپور ہند،

② امام علامہ بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد العینی م ۸۵۵ھ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ۳ / ۱۰۰ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ بلوچستان،

## مسح سر کی تحقیق:

سر کا مسح کرنے کے حوالے سے امام مالک، ابن علقمہ، امام احمد اور ایک روایت کے مطابق علی رضی اللہ عنہم ان سب کے نزدیک پورے سر کا مسح فرض ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں اس مسئلہ میں اختلاف ہے وہ کہتے ہیں سر کے کچھ حصے کا مسح جائز ہے یقول اشہب! بعض علماء کے نزدیک ایک ثلث اور ایک ربع ہمارے نزدیک اور ایسے ہی امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک فرض صرف اتنا ہے کہ سر کے بعض حصے کا مسح کرلیا جائے اور بعض سے مراد ہمارے اصحاب کے نزدیک چوتھائی سر ہے۔ ان حضرات نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے اس لئے کہ کتاب میں مسح کی مقدار مجمل ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ۔

اور سروں کا مسح کرو۔

## ابن ہاشم کا قول زیادہ قوی ہے:

یہاں ''با'' تبعیض کے لئے ہے اس کی تصدیق بعض ماہرین زبان کی تصریحات کرتی ہیں بعض نے اس مقام پر با کے تبعیض کے طور پر ہونے کا انکار کیا ہے جیسے ابن برہان، ابن ھاشم کہتے ہیں کہ ''با'' کا تبعیض کے معنوں میں ہونا ثابت ہے۔ (۱)

بعض روایات میں آیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے عمامہ کے اوپر مسح فرمایا اس کا جواب اہل علم نے یہ دیا کہ راوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بہت دور سے دیکھا تھا اس لئے وہ درست اندازہ نہ کرسکا کہ عمامہ سر پر ہے یا علیحدہ تھا۔ اس وجہ سے راوی کو گمان ہوا کہ آپ نے عمامہ پر مسح فرمایا قاضی عیاض فرماتے ہیں ہمارے اصحاب نے اس کو احسن طریق پر محمول فرمایا ہے وہ کہتے ہیں یہ جو وارد ہے کہ آپ نے عمامہ پر مسح فرمایا شاید کوئی ایسی تکلیف ہو جس میں سر کا کھولنا منع ہو تو اس ضرورت کے تحت آپ نے عمامہ پر ہی مسح فرمالیا ہو۔ (۲)

مسح سر کا آغاز پیشانی کی طرف سے کیا جائے اس موضوع پر احادیث کثیرہ آئی ہیں۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث ملتی ہے۔ جس میں یہ ہے آپ نے مسح کا آغاز پیشانی سے فرمایا دونوں ہاتھوں کو پیشانی سے سر کے پچھلے حصے کی طرف لے گئے اور اس طرح دوبارہ پیشانی کی طرف لے آئے اور اس طرح آپ نے مسح کو مکمل فرمایا۔ (۳)

(۱) امام علامہ بدرالدین عینی م ۸۵۵ھ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ۳/ ۱۰۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ بلوچستان،

(۲) امام علامہ بدرالدین عینی م ۸۵۵ھ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ۳/ ۱۰۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ بلوچستان،

(۳) امام علامہ بدرالدین عینی م ۸۵۵ھ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ۳/ ۱۰۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ بلوچستان

# باب نمبر ۲۵

## بَابُ مَا جَاءَ اَنَّهُ يَبْدِءُ بِمُؤَخَّرِ الرَّأْسِ۔

سر کے پچھلی طرف سے مسح کی ابتدا کرنا۔

اس باب میں ایک ہی حدیث آ رہی ہے۔ آپ بھی مطالعہ فرمالیں برکت ہو گی۔

# حدیث نمبر ۳۳

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّتَيْنِ بَدَأَ بِمُؤَخَّرِ رَأْسِهِ ثُمَّ بِمُقَدَّمِهِ وَبِأُذُنَيْهِ كِلْتَيْهِمَا ظُهُورِهِمَا وَبُطُونِهِمَا قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَحَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَصَحُّ مِنْ هَذَا وَأَجْوَدُ وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْكُوفَةِ إِلَى هَذَا الْحَدِيثِ مِنْهُمْ وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ

ربیع بنت معوذ بن عفراء بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دو مرتبہ سر کا مسح فرمایا۔ ایک بار پچھلے حصے سے ایک مرتبہ اگلے حصے سے اسی طرح دونوں کانوں کا اندر باہر سے مسح کیا۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی قدس سرّہ العزیز فرماتے ہیں یہ حدیث مبارک حسن ہے اور حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اس سے بھی زیادہ صحیح اور اجود ہے۔ بعض اہل کوفہ نے اسی حدیث پر عمل کیا انہی حضرات میں وکیع بن جراح بھی ہیں۔

# حدیث نمبر ۳۳ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ۱} قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۱ کے تحت ہو چکا اگر آپ چاہیں تو وہاں مطالعہ فرمالیں۔

### ۲} بشر بن مفضل رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۲۵ کے تحت ہو چکا ہے اگر چاہیں تو وہاں سے پڑھ لیں۔

## ۳} عبداللہ بن محمد بن عقیل رضی اللہ عنہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۳ کے تحت ہو چکا ہے اگر چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

## ۴} ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا:

یہ صحابیہ ہیں ان کا بڑا مقام و مرتبہ ہے ان کا تذکرہ تہذیب میں ہے ان کا پورا نام و نسب یوں ہے ربیع بنت معوذ بن عفراء وعفرا، ام مُعَوّذ اور ان کے والد گرامی حارث بن رفاعہ ابن الحارث بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار انصاریہ رضی اللہ عنہا۔

## امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ربیع بنت مُعَوّذ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کرتی ہیں ان سے ان کی صاحبزادی عائشہ بنت انس بن مالک رضی اللہ عنہا، خالد بن ذکوان، سلیمان بن یسار، عبدالرحمن بن ثوبان ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر، عبداللہ بن محمد بن عقیل رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔ ابن ابی خیثمہ اپنے والد ماجد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں ربیع بنت مُعَوّذ رضی اللہ عنہا ان نفوس قدسہ میں سے ایک ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی اس سے مراد بیعت رضوان ہے۔[1]

# شرح حدیث نمبر ۳۳

اس حدیث شریف میں مسح کرنے کا طریقہ حدیث نمبر ۳۲ کے برعکس آیا ہے۔ اس طرح بھی کبھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے عمل فرمایا ہوگا جس کو ربیع بنت مُعَوّذ نے روایت کیا ہے۔

## علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

یہ جو باب ہے جس میں سر کا مسح کرنے کا آغاز پچھلی جانب سے کرنے کا ذکر ہوا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دو بار سر کا مسح فرمایا۔ پچھلی جانب سے اپنے سر انور کے مسح کا آغاز کیا اور ایک پیشانی کی طرف سے آغاز فرمایا کانوں کو بھی اسی میں شامل کر لیا اور پھر کانوں کا اندر باہر سے مسح فرمایا۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ والی حدیث زیادہ صحیح اور اجود ہے۔

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱۱ / ۷ ۴۳ مطبوعہ نشر السنہ الفضل، بارکیٹ اردو بازار لاہور،

## حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ والا عمل لائق التفات:

یہ جو ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارک میں آیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سر انور کا دوبار مسح فرمایا اس میں انہوں نے جو کچھ بیان کیا وہ یوں لگتا ہے امام الانبیاء علیہ السلام نے مسح کی تیاری کے وقت اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھایا ہوگا اس وقت راویہ کو یوں محسوس ہوا جیسے آپ نے پچھلی جانب سے مسح کا آغاز فرمایا ہے عین ممکن ہے ہاتھوں کو پچھلی جانب سے ہلکا سا اٹھایا ہو اور پھر مسح کا آغاز پیشانی ہی کی طرف سے فرمایا ہو جس طرح اس سے ماقبل حدیث میں مذکور ہوا ہے۔ یاد رہے حدیث نمبر ۳۲ والا عمل مبارک حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے وہ حضرت ربیع بنت معوذ والی حدیث پر فوقیت رکھتا ہے لہذا وہی زیادہ لائق التفات بھی ہے۔ آگے پیچھے ہاتھوں کو ہلانا بظاہر دو عمل معلوم ہوتے ہیں لیکن ان کا ایک ہی مطلب ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا نقطہ نظر بھی یہی ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ والی حدیث اصح زیادہ درست اور حسن بھی ہے۔ امام شافعی، امام احمد اور امام اسحٰق رضی اللہ عنھم کا قول بھی یہی ہے۔ یعنی وہ بھی حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ والی حدیث شریف ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حدیث شریف کے ظاہر کے اعتبار سے یہی واضح ہوتا ہے کہ سر کے مسح کا آغاز پچھلی جانب سے فرمایا اور اختتام پیشانی پر کیا جہاں تک اقبال و ادبار کا تعلق ہے تو یہ امور اضافیہ ہیں اس سے سامنے والی سمت اور پیچھے والی سمت کا تعین نہیں ہوتا مسح کرنے کے طریقے تو دو بیان ہوئے ہیں مگر یہ معنی کے اعتبار سے متحد ہیں یعنی دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ مسح سر کو بالوں کے ساتھ مختص کیا گیا ہے اور مشہور یہ ہے کہ اس میں تعمیم واجب ہے اولیٰ واجب ہی ہے اور ثانی سنت ہے اس مقام پر حدیث مذکورہ سے تعمیم کا وجوب ثابت کرنا ضعف استدلال ہے۔[1] واللہ اعلم۔

## علامہ ابوطیب سندھی لکھتے ہیں:

یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے امام الانبیاء علیہ السلام نے سر کا مسح دوبارہ فرمایا ایک مرتبہ پچھلے حصے سے آغاز فرمایا اور ایک مرتبہ سامنے والے حصے سے ابتدا کی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پچھلی طرف سے مسح کا آغاز جائز ہے وہ یوں کہ اگر دوبارہ مسح کرنے کا ارادہ ہو تو پہلے پچھلی طرف سے ابتدا کر کے اگلی جانب ختم کر دیا جائے اور پھر سامنے والی جانب سے ابتدا کر کے پچھلی جانب اختتام کر دیا جائے۔

---

(۱) امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ فتح الباری شرح صحیح بخاری ۱/ ۳۸۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی۔

اس میں ایک احتمال یہ بھی ہوسکتا ہے ایک بار ایک جانب سے مسح کرلیا جائے اور دوسری مرتبہ دوسری جانب سے کرلیا جائے اس طرح مسح تو ایک ہی بار ہوگا مگر ظاہراً دوبار دکھائی دے گا ہماری اس بات کی تائید عنقریب اس حدیث شریف سے ہوجائے گی جو اس کے بعد آرہی ہے اگر کوئی مسح کا ارادہ کرے اور ایک ہی مرتبہ کرے اور آغاز پیشانی کی طرف سے کرے تو یہ کافی ہوگا جیسا کہ حدیث سابق میں مذکور ہوا ہے۔ اور یہی طریقہ سنت ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ والی حدیث شریف میں آیا ہے۔ ①

## صحابہ کرام نے اپنے آقا مولیٰ علیہ السلام کی ایک ایک ادا کو محفوظ فرمایا:

رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ہر ادا میں حکمت ہے۔ اس حکمت میں بھی ہزارہا حکمتیں پوشیدہ ہیں بس خیال کرنا چاہئے کہ مجھے اپنے آقا مولیٰ علیہ السلام کی ہر حالت میں اطاعت کرنا ہوگی اس میں میرا بھلا ہے۔ اور اسی میں میرے لئے خیر پوشیدہ ہے۔ آپ اندازہ فرمائیں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے کس انداز میں اپنے نبی علیہ السلام کی ایک ایک مبارک ادا کو محفوظ رکھا اور اس کو ساری انسانیت تک پہنچانے کا اھتمام کیا یہی ان کی صداقت کی دلیل ہے یہی ان کے اس جذبے کو جلا بخشتی ہے جو ان کے سینے میں جلوہ فرما تھا یہی وہ عشق رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی قوت تھی جو اس جماعت کو ساری انسانیت میں بلند کرگئی اللہ تعالیٰ ان کے طریق کو اپنانے کی توفیق دے امین۔



---

① علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۶۵ مطبوعہ کانپور ہند،

# معیارِ ثبات وقرار

میں قسماً کہتا ہوں اس ملت کا فتنہ مال ہے اور اس امت پر جو بھی آفت ٹوٹتی ہے وہ شرک کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے مال کے ساتھ بے پناہ محبت کی وجہ سے ٹوٹتی ہے۔ دن رات دولت کی چاہت میں غرقابی، اسی کے حصول کے لیے سرگرمی اسی کی طرف مکمل التفات، اسی کے لیے کاوش اسی کی حرص بلکہ اسی کی ہوس نے ہمیں اندھا کر رکھا ہے۔ آخرت سے بالکل بے خبر اور دنیا کی بے ثباتی کے باوجود اسی کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے۔ لہٰذا یہ زلزلے یہ طوفان یہ مصیبتیں یہ فتنے سب کے سب ہماری بے عملی کا نتیجہ ہیں۔

(ذرا ایک نظر ادھر بھی، صفحہ ۷)

# باب نمبر ۲۶

## بَابُ مَا جَاءَ اَنَّ مَسْحَ الرَّأْسِ مَرَّةً۔

مسح سر صرف ایک مرتبہ،

اس باب کے ضمن میں ایک حدیث مبارکہ آئی ہے آپ بھی مطالعہ فرمائیں
مسح کرنے کا صحیح طریقہ معلوم ہوگا۔

# حدیث نمبر ۳۴

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ أَنَّهَا رَأَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ قَالَتْ مَسَحَ رَأْسَهُ وَمَسَحَ مَا أَقْبَلَ مِنْهُ وَمَا أَدْبَرَ وَصُدْغَيْهِ وَأُذُنَيْهِ مَرَّةً وَاحِدَةً

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَجَدِّ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ أَبُو عِيسَى وَحَدِيثُ الرُّبَيِّعِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ مَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّةً

وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ وَبِهِ يَقُولُ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ رَأَوْا مَسْحَ الرَّأْسِ مَرَّةً وَاحِدَةً

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ الْمَكِّيُّ قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ يَقُولُ سَأَلْتُ جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ مَسْحِ الرَّأْسِ أَيُجْزِئُ مَرَّةً؟ فَقَالَ إِي وَاللَّهِ

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء بیان کرتی ہیں، انہوں نے نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا آپ نے وضو کے دوران سرِ انور کا مسح فرمایا، ایک مرتبہ سامنے سے فرمایا اور ایک ہی مرتبہ پیچھے سے، اسی طرح دونوں کنپٹیوں اور دونوں کانوں کا ایک ایک بار مسح فرمایا۔ اس باب میں حضرت علی اور جدِ حضرت طلحہ بن مصرف بن عمرو رضی اللہ عنھم سے بھی مرویات ملتی ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں حدیث ربیع حدیث حسن صحیح ہے۔ اس کے علاوہ بھی اور روایات

موجود ہیں کہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک مرتبہ ہی سر کا مسح فرمایا۔ اسی پر اکثر اھل علم حضرات کا عمل ہے جن میں صحابہ رسول اور تابعین کرام بھی شامل ہیں۔ ایسا ہی قول امام جعفر صادق بن محمد، سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد، اور اسحق رضوان اللہ علیھم اجمعین کا بھی ہے۔ سفیان بن عیینہ کا کہنا ہے میں نے امام جعفر صادق بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا مسح سر ایک مرتبہ ہی کافی ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا اللہ کی قسم ایسا ہی ہے۔

# حدیث نمبر ۳۴ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ۱} قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ا کے تحت ہو چکا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

### ۲} بکر بن مُضر رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ تہذیب میں ہے یہ ثقہ راوی ہیں ان کی توثیق بڑے بڑے آئمہ فن نے کی ہے، آپ بھی مطالعہ فرمائیں۔

### امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا نام ونسب یوں ہے۔ بکر بن مضر بن محمد بن حکیم بن سلمان ابو محمد۔ اس طرح بھی کہا گیا ہے ابو عبد الملک المصری مولیٰ ربیعہ بن شرحبیل۔

بکر بن مضر جعفر بن ربیع سے روایت کرتے ہیں اسی طرح عمرو بن حارث، ابن عجلان اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے ان کے بیٹے اسحٰق، ابن وھب، قتیبہ اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

عبداللہ بن احمد اپنے والد حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ بکر بن مضر ثقہ ہیں ان کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اسی طرح ایک مرتبہ یوں بھی فرمایا کہ بکر بن مضر رجلاً صالحاً۔ جناب عثمان ابن معین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں بکر بن مضر ثقہ ہیں اور ایسے ہی امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بکر بن مضر ثقہ ہیں۔ امام ابو حاتم کہتے ہیں بکر بن مضر مفضل بن فضالہ، نافع بن یزید سے زیادہ محبوب

ہے۔امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا امام خلیلی کہتے ہیں بکر بن مضر اور ان کا بیٹا دونوں ثقہ ہیں عجلی مصری کہتے ہیں وہ ثقہ ہیں۔

## بکر بن مضر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات:

سعید بن عفیر بیان کرتے ہیں بکر بن مضر ۱۰۲ھ کو پیدا ہوئے ان کے علاوہ اور علماء نے یوں فرمایا کہ ان کی پیدائش ۱۰۰ھ میں ہوئی یحیٰی بن عثمان بن صالح کہتے ہیں بکر بن مضر کی وفات ۱۷۳ھ کو ہوئی۔ (۱)

## ۳} ابن عجلان یعنی محمد بن عجلان رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ تہذیب میں ہے انکو بڑے بڑے علماء نے خراج تحسین پیش کیا ہے۔ان کی توثیق میں بڑے ہی عمدہ کلمات مرقوم ہیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا نام ونسب یوں ہے۔محمد بن عجلان المدنی القرشی مولیٰ فاطمہ بنت الولید بن عتبہ بن ربیعہ ابو عبداللہ احد العلماء العاملین۔

ابن عجلان اپنے والد گرامی،حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ،سلمان بن حازم اشجعی اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔ابن عجلان سے صالح بن کیسان امام مالک رضی اللہ عنہ،سلیمان بن بلال،ابن لھیعہ،بکر بن مضر اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

صالح بن احمد اپنے والد ماجد امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ابن عجلان ثقہ ہیں۔ عبداللہ بن احمد اپنے والد ماجد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں میں نے ابن عیینہ کو کہتے ہوئے سنا جب محمد بن عجلان ہم سے حدیث بیان کریں تو یوں وہ ثقہ ہیں۔اسحٰق بن منصور نے ابن معین کے حوالے سے بیان کیا کہ ابن عجلان ثقہ روای ہیں۔دوری کہتے ہیں ابن عجلان ثقہ اوثق ہیں محمد بن عمر سے،یہ انہوں نے ابن معین ہی کے واسطہ سے بیان کیا یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں ابن عجلان صدوق ہیں۔ابو زرعہ کہتے ہیں ابن عجلان ثقات میں سے ہیں۔امام ابو حاتم اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابن عجلان ثقہ ہیں۔

---

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱/ ۴۲۷ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

## ابن عجلان کی وفات:

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ واقدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابن عجلان کی وفات ۱۴۸ھ یا ۱۴۹ھ میں ہوئی۔①

## ۴} عبداللہ بن محمد بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۳ کے تحت ہو چکا ہے اگر چاہیں تو وہاں سے مطاعہ کرلیں۔

## ۵} ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنھا:

ان کا تذکرہ فضائل ومناقب حدیث نمبر ۳۳ کے تحت ہو چکا ہے آپ وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

# شرح حدیث نمبر ۳۴

اس میں کوئی شک نہیں ہر ہر فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں ہزار ہا حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ ابھی آپ نے دو احادیث مبارکہ پڑھی ہیں جن میں مسح ہی کا ذکر تھا اور دونوں میں طریقہ الگ الگ ذکر ہوا۔ بلا شبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے اپنے آقا مولیٰ علیہ السلام کے ایک ایک عمل کو محفوظ رکھا اور پھر اس کی تبلیغ فرمائی اور ساری امت تک پہنچادیا یہی وہ بڑی کامیابی ہے جس نے اسلام کی صداقتوں کو ظاہر باہر کیا۔ اور اس کا ایک ایک پہلو بڑا واضح طور پر انسانوں کے سامنے آگیا۔ اب جو حدیث شریف کی شرح آپ پڑھیں گے اس میں سر کا مسح ایک ہی مرتبہ کرنے کا ذکر ہے۔

## علامہ سراج احمد حنفی سرہندی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

یہ جو باب ہے اس میں سر کا مسح ایک ہی مرتبہ کرنے کا تذکرہ ہوا ہے۔ حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیل، حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء کے حوالے سے بیان کرتے ہیں انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا آپ نے سر انور کا مسح فرمایا ایک مرتبہ سامنے سے پیچھے کو فرمایا اور ایک ہی مرتبہ پیچھے سے آگے کو اسی طرح دونوں کنپٹیوں اور دونوں کانوں کا مسح فرمایا یہ سب ایک ہی مرتبہ تھا اس عنوان سے حضرت علی اور جدِّ طلحہ بن مصرف بن عمرو سے بھی احادیث آئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حدیث ربیع حسن صحیح ہے۔ اس کے

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱/ ۴۲۷ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

علاوہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ایسی احادیث مبارکہ ملتی ہیں جن میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے سرانور کا مسح ایک ہی مرتبہ فرمایا۔ ①

سر کے مسح کے حوالے سے مختلف احادیث آئی ہیں بعض تثلیث پر دلالت کرتی ہیں اور بعض ایک مرتبہ پر۔

(۲) امام طبرانی نے اوسط میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے جو روایت وارد فرمائی ہے اس میں یہ ہے نبی علیہ السلام نے وضو فرمایا تو تین مرتبہ اعضاء وضو کو دھویا اور سرِ انور کا مسح فرمایا تو صرف ایک مرتبہ فرمایا۔

(۳) ابن ابی شیبہ علیہ الرحمتہ نے حضرت قتادہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنھما سے روایت کیا اسی طرح اصحاب سنن نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اس میں بھی یہی ذکر ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے سرِ انور کا مسح صرف ایک ہی مرتبہ فرمایا۔

(۴) ابن ابی شیبہ علیہ الرحمتہ دیگر طریق سے روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اعضاء وضو کو تو تین تین بار دھویا مگر سر کا مسح ایک بار ہی فرمایا۔

(۵) شیخین علیہما الرحمتہ سے بھی روایت ملتی ہے جس میں عدد مسح کا تذکرہ ہے ابن داود کہتے ہیں احادیث عثمان رضی اللہ عنہ جو صحاح میں ہیں وہ سب کی سب مسح کے ایک ہی مرتبہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

## مسح سے متعلق بڑے بڑے ائمہ کرام کا نقطہ نظر:

اکثر اھل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اور تابعین کا یہی عمل ہے کہ سر کا مسح ایک ہی مرتبہ ہے۔ اسی طرح حضرت امام جعفر صادق بن محمد، امام سفیان ثوری، امام عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اور امام اسحٰق رضی اللہ عنھم کا مؤقف بھی یہی ہے کہ مسح سر ایک ہی بار ہے۔

علماء میں اختلاف اس بات پر ہے کہ مقدار مسح کیا ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسح سر میں اتنا بھی کافی ہے کہ اس پر اسم مسح کا اطلاق ہو جائے مطلب یہ ہے کہ اگر چہ سر کے چند بالوں کا ہی مسح ہو جائے وہ بھی حکم مسح پر عمل ہی ہوگا۔ امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اسی طرح امام احمد بن حنبل سے بھی منقول ہے اظہر روایات سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ استیعابِ راس واجب ہے۔

ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے دو طرح کے قول منقول ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ چوتھائی سر کا مسح ضروری ہے اور ہاتھ کی تین انگلیوں کے ساتھ ہونا چاہئے اگر مسح دو انگلیوں سے کیا اگر چہ سارے سر ہی کا ہو جائے پھر بھی جائز نہیں ہے۔ ②

① علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۶۶ مطبوعہ کانپور ہند

② علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۶۷ مطبوعہ کانپور ہند

## امام العلوم والفنون امام احمد رضا خان حنفی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

چوتھائی سر کا مسح فرض ہے پوروں کے سرے گذار دینا اکثر اس مقدار کو کافی نہیں ہوتا[1] اس سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کی وضاحت ہو جاتی ہے ان کا وہ قول جو علامہ سراج احمد حنفی فاروقی رحمتہ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

وازامام ما ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ دو روایت اند اظہر آنہا آنست کہ لابدست از مسح ربع راس بسہ انگشت دست حتّی کہ اگر مسح کند بدو انگشت روا نباشد اگر چہ تمام سر مسح کردہ باشد۔[2]

ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے دو طرح کی روائتیں ملتی ہیں اس میں اظہر وہ ہے جس میں ہے ربع راس کا مسح کم سے کم تین انگلیوں سے ہونا ضروری ہے اگر دو انگلیوں سے کیا اگر چہ سارے سر کا کیا تو بھی روا نہیں۔

---

① امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فتاوٰی رضویہ ۱/ ۲۵۴ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان

② علّامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۲۷ مطبوعہ کانپور ہند

# درس حدیث

اس میں کوئی شک نہیں اسلام میں اجر کا دارومدار مشقت پر نہیں بلکہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ہے اس میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کس بندے نے کتنی محنت کی ہے بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس بندے نے امام الانبیاء علیہ السلام کی کس قدر اطاعت کی ہے بس جس قدر اطاعت زیادہ ہوگی اسی قدر اجر بھی زیادہ ملے گا۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہمارا ایک ایک عمل موافق سنت ہوتا چلا جائے اور ہماری زندگیوں میں نکھار آتا چلا جائے اگر یہ جذبہ پیدا ہو جائے تو اس ملت کو ایک بار پھر عروج نصیب ہو جائے گا پوری دنیا میں یہ پھر اعلیٰ وارفع مقام پائے گی لیکن شرط یہی ہے کہ امت کام بھی تو کرے کام سے یہاں مراد دین کی دعوت کا کام ہے دین کی ترویج واشاعت کا کام ہے اور اپنے دین کی حقانیت کو بین کرنے کا کام ہے۔ سنت پر عمل کی دعوت دینا یقیناً دین کو زندہ کرنا ہے یہی وہ حیات ہے جس کی بدولت انشاء اللہ ہمیں مرنے کے بعد بھی اعلیٰ زندگی ملے گی اور ہم مرکر بھی نہیں مریں گے۔ حدیث شریف میں ہے۔

> حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سر کا مسح کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو سامنے سے پچھلی جانب لے گئے اور پیچھے سے اگلی جانب لے آئے مقدمہ سر یعنی پیشانی سے آغاز کر کے دونوں ہاتھوں کو پچھلی جانب لے گئے اور پھر ان کو اسی طرح واپس لے آئے جہاں سے آغاز فرمایا تھا۔
>
> (ترمذی شریف حدیث نمبر ۳۴)

مسح کرنے کا یہی طریقہ ہے اس کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے اور اس پر خود عمل پیرا ہو جانا چاہئے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دینے کا آغاز کر دینا چاہئے ہر فرد مسلم کے ذمے یہ ہے کہ وہ خود اپنے دین کو سیکھے اور دوسروں تک اس کو پہنچائے اس محنت اور خلوص کے سبب اللہ تعالیٰ ہمارے ذاتی معاملات میں بھی برکت عطا فرمائے گا سکون قلب نصیب ہوگا اور ہماری زندگی ایک نظم کی پابند ہو جائے گی یہ کہنا کہ جناب وقت نہیں ہے کیا کریں تو سادہ سا جواب یہ ہے وقت کبھی نکلا نہیں کرتا بلکہ وقت تو نکالا جاتا ہے اپنے دل کو قناعت پسند بنایئے انشاء اللہ وقت نکلے گا آپ بھی آج سے دین سیکھنے اور اس کی دعوت کے کام کا آغاز فرمایئے اللہ تعالیٰ توفیق عمل دے امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

# باب نمبر ۲۷

## بَابُ مَا جَاءَ اَنَّهُ يَأْخُذُ لِرَأْسِهِ مَاءً جَدِيْدًا

سر کے مسح کے لئے جدید پانی کا حصول۔

اس باب میں ایک حدیث مبارک آرہی ہے جو بڑی ہی برکت کی حامل ہے آیئے آپ بھی اس کا مطالعہ کیجیے اور اس مبارک کلام کی برکات سے حصہ پایئے۔

# حدیث نمبر ۳۵

حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ وَھْبٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ حَبَّانَ بْنِ وَاسِعٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَیْدٍ اَنَّہٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ وَاَنَّہٗ مَسَحَ رَاْسَہٗ بِمَاءٍ غَیْرِ فَضْلِ یَدَیْہِ

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَرَوٰی ابْنُ لَھِیْعَۃَ ھٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ حَبَّانَ بْنِ وَاسِعٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَیْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ وَاَنَّہٗ مَسَحَ رَاْسَہٗ بِمَاءٍ غَیْرِ فَضْلِ یَدَیْہِ وَرِوَایَۃُ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ حَبَّانَ اَصَحُّ لِاَنَّہٗ قَدْ رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْہٍ ھٰذَا الْحَدِیْثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَیْدٍ وَغَیْرِہٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ - اَخَذَ لِرَاْسِہٖ مَاءً جَدِیْدًا

وَالْعَمَلُ عَلٰی ھٰذَا عِنْدَ اَکْثَرِ اَھْلِ الْعِلْمِ رَاَوْا اَنْ یَّاْخُذَ لِرَاْسِہٖ مَاءً جَدِیْدًا

حضرت عبداللہ ابن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، انہوں نے نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا آپ نے وضو کے دوران سر کا مسح فرماتے ہوئے مزید پانی لیا اور ہاتھوں کو تر کیا۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث (فنّی اعتبار سے) حسن صحیح ہے۔ اس حدیث مبارک کو ابن لھیعہ نے حبان بن واسع عن ابیہ، عبداللہ بن زید کے حوالے سے بیان کیا کہ نبی کریم روف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضوفرمایا تو آپ نے مسح سر کے وقت نیا پانی لے کر ہاتھوں کو لگا یا عمرو بن حارث کی روایت بحوالہ حبان زیادہ صحیح ہے اس لئے بھی کہ انہوں نے اس حدیث کو اس کے علاوہ طرق سے بھی بیان کیا جس میں عبداللہ بن زید اور کچھ دوسرے راوی شامل ہیں اس حدیث شریف میں یوں ہے سر کے (مسح) کے لئے نیا پانی لیا۔ اکثر اھل علم کا اسی پر عمل ہے۔

# حدیث نمبر ۳۵ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ۱} علی بن خشرم رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ تہذیب میں ہے، یہ بڑے زبردست راوی ہیں ان کی ثقاہت بڑے بڑے ائمہ فن نے بیان فرمائی ہے ان کو خوب خراج تحسین پیش کیا گیا ہے آپ بھی پڑھ لیں۔

### امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب علی بن خشرم بن عبد الرحمٰن بن عطا بن ھلال بن ماھان بن عبداللہ المروزی ابوالحسن الحافظ قریب بشر الحافی۔

علی بن خشرم حفص بن غیاث عیسٰی بن یونس، ابن وھب اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی رحمۃ اللہ علیھم اجمعین، احمد بن عبدالرحمن بن یسار نسائی، ابوبکر بن ابی داود اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں علی بن خشرم ثقہ ہے۔ امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے ان کا تذکرہ مسلم بن قاسم نے اپنی تاریخ میں کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ مروزی نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ زھرہ میں مذکور ہے کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے ۹ نو احادیث روایت کی ہیں۔

### علی بن خشرم کی وفات:

ابورجاء محمد بن حمدویہ کہتے ہیں میں نے سنا ابن حبان ہی کہتے تھے علی بن خشرم کی ولادت ۱۶۵ھ کو ہوئی اور ان کی وفات ماہ رمضان ۲۵۷ھ کو ہوئی۔① بعض نے ان کی وفات ۲۵۸ھ بھی لکھا ہے۔

### ۲} عبداللہ بن وھب رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ تہذیب میں ہے یہ ثقہ راوی ہیں ان کی توثیق کی گئی ہے۔ بڑے بڑے محدثین کرام نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ آپ بھی مطالعہ فرمائیں۔

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التھذیب ۷/۲۷۸ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے عبداللہ بن وھب بن مسلم القرشی مولاھم ابومحمد البصری الفقیہ عبداللہ بن وھب عمرو بن حارث، ابن ھانی، امام سفیان ثوری، امام ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیھم اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔

عبداللہ بن وھب سے ان کے بھتیجے احمد بن عبدالرحمٰن بن وھب، لیث بن سعد ان کے شیخ، عبدالرحمٰن ابن مھدی اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

ابن ابی خیثمہ ابن معین کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن وھب ثقہ ہیں ابن ابی حاتم اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں عبداللہ بن وھب ثقہ صالح الحدیث صدوق ہیں۔ ابن سعد کہتے ہیں عبداللہ بن وھب کثیر العلم ثقہ ہیں تاہم بیان کرتے ہوئے کچھ تدلیس کرتے تھے۔ لیکن ہیں ثقہ عجلی بصری کہتے ہیں عبداللہ بن وھب ثقہ ہیں۔ خلیلی کہتے ہیں عبداللہ بن وھب ثقہ ہیں متفق علیہ ہیں۔ ساجی کہتے ہیں عبداللہ بن وھب صدوق ثقہ ہیں۔

## عبداللہ بن وھب کی وفات:

ابن یونس کہتے ہیں میرے والد گرامی نے میرے دادا جان کے حوالے سے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے ابن وھب کو یہ کہتے ہوئے سنا میری ولادت ۱۲۵ھ کو ہوئی ان کی وفات ۱۹۷ھ کو مصر میں ہوئی۔ (۱)

## ۳} عمرو بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ تہذیب میں ہے ان کو بڑے بڑے آئمہ فن نے ثقہ قرار دیا ہے۔ یہ مضبوط راوی ہیں آپ بھی مطالعہ کر لیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا نام ونسب اس طرح ہے عمرو بن حارث بن یعقوب بن عبداللہ انصاری مولیٰ قیس ابوامیہ مصری اصلہ مدنی عمرو بن حارث اپنے والد ماجد، سالم ابی النصر، امام زُھری، حبان بن واسع اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں اور اسی طرح عمرو بن حارث سے مجاہد بن جبیر، سالم بن کیسان، عبداللہ بن ابی وھب اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

---

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التھذیب ۶/ ۶۵ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

ابن سعد نے کہا یہ ثقہ ہیں انشاء اللہ، ابن معین نے ان کی توثیق ہی بیان کی ہے اسحق بن منصور ابن معین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں عمرو بن حارث ثقہ ہیں ایسے ہی ابوزرعہ، امام نسائی اور عجلی نے بیان کیا ہے۔ امام ابوحاتم کہتے ہیں وہ اپنے زمانے میں سب سے بڑے حافظ تھے ان کی نظیر اس دور میں نہ پائی گئی۔ ابن اخرم کا بیان ہے عمرو بن حارث علم میں اور ثبت ہونے کے اعتبار سے عزیز الحدیث ہیں۔ خطیب کہتے ہیں عمرو بن حارث قاری ہیں اور مفتی ہیں مزید ثقہ ہیں۔ ادیب ہیں فصیح ہیں۔

## عمرو بن حارث کی وفات:

امام احمد بن صالح بیان کرتے ہیں عمرو بن حارث سنہ ۹۰ھ کو پیدا ہوئے ابن سعد اور یعقوب ابن شیبہ بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن حارث کی وفات سنہ ۱۴۸ھ کو ہوئی۔ ①

## ۴} حبان بن واسع رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ تہذیب میں ہے یہ ثقہ اور مضبوط راوی ہیں ان کی توثیق کی گئی ہے آپ بھی پڑھ لیں امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے۔ حبان بن واسع بن حبان بن منقذ بن عمرو الانصاری المازنی المدنی ابن عم محمد بن یحییٰ۔

حبّان بن واسع اپنے والد گرامی سے اور خلاد بن السائب سے روایت کرتے ہیں۔ حبان بن واسع سے عمرو بن الحارث، ابن لَہیعہ ان سے ایک ہی حدیث روایت کرتے ہیں جو وضو کے باب میں آئی ہے امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی رائے یہ ہے کہ یہ ثقہ راوی ہیں ان کا تذکرہ امام ابن حبان نے ثقات میں کیا ہے۔ ②

## ۵} ابیہ یعنی واسع بن حبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ان کا ذکر تہذیب میں ہوا ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحبت یافتہ ہیں لیکن بعض علماء کو ان کی صحابیت میں شک ہے اور بعض نے ان کو صحابی ابن صحابی رضی اللہ عنہما قرار دیا ہے واللہ اعلم۔

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م سنہ ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۸ / ۱۴ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

② امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م سنہ ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۲ / ۱۴۹ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے۔ واسع بن حبان بن منقذ بن عمرو بن مالک بن خنساء بن مبذول ابن عمرو بن غنم بن مازن بن النجار الانصاری المازنی المدنی (رضی اللہ عنہ)

واسع بن حبان رافع بن خدیج، عبداللہ بن زید بن عاصم المازنی، عبداللہ بن عمر، سعد ابن المنذر، قیس بن صعصعہ، ابوسعید، وھب بن حذیفہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنھم سے روایت کرتے ہیں۔

واسع بن حبان سے ان کے اپنے بیٹے حبان اور ان کے بھتیجے محمد بن یحییٰ بن حبان روایت کرتے ہیں۔

ابوزرعہ مدنی کہتے ہیں واسع بن حبان ثقہ ہیں۔ امام ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی قُلْتُ کہہ کر لکھتے ہیں امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے واسع بن حبان کو صحابہ کرام میں شمار کیا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ذکر کر دیا ہے کہ ان کی صحبت میں مقال ہے عجلی مدنی تابعی کہتے ہیں واسع بن حبان ثقہ ہیں عبدوی کا زعم یہ ہے کہ یہ حضرت بیعت رضوان میں حاضر تھے۔ (۱)

## ۶} حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ:

ان کے فضائل ومناقب کا تذکرہ حدیث نمبر ۲۸ کے ضمن میں ہوا ہے آپ ان کے محاسن کا ذکر وہاں سے مطالعہ کر لیں نافع ہوگا۔

---

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۲/ ۱۴۹ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

# شرح حدیث نمبر ۳۵

اسلام چونکہ مکمل ضابطہ حیات ہے یہ زندگی کے ہر ہر شعبے کے لئے کامل ھدایات دیتا ہے۔ سب سے بڑا امتیاز اس دین کا یہ ہے کہ اس نے اپنے ماننے والوں کو ایک نظم عطا کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کے ماتحت زندگی بسر کرنی ہے۔ جیسے کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد یعنی جب بندہ اقرار توحید ورسالت کر لے اور اس بات کا اعلان کر دے کہ اسلام کے علاوہ پوری دنیا میں جتنے بھی مذاہب ہیں وہ سب باطل ہیں اور حق صرف اسلام ہی ہے تو اس کو نماز پڑھنے کا حکم دیا جاتا ہے آپ یقین فرمائیں نماز پڑھنے ہی سے قائم ہوتی ہے نماز پڑھنے اور قائم کرنے میں یہ فرق ہے کہ نماز کا پڑھنا تھیوری ہے اور جو کچھ اس میں اللہ تعالیٰ سے وعدے کئے گئے ہیں ان پر عمل کرنا یہ نماز کا قائم کرنا ہے اور نماز پڑھنے کے لئے وضو کرنا ضروری ہے اور وضو کرنے کے لئے سنت کیا ہے یہ بندہ مومن کو خوب یاد ہونا چاہئے چونکہ مسح کرنا بھی وضو کا ایک فرض ہے اس کی ادائیگی کس طرح ہو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا عمل مبارک کیا تھا اس کا ذکر اس حدیث شریف میں آیا ہے۔

## علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

یہ جو باب ہے جس میں مسح کے لئے نیا پانی لینے کا ذکر ہے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں انہوں نے نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا آپ نے جب وضو فرمایا تو مسح کے لئے جدید پانی لیا اور ہاتھوں کو مزید تر فرمایا اس کا مطلب ہے آپ نے مسح نئے پانی سے فرمایا۔ مصنف فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اس حدیث شریف کو ابن لھیعہ نے حبان بن واسع سے عن ابیہ کر کے روایت کیا ہے ان (حبان) کے والد کا نام عقبہ ہے۔ انہوں نے بھی یہی بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مسح نئے پانی سے ہی فرمایا۔ عمرو بن حارث والی روایت زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ انہوں نے کئی اور طرق سے بھی اس کو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ جس میں اسی بات کا ذکر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مسح کرتے وقت نیا پانی لیا۔ اکثر اھل علم کا عمل اس حدیث شریف پر ہے۔ مسح کرتے وقت نیا پانی لیا جائے اور اس سے ہاتھوں کو تر کر کے مسح کیا جائے۔ [1]

[1] علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۶۸ مطبوعہ کانپور ہند

## امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر:

وضو کے دوران سر کا مسح کرنے کے لئے نیا پانی لینا حدیث شریف سے ثابت ہے جیسا کہ ابھی آپ نے پڑھ لیا ہے اور اسی پر اکثر اھل علم کا عمل بھی ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ مسح سر کے وقت نیا پانی لیا جائے۔ شرح سراج احمد میں ہے۔

وعمل برین ست نزدیک اکثر اھل علم اعتقاد کردہ اند اینکہ بگیرد برائے سر خود آبی نو وہمیں ست مذہب امام ما ابوحنیفہ۔ ①

اکثر اھل علم کا عمل اس پر ہے کہ سر کا مسح کرتے وقت پانی نیا ہی لینا چاہئے اور یہی مذہب ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ (جنہوں نے مجھے قلم پکڑنا سکھایا تھا) مجھے فرماتے تھے شرح ترمذی لکھتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھنا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر واضح رہے اور مذہب امام اعظم رضی اللہ عنہ کو بڑا مبیّن کر کے اور نہایت سادہ انداز میں الگ شان سے تحریر کرنا۔

یہ کتنا بھلا لگتا ہے جب ہم اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کے لئے تیاری کر رہے ہوں تو ہمارا ایک ایک عمل موافق سنت ہو اور اس کی برکت سے رب کریم ہماری اس عبادت کو شرف قبولیت عطا فرمائے وضو کرتے وقت ہر ہر چیز کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ وہ موافق سنت ہو اور مسح سر کے لئے جدید پانی لینا ہی سنت ہے۔ لہٰذا جب بھی آپ مسح سر فرمائیں تو پانی نیا لے لیا کریں تاکہ وضو اپنے کمال کو پہنچے۔ اسی میں برکت ہے یہی سعادت ہے۔

زندگی تو سب کی گذر ہی جاتی ہے مگر وہ زندگی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت واطاعت میں گذرے قابل رشک ہوتی ہے۔ سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اداؤں کو پڑھنا یاد رکھنا اور اس کو دوسروں تک پہنچانا ہی کمال ہے۔ ایسی زندگی کو مثالی زندگی کہا جا سکتا ہے ایسی زندگی نہایت پرسکون ہوتی ہے اطمینان ان لوگوں کو ایسا مثالی بنا دیتا ہے کہ دیکھنے والے یہ سمجھتے ہیں دکھ درد ان کے کبھی قریب بھی نہیں پھٹکا۔

---

① علامہ سراج احمد حنفی سرہندی ازمجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۶۸ مطبوعہ کانپور ہند

# درسِ حدیث

بلاشبہ ساری انسانیت میں سب سے افضل واعلیٰ امّتِ مسلمہ ہے۔تمام اقوام عالم میں اس امت کا مقام سب سے سر بلند ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ امّت پوری اولاد آدم علیہ السلام کی خیر خواہ ہے پھر جو نظام زندگی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب علیہ السلام کی وساطت سے اس ملت کو عطا فرمایا وہ اپنی مثال آپ ہے روئے زمین پر ایسا نظام حیات کسی قوم کے پاس موجود نہیں جیسا اس امّت کے پاس قرآن حکیم کی صورت میں موجود ہے قرآن چونکہ آئین کی کتاب ہے اس لئے اس کی وضاحت اور اس کی تشریح نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے اقوال، افعال اور تقریر سے فرمائی لہٰذا ضروری ہوا کہ ہم اپنی زندگی کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے اپنے پیارے رسول حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی احادیث مبارکہ کا مطالعہ کریں تا کہ ہمارے سامنے وہ تمام اعمال واقوال آجائیں جن سے ہم اپنے عمل کی راہیں متعین کرسکیں۔قرآن حکیم کی سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۶ کے مطابق وضو کے فرائض چار ہیں۔

(۱) ایک مرتبہ چہرے کا دھونا۔ (۲) ایک بار دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا۔

(۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا۔ (۴) دونوں پاؤں کا ٹخنوں سمیت دھونا۔

چونکہ وضو کے فرائض میں سے ایک فرض مسح بھی ہے اور یہ معلوم ہونا چاہئے کہ مسح کس طرح کرنا چاہئے اور اس کا سنت طریقہ کیا ہے۔حدیث شریف میں آیا ہے۔

> حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں انہوں نے نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا آپ نے وضو کرتے وقت سر کا مسح فرمانے کے لئے مزید پانی لیا اور ہاتھوں کو تر کیا۔ (جامع ترمذی شریف حدیث نمبر ۳۵)

ہمیں بھی چاہئے کہ جب ہم سر کا مسح کرنے لگیں تو مزید پانی لیکر ہاتھوں کو تر کرلیں تا کہ مسح موافق سنت ہو جائے یہ وہ مسائل ہیں جن کا جاننا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے تا کہ وہ وضو درست کر سکے اور جب وضو صحیح ہوگا تو نماز بھی قابل قبول ہوگی۔اب ہمیں کسی مزید انتظار میں ہرگز نہیں رہنا چاہئے بلکہ اسی وقت دل وجان سے یہ فیصلہ کر لینا چاہئے کہ ہم بھی ان مسائل ضرور یہ کو سکھیں گے اور دوسروں تک پہنچائیں گے دین کی دعوت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہنا چاہئے نیکی کی دعوت دینے میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے اے غلامان محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اٹھو اور قرآن وحدیث کا پیغام ساری دنیا میں عام کردو۔اللہ تعالیٰ توفیق عمل دے امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

# دل کی بیماری کا علاج

اللہ نہ کرے اگر کسی کو دل کی کوئی بیماری ہو تو وہ ہر نماز کے بعد سات مرتبہ یہ پڑھ لے۔ ان شاء اللہ شفاء ہو گی۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يَا اَللّٰهُ يَا رَحۡمٰنُ يَا رَحِيۡمُ

دل ما را کُن مُستقیم بحق

اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ

اس وظیفے کی برکت یہ ہو گی کہ دل بالکل مطمئن ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی یاد میں لذت پیدا ہو گی۔

(عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہے؟ صفحہ ۱۶)

# باب نمبر ۲۸

## بَابُ مَسْحِ الْاُذُنَیْنِ ظَاھِرِھِمَا وَبَاطِنِھِمَا

دونوں کانوں کا ظاہراً اور باطناً مسح کرنا۔

اس باب کے تحت ایک ہی حدیث شریف آئی ہے جو اپنی افادیت میں بے مثال ہے آپ بھی اس کا مطالعہ فرمائیں ظاہراً و باطناً تیقن نصیب ہوگا۔

# حدیث نمبر ۳۶

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ بِرَأْسِهِ وَأُذُنَيْهِ ظَاهِرِهِمَا وَبَاطِنِهِمَا

وَفِي الْبَابِ عَنِ الرُّبَيِّعِ قَالَ أَبُو عِيسَى وَحَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ يَرَوْنَ مَسْحَ الْأُذُنَيْنِ ظُهُورِهِمَا وَبُطُونِهِمَا

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم روف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سرکا اور دونوں کانوں کا ظاہراً بھی اور باطناً بھی مسح فرمایا۔ اس عنوان کے ماتحت حضرت ربیع کی حدیث بھی موجود ہے۔
امام ابوعیسیٰ ترمذی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث حسن صحیح ہے۔
اس روایت پر اکثر اھل علم کا عمل ہے۔ انہوں نے اس کو قابل عمل دیکھا کہ کانوں کا اندر باہر سے مسح کیا جائے۔

# حدیث نمبر ۳۶ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ۱} ھناد رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ا کے تحت ہو چکا ہے اگر آپ مطالعہ فرمانا چاہیں تو وہاں دیکھ لیں۔

### ۲} ابن ادریس رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ تہذیب میں کیا گیا ہے۔ ان کی توثیق بڑے بڑے آئمہ فن نے کی ہے۔ ان کو محدّثین نے خراج تحسین پیش کیا ہے آپ بھی مطالعہ فرمالیں۔

### امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا نام ونسب یوں ہے۔ عبداللہ بن ادریس بن یزید بن عبدالرحمٰن بن الاسود الادری الرعافری، ابومحمد الکوفی۔

ابن ادریس اپنے والد گرامی اور اپنے چچا جان داود، امام اعمش، منصور، ابن عجلان رحمۃ اللہ علیھم اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔ عبداللہ بن ادریس سے امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ اور یہ امام ان (عبداللہ بن ادریس) کے اساتذہ میں سے ایک ہیں۔ حضرت امام عبداللہ بن مبارک، امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین رضی اللہ عنھم اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

ابن خراش کا بیان ہے ابن ادریس ثقہ ہیں۔ عجلی کہتے ہیں ابن ادریس ثقہ ثبت صاحب السنہ زاہد صالح ہیں خلیلی کہتے ہیں ابن ادریس ثقہ ہیں متفق علیہ۔ امام ابوحاتم کا کہنا یہ ہے کہ علی بن مدینی کہتے ہیں عبداللہ بن ادریس ثقات میں سے ہیں۔ حسن بن عرفہ کہتے ہیں میں نے پورے کوفہ میں ابن ادریس سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابن ادریس ثقہ ثبت ہیں امام ابوحاتم کہتے ہیں وہ حجّت ہیں اور ان کو بطور دلیل پیش کیا جا سکتا ہے۔ اور وہ مسلمانوں کے بڑے بڑے ائمہ میں سے ایک ہیں یعنی وہ امام المسلمین ہیں، ثقہ ہیں امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی رائے یہ ہے کہ ابن ادریس ثقہ ہیں مامون ہیں کثیر الحدیث ہیں صاحب حجّت ہیں اور صاحب سنت وجماعت ہیں امام ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا اور کہا کہ وہ راسخ العقیدہ سنّی ہیں۔

## ابن ادریس کی وفات:

احمد ابن جواس کہتے ہیں میں نے ابن ادریس کو کہتے ہوئے سنا کہ میری پیدائش ۱۱۰ھ کو ہوئی اس کے علاوہ روایت میں یوں ہے کہ ان کی ولادت ۱۲۰ھ کو ہوئی امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ابن ادریس کی وفات ۱۹۲ھ میں ہوئی۔ ①

## ۳} ابن عجلان رحمتہ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۳۴ کے تحت ہو چکا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

## ۴} زید بن اسلم رحمتہ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ تہذیب میں ہے یہ ثقہ راوی ہیں ان کی توثیق بڑے بڑے آئمہ کرام نے فرمائی ہے ان کے لئے بڑے عمدہ کلمات کا صدور محقق علماء سے ہوا ہے آپ بھی پڑھ لیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا نام ونسب اس طرح ہے۔ زید بن اسلم العدوی ابو اسامہ ویقال ابو عبد اللہ المدنی الفقیہ مولیٰ عمر۔ زید بن اسلم اپنے والد گرامی، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت ابو ھریرہ، حضرت سیدہ عائشہ، حضرت جابر رضی اللہ عنھم اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔

زید بن اسلم سے ان کی اولاد میں سے تین اشخاص (۱) اسامہ (۲) عبد اللہ (۳) عبد الرحمٰن روایت کرتے ہیں ان کے علاوہ امام مالک رضی اللہ عنہ، ابن عجلان، سلیمان بن بلال، حفص بن میسرہ اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

امام مالک رضی اللہ عنہ ابن عجلان کے حوالے سے بیان کرتے ہیں جیسی علمی ہیبت زید بن اسلم کی تھی ایسی ہیبت کسی اور شخص کو حاصل نہ تھی امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ، ابو زرعہ، ابو حاتم، محمد بن سعد، امام نسائی اور ابن خراس رحمتہ اللہ علیھم نے زید بن اسلم کو ثقہ قرار دیا ہے۔ یعقوب ابن شیبہ کہتے زید بن اسلم ثقہ ہیں اھل علم فقیہہ ہیں اور تفسیر القرآن کے عالم ہیں ابن عیینہ کہتے ہیں زید بن اسلم صالح مرد ہیں البتہ ان کے حفظ میں کچھ نقص تھا۔ ابن سعد کہتے ہیں زید بن اسلم کثیر الحدیث ہیں۔ امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا علامہ واقدی نے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا زید بن اسلم کے لئے مسجد نبوی شریف میں حلقہ لگا کرتا تھا عبد الرحمن بن زید بن اسلم بیان کرتے ہیں مجھ سے ابو حازم نے کہا ہم نے دیکھا کہ آپ کے والد محترم کے حلقہ میں چالیس بے مثل فقیہہ حاضر ہوتے تھے۔

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۵/ ۱۲۹ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

## زید بن اسلم کی وفات:

ابن سعد کہتے ہیں زید بن اسلم کی وفات محمد ابن عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنھم کے خروج سے پہلے ہوئی خلیفہ وغیرہ کہتے ہیں زید بن اسلم کی وفات سنہ ۱۳۶ھ کو ہوئی۔ (۱)

## ۵} عطا بن یسار رحمۃ اللہ علیہ:

ان کے حالات واحوال کا ذکر کلمات خیر سے کیا گیا ہے ان کو بڑے بڑے ائمہ کرام نے خراج تحسین پیش کیا ہے۔ان کی توثیق میں عمدہ اقوال مرقوم ہیں آپ بھی پڑھ لیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے، عطا بن یسار الھلالي ابو محمد المدني القاضي۔

عطا بن یسار ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنھا کے غلام تھے۔سلیمان، عبدالملک اور عبداللہ بن یسار ان کے بھائی ہیں۔عطا بن یسار حضرت معاذ بن جبل سے روایت کرتے ہیں لیکن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے ان کے سماع میں نظر ہے۔اسی طرح عطا بن یسار حضرت ابوذر غفاری، حضرت ابو درداء، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت سعد بن وقاص، ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھم اجمعین اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔

عطا بن یسار سے ابوسلمہ بن عبدالرحمن، محمد بن عمرو، زید بن اسلم اور ایک جماعت روایت کرتی ہے ابوزرعہ، ابن معین اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیھم فرماتے ہیں عطا بن یسار ثقہ ہیں۔ابن معین کا کہنا یہ ہے کہ وہ ثقہ کثیر الحدیث ہیں۔امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔

## عطا بن یسار کی وفات:

علامہ واقدی کہتے ہیں عطا بن یسار کی وفات سنہ ۱۰۳ھ کو ہوئی اس کے علاوہ ایک روایت میں یوں ہے کہ ان کی وفات سنہ ۹۴ھ میں ہوئی۔ابن حبان بیان کرتے ہیں عطا بن یسار کی ولادت سنہ ۱۹ھ کو ہوئی اور وفات سنہ ۱۰۳ھ کو ہوئی اس طرح عطا بن یسار کی عمر چوراسی ۸۴ سال ہوئی ان کی وفات اسکندریہ میں ہوئی تھی۔ (۲)

---

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م سنہ ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۳/ ۳۴۱ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

(۲) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م سنہ ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۷/ ۱۹۴ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

## ۶} حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ:

ابن عباس بن عبدالمطلب، عبداللہ ابوالعباس القرشی الھاشمی حبرُ الامہ، ترجمان القرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں ان کی والدہ ماجدہ ام الفضل لبابہ حضرت ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہما کی بہن ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس کی ولادت ہجرت مدینہ سے تین سال قبل مکہ مکرمہ میں ہوئی یہ عبادل اربعہ میں سے ایک ہیں عبادل اربعہ کے نام یہ ہیں:

۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
۳) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما
۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

علامہ سرہندی نے عبادل اربعہ میں چوتھا نام حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کا ذکر کیا ہے (محمد ارشد القادری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان چھ ۶ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک ہیں جن کو حدیث شریف روایت کرنے میں ایک خاص مقام حاصل ہے وہ یہ ہیں:

۱) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ،
۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما،
۳) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا،
۴) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما،
۵) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ،
۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ایک ہزار تین سو ساٹھ (۱۳۶۰) احادیث مروی ہیں۔ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے ان کو بصرہ کا حاکم بنایا تھا۔ جنگ صفین میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ موجود تھے ②

## امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا نام ونسب یوں ہے۔ عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب الھاشمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چچا کے بیٹے ہیں۔

① علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۶۸ مطبوعہ کانپور ہند

انہی کو حبرُ الامہ اور بحر العلوم کہا جاتا ہے کثرت علم کی بنا پر۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ڈائریکٹ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ اپنے والد ماجد سے، اپنی والدہ ماجدہ ام فضل سے اور اپنے بھائی فضل بن عباس سے، اپنی خالہ جان سیدہ ام المومنین میمونہ سے، حضرت ابوبکر صدیق سے حضرت عثمان غنی سے حضرت علی سے، حضرت عبدالرحمن سے، حضرت معاذ بن جبل سے، حضرت ابوذر غفاری سے، حضرت عمار بن یاسر سے، حضرت ابوسعید خدری سے، حضرت ابوطلحہ انصاری سے، حضرت ابوھریرہ سے، حضرت معاویہ بن ابی سفیان سے، ام المومنین عائشہ صدیقہ سے، حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق سے، ام المومنین جویریہ بنت حارث سے، ام المومنین سودہ بنت زمعہ سے، حضرت ام ہانی بنت ابی طالب سے اور ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنھن و عنھم اجمعین سے روایت کرتے ہیں اس کے علاوہ بھی ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان کے بیٹے علی اور ان کے پوتے محمد بن علی، ان کے بھائی کثیر بن عباس اور ان کے بھتیجے عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس، ان کے دوسرے بھتیجے عبداللہ بن معبد بن عباس اور صحابہ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب، ثعلبہ بن حکم اللیثی، مسور بن مخرمہ اور ابوطفیل رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

یادرہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حضرت سیدہ فاطمہ بنت حسین بن علی رضی اللہ عنہما بھی روایت کرتی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دو مرتبہ عطاءِ حکمت کی دعا دی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس بہترین ترجمان القرآن ہیں۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کرتے ہیں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس دارفانی سے رخصت ہوئے اس وقت میری عمر تیرہ ۱۳ سال تھی۔ ابن سعد نے سند صحیح کے ساتھ وارد کیا جب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج اس امّت کا سب سے بڑا اور پرہیزگار عالم دنیا سے رخصت ہوا پھر فرمایا شاید اللہ تعالیٰ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا صحیح جانشین بنا دے۔ حضرت ھشام بن عروہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جیسا کوئی مرد ہرگز نہیں دیکھا۔ امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں وہ مسائل حج کے سب سے بڑے عالم تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بلایا اور فرمایا قرآن سناؤ اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا تھا وہ آپ کے سر پر ہاتھ پھیر رہے تھے اور یہ دعا کر رہے تھے اے اللہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو دین کا فقیہہ بنا دے اور اس کو قرآن حکیم کی تفسیر کا علم عطا فرما اور باطن کے رموز عطا فرمادے۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھا تو حضرت جبریل علیہ السلام آپ کی بارگاہ میں آئے تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا یہ اس امت کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

## حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وفات:

ابونعیم نے حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی وفات سنہ ۶۹ھ کو ہوئی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کی وفات سنہ ۶۸ھ کو ہوئی۔[1] علامہ سراج احمد سرہندی نے لکھا ہے کہ آپ کی وفات طائف شریف میں ہوئی۔ آپ کی ولادت ہجرت مدینہ سے تین سال قبل ہوئی اور اڑسٹھ ہجری سنہ ۶۸ھ کو وفات ہوئی اس طرح آپ کی عمر اکہتر ۷۱ سال ہوئی۔ ان کی نماز جنازہ حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔[2]

---

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۵/۲۴۲ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

(۲) علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۶۸ مطبوعہ کانپور ہند

# شرح حدیث نمبر ۳۶

اس حدیث شریف میں کانوں کے ظاہر و باطن کا مسح کرنے کا طریقہ بیان ہوا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی امت کو اسلامی زندگی کے تمام اسرار و رموز بڑی صراحت کے ساتھ سمجھائے اور بتائے ہیں۔ اگر بندہ مومن ان اسرار سے آگاہی حاصل کرے تو اس کی زندگی انتہائی پر امن اور باوقار ہو جاتی ہے۔ ایسی زندگی یقیناً لائق صد تحسین ہوا کرتی ہے۔ وہ لوگ جو اپنی زندگی کو کلیتہً اسلامی سانچے میں ڈھال دیتے ہیں وہ دوسروں کے لئے رہبر ورہنما کا کام دیتے ہیں ان کی زندگی اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لئے وقف ہوتی ہے۔ وہ دوسروں کی خدمت کو اپنا فرض قرار دیتے ہیں اور دن رات مخلوق خدا کی خدمت پر معمور رہتے ہیں۔ ان کا یہ طرز عمل ان کو حیات جاوداں عطا کرتا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو مر کر بھی نہیں مرتے موت بھی ان کو کبھی مار نہیں سکتی۔ بس کامیابی اس کا نام ہے کہ بندہ اپنی زندگی کو رسول اکرم تاجدارِ عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت مطہرہ کے سانچے میں ڈھال دے اور دوسروں کے لئے نمونہ بن جائے اسی فکر وعمل سے بندہ دوسروں کی رہنمائی کے لائق بنتا ہے۔ فرامین رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مطالعہ انسان کی زندگی میں انقلاب صالح برپا کر دیتا ہے یہی فلاح کا راستہ ہے اسی سے سارا معاشرہ امن وامان کا گہوارہ بنتا ہے اسی سے قوموں کی تنزلی عروج ورفعت میں بدلتی ہے۔ قوم مسلم ایک بار پھر بلندی ورفعت کی انتہاؤں کو چھو سکتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ یہ قوم پھر اپنے عمل کو موافق احکام شریعت بنائے اور اپنے آپ کو اتباع نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں سرتاپا غرقاب کر دے۔

نماز کے لئے وضو ضروری ہے۔ وضو کے چار فرائض ہیں جو قرآن حکیم کی سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۶ سے مستنبط ہیں (۱) ایک مرتبہ چہرے کا دھونا (۲) ایک مرتبہ دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا، (۳) ربع سر کا مسح کرنا (۴) دونوں پاؤں کا ایک مرتبہ دھونا۔

مسح چونکہ وضو کا ایک فرض ہے تو ظاہر ہے مسح کرنے کا طریقہ بھی معلوم ہونا چاہئے وہ آپ نے گذشتہ احادیث مبارکہ میں پڑھ لیا ہے اب جو حدیث شریف کے حوالے سے آپ پڑھیں گے وہ ہے مسح کرتے وقت کانوں کو کس طرح مسح میں داخل کیا جائے یعنی کانوں کے مسح کا طریق کار کیا ہے۔

## علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

یہ باب جس میں دونوں کانوں کا اندر اور باہر سے مسح کرنے کا ذکر ہے۔ اس میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث مروی ہے۔ جب نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سر کا مسح فرمایا تو آپ نے دونوں کانوں کا ظاہراً اور باطناً بھی مسح فرمایا، اس باب میں حضرت ربیع رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث آئی ہے جس میں کانوں کے مسح کا ذکر ہے۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث حسن صحیح ہے۔ اس پر اکثر اھل علم کا عمل ہے۔ انہوں نے اسی کو لائق عمل دیکھا کہ کانوں کا اندر باہر سے مسح کیا جائے۔ بس دونوں کانوں کا اندر اور باہر سے مسح کرنا سنت ہے اور یہ عمل سر کے مسح کے بعد کیا جائے گا اور طریق کار یہ ہوگا سر کا مسح کرنے سے قبل دونوں ہاتھوں کو آبِ متقاطر سے تر کر کے مقدم سر سے پچھلی جانب کو مسح کریں گے مسح مکمل کرنے کے بعد دونوں ہاتھوں کی انگشت ہائے شہادت دونوں کانوں کے سوراخوں میں داخل کریں گے اور پوری طرح ان کو اندر کی طرف گھمائیں گے پھر دونوں انگوٹھوں کو کانوں کے بالائی حصہ پر پھیریں گے اس عمل کے لئے نیا پانی الگ سے لینے کی ضرورت نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اَلْاُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ۔① دونوں کان سر ہی کا حصہ ہیں۔

① علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۶۹ مطبوعہ کانپور ہند

# درس حدیث

اس حقیقت سے سرِ مو بھی انحراف نہیں کیا جا سکتا کہ فقط مادی وسائل ہی انسان کے لئے سکون قلب کا باعث نہیں ہیں بلکہ اس کو اطمنان کے لئے روحانی چین کی ضرورت ہے اور وہ صرف اور صرف اسی صورت میں میسر آ سکتا ہے کہ جب انسان اپنے دین کے قریب ہو قرآن وحدیث کے ان رموز واسرار میں سے کچھ تو سیکھے جو ربّ کریم نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے اس امت کو خصوصاً اور ساری انسانیت کو عموماً عطا فرمائے ہیں۔

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو مکمل نظام حیات دیا ہے اس میں نماز کو اوّلین حیثیت دی ہے اس کو فرض قرار دیا ہے۔نماز کی ادائیگی سے قبل وضو کرنا ضروری قرار دیا اور وضو میں مسح کو فرض کا درجہ حاصل ہے لہذا ضروری ہوا کہ ہر مسلمان ہر دینی بات پورے یقین کے ساتھ جانے اور یہ بھی مسح کرنے کا سنت طریقہ کیا ہے اور اس کی پوری وضاحت بھی اس کو معلوم ہونی چاہئے حدیث نمبر ۳۲ کے درس میں آپ نے وضو کے فرائض کا تذکرہ پڑھ لیا ہے اب مسح کی کچھ مزید وضاحت کرنے کے لئے حدیث شریف وارد کی جارہی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنھما بیان کرتے ہیں نبی کریم روف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سر کا مسح فرمایا اور دونوں کانوں کا ظاہراً بھی اور باطناً بھی مسح فرمایا۔(جامع ترمذی شریف حدیث نمبر ۳۶)

مطلب یہ ہے دونوں کانوں کا اندر اور باہر سے مسح فرمایا کان بھی چونکہ سر کا حصہ ہیں اس لئے ان کو بھی سر ہی کے تحت رکھا اور مسح کرتے وقت ان کو مسح سے خارج نہ فرمایا بلکہ انگشت شہادت سے دونوں کانوں کے اندرونی حصے کا مسح فرمایا اور انگوٹھے کے ساتھ دونوں کانوں کے بیرونی حصے کا مسح فرمایا۔ یہ وہ مسائل ہیں جن کا جاننا ہر مسلمان مرد وعورت کے لئے لازم ہے۔لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ ان مسائل ضرور یہ کو نہ صرف یہ کہ خود سیکھے بلکہ سیکھ کر دوسروں تک بھی ان کو پہنچائے ان کی تبلیغ کرے حدیث شریف میں آیا ہے امام ابن ماجہ اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اس بندے کو دنیا وآخرت دونوں جہانوں میں خوش وخرم رکھے جس نے میری ایک بات سنی اور پھر اس کی تبلیغ کے لئے کھڑا ہو گیا دراصل یہ تھا وہ مقام جس کی وجہ سے یہ امت سر بلند تھی مگر آج ہمارے نوجوانوں کو غسل وضو تک کے مسائل معلوم نہیں اٹھو! اے اہل ایمان قرآن وحدیث کے نور سے ظاہری دنیا کو جگمگاؤ اللہ تعالیٰ توفیق عمل دے امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

# معیارِ زندگی

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی زندگی سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ، ان کا علم نافع، ان کا اندازِ سوچ اعلیٰ، ان کا عفو و درگزر بے مثال، مگر ہمیں سوچنا یہ ہے کہ کیا ہم بھی ان کے بتائے ہوئے اصولوں پر عمل پیرا ہیں۔ یا کہ نہیں اگر ہیں تو ملت اسلامیہ پر یہ انحطاط کیوں؟ اس کا جواب صاف لفظوں میں یہ ہے کہ ہم صرف دعویٰ ہی کرتے ہیں عملاً نہیں، اگر عمل میں بھی ہم درست ہو جائیں تو آج بھی ملت اسلامیہ دنیا کی تمام ملل پر غالب آسکتی ہے اور آج بھی ملت اسلامیہ کو اپنی کھوئی ہوئی عظمت واپس مل سکتی ہے، آج بھی ملت اسلامیہ کا دبدبہ تمام عالم پر چھا سکتا ہے۔

(امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، صفحہ ۱۱)

# باب نمبر ۲۹

## بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْاُذُنَیْنِ مِنَ الرَّاْسِ

دونوں کان بھی سر ہی کے حکم میں ہیں۔

اس باب میں ایک ہی حدیث شریف آ رہی ہے۔ جو اپنے اندر بے پناہ برکات لئے ہوئے ہے۔ آیئے آپ بھی اس کا مطالعہ فرمائیں دل شاد ہوگا۔

# حدیث نمبر ۳۷

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ سِنَانِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَيَدَيْهِ ثَلَاثًا، وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ، وَقَالَ الْاُذُنَانِ مِنَ الرَّاْسِ

قَالَ اَبُو عِيْسٰى قَالَ قُتَيْبَةُ قَالَ حَمَّادٌ لَا أَدْرِيْ، هٰذَا مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَوْ مِنْ قَوْلِ اَبِي اُمَامَةَ؟

وَفِي الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ۔

قَالَ اَبُو عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ، لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِذَاكَ الْقَائِمِ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ اَنَّ الْاُذُنَيْنِ مِنَ الرَّاْسِ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ، وَاِسْحَاقُ

وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مَا اَقْبَلَ مِنَ الْاُذُنَيْنِ فَمِنَ الْوَجْهِ، وَمَآ أَدْبَرَ فَمِنَ الرَّاْسِ قَالَ اِسْحَاقُ وَاخْتَارَ أَنْ يَّمْسَحَ مُقَدَّمَهُمَا مَعَ وَجْهِهٖ، وَمُؤَخَّرَهُمَا مَعَ رَاْسِهٖ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ هُمَا سُنَّةٌ عَلٰى حِيَالِهِمَا اَيْ يَمْسَحُهُمَا بِمَاءٍ جَدِيْدٍ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضوفرمایا، چہرہ انور کو تین مرتبہ دھویا، ہاتھوں کو تین مرتبہ دھویا اور سرِ اقدس کا مسح کیا پھر ارشاد فرمایا دونوں کان سر ہی کے حکم میں ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی قدس سرّہ العزیز فرماتے ہیں، قتیبہ کا کہنا یوں ہے حماد بیان کرتے ہیں میں نہیں جانتا یہ فرمان اقدس نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ہے یا ابوامامہ کا قول ہے اس عنوان کے تحت حضرت انس

بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی روایت آئی ہے۔امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث کی سند بہت مضبوط نہیں رہا عمل کا معاملہ تو وہ یوں ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم تابعین کرام اور اکثر اھل علم یہی تسلیم کرتے ہیں کہ کان سر ہی کے حکم میں ہیں۔یہی قول، سفیان ثوری، ابن مبارک، احمد اور اسحٰق رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کا ہے۔بعض اھل علم کا قول یہ ہے کہ کانوں کا باہر والا حصہ چہرے کے ساتھ ہے اور پیچھے والا سر کے ساتھ، اسحٰق کا قول یہ ہے کہ مجھے بھلا معلوم ہوتا ہے کانوں کے سامنے والے حصے کا مسح چہرے کے ساتھ کیا جائے اور پیچھے والے حصہ کا سر کے ساتھ۔

# حدیث نمبر ۳۷ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}



### ۱} قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ا کے تحت ہو چکا ہے اگر چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

### ۲} حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا ذکر تہذیب میں ہے تقریب میں بھی ان کے حالات مذکور ہیں یہ بڑے ثقہ راوی ہیں ان کی توثیق بڑے بڑے ائمہ فن نے کی ہے آپ بھی پڑھ لیں۔

### امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے۔حماد بن زید بن درھم الازدی، الجہضمی ابواسمٰعیل البصری الازرق، حماد بن زید ال جریر بن حازم کے غلام ہیں۔ابن منجویہ اور ابن حبان کہتے ہیں حماد بن زید ضریر تھے۔

حماد بن زید ثابت بنانی انس بن سیرین، عبدالعزیز بن صھیب عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنھم اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔حماد بن زید سے عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ، ابن مھدی ابن وھب، ابن عیینہ، قتیبہ اور خلق کثیر روایت کرتی ہے۔

عبدالرحمٰن بن مھدی کہتے ہیں ان کے زمانے میں چار اشخاص امامت کے درجے پر فائز تھے:

۱) امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ — ان کا تعلق کوفہ سے تھا۔

۲) حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ — ان کا تعلق حجاز مقدس سے تھا۔

۳) امام اوزاعی رضی اللہ عنہ — ان کا تعلق شام سے تھا۔

۴) امام حماد بن زید رضی اللہ عنہ ان کا تعلق بصرہ سے تھا۔

امام ابو حاتم بیان کرتے ہیں ابن مهدی نے کہا میں نے بصرہ میں حماد بن زید سے بڑا فقیہہ نہیں دیکھا۔ یحییٰ بن یحییٰ نیشا پوری کہتے میں نے حماد بن زید سے بڑا قوت حافظہ والا شخص نہیں دیکھا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حماد بن زید مجھے عبد الوارث سے زیادہ محبوب ہے۔ وہ اھل دین واسلام کے لئے امام کا درجہ رکھتے ہیں۔ محمد بن سعد بیان کرتے ہیں حماد بن زید ثقہ ثبت حجّت ہیں مزید کثیر الحدیث ہیں۔ امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔

## حماد بن زید کی وفات!

خالد بن خداش کا بیان ہے حماد بن زید کی پیدائش ۹۸ھ کو ہوئی۔ جناب عارم اور ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ حماد بن زید کی وفات ماہ رمضان ۱۷۹ھ کو ہوئی۔ [1]

## ۳} سنان بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ تہذیب میں ہے یہ ثقہ راوی ہیں ان کو بڑے بڑے آئمہ فن نے مضبوط راوی قرار دیا ہے۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا نام ونسب سنان بن ربیعہ الباھلی ابو ربیعہ البصری، سنان بن ربیعہ، انس، شہر بن حوشب، حضرمی بن لاحق اور ثابت بنانی سے روایت کرتے ہیں۔ سنان بن ربیعہ سے حمادان، سعید بن زید، عبد الوارث بن سعید، عبد اللہ بن بکر سہمی روایت کرتے ہیں۔ دوری نے ابن معین کے حوالے سے بیان کیا سنان بن ربیعہ لیس بالقوی ابو حاتم کہتے یہ شیخ مضطرب الحدیث ہیں امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ مزید فرماتے ہیں یہ راوی وہی ہیں جن کو صاحب بری کہا جاتا ہے ابن عدی کا کہنا یہ ہے کہ ان سے قلیل احادیث مروی ہیں البتہ ان کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے الادب المفرد میں مقروناً سنان بن ربیعہ سے روایت لی ہے۔ [2]

## ۴} شہر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ تہذیب میں ہے ان کی توثیق بڑے بڑے آئمہ فن نے کی ہے آپ بھی مطالعہ فرمالیں۔

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۳/۹ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

② امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۴/۲۱۲ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا نام ونسب یوں ہے۔شہر بن حوشب الاشعری، ابوسعید اور یوں بھی کہا جاتا ہے ابوعبداللہ اس طرح بھی ہے ابوعبدالرحمن اس کے علاوہ ابوالجعد شامی سے بھی پہچانے جاتے ہیں۔

شہر بن حوشب ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنھا، حضرت ابوھریرہ، ام المؤمنین حضرت عائشہ، ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ، حضرت بلال، حضرت ابوسعید خدری، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص، حضرت جابر اور ابوامامہ رضی اللہ عنھم سے روایت کرتے ہیں۔

شہر بن حوشب سے عبدالحمید بن بہرام، قتادہ، حکم بن عتیبہ اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں شہر بن حوشب حسن الحدیث ہیں اور اپنی بات کے پکے ہیں۔ابن ابی خیثمہ اور معاویہ بن صالح، ابن معین کی وساطت سے بیان کرتے ہیں شہر بن حوشب ثقہ راوی ہیں۔ عباس دوری نے بھی ابن معین ہی کے حوالے سے بیان کیا کہ شہر بن حوشب ثبت ہیں۔عجلی شامی جو کہ تابعی ہیں وہ کہتے ہیں شہر بن حوشب ثقہ ہے۔یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں شہر بن حوشب ثقہ ہیں۔اس کے بعد ایک موقعہ پر شہر بن حوشب پر انہوں نے طعن بھی کیا۔

## شہر بن حوشب کی وفات:

عبدالحمید کا کہنا ہے سنہ ۸۰ھ میں میری ان سے ملاقات ہوئی۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شہر بن حوشب کی وفات سنہ ۱۰۰ھ کو ہوئی۔یحییٰ بن بکیر کے بقول شہر بن حوشب کی وفات سنہ ۱۱۱ھ کو ہوئی، علامہ واقدی کہتے ہیں شہر بن حوشب کی وفات سنہ ۱۱۲ھ کو ہوئی۔[1]

## ۵} ابی امامہ رضی اللہ عنہ:

یہ بڑے ہی بلند مرتبہ صحابی ہیں حجۃ الوداع میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ تھے۔اس وقت ان کی عمر تیس سال تھی، انہوں نے جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کا ساتھ دیا تھا محب اہلبیت تھے۔حضرت علی علیہ السلام سے ان کو بے پناہ عقیدت تھی۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے۔صدی بن عجلان بن وھب اور اس طرح بھی کہا جاتا ہے ابن عمرو ابوامامہ الباھلی الصحابی رضی اللہ عنہ۔

---

[1] امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۴ / ۳۲۴ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کرتے ہیں پھر وہ امیر المؤمنین حضرت عمر، امیر المؤمنین حضرت عثمان، امیر المؤمنین حضرت علی، حضرت ابوعبیدہ بن جراح، عبادہ بن صامت، عمرہ عبسہ رضی اللہ عنھم سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے سلیمان بن حبیب المحاربی، شداد بن عمار دمشقی، محمد بن زیاد ھانی، شہر بن حوشب اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

سلیم بن عامر بیان کرتے ہیں میں نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا حجۃ الوداع والے دن آپ کی عمر کتنی تھی اور انہوں نے جواب دیا اس وقت میری عمر تیس 30 سال تھی۔ ابن عیینہ کا بیان یہ ہے ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے شام میں جتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ تشریف رکھتے تھے ان کے بعد وصال فرمایا۔ اسمٰعیل بن عیاش اور بہت سارے بزرگوں کا کہنا یہ ہے کہ ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے ۸۱ھ کو حمص کے مقام پر وصال فرمایا۔ عمرو بن علی اور خلیفہ وغیرھم کہتے کہ ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۶ھ کو ہوئی بعض نے اس چیز کا اضافہ بھی کیا ہے کہ اس وقت ان کی عمر اکانوے 91 سال تھی۔ امام ابن حجر عسقلانی قُلْتُ کہہ کر لکھتے ہیں یہ قول جس میں ان کی عمر کا ذکر ہوا ہے درست معلوم نہیں ہوتا اس لئے کہ انہوں نے خود فرمایا حجۃ الوداع کے موقعہ پر ان کی عمر تیس سال تھی اگر حجۃ الوداع کے موقعہ پر ان کی عمر تیس 30 سال ہوا اور انتقال ۸۶ھ کو ہوا ہو تو پھر عمر ایک سو چھ سال ۱۰۶ بنتی ہے۔

امام ابن حبان فرماتے ہیں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرف داروں میں تھے۔ ①

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۴/ ۳۶۸ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

# شرح حدیث نمبر ۳۷

ایک مسلمان کی زندگی یقیناً قابل رشک ہے اگر وہ تابع سنت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہو جائے تو، ہمارے اعمال اسی وقت اللہ تعالٰی کے ہاں قبولیت کے درجے تک پہنچیں گے جب ہم ان کی ادائیگی میں اس بات کا پورا پورا التزام کریں گے وہ فرامین امام الانبیاء علیہ السلام کے مطابق ہو جائیں۔

## دونوں کان سر کا حصہ ہیں یا چہرے کا اس میں علماء کا نقطہ نظر:

علامہ سراج احمد حنفی سرہندی رقم طراز ہیں، حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضو فرمایا۔ تو اپنے چہرہ مبارک کو تین بار دھویا اسی طرح دونوں ہاتھوں کو تین بار دھویا پھر سرِ انور کا مسح فرمایا۔ اس موقعہ پر فرمایا دونوں کان سر ہی کے حکم میں ہیں یہ علیحدہ شمار نہیں ہوتے کہ ان کا مسح مزید پانی لیکر کیا جائے۔ امام ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قتیبہ کہتے ہیں اور یہ قتیبہ امام ترمذی کے شیخ ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حماد فرماتے ہیں اور یہ حماد قتیبہ کے شیخ ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ یہ قول رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ہے یا حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا ہے ہاں البتہ اس باب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث وارد ہوئی ہے۔ لیکن یہ حدیث زیادہ مضبوط حیثیت کی حامل نہیں ہے اس لئے کہ اس کی سند قوی و قائم نہیں۔ جہاں تک عمل کا اعتبار ہے تو اکثر اھل علم صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم کا عمل اسی پر ہے کہ دونوں کان سر ہی کا حصہ ہیں یہی موقف حضرت امام سفیان ثوری، عبداللہ ابن مبارک، امام احمد اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہم کا ہے۔ بعض اھل علم جن میں امام شُعبی اور ایک جماعت اسی موقف کی حامل ہے کہ کانوں کا سامنے والا حصہ چہرے کے ساتھ دھولیا جائے اور پیچھے والا حصہ جو ہے اس کا مسح سر کے ساتھ کرلیا جائے۔ امام اسحٰق کا قول یہ ہے کہ مجھے بھلا معلوم ہوتا ہے کانوں کے سامنے والے حصے کا مسح چہرے کے ساتھ کیا جائے اور پچھلے حصے کا مسح سر کے ساتھ کرلیا جائے۔ امام زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دونوں کان چہرے میں شمار ہوتے ہیں لہٰذا ان دونوں کو چہرے کو دھوتے وقت ہی دھولیا جائے دونوں جانب سے یعنی ظاہر و باطن سے۔ ①

---

① علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۶۹ مطبوعہ کانپور ہند

ہمارے بزرگوں نے کمال دیانت کے ساتھ اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ایک ایک ادا کو محفوظ کیا ہے۔ اور اس کو ساری امت تک پہچانے کا انتظام فرمایا ہے آج بھی اگر ہم اپنی زندگیاں اسلامی سانچے میں ڈھال دیں تو کامیابیاں ہمارے قدم چوم لیں اور ہماری عزت کو چار چاند لگ جائیں۔ آئیں اس کے لئے جدوجہد کریں۔ (محمد ارشد القادری)

## فنّی اعتبار سے یہ حدیث موقوف ہوگی یا مرفوع:

علامہ ابوطیب لکھتے ہیں کہ یہ جو کہا گیا ہے دونوں کان بھی سر ہی کا حصہ ہیں یا ان کو سر کے ساتھ زیادہ نسبت ہے تو جب ان کا تعلق سر سے ثابت ہوا اور یہ اسی کا حصہ ہیں تو ان کا مسح کرنے کے لئے جدید پانی لینے کی کوئی حاجت نہیں بلکہ سر کے مسح والا پانی ہی کافی ہے۔ کما ھو مذھبنا جیسا کہ ہمارا احناف کا مذہب ہے۔

شرح السنہ میں ہے اس میں اختلاف ہوا ہے کہ آیا کانوں کے لئے نیا پانی لینے کی ضرورت ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دونوں کان الگ سے اعضا کی حیثیت رکھتے ہیں اس حال میں تازہ پانی لے کر دونوں کانوں کا تین تین بار مسح کرنا ہوگا۔ لیکن علماء کی اکثریت کا نقطہ نظر یہی ہے۔ کہ دونوں کان سر ہی میں شمار ہوں گے لہذا ان دونوں کا مسح ایک ہی پانی سے ہو جائے گا۔ یہ مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ جیسا کہ ابن مالک رضی اللہ عنہ نے یوں فرمایا کہ بعض علماء کا کہنا ہے اور اس کو مقید کیا ہے۔ مطلب اس بات کا یہ ہے کہ یہ جو قول ہے۔

اَلْاُذُنَانِ مِنَ الرَّاسِ۔

دونوں کان سر میں شمار ہیں۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں کان مسح کے اعتبار سے سر کے تابع ہیں اس لئے یہ دھونے کے اعتبار سے چہرے کے ماتحت نہیں ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

هٰذَا لَايَدُلُّ عَلٰى اَنَّهُمَا يَمْسَحَانِ بِمَاءِ الرَّاسِ بَلْ يُفْهَمُ مِنْهُ الْعُمُوْمُ وَمَا قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ فِيْهِ نَوْعٌ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

یہ صرف دونوں کانوں کا مسح اس پانی سے کرنے پر دلالت نہیں کرتا جو سر کے مسح کے لئے لیا گیا تھا بلکہ اس سے اس کا عموم مفہوم ہوتا ہے اور جو بعض علماء نے فرمایا اس میں نوع ہے۔ واللہ اعلم۔

یہ جو امام حماد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ یہ قول نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ہے یا حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو اس قول کے انتساب میں تردد و احتمال ہے وہ فرماتے ہیں اگر اس ضمیر کو

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹایا جائے تو اس سے مراد یہ ہوگی یہ حدیث فنی اعتبار سے موقوف کے درجہ میں ہے اور اگر اس ضمیر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف لوٹایا جائے تو پھر یہ حدیث شریف فنی اعتبار سے مرفوع کے درجہ میں ہوگی۔ ①

# درسِ حدیث

اس میں کوئی شک نہیں، ساری روئے زمین پر جتنے مذاہب ہیں ان سب میں سے اعلیٰ ارفع اور پاکیزہ مذہب دینِ اسلام ہے۔ اس کے قوانین انتہائی آسان عام فہم اور قابل عمل ہیں انسان زندگی میں ہمیشہ سکون واطمینان کا خواہاں رہتا ہے اس کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس کو قلبی سکون حاصل ہوجائے اس کے حصول کے لئے وہ ہزاروں پاپڑ بھیلتا ہے دن رات محنت کرتا ہے مگر دیکھنے میں یہی آیا ہے کہ اس سب کچھ کے باوجود اس کو سکون قلب میسر نہیں آتا آخر کیوں؟ اس سوال کا جواب یقیناً یہ ہے انسانی زندگی میں چین اور سکون اسی وقت آتا ہے جب وہ کسی صاحب نگاہ کی مجلس میں جانے لگے میری مراد یہ ہے جب کوئی بندۂ رب، کسی عالمِ باعمل صحیح العقیدہ سنی مسلمان کی نشست میں جاتا ہے تو وہاں سے اس کو اسلامی زندگی گذارنے کا شعور ملتا ہے وہاں سے اسکو قناعت، صبر شکر اور رضا کی نعمتیں ملتی ہیں۔ جب یہ انعام اس پر ہوتا ہے تو کہیں جا کر سکونِ قلب میسر آتا ہے یہ سب کچھ سنت مطہرہ پر عمل کرنے کی برکت سے ملتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔

> حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضو فرمایا چہرہ انور کو تین بار دھویا، ہاتھوں کو تین مرتبہ دھویا اور سرِ اقدس کا مسح کیا پھر ارشاد فرمایا دونوں کان سر ہی کے حکم میں ہیں۔ (جامع ترمذی شریف حدیث نمبر ۳۷)

اس حدیث مبارک میں اہل ایمان کے لئے یہی ہے کہ جب وہ وضو کریں تو اپنے اعضاء وضو کو تین تین بار دھویا کریں اور دونوں کانوں کا مسح کیا کریں اس مسح کے لئے نیا پانی لینے کی ضرورت نہیں بلکہ وہی پانی جو سر کے مسح کے لئے لیا تھا اسی کے ساتھ دونوں کانوں کا اندر باہر سے مسح کرلیا جائے شہادت والی انگلی سے دونوں کانوں کے اندر والے حصوں کا مسح کیا جائے اور انگوٹھوں سے باہر والے حصوں کا مسح کرلیا جائے اس عمل کو کمال احتیاط کے ساتھ موافق سنت بنایا جائے انشاء اللہ ہزاروں برکات میسر آئیں گی اللہ تعالیٰ توفیق عمل عطا فرمائے امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

---

① علامہ ابوطیب سندھی شرح ابوطیب ۱/۹۶ مطبوعہ کانپور ہند

# معیارِ بدعت

کوئی نئی بات اسلام میں ایجاد کرنا وہی قابل ردّ ہے جو روحِ اسلام کے خلاف ہو۔ وہ امور جو روحِ اسلام کے خلاف نہ ہوں ان کا معرضِ وجود میں آنا ہرگز قابل مذمت نہیں ہے۔ لوگوں نے نہ بدعت کے معنی جانے نہ اس کی تحقیق کی۔ بے سوچے سمجھے ہر چیز کو بدعت قرار دے دینا ستم ظریفی ہے۔ دیکھئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک صحیح مسلم میں منقول ہے۔ ترجمہ: جس شخص نے اسلام میں کوئی اچھی بات ایجاد کی اس کو اس کا اجر ملے گا اور جو لوگ بعد میں اس پر عمل کریں گے ان کو بھی ثواب ملے گا۔ کسی کے اجر و ثواب میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔

(عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرعی حیثیت، صفحہ ۱۶)

# باب نمبر ۳۰

## بَابٌ فِیْ تَخْلِیْلِ الْاَصَابِعِ

اس باب میں انگلیوں کے خلال کرنے کا تذکرہ ہے۔

اس باب کے تحت تین احادیث مبارکہ آ رہی ہیں جو یقینا ہزاروں برکات کی حامل ہیں آئیں آپ بھی ان کا مطالعہ فرمائیں اور انوارِ معرفت سے معمور ہوں۔

ان تینوں احادیث مبارکہ کا مضمون ایک ہی ہے انگلیوں کا خلال۔

# حدیث نمبر ۳۸

حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ وَھَنَّادٌ قَالَا حَدَّثَنَا وَکِیعٌ عَنْ سُفْیَانَ، عَنْ اَبِیْ ھَاشِمٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِیطِ بْنِ صَبْرَۃَ، عَنْ اَبِیہِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّلِ الْاَصَابِعَ

وَفِی الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَالْمُسْتَوْرِدِ، وَاَبِیْ اَیُّوبَ.

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی ھٰذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ صَحِیحٌ۔

وَالْعَمَلُ عَلٰی ھٰذَا عِنْدَ اَھْلِ الْعِلْمِ، اَنَّہٗ یُخَلِّلُ اَصَابِعَ رِجْلَیْہِ فِی الْوُضُوْءِ وَبِہٖ یَقُولُ اَحْمَدُ، وَاِسْحٰقُ وَقَالَ اِسْحٰقُ یُخَلِّلُ اَصَابِعَ یَدَیْہِ وَرِجْلَیْہِ وَاَبُوْ ھَاشِمٍ اِسْمُہٗ اِسْمَاعِیلُ بْنُ کَثِیرٍ

حضرت عاصم بن لقیط بن صَبرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تو وضو کرے تو انگلیوں کا خلال کرلیا کر۔

اس باب میں حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت مستورد اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنھم سے بھی احادیث آئی ہیں۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اھل علم کا اس حدیث مبارک پر عمل ہے کہ وضو کرتے ہوئے پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا چاہئے۔ یہ قول امام احمد اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہما کا ہے۔ امام اسحٰق کا کہنا یہ ہے کہ ہاتھوں اور پاؤں دونوں کی انگلیوں کا خلال کرنا چاہئے۔ جہاں تک ابو ہاشم کا تعلق ہے ان کا نام اسمٰعیل بن کثیر ہے۔

# حدیث نمبر ۳۸ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ۱} قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ا کے تحت ہو چکا ہے۔اگر آپ مطالعہ فرمانا چاہیں تو وہاں دیکھ لیں۔

### ۲} ھناد رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ا کے تحت ہو چکا ہے۔اگر آپ مطالعہ فرمانا چاہیں تو وہاں دیکھ لیں۔

### ۳} وکیع رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ا کے تحت ہو چکا ہے۔اگر آپ مطالعہ فرمانا چاہیں تو وہاں دیکھ لیں۔

### ۴} سفیان:

ان حضرت کو میں نے وکیع کے حوالے سے پہچانا ہے، ممکن ہے یہ سفیان بن سعید ہوں ان کا تذکرہ تہذیب التہذیب کے حوالے سے کر دیتا ہوں اور اگر یہ سفیان بن عیینہ ہوں تو اس صورت میں ان کے احوال کا تذکرہ حدیث نمبر ۳ کے تحت ہو چکا ہے وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

### امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے۔ سفیان بن سعید بن مسروق ثوری ابو عبد اللہ کوفی من ثور ابن عبد مناۃ بن اد بن طابخہ اور یوں بھی کہا گیا ہے ثور ھمد ان لیکن اوّل بات ہی درست معلوم ہوتی ہے۔

ابن معین، ابو عاصم، ابن عیینہ اور بہت سارے علماء سفیان بن سعید کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے گیارہ سو مشائخ سے حدیث لکھی ان سب سے افضل شیخ حضرت سفیان بن سعید ہیں۔

مروزی کا بیان ہے وہ جناب امام احمد کے حوالے سے روایت کرتے ہیں میرے دل میں سفیان بن سعید سے زیادہ کسی کی محبت نہیں ہے۔حضرت عبد اللہ بن داود فرماتے ہیں میں نے سفیان بن سعید سے بڑا فقیہہ نہیں دیکھا۔ابو

قطن کہتے ہیں مجھے شعبہ نے کہا سفیان بن سعید علم وتقوٰی میں لوگوں کے سردار ہیں۔ ابوجعفر بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن سعید کے فضائل کثیرہ ہیں۔ خطیب کا کہنا یہ ہے کہ سفیان بن سعید مسلمانوں کے بہت بڑے امام گذرے ہیں۔ علم دین کے بہت بڑے عالم تھے۔ تزکیہ، اتقان، حفظ ومعرفت، ضبط اور ورع وزہد نے ان کو سب سے بے نیاز کر دیا تھا۔ ابن سعد کا کہنا یہ ہے کہ سفیان بن سعید ۹۷ھ کو پیدا ہوئے وہ ثقہ ہیں مامون ہیں عابد ہیں ثبت ہیں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ ثقات ائمہ کرام میں بہت بلند مقام ومرتبہ کے حامل ہیں وہ ان ائمہ دین میں سے ایک ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے۔ ان کو متقین کا امام بنا دے۔ امام ابن حبان کہتے ہیں سفیان بن سعید، فقہ میں، ورع میں اور مہارت علوم میں سادات الناس ہیں۔ ولید بن مسلم کا بیان ہے میں نے سفیان بن سعید کو مکہ مکرمہ میں دیکھا لوگ ان سے فتوٰی طلب کرتے تھے۔

## سفیان بن سعید کی وفات:

امام ابونعیم کہتے ہیں کہ سفیان بن سعید ۱۵۰ھ میں کوفہ سے نکلے اور دوبارہ واپس نہ آئے عجلی وغیرہ کا قول یہ ہے کہ سفیان بن سعید کی پیدائش ۹۷ھ کو ہوئی ابن سعد کہتے ہیں اس بات پر سب اہل علم کا اتفاق ہے کہ ان کی وفات ۱۶۱ھ کو بصرہ میں ہوئی۔ اگرچہ اس کے علاوہ بھی روایات ملتی ہیں مگر صحیح یہی ہے۔ جو یہاں ذکر کر دیا گیا ہے۔ (۱)

## ۵} ابی ہاشم رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا نام ونسب یوں ہے۔ اسمٰعیل بن کثیر حجازی، ابو ہاشم مکی، ان کے احوال کا تذکرہ تہذیب التہذیب میں ہے۔ آپ بھی مطالعہ فرمالیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ابو ہاشم عاصم بن لقیط بن صبرہ سعید بن جبیر اور مجاہد وغیرھم رضی اللہ عنھم سے روایت کرتے ہیں۔ ابو ہاشم سے امام سفیان ثوری، ابن جریج، یحییٰ بن سلیم طائفی، سحر بن کدام وغیرھم روایت کرتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں ابو ہاشم ثقہ راوی ہیں، ابن سعد کا کہنا یہ ہے کہ ابو ہاشم ثقہ ہیں کثیر الحدیث ہیں۔ امام ابوحاتم فرماتے ہیں ابو ہاشم صالح الحدیث ہیں۔

امام ابن حجر عسقلانی وقلت کہہ کر لکھتے ہیں۔ امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ یعقوب بن شیبہ، یعقوب بن سفیان اور عجلی کہتے ہیں ابو ہاشم ثقہ ہیں۔ ابن خزیمہ، ابن جارود، امام ترمذی، امام ابن حبان اور امام حاکم

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۴/۹۹ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

وغیرھم نے باب وضو میں ان کی احادیث کو نقل کر کے ان کی تصحیح فرمائی۔ ①

## ۶} عاصم بن لقیط بن صبرہ رحمتہ اللہ علیہ:

ان کا نام ونسب یوں ہے عاصم بن لقیط بن صبرۃ عقیلی، حجازی، امام بخاری کہتے ہیں وہ ابن ابی رزین عقیلی ہیں۔ اس کے علاوہ بھی ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

## امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عاصم بن لقیط اپنے والدگرامی لقیط بن صبرہ اوران کے علاوہ دوسرے بزرگوں سے روایت کرتے ہیں اور عاصم بن لقیط بن صبرہ سے ابوھاشم اسمٰعیل بن کثیر مکی روایت کرتے ہیں۔

امام نسائی فرماتے ہیں عاصم بن لقیط ثقہ ہیں۔امام ابن حبان نے عاصم بن لقیط کا ذکر ثقات میں کیا ہے، محدثین کرام نے ناک میں پانی چڑھانے والی حدیث صرف انہی حضرت سے روایت کی ہے۔یعنی حدیث استنشاق کے روای یہی بزرگ ہیں یہ حدیث واحد ہے۔ ②

## ۷} ابیہ یعنی لقیط بن صبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ان کا نام ونسب اس طرح ہے لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ، پھران کا نام یوں بھی ذکر کیا گیا ہے لقیط بن عامر بن صبرہ بن عبداللہ بن المنفق بن عامر بن عقیل بن کعب بن ربیعہ بن عامر صعصعہ ابورزین عقیلی اس طرح بھی کہا گیا ہے کہ وہ لقیط بن عامر بن صبرہ ہیں۔یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اوران سے ان کے بیٹے عاصم بن لقیط، اسی طرح ان کے بھتیجے وکیع بن عدس اور عبداللہ بن حاجب بن عامر روایت کرتے ہیں۔ ③

---

① امام الحافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱/ ۲۸۴ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

② امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۵/ ۴۹ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

③ امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۸/ ۴۰۹ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

# حدیث نمبر ۳۹

حَدَّثَنَا اِبْرٰهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي الزِّنَادِ، عَنْ مُوسٰى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ صَالِحٍ مَوْلَى التَّوْاَمَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَوَضَّاْتَ فَخَلِّلْ اَصَابِعَ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم وضو کرو تو اپنے ہاتھوں اور پاؤں دونوں کی انگلیوں کا خلال کرلیا کرو۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث (فنی اعتبار سے) حسن غریب ہے۔

## حدیث نمبر ۳۹ کی فنّی حیثیت

### {تذکرہ راویان}

**۱} ابراھیم بن سعید رحمۃ اللہ علیہ:**

ان کا نام ونسب یوں ہے۔ ابراھیم بن سعید جوھری، ابواسحٰق طبری اصلاً بغدادی ہیں اور حافظ بھی مشہور ہیں۔

**امام احمد بن حجر عسقلانی رقم طراز ہیں:**

ابوالعباس برائی بیان کرتے ہیں کہ موسیٰ بن ہارون سے پوچھا گیا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے ابراھیم بن سعید جوہری کے حوالے سے کوئی روایت وارد کی گئی ہے تو انہوں نے کہا وہ کثیر الکتاب تھے جب کبھی بھی ان کی کتاب سے کچھ لکھنے کی اجازت طلب کی جاتی تو وہ اس کی اجازت مرحمت فرما دیتے تھے امام ابوحاتم فرماتے ہیں ان

کا تذکرہ صدق سے کیا گیا ہے۔ امام نسائی فرماتے ہیں ابراھیم بن سعید ثقہ راوی ہیں۔ ابراھیم بن سعید کہتے ہیں ہر ایک حدیث شریف میں میرے نزدیک ایک سو۱۰۰ وجوہ ہیں اور میں ان میں ایک بے مثل موتی پاتا ہوں۔ خطیب بغدادی کہتے ہیں ابراھیم بن سعید مضبوط راوی ہیں بہت ثبت راوی ہیں اور مُسند کے مصنف ہیں۔

وہ دراصل بغداد کے رہنے والے تھے پھر وہاں سے ترک سکونت کر کے عین زربہ کے مقام پر چلے گئے تھے۔

## ابراھیم بن سعید قدس سرہ العزیز کی وفات:

ابن قانع بیان کرتے ہیں ابراھیم بن سعید کی وفات ۲۴۹ھ کو ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی وفات ۲۵۰ھ کے بعد ہوئی۔ ①

## ۲} سعد بن عبدالحمید بن جعفر قدس سرّہ العزیز:

ان کا نام ونسب اس طرح ہے۔ سعد بن عبدالحمید بن جعفر بن عبداللہ بن الحکم بن رافع بن سنان انصاری ابو معاذ مدنی سکن بغداد یعنی بغداد میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سعد بن عبدالحمید، ابن ابی زناد اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں اسی طرح ان سے ابراھیم بن سعید جوھری اور ایک کثیر جماعت روایت کرتی ہے۔ ابراھیم بن جنید ابن معین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں سعد بن عبدالحمید کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں جبکہ یہ ان کی کتاب سے ہو۔ ابن ابی خیثمہ کہتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبل اور ابن معین اور خالد رضی اللہ عنھم سے سعد بن عبدالحمید کی بابت پوچھا تو ان سب نے فرمایا کہ وہ یہاں انصار کی پناہ میں رہے ہیں۔

## سعد بن عبدالحمید کی وفات:

صالح کہتے ہیں ان کی روایت قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں اور ایک مرتبہ یوں بھی فرمایا کہ وہ اپنے والد گرامی سے بھی ثبت درجہ کے راوی ہیں ان کا انتقال ۲۱۹ھ کو ہوا۔ ②

## ۳} عبدالرحمٰن بن ابی زناد رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے عبدالرحمٰن بن ابی زناد بن عبداللہ بن ذکوان قرشی مولاھم مدنی، عبدالرحمٰن بن ابی زناد کے بارے میں دونوں قسم کی آراء موجود ہیں یعنی اقوال تعدیل بھی ہیں اور جرح کے اقوال بھی۔

① امام حافظ احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱/ ۱۰۷ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

② امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۳/ ۴۱۴ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

## امام ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

ابن سعد کہتے ہیں عبدالرحمٰن بن ابی زناد جامعہ بغداد میں آئے تھے تو بغدادیوں نے ان سے حدیث کی سماعت کی اس لئے کہ وہ کثیر الحدیث تھے۔ ان کی وہ روایات ضعیف ہیں جن کو انہوں نے اپنے والد کے حوالے سے نقل کیا ہے حالانکہ انہیں پر وہ فتوٰی بھی دیتے تھے۔

امام ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ قُلتُ کہہ کر لکھتے ہیں، مجھے نہیں معلوم علماء اور محدثین و مورخین عبدالرحمٰن بن ابی زناد سے اختلاف کیوں کرتے ہیں جناب ابو طالب امام احمد کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن ابی زناد سے روایت کی جاتی ہے اور اس میں کوئی احتمال تو نہیں تو انہوں نے کہا کہ روایت کی جاتی ہے، جناب ساجی نے حکایت کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی زناد کی احادیث صحیح ہیں ابن معین ساجی کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں عبدالرحمٰن بن ابی زناد جب والد گرامی، اعرج اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کرے تو ایسی صورت میں وہ حجت ہے، جناب آجری کا بیان یہ ہے جسے وہ جناب ابوداؤد کے واسطہ سے ذکر کرتے ہیں عبدالرحمٰن بن ابی زناد قرآن کریم اور احادیث مبارکہ یعنی اخبار کے عالم تھے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اور جناب عجلی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ثقہ قرار دیا۔ امام ترمذی نے ان کی احادیث کو صحیح قرار دیا ہے یہی حضرت فرماتے ہیں کہ لباس کے باب میں جو روایات عبدالرحمٰن بن ابی زناد سے آئی ہیں ان میں وہ ثقہ حافظ ہیں۔

## عبدالرحمٰن بن ابی زناد کی وفات:

امام ابن حجر عسقلانی ہی لکھتے ہیں، عبدالرحمٰن بن ابی زناد ۱۰۰ھ میں پیدا ہوئے ان کی جائے ولادت بغداد ہے ان کی وفات ۱۷۴ھ کو ہوئی۔

اس طرح ان کی عمر چوہتر سال بنتی ہے۔ ①

## ۴} موسیٰ بن عقبہ:

ان کا پورا نام و نسب اس طرح ہے۔ موسیٰ بن عقبہ بن ابی عیاش اسدی مولیٰ آلِ زبیر اور اس طرح بھی کہا جاتا ہے مولیٰ ام خالد بنت سعید بن عاص زوجہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، ادرک ابن عمر رضی اللہ عنہا وغیرہ۔

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۶ / ۱۵۵ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

## امام ابن حجر عسقلانی قدس سرہٗ العزیز ارقام فرماتے ہیں:

ابن سعد کہتے ہیں موسیٰ بن عقبہ مضبوط راوی ہیں، ثبت راوی ہیں کثیر الحدیث ہیں۔ ایک دوسرے مقام پر فرمایا موسیٰ بن عقبہ ثقہ راوی ہیں لیکن قلیل الحدیث ہیں ابراھیم بن منذر کا بیان ہے وہ معن بن عیسیٰ کے حوالے سے کہتے ہیں اگر تمہارے سامنے کوئی مغازی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جنگوں کے حالات بیان کرے تو اس سلسلہ میں سب سے زیادہ ثقہ موسیٰ بن عقبہ ہے۔ اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تمہارے سامنے اگر موسیٰ بن عقبہ مغازی کے احوال بیان کریں تو وہ اس معاملہ میں رجل صالح کی صحیح تصویر ہوں گے۔ اس لئے کہ موسیٰ بن عقبہ مغازی کے بیان کرنے میں صحیح مہارت رکھتے ہیں۔

عبداللہ بن احمد کہتے ہیں جب وہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے روایت کریں تو اس میں وہ ثقہ ہیں۔ امام نسائی، عجلی اور دوسرے بزرگ فرماتے ہیں جن میں ابن معین بھی شامل ہیں کہ موسیٰ بن عقبہ ثقہ ہیں۔

واقدی کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مسجد شریف میں حلقہ لگا کرتا تھا جس میں بڑے بڑے علماء اور محدثین شامل ہوتے تھے ان کی موجودگی میں موسیٰ بن عقبہ فتویٰ دیا کرتے تھے امام ابو حاتم فرماتے ہیں موسیٰ بن عقبہ ثقہ صالح ہیں۔

## موسیٰ بن عقبہ کی وفات:

عمرو بن علی یحییٰ قطان کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ موسیٰ بن عقبہ کی وفات ۱۴۱ھ میں ہوئی۔ (۱)

## ۵} صالح مولیٰ توامہ:

ان کے بارے میں ملی جلی رائے ملتی ہے بعض بزرگوں نے ان کی تعدیل بیان کی ہے اور بعض نے ان پر جرح کی ہے لیکن زیادہ تر اقوال ان کی حمایت ہی میں جاتے ہیں۔ لہٰذا ان کی تعدیل ہی معتبر مانی جائے گی ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے۔

صالح بن نبہان مولیٰ توامہ بنت امیہ بن خلف مدینی اور وہ صالح بن ابی صالح ہے۔

## امام حافظ ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

صالح مولیٰ توامہ حضرت ابو درداء، امّ المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ، حضرت ابو ھریرہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھم اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں اور ان سے موسیٰ بن عقبہ، ابن جریج اور ابن زناد وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

---

(۱) امام حافظ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱۰/۳۲۱ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

احمد بن سعید بن ابی مریم بیان کرتے ہیں میں نے ابن معین کو فرماتے ہوئے سنا صالح مولیٰ توامہ ثقہ ہیں حجت ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی روایت لینے میں کوئی جرح نہیں جبکہ وہ قدماء سے روایت کریں۔ عجلی تابعی فرماتے ہیں صالح مولیٰ توامہ ثقہ ہیں۔ ابوالولید باجی نے ان کا شمار رجال بخاری میں کیا ہے۔

## صالح مولیٰ توامہ کی وفات:

ابن ابی عاصم کہتے ہیں صالح مولیٰ توامہ کی وفات ۱۲۵ھ میں ہوئی۔ ①

## ٦} ابن عباس رضی اللہ عنھا:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۳۶ کے تحت ہو چکا ہے، اگر آپ مطالعہ فرمانا چاہیں تو وہاں دیکھ لیں۔

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۴/ ۳۵۵ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

# حدیث نمبر ۴۰

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ الْفِهْرِيِّ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ دَلَكَ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ بِخِنْصَرِهِ

قَالَ أَبُو عِيسٰى هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ لَهِيعَةَ

حضرت مستورد فہری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا آپ نے اپنی چھوٹی انگلی سے پاؤں کی انگلیوں کا خلال فرمایا۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث (فنّی اعتبار سے) غریب ہے۔ اس روایت کو ہم صرف ابن لھیعہ ہی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

# حدیث نمبر ۴۰ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ۱} قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ا کے تحت ہو چکا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

### ۲} ابن لِھیعہ رحمۃ اللہ علیہ:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ، وفیات الاعیان میں علامہ ابن خلکان نے کیا ہے اسی طرح امام ذہبی نے ان کا ذکر میزان الاعتدال میں کیا ہے۔ تہذیب التہذیب میں امام ابن حجر عسقلانی نے بھی ان کا ذکر کیا ہے۔ بعض علماء محدثین نے ان کی توثیق کی ہے اور بعض نے ان پر جرح کی ہے اور ان کا ضعف بیان کیا ہے بہر حال میں نے جو کچھ کتب میں دیکھا ہے اس کا مختصراً ذکر کر دیا ہے۔ اب مختلف زاویوں سے ان کا ایک جائزہ لیتے ہیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ابن لھیعہ کا پورا نام ونسب یوں ہے۔عبداللہ بن لھیعہ بن عقبہ بن فرحان بن ربیعہ بن ثوبان حضرمی اعدمی اور اس طرح بھی کہا جاتا ہے غافقی ابوعبدالرحمٰن مصری فقیہہ قاضی، ابن لھیعہ اعرج، ابوزبیر اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں ان سے ان کا پوتا احمد بن عیسیٰ، ان کا بھتیجا، امام سفیان ثوری، امام شعبہ، امام اوزاعی، عبداللہ بن مبارک قتیبہ بن سعید اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔ابن لھیعہ رحمۃ اللہ علیہ بہتر (۷۲) تابعین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

حسن بن علی الخلال کہتے ہیں زید بن حباب نے حضرت سفیان ثوری کو فرماتے ہوئے سنا ابن لھیعہ کے پیش نظر اصول رہتے تھے اور ہمارے پیش نظر فروع رہتے تھے۔ابن وھب بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم جب عبداللہ بن لھیعہ مجھ سے حدیث بیان کرتے ہیں تو اس میں وہ بالکل صادق ہوتے ہیں ابراھیم بن جنید کہتے ہیں ابن معین سے سوال کیا گیا کہ رشدین کی روایت کیسی ہے۔تو فرمانے لگے وہ میرے نزدیک کچھ حیثیت نہیں رکھتا اسی طرح عرض کیا گیا کہ ابن لھیعہ اسی طرح کا آدمی ہے تو جواباً فرمایا نہیں رشدین سے ابن لھیعہ مجھے اچھا لگتا ہے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن لھیعہ کا نام لئے بغیر اپنی الجامع الصحیح کے کتاب الفتن میں روایت وارد فرمائی ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی قُلتُ کہہ کر لکھتے ہیں امام حاکم نے فرمایا امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے دو مقام پر ابن لھیعہ کی روایت سے استشھاد فرمایا۔ساجی احمد بن صالح کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

کَانَ ابْنُ لَهِيعَةَ مِنَ الثِّقَاتِ۔

ابن لھیعہ ثقات میں سے ہیں۔

## ابن لھیعہ کی وفات:

امام ابن حجر عسقلانی یحیٰی بن بکیر وغیرہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ابن لھیعہ کی ولادت ۹۶ھ میں ہوئی اور ھشام بن عمار کہتے ہیں ابن لھیعہ کی وفات ۱۷۴ھ کو ہوئی۔①

## امام ذہبی لکھتے ہیں:

ابوعبدالرحمٰن مصر کے قاضی اور مشہور عالم تھے ان کو غافقی بھی کہا جاتا ہے۔یحیٰی بن بکیر کہتے ہیں کہ ابن لھیعہ کے گھر کو ۱۷۰ھ میں آگ لگ گئی تھی اور ان کی کتابیں جل گئی تھیں مگر اس حادثہ میں ساری کتابیں نہیں جلی تھیں بلکہ کچھ بچ بھی گئی تھیں جو کتاب عمارہ بن غزیہ نے لکھی تھی اس کی اصل بھی ابن لھیعہ ہی کی کتاب تھی اور یہ کتاب آگ لگنے والے واقعہ کے بعد ہی لکھی گئی تھی۔

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۵/ ۳۲۷ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

ابن وھب فرماتے ہیں ابن لھیعہ صادق ہیں۔ امام ذہبی نے ایک لسٹ احادیث کی گنوائی ہے جن میں ابن لھیعہ ہیں مثلاً یہ حدیث شریف قتیبہ، ابن لھیعہ، ابی زبیر، جابر رضی اللہ عنھم سے مرفوعاً روایت کی گئی ہے۔

صَلُّوا عَلَى الْمَيِّتِ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ①

دن یا رات میں جب بھی میت پر نماز پڑھو تو چار ہی تکبیرات ہوں۔

## ابن لھیعہ کو اس زاویے سے بھی دیکھ لیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب میں اور ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں ان کی تضعیف کا ایک سبب یہ بھی بیان کیا ہے کہ لوگ ان کے پاس آ کر بہت سی ایسی حدیثیں بیان کرتے تھے جو انہوں نے روایت نہیں کیں اور یہ ان پر خاموش رہتے تھے اور بیان کرنے والے ان کے سکوت کو اجازت سمجھ کر وہ حدیثیں ان کی سند سے بیان کرتے تھے اور یہ ان پر کوئی نکیر نہیں کرتے تھے۔ جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا۔②

مَا ذَنْبِي؟ إِنَّمَا يَجِيئُونَنِي بِكِتَابٍ يَقْرَءُونَهُ عَلَيَّ وَيَقُومُونَ وَلَوْ سَأَلُونِي لَأَخْبَرْتُهُمْ أَنَّهُ مِنْ حَدِيثِي

اس میں میرا کیا قصور ہے جب لوگ میرے پاس کچھ لکھا ہوا لے آتے ہیں اور مجھے پڑھ کر سنا دیتے ہیں اور تشریف لے جاتے ہیں پھر اسی کے بارے میں مجھ سے پوچھیں کہ یہ حدیثیں ان کی بیان کردہ ہیں تو ایسی صورت میں تو وہ میری حدیث نہیں ہو سکتی۔

## علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں:

ابن فراء نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے ۱۵۲ھ کی بات ہے کہ جب ابوخزیمہ ابراھیم بن یزید قاضی حمیری کا انتقال ہو گیا تو ان کی جگہ عبداللہ بن لھیعہ حضرمی کو قاضی مقرر کر دیا گیا۔③

ابن لھیعہ قاضی بھی رہے ہیں ظاہر ہے اس عہدہ پر کسی نااھل کو تو معمور نہیں کر دیا جاتا یقیناً اس منصب کی اہلیت رکھتے ہوں گے لہٰذا ابن لھیعہ پر بہت تنقید کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ ہاتھ نرم ہی رکھنا چاہئے آخر وہ ایک صاحب علم آدمی تھا پھر اس کا ضعف اگرچہ علماء نے بیان کیا مگر اس کے ساتھ ساتھ اس کی توثیق بھی موجود ہے۔ ان تمام زاویوں سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یقیناً ابن لھیعہ کو دیکھ لیا ہو گا پھر ہی ان کی روایت کو اپنی جامع میں وارد کیا ہو گا۔

---

① ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی م ۷۴۸ھ میزان الاعتدال ۲/۴۷۵ مکتبہ الاثریہ سانگلہ ھل پاکستان،

② درسِ ترمذی شیخ تقی عثمانی ۱/۱۹۶ مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی

③ علامہ ابوالعباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان م ۶۸۱ھ وفیات الاعیان ۲/۱۹ مطبوعہ دار الاحیاء بیروت لبنان

## ۳} یزید بن عمرو:

ان کے حالات تہذیب التہذیب میں مذکور ہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا تذکرہ نہایت مختصر کیا ہے آپ بھی مطالعہ فرمالیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے یزید بن عمرو المعافری المصری۔

یزید بن عمرو عبداللہ بن عمرو بن عاص، ابوعبدالرحمٰن الجبلی وغیرھم سے روایت کرتے ہیں اسی طرح ان سے عمرو بن حارث، ابن لھیعہ وغیرھم روایت کرتے ہیں۔

امام ابوحاتم فرماتے ہیں ان کی حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے۔ ابن یونس کہتے ہیں یزید بن عمرو علم نجوم میں مہارت تامّہ رکھتے تھے۔[1]

## ۴} ابی عبدالرحمٰن الجیلی:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے عبداللہ بن یزید المعافری ابوعبدالرحمٰن الجیلی المصری۔

ابوعبدالرحمٰن حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت ابوذر، حضرت ابوایوب انصاری، حضرت مستورد بن شداد، حضرت ابوسعید خدری، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنھم اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح ان سے ابوھانی، حمید بن ھانی اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

امام عثمان دارمی رحمۃ اللہ علیہ ابن معین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں ابی عبدالرحمٰن ثقہ راوی ہیں امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں فرمایا ہے۔ ابن یونس کہتے ہیں وہ صالح الحدیث تھے۔ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی رائے یہ ہے کہ ابوعبدالرحمٰن بہت بڑے فاضل تھے۔ ابن سعد اور عجلی نے کہا کہ وہ ثقہ ہیں۔

## ابی عبدالرحمٰن الجیلی کی وفات:

امام ابن حجر عسقلانی نے تحقیق فرمائی کہ ابی عبدالرحمٰن جیلی کی وفات کہاں ہوئی چنانچہ وہ فرماتے ہیں ابن یونس کے بقول ان کی وفات ۱۰۰ھ کو افریقہ میں ہوئی ابن خلفوں بیان کرتے ہیں کہ ابی عبدالرحمٰن جیلی کی وفات قرطبہ میں ہوئی۔ ابوبکر مالکی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابی عبدالرحمٰن الجیلی کو افریقہ بھیجا تھا تاکہ وہ وہاں کے لوگوں کو اپنے علم کے ذریعے دین کی تفہیم کرائیں انہوں نے یہ فریضہ سرانجام دیا اور وہیں انتقال فرمایا

[1] امام حافظ احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱/۷۰۳ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

اور باب یونس میں دفن ہوئے۔ (۱)

## ۵} مستورد بن شداد الفہر ی رضی اللہ عنہ:

ان کے حالات بہت ہی مختصر میسر آئے ہیں وہ آپ کی خدمت میں حاضر کر رہا ہوں آپ بھی پڑھ لیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا نام ونسب یوں ہے۔ مستورد بن شداد بن عمرو بن جنیل بن احنف بن حبیب بن عمرو ابن سفیان (ایک سلسلہ تو یہ ہے اور دوسرا یوں بھی ہے۔) بن صحارب بن دثار القرشی الفہری الحجازی، مقیم کوفہ۔

یہ خود صحابی ہیں اور ان کے والد گرامی بھی صحابی ہیں۔ مستورد بن شداد نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اور اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں انہی حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے ابو عبدالرحمٰن الجیلی اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔ امام ابن حجر فرماتے ہیں ابن یونس کا قول یہ ہے کہ حضرت مستورد بن شداد کا وصال ۴۵ھ کو اسکندریہ میں ہوا۔ مصعب زبیری کا کہنا یہ ہے کہ مستورد بن شداد کا انتقال عہد معاویہ رضی اللہ عنہ میں مصر میں ہوا۔ (۲)

# شرح حدیث نمبر ۳۸، ۳۹، ۴۰

ان احادیث شریف میں انگلیوں کے خلال کرنے کا ذکر آیا ہے۔ وضو کرتے وقت ان تمام چیزوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے جن کا ذکر احادیث مبارکہ میں وارد ہوا ہے یقیناً ان اعمال کو یاد کرنا ان پر عمل کرنا اور دوسروں کو ان کی تبلیغ کرنا ایک تو حصول علم کا ذریعہ ہے اور دوسرا اطمنان قلبی کا سامان ہے۔

## پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا چاہیئے:

علامہ سراج احمد فاروقی حنفی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ شرح ترمذی میں رقم طراز ہیں:

یہ جو باب ہے اس میں وضو کرتے ہوئے انگلیوں کے خلال کرنے کا مسئلہ صراحت سے بیان ہوا ہے اس کو سنت قرار دیا گیا ہے۔ لقیط بن صبرہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا

(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۶ / ۴۷ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

(۲) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱۰ / ۹۷ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

جب تم وضو کرو تو اپنی انگلیوں کا خلال کیا کرو۔ اس عنوان کے تحت حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت مستورد اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنھم سے بھی روایات مروی ہیں۔ تخلیل اصابع کی احادیث امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اور امام قضاعی نے حضرت ابوایوب اور حضرت واثلہ رضی اللہ عنھما سے روایت کیں۔ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے، اسی طرح امام حاکم ہی نے اوسط میں بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما ہی سے روایت کی۔ تخریج ھدایہ میں امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ امام دارقطنی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اس کی اسناد واہی ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے بھی روایت کی مگر اس کی سند میں بھی ضعف ہے۔ امام طبرانی حضرت واثلہ سے اور اربعہ سے (اربعہ سے مراد ہے حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنھم ہیں) حدیث لائے۔ امام ابن حبان لقیط بن صبرہ سے امام ترمذی اور امام ابن ماجہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما اور اربعہ سے روایت لائے ہیں سوائے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے۔ مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت لائے لیکن اس میں ہر جگہ ابن لھیعہ ہے۔ اس حدیث شریف کی بابت امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا یہ ہے کہ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث شریف پر اکثر اھل علم کا عمل ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وضو کرتے ہوئے اپنے پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا چاہئے یہ قول امام احمد اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ دونوں کا ہے۔ امام اسحٰق یہ بھی فرماتے ہیں ہاتھوں اور پاؤں دونوں کی انگلیوں کا خلال کرنا چاہئے۔ ①

## انگلیوں کا خلال اگرچہ سنت ہے مگر بعض صورتوں میں واجب ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما کی حدیث میں ہے وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں کہ جب تم وضو کرو تو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کیا کرو۔ مستورد بن شداد فہری بیان کرتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا جب آپ نے وضو فرمایا تو اپنے بائیں ہاتھ کی انگلی سے یعنی سب سے چھوٹی انگلی سے پاؤں کی انگلیوں کو خلایا۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث غریب ہے ہم اس کو صرف اور صرف ابن لھیعہ ہی کے طریق سے جانتے ہیں اس عتبار سے انگلیوں کا خلال کرنا سنت کے درجے میں ہے۔ مقصود انگلیوں کے درمیان پانی بہانا ہے اور اگر انگلیاں ٹیڑھی ہوں یا مڑی ہوئی ہوں تو ایسی صورت میں خلال کرنا واجب کے درجے میں ہوگا۔ پانی بھی تازہ ہی لینا ہوگا اور اگر انگلیاں بالکل سیدھی ہوں تو ان کا خلال کرنا

① علامہ سراج احمد حنفی فاروقی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۰۷ مطبوعہ کانپور ہند۔

فقط سنت ہی ہوگا۔اس طرح کسی نے اپنے پاؤں کو جاری پانی میں ڈال دیا یا بڑے حوض میں، تو ایسی صورت میں خلال کرنے کی بھی ضرورت باقی نہیں رہتی کَمَا فِی الظَّھِیْرِیَّۃِ۔①

پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرتے وقت بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کو کام میں لایا جائے گا۔علامہ ابوطیب سندھی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔یہ باب جس میں انگلیوں کے خلال کا ذکر آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا چاہئے۔اس باب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت مستورد رضی اللہ عنہ سے روایات آئی ہیں امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کی سنن میں الفاظ اس طرح آئے ہیں۔امام الانبیاء علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جب تم نماز کی تیاری کرنے لگو تو اچھی طرح وضو کیا کرو اور اپنے ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کے درمیان پانی بہایا کرو۔ اسی طرح امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کی سنن میں حضرت مستورد کے الفاظ اس طرح آئے ہیں (وہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں) میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا جب آپ نے وضو فرمایا تو اپنی چھوٹی انگلی سے اپنے پاؤں کی انگلیوں کو ملا، امام ابن ماجہ کے ہاں الفاظ اس طرح آئے ہیں آپ نے اپنی چھوٹی انگلی سے پاؤں کی انگلیوں کا خلال فرمایا یہاں خلال کرنا اور ملنا ایک ہی معنی میں ہے اس معنی پر مصنف کی روایت دلالت کرتی ہے ابن ماجہ میں یوں ہے کہ چھوٹی انگلی سے خلال کیا جائے اس لئے کہ چھوٹے سے خدمت لی جاتی ہے اس سلسلہ میں بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کو خلال کے لئے کام میں لایا جائے گا۔②

## درسِ حدیث

جامع ترمذی شریف کی حدیث نمبر ۳۸، ۳۹، ۴۰ میں انگلیوں کے خلال کرنے کا ذکر ہوا ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم وضو کرو تو انگلیوں کا خلال کرلیا کرو۔ہر وہ مسئلہ جس کا تذکرہ احادیث مبارکہ میں آیا ہے اس پر عمل کرنے کا یقینا فائدہ ہی فائدہ ہے۔

ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی زندگی کو موافق سنت بنائیں جب ہماری اپنی حیات نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت مطہرہ کے سانچے میں ڈھل جائے گی تو پھر دوسروں کو اس کی طرف دعوت دی جائے تو وہ موثر ہوگی۔بظاہر یہ اعمال چھوٹے چھوٹے نظر آتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا مقام ومرتبہ بہت زیادہ ہے۔وہ رب اپنے بندوں سے بہت محبت کرتا ہے جو اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت میں غرقاب ہوتے ہیں یہی وہ کمال ہے

① علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروع اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۰۷ مطبوعہ کانپور ہند،

② علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۰۷ مطبوعہ کانپور ہند،

جو انسان کو ولایت کے مرتبے تک پہنچا دیتا ہے امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ایسا گمادے ان کی وِلا میں خدا ہمیں
ڈھونڈا کریں پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

اگر ہماری کیفیت یہ ہو جائے تو ہم اللہ تعالیٰ کے قرب سے فیضیاب ہو سکتے ہیں رب کریم کی بارگاہ اقدس میں دعا کرتا ہوں وہ ہمارے اعمال صالحہ میں برکت عطا فرمائے اور ان رموز وحقائق سے ہم کو آگاہ فرمائے جس پر وہ اپنے نیک وصالح بندوں کو مطلع فرماتا رہتا ہے۔ آیئے ہم خود بھی دین سیکھیں اور پھر اس پر عمل کرنے کے بعد اس کی ترویج واشاعت کا کام شروع کریں۔ اور اس امّت کی وحدت کے لئے کام کریں۔ آپ یقین جان لیں اس امت میں وحدت پیدا ہوگی تو اس قوم کو عزت رفتہ میسر آئے گی اور یہ وحدت اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم دل وجان سے امام الانبیاء علیہ السلام کی محبت واطاعت میں گم ہو جائیں۔

# باب نمبر ۳۱

## بَابُ مَا جَاءَ وَيْلٌ لِلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ

اس باب میں ایڑھیوں کے خشک رہ جانے پر ڈرایا گیا ہے۔

اس باب کے تحت ایک ہی حدیث مبارک آئی ہے، اس میں ایک اہم مسئلہ زیر بحث آیا ہے۔ اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیان اس میں سخت اختلاف ہے ہمارا موقف یہ ہے کہ وضو کرتے وقت دونوں پاؤں کو دھونا فرض ہے جبکہ شیعہ علماء کہتے ہیں کہ وضو کرتے ہوئے پاؤں کا مسح کرنا چاہیے ہم نے اس مسئلہ کو دلائل کی روشنی میں واضح کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔
آیئے آپ بھی مطالعہ فرمایئے تاکہ تحقیق نظر میں آجائے اور نافع ہو۔

# حدیث نمبر ۴۱

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيْلٌ لِلأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَعَائِشَةَ، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ وَمُعَيْقِيبٍ وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ وَشُرَحْبِيلَ بْنِ حَسَنَةَ وَعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَيَزِيدَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ

قَالَ أَبُو عِيسَى حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ وَيْلٌ لِلأَعْقَابِ وَبُطُونِ الأَقْدَامِ مِنَ النَّارِ

وَفِقْهُ هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ الْمَسْحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِمَا خُفَّانِ أَوْ جَوْرَبَانِ

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم تاجدار عرب وعجم رحمت عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ایڑھیوں کے لئے نار سے ھلاکت ہے۔ (اگر وضو کے دوران خشک رہ جائیں تو ایسی صورت میں مُتنبہ فرمایا گیا ہے)

اس عنوان پر حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت سیدہ عائشہ ام المؤمنین، حضرت جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن حارث، حضرت معیقیب، حضرت خالد بن ولید، شرحبیل بن حسنہ، عمرو بن عاص اور یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث مبارک فنی طور پر حدیث حسن صحیح ہے اسی طرح نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے یوں بھی روایت ملتی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ایڑھیوں کے لئے اور پاؤں کے تلوؤں کے لئے آگ سے ھلاکت ہے اس حدیث مبارک سے یہ فقہی مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ پاؤں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ جبکہ پاؤں پر موزے یا اس نوع کی جرابیں نہ ہوں۔

# حدیث نمبر ۱۴۱ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ۱} قُتَیْبَہ رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ا کے ضمن میں ہو چکا ہے اگر چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

### ۲} عبدالعزیز بن محمد:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

آپ بھی مطالعہ فرمالیں۔

### امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے۔عبدالعزیز بن محمد بن عبید بن ابی عبید دراوردی ابومحمد مدنی۔

عبدالعزیز بن محمد! زید بن اسلم، سہیل بن ابی صالح سے روایت کرتے ہیں اسی طرح ان سے شُعبہ، امام ثوری، قتیبہ اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

دوری ابن معین دراوردی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں، عبدالعزیز بن محمد، فلیح، ابن ابی زناد اور ابی اویس سے زیادہ مضبوط راوی ہیں۔ابن خیثمہ ابن معین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں عبدالعزیز بن محمد کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔احمد بن ابی مریم ابن معین کے حوالے سے کہتے ہیں عبدالعزیز بن محمد ثقہ ہیں حجت ہیں۔امام نسائی فرماتے ہیں کہ عبدالعزیز بن محمد قوی نہیں ہیں اور ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا اس کی روایت قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ان کی وہ روایت جس کو عبداللہ ابن عمر کے حوالے سے روایت کریں وہ منکر ہوتی ہے امام ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔عجلی بیان کرتے ہیں یہ مضبوط راوی ہے جناب ساجی کا بیان ہے کہ عبدالعزیز بن محمد اھل صدق وامانت ہے البتہ کثیر الوھم ہے۔

### عبدالعزیز بن محمد کی وفات:

ابن سعد کا قول یہ ہے کہ عبدالعزیز بن محمد مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے وہیں پرورش پائی اور علم سیکھا اور حدیث شریف کی سماعت کی، ان کا وصال ۱۸۷ھ، اور امام بخاری کے بقول ۱۸۹ھ امام ابن حبان کی روایت کے مطابق ۱۸۶ھ میں ہوا۔ ①

## ۳} سہیل بن ابی صالح رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۲ کے ضمن میں ہو چکا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

## ۴} ابیہ یعنی ابوصالح السمّان ذکوان:

ان کا ذکر حدیث نمبر ۲ میں ہو چکا ہے اگر چاہیں تو وہاں سے دیکھ لیں۔

## ۵} حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۲ کے تحت کیا گیا ہے آپ وہاں سے مطالعہ فرمائیں راحت ہوگی ایمان تازہ ہوگا۔

# شرح حدیث نمبر ۴۱

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی جامع میں وارد ہونے والی ایک نفیس حدیث مبارک کی شرح لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں آپ بھی پڑھ لیں آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی دل راحت پائے گا۔

## علامہ ابوطیب سندھی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یہ جو باب ہے جس میں وَیْلٌ لِلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ یعنی ایڑھیوں کے لئے نار سے ہلاکت ہے (ڈرایا گیا ہے) نہایہ میں ہے ویل سے مراد ذلت ورسوائی، ہلاکت اور عذاب کی مشقت برداشت کرنا ہے۔ علامہ طیبی نے یوں نقل کیا ہے کہ نکرہ سے ابتداء جائز ہے اس لئے کہ یہاں مرادیوں لی جائے گی کہ موصوف اپنی صفت کی وجہ سے محذوف ہے۔ اس کے مطالب میں زیادہ صحیح اقوال وہ ہیں جن کو ابن حبان میں روایت کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ شدت عذاب کو ویل سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے فتح روم کے پہاڑ کا نام ویل ہے۔ اس طرح بھی اس کی وضاحت کی گئی ہے ویل ایک ایسا کلمہ ہے جس کے ذریعے ہر قسم کی آفت ومصیبت کا اظہار کیا گیا ہے اور اس کی اصل ہلاکت اور عذاب ہی ہے۔ اس میں اس بات کی خوب وضاحت کر دی گئی ہے وضو کرتے وقت کسی صورت بھی پاؤں کے دھونے میں تسامح نہیں کرنی چاہئے۔ یہی ایک وجہ ہے کہ اس کو وضو کے باب میں ذکر کیا گیا ہے۔

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۶ / ۳۱۵ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

اس حدیث شریف کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ابن زکریا کے حوالے سے یوں نقل فرماتے ہیں۔ اعقاب جمع ہے اور اسی طرح یہ عقبین اور اس کے اردگرد کو شامل ہے۔ آپ نے اس حدیث شریف کی شرح میں بڑی ہی صحیح اور احسن توجیہ بیان کی ہے فرماتے ہیں اعقاب جمع اس لئے ہے کہ وضو کرتے ہوئے پاؤں مکمل طور پر نہ دھونا یہ پوری قوم کا مسئلہ ہے اور یہ ساری ملت ہی کے لئے وارد ہوا ہے اس لئے کہ ان کے پاؤں کی ایڑھیاں دھونے میں اور ان تک پانی پہنچانے میں ان سے تسامح ہو جاتی ہے حقیقت یہ ہے کہ چونکہ اس میں کثرت اعقاب ہے یعنی بہت ساری ایڑھیاں اس وجہ سے اس کو جمع سے تعبیر کیا گیا مطلب یہ ہے ان ایڑھیوں کے لئے اعقاب ہے جو دھونے کے دوران خشک رہ جائیں۔

## وضو کرتے وقت نہایت احتیاط لازم ہے:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث وارد فرمائی ہے۔ مسلمانوں کی ایک جماعت نماز عصر کے لئے جلدی میں تھی انہوں نے وضو کیا تو جلدی جلدی میں پاؤں اچھی طرح نہ دھو پائے جب ہم ان لوگوں کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ان کی ایڑھیاں بالکل خشک ہیں گویا کہ پانی نے ان کو مس تک نہیں کیا یہ کیفیت دیکھ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔

وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ،

ایڑھیوں کے لئے نار سے ہلاکت ہے۔

وضو اچھی طرح کیا کرو مطلب یہ ہے کہ کوئی عضو بھی خشک نہ رہے۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں خصوصاً پاؤں کی ایڑھیوں کے معاملہ میں ڈرایا گیا ہے اس لئے کہ یہ وہ عضو ہے جو تر ہونے سے اکثر رہ جانے کا خدشہ ہوتا ہے۔

## حدیث مبارک سے فقہی مسئلہ کی وضاحت:

اس حدیث شریف سے یہ بات بڑی صراحت سے سمجھ آتی ہے کہ پاؤں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ پھر یہ بات کس طرح تسلیم کر لی جائے کہ پاؤں پر مسح کرنا اور پاؤں کا دھونا برابر ہی ہے اگر مسح کا جواز مان بھی لیا جائے تو یہ حکم فقط پاؤں کے ظاہر تک رہے گا یعنی پاؤں کے اوپر والے حصے پر مسح ہوگا اس طرح پاؤں کے باطن یعنی تلووں پر مسح کیسے ہوگا اور یہ فرض کس طرح ادا ہوگا جبکہ حدیث شریف میں تو قدمین کے دھونے میں تسامح پر وعید آئی ہے اگر ایڑھیاں خشک رہ گئیں تو نار سے ڈرایا گیا اور اگر ظاہر قدمین پر مسح ہی کو کافی و جائز مان لیا جائے تو پھر یہ جو فرمایا گیا ہے کہ اگر

ایڑھیاں خشک رہ گئیں تو ھلاکت ہے نار سے یہ تو وعید شدید ہے اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ پاؤں کے ظاہر اور باطن پر مسح کسی صورت بھی جائز نہیں ہوسکتا لہٰذا دونوں پاؤں کو دھونا ہی ضروری ہے۔ ①

اسلام یقیناً دین فطرت ہے اس کا ایک ایک حکم اپنے اندر ہزار ہا برکات رکھتا ہے اگر ان برکات کو حاصل کر لیا جائے تو دنیا و آخرت دونوں جہانوں کی خیر میسّر آسکتی ہے حدیث نمبر ۴۱ کی شرح پر کچھ ضبط تحریر میں لا رہا ہوں آپ بھی پڑھ لیں۔

## علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

اس باب میں آنے والی حدیث شریف میں پاؤں کے لئے آتشِ دوزخ سے ہلاکت کا ذکر ہے۔ ایک مرتبہ صحابہ کرام جلدی میں تھے اور وقت بھی نماز عصر کا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ نماز میں شامل ہونا چاہتے تھے انہوں نے پاؤں کو دھویا اور کچھ جگہ خشک رہ گئی اس پر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وعید سنائی، اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمرو، سیدہ عائشہ ام المؤمنین، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن حارث، معیقیب، خالد بن ولید، شرحبیل بن حسنہ، عمرو بن عاص، یزید بن ابی سفیان بن حرب رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں۔ حدیث ابوھریرہ رضی اللہ عنہ جو اس کتاب میں مذکور ہے۔

حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ،

یہ حدیث فنّی اعتبار سے حسن صحیح ہے۔

حدیث شریف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عبارت والفاظ جو وارد ہوئے ہیں ان میں ہے آتشِ دوزخ سے ہلاکت ہے پاؤں کے بیرونی حصے کے لئے اور اس طرح پاؤں کے تلووں کے لئے بھی یہ ہلاکت اس وجہ سے ہے کہ وہ وضو کرتے وقت خشک رہ گئے۔

## یہ حدیث شریف پاؤں کا مسح کرنے کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے:

اس حدیث شریف سے یہ حکم مستنبط ہوتا ہے یہ فقہی مسئلہ سمجھ میں آتا ہے کہ وضو کرتے وقت پاؤں کا مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ ظاہر ہے اگر مسح کرنا ہی کافی ہوتا تو کل پاؤں کی بجائے تھوڑا حصہ اگر ایڑھی کا یا پاؤں کے تلوے کا خشک رہ جانے پر اس قدر وعید تو نہ فرمائی جاتی۔ اتنی سخت تنبیہ کرنا یہ بتاتا ہے کہ وضو کرتے وقت پاؤں کا صرف مسح کسی صورت بھی جائز نہیں ہے۔ لہٰذا دوران وضو پاؤں کو کمال احتیاط کے ساتھ دھونا ہی ضروری ہے۔ ②

---

① علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۷۲ مطبوعہ کانپور ہند،

② علامہ سراج احمد حنفی سرہندی، از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۷۲ مطبوعہ کانپور انڈیا۔

## موزوں یا جرابوں پرمسح:

وضو کے دوران پاؤں پرمسح جائز نہیں ہے ہاں اگر پاؤں پر موزے پہنے ہوں یا جرابیں تو ایسی صورت میں مسح کرنا جائز ہوگا۔ موزہ سے کم درجہ پر جو ہو اس کو جوراب کہتے ہیں اگر تو یہ جوراب سخت، مجلد یا منعل ہو تو مسح جائز ہوگا بصورت دیگر جائز نہ ہوگا۔

ظاہر بات ہے اگر تو موزہ پہنا ہوا ہے ایسی صورت میں تو مسح کرنا بالکل جائز ہے وہ بھی مقیم کے لئے ایک رات دن اور مسافر کے لئے تین دن رات، اگر کوئی جراب ایسی ہو جو اگرچہ موزہ کی طرح تو نہ ہو لیکن اس کے قریب قریب ہو جائے تو ایسی صورت میں اس پر بھی مسح جائز ہوگا مگر یاد رہے وہ جراب اتنی دبیز اور موٹی ہو کہ اس کے اندر پانی داخل نہ ہو سکے اور نہ ہی گرد اس کے اندر جائے ایسی صورت میں اس جراب پر اگر مسح کر لیا جائے تو جائز ہوگا۔

## پاؤں کے مسح کے حوالے سے بعض ائمہ کرام کا نقطہ نظر:

یہ مسئلہ چونکہ اہلسنت اور اہل تشیع کے نزدیک اختلافی ہے اور اس پر علماء کرام نے بہت کچھ لکھا ہے طرفین اپنے اپنے دلائل قائم کرتے ہیں اور دونوں طرف ہی حوالہ جات ہیں۔ اس احقر العباد کا نقطہ نظر یہ ہے کہ پاؤں کا دھونا ہی ضروری ہے بہرحال علامہ سرہندی نے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر کرتا ہوں لیجیے مطالعہ فرمایئے۔

حکایت کردہ شدہ است از امام احمد و اوزاعی وثوری وابن جبیر جواز مسح قدمین را در وضو بجای غسل وگویند کہ آدمی مخیر است میان غسل ومسح کردن تمام پائیہا را و اگر خواہد متوضی غسل کند پاہا را اگر خواہد مسح کند روایت شدہ است از ابن عباس کہ او گفت فرض در وضو مسح قدمین ست۔ ①

حکایتاً منقول ہے کہ امام احمد، امام اوزاعی، امام سفیان ثوری اور جناب ابن جبیر وضو کرتے وقت پاؤں کے دھونے کی بجائے ان پر مسح کے جواز کے قائل ہیں ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ آدمی مختار ہے وہ چاہے تو وضو میں پاؤں کو دھوئے اور اگر وہ چاہے تو مسح کر لے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث مروی ہے وہ فرماتے ہیں وضو کرتے وقت پاؤں کا مسح فرض ہے۔

## وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے یہ مذہب جمہور اہلسنت کا ہے:

علامہ سرہندی نے شرح ترمذی میں جو کچھ لکھا وہ آپ نے مطالعہ کر لیا اب میں یہ عرض کرنا چاہوں گا اگر کوئی صورت اس مقام پر ایسی نکل آئے کہ جس سے دھونا بھی ہو جائے اور مسح بھی ہو جائے تو بہتر ہوگا۔ اختلاف برائے اختلاف کی بجائے اگر اعتدال کی کوئی راہ نکل آئے تو اس میں خیر ہے۔ لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ پاؤں کو

① علامہ سراج احمد حنفی فاروقی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۲۷ مطبوعہ کانپور ہند۔

دھوئے بغیر بھی صرف مسح سے فرض ادا ہو جاتا ہے۔ یہ مذہب امام احمد کا ہے۔ امام اوزاعی بھی اس پر ہیں علامہ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے امام سفیان ثوری بھی اسی نقطہ نظر کے حامل ہیں مزید ابن جبیر سے بھی یہی منقول ہے مجھے یوں لگتا ہے جیسے کاتب کی غلطی ہے ابن جبیر کا مذہب پاؤں کا مسح کرنا ہو یہ تو کہیں نظر سے نہیں گذرا البتہ یہ ابن جریر ہیں جن کو غلطی سے ابن جبیر لکھ دیا گیا۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وضو میں مسح کو فرض قرار دیتے ہیں تو یہ قول ان کے اپنے عمل اور حکم کے خلاف ہے انہوں نے کتنے مقامات پر وضو کرتے ہوئے پاؤں کو خود دھویا اور کتنے ہی مقامات پر پاؤں کو دھونے کا حکم صادر فرمایا۔ لہذا یہ قول ضعیف ہے اس کو بڑے بڑے علماء کرام نے ضعیف قرار دیا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اپنی عملی زندگی میں پاؤں کا مسح کرنے کا کہیں دور دور تک نام ونشان نظر نہیں آتا تو یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ وہ وضو میں پاؤں کا مسح کرنے کو فرض سمجھتے تھے۔ بس صحیح مذہب وہی ہے جو جمہور اہلسنت کا ہے۔ وضو کرتے وقت دونوں پاؤں کا دھونا ہی فرض ہے اسی پر ساری امت کا عمل ہے یہی صحیح احادیث سے ثابت ہے اسی پر عمل کرنا باعث برکت ہے یہی سنت ہے۔

## وضو کرتے وقت پاؤں کو دھونا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل:

وضو کرتے ہوئے پاؤں کو دھونا چاہئے یہ عمل مبارک خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے ہم پاؤں کو دھونے کی احادیث نقل کر رہے ہیں آپ بھی مطالعہ فرمالیں امام حافظ علی بن عمر دار قطنی روایت کرتے۔

حَدَّثَنَا دَعْلَجُ بْنُ اَحْمَدَ، حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ هَارُوْنَ، حَدَّثَنَا اَبِیْ، حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا اِسْرَائِیْلُ، عَنْ عَامِرِ بْنِ شَقِیْقِ بْنِ جَمْرَۃَ، عَنْ شَقِیْقِ بْنِ سَلَمَۃَ قَالَ رَاَیْتُ عُثْمَانَ تَوَضَّأَ، فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا، وَخَلَّلَ لِحْیَتَهٗ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ ذِرَاعَیْهِ ثَلَاثًا، وَمَسَحَ رَاْسَهٗ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ رِجْلَیْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَعَلَ هٰذَا۔ ①

① الامام حافظ علی بن عمر دارقطنی م ۳۸۵ھ سنن دارقطنی ۱/۹۵ مطبوعہ دار الکتب علمیہ بیروت لبنان۔

حضرت شقیق بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے تین تین مرتبہ کلی فرمائی اور تین تین مرتبہ ہی ناک میں پانی چڑھایا۔ تین تین مرتبہ چہرہ (مبارک) دھویا، تین تین مرتبہ داڑھی شریف کا خلال فرمایا۔ دونوں کلائیوں کو تین تین مرتبہ دھویا، سر کا مسح بھی تین ہی بار کیا اور دونوں پاؤں کو تین تین بار دھویا، پھر ارشاد فرمایا میں نے بالکل اسی طرح وضو کیا ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا تھا۔

کس قدر واضح اور بین الفاظ ہیں حدیث شریف کے جن سے دوران وضو دونوں پاؤں کا دھونا خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ثابت ہوا اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عمل بھی نکھر کر سامنے آ گیا۔ جب کوئی عمل حدیث مبارک سے ثابت ہو جائے تو اس کو تیقن سے جان لینا چاہئے قرآن حکیم کی عملی تفسیر وہی ہوتی ہے جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرما دیں یا پھر صحابہ کرام سے منقول ہو جائے۔

یہ کتنا اچھا لگتا ہے کہ بندہ اپنی رائے کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم کے سامنے قربان کر دے اور شریعت مطہرہ پر عمل پیرا ہو جائے۔ امام ربانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسلام نے اجر کا دارومدار مشقّت پر نہیں رکھا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اتباع پر رکھا ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اتباع میں زندگی بسر کرنی چاہئے۔

## امام دراقطنی ہی روایت کرتے ہیں:

ایک اور حدیث شریف میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے یہ حدیث مبارک بڑی ہی برکت والی ہے آپ بھی مطالعہ فرمالیں۔

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسٰى، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ النَّبِيلِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ وَرْدَانَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ حُمْرَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَعَا بِوَضُوءٍ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا، وَوَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا، وَقَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ يَتَوَضَّأُ هٰكَذَا، وَقَالَ مَنْ

تَوَضَّأَ أَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ اَجْزَأَهُ[1]

حمران بیان کرتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کے لئے پانی منگوایا، اپنے دونوں ہاتھوں کو تین تین بار دھویا، اپنے چہرے کو تین تین بار دھویا، اپنی کلائیوں کو تین تین بار دھویا، سر کا مسح بھی تین بار فرمایا اور اپنے دونوں پاؤں کو تین تین بار دھویا، اس کے بعد ارشاد فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا جب کوئی وضو کرے تو اس سے کم پر کفایت نہ کرے۔

## تانا، بانا، خود، بخود تار، تار:

اس حدیث شریف میں بھی پاؤں کا دھونا ہی مذکور ہوا ہے۔ جب بار بار احادیث مبارکہ میں اس امر کی وضاحت آرہی ہے کہ وضو کرتے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دونوں پاؤں کو دھویا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا عمل بھی یہی بتا رہا ہے کہ انہوں نے بھی وضو کرتے ہوئے دونوں پاؤں کو دھویا تو اب اس مسئلہ میں جھگڑا کرنا خواہ مخواہ اس کو نزع بنانا اور اعتراضات کا ایک پلندہ بنا ڈالنا کوئی عقل مندی معلوم نہیں ہوتی بعض لوگوں نے اس مسئلہ میں ایسا تانا بانا بنا ہوتا ہے کہ اسے دیکھ کر واقعی ایک خالی الذھن آدمی الجھاؤ کا شکار ہو جاتا ہے مگر ہمارے دلائل کو پڑھ کر اور ہماری تحقیق کو دیکھ کر انشاء اللہ یہ تانا بانا خود بخود تار تار ہو جائے گا اور ہر حق شناس یہ پکار اٹھے گا کہ وضو کرتے وقت پاؤں دھونا ہی صحیح ہے یہی قرآن و حدیث کا تقاضا ہے لہذا الیقین کر لینا چاہئے کہ وضو میں پاؤں کا دھونا ہی فرض ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں آیا ہے۔

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَخْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيْسٰى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي مَرْيَمَ، عَنِ ابْنِ دَارَةَ مَوْلٰى عُثْمَانَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ، يَعْنِي عَلٰى عُثْمَانَ، مَنْزِلَهُ فَسَمِعَنِي وَاَنَا اَتَمَضْمَضُ، فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ، قُلْتُ لَبَّيْكَ، قَالَ اَلَا اُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ؟ قُلْتُ بَلٰى، قَالَ رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَتٰى

---

[1] امام حافظ علی بن عمر دار قطنی م ۳۸۵ھ سنن دار قطنی ۱/۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان،

بِمَاءٍ وَهُوَ عِنْدَ الْمَقَاعِدِ فَمَضْمَضَ ثَلَاثًا، وَنَثَرَ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ ثَلَاثًا، غَسَلَ قَدَمَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا وُضُوءُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَحْبَبْتُ اَنْ اُرِيكُمُوهُ۔ (1)

ابن دارۃ مولیٰ عثمان بیان کرتے ہیں، میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا تو میں نے ان کے مضمضہ کرنے کی آواز سنی، اس پر آپ نے ارشاد فرمایا اے محمد تو میں نے عرض کیا لبیک ارشاد فرمایا میں تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حدیث نہ سناؤں میں نے عرض کیا کیوں نہیں فرمایا۔ میں نے رسول اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا آپ نے پانی منگوایا اور آپ جلوہ گر ہو گئے آپ نے تین مرتبہ کلی فرمائی، تین ہی مرتبہ ناک میں پانی چڑھایا، تین ہی مرتبہ چہرہ انور کو دھویا، تین مرتبہ ہی دونوں کلائیوں کو دھویا تین مرتبہ سر کا مسح فرمایا اور تین مرتبہ ہی دونوں پاؤں کو دھویا اس کے بعد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس طرح وضو فرماتے تھے مجھے اچھا لگتا ہے وضو اسی طرح کیا جائے۔

## روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے

ہر ذی شعور پر واضح ہے کہ جو عمل امام الانبیاء علیہ السلام فرماتے ہیں وہ یقیناً امت کے لئے باعث برکت ہے اسی پر چل کر ہم کامرانی کی راہ کو پا سکتے ہیں، اور آخر منزل مقصود کو پانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں، احادیث مبارکہ سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ وضو کرتے وقت پاؤں کا دھونا ہی ثابت ہے صاحب شرع علیہ السلام سے بڑھ کر احکام قرآن کو کون جان سکتا ہے۔ آپ کے عمل مبارک سے تو یہی ثابت ہوا ہے کہ پاؤں کو دھونا ہی ضروری ہے۔

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْحَضْرَمِيُّ أَبُو مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْحَضْرَمِيُّ، وَعَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ صَبِيحٍ، قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْبَيْلَمَانِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

(1) امام حافظ علی بن عمر دارقطنی م ۳۸۵ھ سنن دارقطنی ۹۶/۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا، وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا، وَمَضْمَضَ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ ثَلَاثًا، وَمَسَحَ رَاسَهٗ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ قَبْلَ اَنْ يَّتَكَلَّمَ، غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْوُضُوْئَيْنِ[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی وضو کرے تو وہ اپنے ہاتھوں کو تین تین بار دھوئے اسی طرح ناک میں تین تین بار پانی چڑھائے کلی بھی تین تین بار کرے۔ اپنے چہرے کو تین تین بار دھوئے۔ سر کا مسح تین تین بار کرے اور دونوں پاؤں کو تین بار دھوئے پھر کوئی بات کرنے سے قبل کلمہ شہادت پڑھے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

تو دو وضوؤں کے درمیان کے گناہ معاف فرمادیئے جاتے ہیں۔

وضو میں پاؤں کا دھونا ہی منشاء اللہ و رسول (جل وعلا وصلی اللہ علیہ والہ وسلم) ہے

اس حدیث شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان مبارک بیان کیا ہے اس میں بھی بڑا کھلا اور واضح حکم موجود ہے کہ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا جس نے وضو کرتے ہوئے اپنے پاؤں کو تین تین بار دھویا یعنی وضو مکمل کیا اور اس کے بعد کلمہ شہادت پڑھا اور اس دوران کسی اور سے کوئی کلام نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے دو وضوؤں کے درمیان والے گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ آپ خود غور فرمائیں ان واضح اور کھلے عمل کے باوجود اگر کوئی مسح پاؤں پر مصر رہتا ہے تو یہ ہٹ دھرمی ہوسکتی ہے حقائق و معارف کا تقاضا تو یہی ہے شرح صدر کے ساتھ یہ تسلیم کرلیا جائے۔ وضو میں پاؤں کو دھونا ہی منشاء اللہ و رسول ہے جل وعلا وصلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

## پاؤں کا مسح کرنے کا قول اور اس کی وضاحت:

بعض اھل علم سے پاؤں پر مسح کرنے کا جواز بھی منقول ہے۔ یاد رہے کہ ان حضرات کے دلائل کمزور ہیں علامہ سراج احمد حنفی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اس موقف کا تذکرہ مذکورہ حدیث کی شرح کرتے ہوئے کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

---

[1] امام حافظ علی بن عمر دار قطنی م ۳۸۵ھ سنن دار قطنی ۱/ ۹۷ مطبوعہ دار الکتب علمیہ بیروت لبنان

امام اوزاعی رحمتہ اللہ علیہ، امام احمد رحمتہ اللہ علیہ، امام سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ اور ابن جبیر رحمتہ اللہ علیہ اسی نقطہ نظر پر ہیں کہ آدمی وضو کرتے ہوئے مختار ہے چاہے تو پاؤں کا مسح کر لے اور اگر چاہے تو دھولے۔ اس کے بعد وہ فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی وضو میں پاؤں کے مسح ہی کو فرض سمجھتے تھے۔ (۱)

## امام اوزاعی، امام احمد اور امام سفیان ثوری کے نقطہ نظر میں ایک تاویل ممکن ہے:

مجھے نہیں معلوم علامہ سرہندی نے حضرت امام احمد، حضرت امام اوزاعی، حضرت امام سفیان ثوری اور ابن جبیر کا یہ مذہب کہاں سے نقل کیا ہے کسی دوسری جگہ میری نظر سے اس طرح نہیں گذرا ہاں البتہ ایک تاویل ممکن ہے وہ یہ کہ کوئی ایسی صورت ہو جس میں وہ پاؤں کے مکمل دھونے کے بعد ان پر مسح کرنے کے قائل ہوں۔ اگر ایسا ہو تو پھر قابل قبول ہے بصورت دیگر اس نقطہ نظر کی طرف التفات کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ دوسرا یہ کہ علامہ سرہندی رحمتہ اللہ علیہ نے ابن جبیر لکھا ہے یہ بھی کتابت کی غلطی ہوگی ورنہ یہ ابن جریر ہے نہ کہ ابن جبیر۔

میں نے حدیث مذکورہ ہی کی شرح میں امام دارقطنی رحمتہ اللہ علیہ کی سنن سے کئی احادیث مبارکہ وارد کی ہیں جن میں بار بار ذکر آیا ہے کہ وضو میں پاؤں کو دھویا جائے لہٰذا اظہر یہی ہے کہ وضو کرتے وقت پاؤں کا دھویا جانا ہی فرض ہے اس پر جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل رہا ہے بڑے بڑے ائمہ دین کا عمل بھی یہی رہا ہے اور امت کی اکثریت بھی اسی پر عامل ہے یہی خیر و برکت کا باعث ہے۔

وضو کرتے وقت پاؤں کو دھونے سے ہی فرض ادا ہوگا۔ اسی پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔

جامع ترمذی شریف کی حدیث نمبر ۴۱ پر شرح کے حوالے سے تحقیق کر رہا تھا مختلف شروح کو دیکھا کتب احادیث نظر سے گذریں مثلاً الکتاب المصنف فی الاحادیث والآثار، جو امام حافظ ابی بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ م ۲۳۵ھ کی لکھی ہوئی ہے۔ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، جو امیر علاؤالدین علی بن بلبان م ۷۳۹ھ کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت ساری کتب کو پڑھا حضرت علامہ مولانا غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ کی شرح صحیح مسلم بھی نظر سے گذری علامہ نے اس مقام پر تحقیق کا حق ادا کیا ہے لہذا جی چاہا کہ ان کی تحقیق کو بھی آپ کی خدمت میں پیش کروں اللہ تعالیٰ علامہ سعیدی کو شرح مسلم لکھنے پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ لیجیے آپ بھی مطالعہ فرمائیں۔

---

(۱) علامہ سراج احمد فاروقی حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۲۷ مطبوعہ کانپور ہند

## وضو میں پیروں کے دھونے کے متعلق اہل قبلہ کے مذاہب:

### علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے اہل فتویٰ فقہاء کی ایک جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ پیروں کو ٹخنوں تک دھونا واجب ہے اور پیروں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور پیر دھونے کے ساتھ مسح کرنا واجب نہیں ہے اور جن لوگوں کا اجماع معتبر ہے ان میں سے کسی ایک کا بھی اس مسئلہ میں اختلاف منقول نہیں ہے اور شیعہ نے کہا ہے کہ پیروں پر مسح کرنا واجب ہے اور محمد بن جریر اور رئیس معتزلہ جبائی نے کہا ہے کہ پیروں پر مسح کرنے اور ان کو دھونے میں اختیار ہے اور بعض اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ مسح کرنے اور دھونے کو جمع کرنا واجب ہے۔ ①

## وضو میں پیروں پر مسح کرنے کے متعلق علماء شیعہ کے دلائل:

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں جو لوگ پیروں پر مسح کرنے کے قائل ہیں انہوں نے قرآن مجید میں جر (زیر) کی قرأت سے استدلال کیا ہے۔

وَامْسَحُوْا بِرُؤُسِكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ۔

اپنے سروں اور پیروں پر مسح کرو۔

اس آیت میں ممسوح کا ممسوح پر عطف ہے، وضو کے اعضاء چار ہیں، دو اعضا کو دھویا جاتا ہے اور دو پر مسح کیا جاتا ہے مسح کے قائلین حسب ذیل روایات سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ روایت پہنچی کہ حجاج نے خطبہ میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چہروں، ہاتھوں اور پیروں کو دھونے کا حکم دیا ہے حضرت انس نے کہا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اور حجاج نے جھوٹ بولا، پھر انہوں نے پڑھا:

وَامْسَحُوْا بِرُؤُسِكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ۔

اپنے سروں اور پیروں پر مسح کرو۔

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وضو میں دو چیزوں کو دھونا ہے اور دو پر مسح کرنا ہے۔

۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسح کرنے کا حکم دیا ہے اور لوگ اس کا انکار کر کے دھوتے ہیں۔

۴۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اچھی طرح نماز نہیں پڑھی تو نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس سے فرمایا، جب تک تم میں سے کوئی شخص اس طرح مکمل وضو نہیں کرے گا جس طرح اللہ تعالیٰ نے وضو

---

① علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کرنے کا حکم دیا ہے اس وقت اس کی نماز مکمل نہیں ہوگی۔ وہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھوئے اور اپنے سر اور پیروں پر مسح کرے۔

۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے وضو کیا تو انہوں نے ایک چلو میں پانی لے کر اپنے دائیں پیر پر چھڑکا، جس میں ان کی جوتی تھی، پھر انہوں نے اس پر مسح کیا، پھر دوسرے پیر پر یہی عمل کیا۔

قرآن مجید کی آیت مذکورہ میں جر کی قرأت اور احادیث مذکورہ کے علاوہ شیعہ علماء ایک عقلی دلیل سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

جو اعضاء وضو میں دھوئے جاتے ہیں تیمم میں ان پر مسح کیا جاتا ہے اور جن اعضاء پر وضو میں مسح کیا جاتا ہے تیمم میں ان کو ترک کر دیا جاتا ہے، اگر وضو میں پیروں کا دھونا اصل ہوتا تو تیمم میں پیروں پر مسح کیا جاتا اور جب کہ تیمم میں پیروں کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ وضو میں پیروں پر مسح کرنا اصل ہے۔ [1]

## آیت وضو میں قرأت جر سے علماء شیعہ کے استدلال کے جوابات:

قرآن مجید کی آیت کریمہ میں قرأت جر کی تقدیر پر بھی **ارجلکم** کا عطف **ایدیکم** پر ہے اور اس پر جر جواز کی وجہ سے ہے، اس کی نظیر یہ آیت ہے۔

**اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ اَلِیۡمٍ** (ھود ۲۶)

بے شک میں تم پر دردناک عذاب کے دن کا خوف رکھتا ہوں۔

اس آیت میں الیم عذاب کی صفت ہے اس اعتبار سے اس پر نصب (زبر) ہونی چاہئے تھی لیکن چونکہ اس کے جواز میں عذاب پر جر ہے اس لیے اس کو بھی جر دی گئی اس کو جر جوار کہتے ہیں، اس طرح **ارجلکم** کا عطف **وجوھکم** اور **ایدیکم** پر ہے اس وجہ سے اس پر نصب ہونی چاہئے تھی لیکن اس کے جوار میں **برؤسکم** چونکہ مجرور ہے اس لئے اس کو بھی جر دی گئی لہٰذا یہ جر جوار ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ **ارجلکم** کا عطف **برؤسکم** پر ہے اور اس سے پہلے **وامسحوا** مقدر ہے لیکن **وامسحوا بروسکم** میں مسح کا معنی حقیقی مراد ہے یعنی گیلا ہاتھ پھیرنا اور **وامسحوا بِاَرۡجُلِکُمۡ** میں مسح کا مجازی معنی مراد ہے یعنی دھونا، اہل عرب کہتے ہیں **مَسَحَ الۡمَطَرُ الۡاَرۡضَ** بارش نے زمین کو دھو ڈالا سو مسح مجازاً دھونے کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور یہاں یہی مراد ہے۔ معطوف علیہ میں حقیقت اور معطوف میں مجاز مراد ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید میں اس کی نظیر یہ آیت ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ المجموع شرح المھذب ج ۱ ص ۴۱۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا

(نساء:۴۳)

اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ حتی کہ تم یہ سمجھنے لگو کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور نہ جنابت کی حالت میں مسجد کے قریب جاؤ حتی کہ تم غسل کر لو، الا یہ کہ تم نے (مسجد میں صرف) رستہ عبور کرنا ہو۔

اس آیت میں ولا جنبا کا عطف ولا تقربوا الصلواۃ پر ہے، اور اس سے پہلے بھی ولا تقربوا الصلوٰۃ مقدر ہے لیکن معطوف علیہ میں الصلوٰۃ کا معنی حقیقۃً مراد ہے یعنی نماز اور معطوف میں الصلوٰۃ کا مجاز اً مراد ہے یعنی مسجد اور محل صلوٰۃ۔ اسی طرح آیت وضو میں وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ میں مسح کا حقیقی معنی مراد ہے اور وَامْسَحُوْا وَاَرْجُلَكُمْ میں مسح کا مجازی معنی مراد ہے یعنی دھونا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اَرْجُلَكُمْ اور اَرْجُلِكُمْ دو متواتر قراءتیں ہیں اور جس طرح قرآن مجید کی بات میں باہم تعارض نہیں ہے اسی طرح قرآن مجید کی قراءت میں بھی باہم تعارض نہیں ہے اور اَرْجُلَكُمْ کا معنی ہے پیروں کا دھونا اور اَرْجُلِكُمْ کا معنی ہے پیروں پر مسح کرنا اسی لیے اَرْجُلَكُمْ کی قراءت اس حال پر محمول ہے جب وضو کرنے والے نے موزے نہ پہنے ہوں اور ارجلِکم کی قراءت اس حال پر محمول ہے جب اس نے موزے پہنے ہوئے ہوں، یعنی جب موزے پہنے ہوں تو پیروں پر مسح کر لو اور جب نہ پہنے ہوں تو پیروں کو دھولو، اس طرح ان دونوں قراءتوں میں کوئی تعارض نہیں رہے گا۔

## علماء شیعہ کی پیش کردہ روایات کے جوابات:

شیعہ علماء نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے، اس کے جواب میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حجاج بن یوسف پر اس لیے رد کیا تھا کہ اس نے آیت وضو سے پیروں کے دھونے پر استدلال کیا تھا جبکہ اس آیت میں جر کی قراءت بھی ہے ان کے نزدیک پیروں کے دھونے پر صحیح استدلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت سے ہے لہذا حضرت انس پیروں کے دھونے میں حجاج کے موافق ہیں اور اس آیت سے پیروں کے دھونے پر استدلال میں اس کے مخالف ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پیروں کے دھونے کے متعلق بہ کثرت احادیث مروی ہیں اور وہ خود بھی اپنے پیروں کو دھوتے تھے۔

علماء شیعہ نے حضرت ابن عباس کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ وضو میں دو چیزوں کو دھونا ہے اور دو چیزوں پر مسح کرنا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور نہ حضرت ابن عباس سے معروف ہے۔ اس کی

سند ضعیف ہے۔ اور صحیح اور ثابت یہ ہے کہ حضرت ابن عباس وارجلکم قرأت کرتے تھے۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود اپنے پیروں کو دھوتے تھے اور دھونے کی احادیث روایت کرتے تھے اس لئے اس کے خلاف جو روایات ان سے مروی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔

اور حضرت رفاعہ کی روایت میں جو پیروں کے مسح کرنے کا ذکر ہے وہ اس حال پر محمول ہے جس میں اس نے موزے پہنے ہوں۔ اور حضرت علی سے جو پیروں پر پانی چھڑکنے کی روایت ہے وہ ضعیف ہے امام بخاری نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کے برعکس بہ کثرت صحیح روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضرت علی نے وضو کرتے ہوئے نعلین میں پیروں کو دھویا۔ ①

## پیروں کے دھونے کے ثبوت میں احادیث اور آثار کا بیان:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَنَّا فِيْ سَفْرَةٍ فَاَدْرَكَنَا وَقَدْ اَرْهَقْنَا الْعَصْرَ فَجَعَلْنَا نَتَوَضَّأُ وَنَمْسَحُ عَلٰى اَرْجُلِنَا فَنَادٰى بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ وَيْلٌ لِلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا ②

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پیچھے رہ گئے تھے، پھر آپ نے ہم کو پایا دوران جلسہ ہم نے عصر کو موخر کر دیا تھا، ہم اس وقت وضو کر رہے تھے اور اپنے پیروں پر مسح کر رہے تھے آپ نے دو یا تین بار بلند آواز سے فرمایا خشک ایڑیوں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے متعدد اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ③

---

① علامہ یحیٰی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ المجموع شرح المھذب ج ۱ ص ۴۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت، لبنان

② امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ،

① امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵، ۱۲۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا وَالنَّاسُ يَتَوَضَّؤُنَ مِنَ الْمُطَهَّرَةِ فَقَالَ اَسْبِغُوا الْوُضُوءَ فَاِنَّ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ وَيْلٌ لِلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ۔ ①

محمد بن زیاد بیان کرتے ہیں کہ لوگ برتن سے پانی لے کر وضو کر رہے تھے اس وقت وہاں سے حضرت ابوھریرہ گذرے تو انہوں نے کہا مکمل وضو کرو کیونکہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ فرمایا خشک ایڑیوں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ رَجُلًا تَوَضَّأَ فَتَرَكَ مَوْضِعَ ظُفْرٍ عَلٰى قَدَمِهٖ فَاَبْصَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِرْجِعْ فَاَحْسِنْ وَضُوْءَكَ فَرَجَعَ ثُمَّ صَلّٰى ②

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے وضو کیا اور اپنے پیر میں ایک ناخن جتنی جگہ چھوڑ دی، نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس جگہ کو دیکھ لیا اور فرمایا جاؤ اچھی طرح اپنا وضو کرو، وہ لوٹ گیا اور پھر نماز پڑھی۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عَنْ حُمْرَانَ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّاَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى اِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهٖ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى اِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ الْيُسْرٰى مِثْلَ

---

① امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

② امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ذَالِكَ ثُمَّ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِي هٰذَا ①

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وضو کے لئے پانی منگایا اور وضو کرنا شروع کیا، تین بار ہتھیلیوں کو دھویا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر اپنے چہرے کو تین بار دھویا، پھر اپنے دائیں ہاتھ کو کہنی سمیت تین بار دھویا، پھر بائیں ہاتھ کو کہنی سمیت تین بار دھویا، پھر سر کا مسح کیا، پھر دایاں پیر ٹخنوں تک تین بار دھویا، پھر اسی طرح بایاں پیر دھویا، پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ اَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهٖ كُلُّ خَطِيْئَةٍ نَظَرَ اِلَيْهَا بِعَيْنِهٖ مَعَ الْمَاءِ اَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَاِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ اَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيْئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ اَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِّنَ الذُّنُوْبِ ②

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جب بندہ مسلم وضو کرتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جس کی طرف اس نے دیکھا ہو اور جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے ہاتھوں سے ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جس کو اس نے اپنے ہاتھ سے پکڑا ہو، اور جب وہ اپنے پیر دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کا ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جس میں وہ اپنے پیروں سے چلا تھا، حتیٰ کہ وہ گناہوں سے پاک صاف ہو کر نکلتا ہے۔

① امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۹، ۱۲۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

② امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ سَاَلْتُ الْاَسْوَدَ اَكَانَ عُمَرُ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ؟ قَالَ نَعَمْ كَانَ يَغْسِلُهَا غُسْلًا ①

ابراہیم کہتے ہیں میں نے اسود سے سوال کیا کیا حضرت عمر پیروں کو دھوتے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں! وہ پیروں کو دھوتے تھے۔

عَنِ ابْنِ غُرَبَاءَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَاٰى رَجُلًا غَسَلَ ظَاهِرَ قَدَمَيْهِ وَتَرَكَ بَاطِنَهُمَا فَقَالَ لَوْ تَرَكْتَهَا لِلنَّارِ ②

ابن غرباء بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنے پیروں کے ظاہری حصہ کو دھویا اور باطنی حصہ کو چھوڑ دیا حضرت عمر نے فرمایا تم نے ان پیروں کو آگ کے لئے کیوں چھوڑ دیا۔

عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ غَسَلَ الْقَدَمَيْنِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ۔ ③

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی پیروں کو ٹخنوں سمیت دھوتے تھے۔

عَنْ اَبِيْ حَيَّةَ قَالَ رَاَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّاَ فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ وَقَالَ اَرَدْتُ اَنْ اُرِيَكُمْ طُهُوْرَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ④

ابوحیہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت علی نے وضو کیا اور پیروں کو ٹخنوں سمیت دھویا اور کہا میں نے یہ ارادہ کیا کہ تم کو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وضو کا طریقہ دکھاؤں۔

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَرَاَ وَاَرْجُلَكُمْ يَعْنِيْ رَجَعَ الْاَمْرُ اِلَى الْغَسْلِ ⑤

---

① امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۶ مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ
② امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۶ مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ
③ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۶ مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ
④ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۱ ص ۲۶، مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ
⑤ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۱ ص ۲۶، مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے قرأت کی وار جلکم یعنی انہوں نے پیر دھونے کی طرف رجوع کرلیا۔

عَنِ الرُّبَيِّعِ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَاتِيْنَا فَتَوَضَّأَ فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ①

ربیع بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ ولا وسلم ہمارے پاس تشریف لاتے تھے آپ وضوفر ماتے تھے اور تین بار پیروں کو دھوتے تھے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَحْمُوْدٍ قَالَ رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَجُلًا اَعْمٰى يَتَوَضَّأُ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَاطِنُ قَدَمَيْكَ يَجْعَلُ يَغْسِلُ بَاطِنَ قَدَمَيْهِ ②

محمد بن محمود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک نابینا شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، اس نے چہرہ اور ہاتھ دھوئے، نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، اپنے پیروں کے نچلے حصے کو دھوؤ، تو وہ اپنے پیروں کے نچلے حصہ کو دھونے لگا۔

عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ قُلْتُ لَهٗ اَدْرَكْتُ اَحَدًا مِنْهُمْ يَمْسَحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ قَالَ مُحْدِثٌ ③

عبدالملک عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا ایک شخص ان میں سے پیروں پر مسح کرتا ہے انہوں نے کہا وہ بدعتی ہے۔

عَنْ يَزِيْدَ مَوْلٰى سَلَمَةَ كَانَ سَلَمَةُ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ۔ ④

سلمہ کے غلام یزید بیان کرتے ہیں کہ سلمہ پیروں کو دھوتے تھے۔

---

① امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۱ ص ۲۷، مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ

② امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۱ ص ۲۷، مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ

③ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۱ ص ۲۷، مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ

④ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۱ ص ۲۷، مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ

## علماء شیعہ کی عقلی دلیل کا جواب:

علماء شیعہ نے کہا ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ وہ وضو میں جن اعضا کو دھویا جاتا ہے ان پر تیمم میں مسح کیا جاتا ہے اور وضو میں جن اعضاء پر مسح کیا جاتا ہے تیمم میں ان کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ سو اگر وضو میں پیروں کے دھونے کا حکم ہوتا تو تیمم میں ان پر مسح ہوتا، اور جب کہ تیمم میں پیروں کو ترک کر دیا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ وضو میں پیروں کا حکم مسح کرنا ہے۔

اس دلیل کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ قرآن مجید میں مذکور ہے نہ کسی حدیث میں، یہ محض ان کی ذہنی بات ہے، اللہ تعالیٰ نے وضو میں جن اعضاء کو دھونے کا حکم دیا ہے اور وہ چہرہ، ہاتھ، اور پیر ہیں تو ان کو دھویا جائے گا اور جس عضو پر مسح کا حکم دیا ہے وہ سر ہے تو اس پر مسح کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے تیمم کے لئے قیاس کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ احادیث میں صریح حکم ہے کہ چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جائے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس اور قاعدہ غسل سے ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ تیمم جس طرح وضو کی فرع ہے اسی طرح غسل کی فرع ہے اور جب تیمم میں چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جاتا ہے اور باقی بدن کو ترک کیا جاتا ہے تو چاہئے کہ غسل میں صرف چہرے اور ہاتھوں کو دھولیا جائے اور باقی بدن پر مسح کر لیا جائے اور جبکہ بالاتفاق غسل میں ایسا نہیں کیا جاتا تو معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ اور قیاس فاسد ہے۔ ①

## احکام قرآن کا تعین سنت سے ہوتا ہے:

میں نے پاؤں پر مسح کرنے والے نقطۂ نظر کو مزید وضاحت سے دیکھنے کے لئے شیعہ عالم شیخ محسن علی نجفی کی تفسیر و ترجمہ منگوایا اس کو دیکھا تو انہوں نے سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۶ کا ترجمہ و تفسیر یوں کی ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ۔ ②

اے ایمان والو جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولیا کرو نیز اپنے سروں کا اور ٹخنوں تک پاؤں کا مسح کرو۔

ہاتھ کہنے سے معلوم نہیں ہوتا کہ کہاں تک دھونا ہے۔ کیونکہ کلائی تک کو بھی ہاتھ کہا جاتا ہے اس لئے حد کو بیان کیا کہ کہنیوں تک دھونا ہے۔ نہ زیادہ نہ کم لہٰذا یہ مغسول کی حد بندی ہے غسل (دھونے) کی نہیں یہاں دھونے کی ابتداء اور انتہا کا ذکر نہیں ہے اس کا تعین سنت سے ہوتا ہے۔ ③

① شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی شرح صحیح مسلم ۱/۸۸۷ مطبوعہ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور،
② سورہ مائدہ آیت نمبر ۱
③ شیخ محسن علی نجفی مترجم و محشی القرآن الکریم ص ۱۱۱ مطبوعہ امامیہ پبلیکیشنز پاکستان

## ہمارا نقطہ نظر اظہر من الشمس ہوا:

ہم تو اسی بات پر زور دیتے ہیں کہ قرآنی احکامات پر عمل کا تعین رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت مطہرہ ہی سے ہوتا ہے اگر اس ضابطہ کو شیعہ حضرات اصول کے طور پر تسلیم کر لیں تو زیر بحث مسئلہ کا حل بخوبی معلوم ہوسکتا ہے۔ جب یہ ضابطہ ہے کہ احکامِ قرآن کا عمل میں آنا اسی صورت ممکن ہے کہ ہم ان کے تعین کے لئے سنت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو قانون قرار دے دیں تو لازم آیا کہ وضو کے دوران اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پاؤں کو دھویا ہے تو تعین تو ہو گیا کہ ہمیں بھی پاؤں کو دھونا ہی چاہئے۔ ہم نے دلائل قاہرہ سے ثابت کیا ہے کہ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے پاؤں کا وضو کرتے وقت دھونا ثابت ہے پھر جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین سے بھی وضو میں پاؤں کا دھونا ہی ثابت ہے آئمہ مجتہدین سے بھی پاؤں کا وضو کرتے وقت دھونا ہی ثابت ہے اور ساری امّت کا عمل بھی اسی پر ہے کہ وہ وضو کرتے وقت پاؤں دھوتے ہیں لہٰذا وضو کرتے ہوئے پاؤں کا دھونا ہی فرض ہے۔

## احادیث مبارکہ کو ایک طبقہ تک محدود و محصور نہ رکھا جائے:

یہ احقر العباد عرض کرتا ہے۔ کہ اب احادیث مبارکہ کو صرف ایک طبقہ تک ہی محدود و محصور نہیں رہنا چاہئے بلکہ ساری امّت کے لئے اس قیمتی سرمایہ کو عام کرنا چاہئے تاکہ عامۃ الناس بھی نہ صرف ان مبارک فرامین نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر عمل پیرا ہوں بلکہ دوسروں کو ان پر عمل کا درس بھی دینا شروع کریں جب تک ہم اپنے دین کی ترویج واشاعت کے لئے خود کمر ہمت نہیں باندھتے اس کو دوسروں تک پہنچانے کا اہتمام نہیں کرتے اس وقت تک کوئی صالح انقلاب برپا نہیں ہوسکتا۔ میں قسمًا کہہ سکتا ہوں اگر مسلمانوں میں اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت اور عقیدت کو پھر سے اجاگر کر دیا جائے تو آج بھی اس امّت کو اس کا کھویا ہوا وقار مل سکتا ہے علماء کرام جو حدیث شریف پڑھاتے ہیں جو شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں وہ تو ہزار مرتبہ عزت وتکریم اور بے پناہ خدمت کے مستحق ہیں ان کو معاشرے میں اعلیٰ مقام دیا جائے ان کی توقیر کی جائے ان کو شہزادوں کی طرح رکھا جائے ان کی خدمت کو اپنے اوپر لازم جانا جائے پورے معاشرے میں یہ یقین ہو کہ یہ طبقۂ فکر سب سے زیادہ عزت والا ہے ان کے حلقے لگیں لوگ ان سے سوال کریں اور وہ ان کو جواب دیکر مطمئن کریں دین کا وقار بلند ہو امّت مسلمہ کی عظمت میں اضافہ ہو۔

# درسِ حدیث

اس حقیقت کا کوئی ذی فہم ہرگز انکار نہیں کرسکتا کہ دنیا کا سب سے مہذب عمدہ نفیس اور اعلیٰ ترین مذہب دین اسلام ہے۔ یہ دین وہی دین برحق ہے جو رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لے کر تشریف لائے اور آپ نے اس دین کی روشنی سے دنیا بھر کی تاریکی کو دور کردیا اور سارے عالم کو نورِ اسلام کی ضیا پاشیوں سے معمور کردیا۔

## وضو کرتے وقت ایڑھیوں کا خشک رہنا باعث عقاب ہے:

نماز دین کا ستون ہے اس کو ادا کرنا فرض ہے اس کی ادائیگی سے قبل وضو کرنا فرض ہے وضو کے بغیر نماز ہرگز قابل قبول نہیں ہوتی۔ ایک سفر میں جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ مشرفہ سے مدینہ طیبہ کو جارہے تھے نماز عصر کے لئے وضو کرنے کی غرض سے صحابہ جمع ہوئے اور جلدی جلدی وضو کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کو دیکھا تو ایڑھیاں خشک تھیں اس موقعہ پر ارشاد فرمایا جو ایڑھیاں وضو کرتے وقت خشک رہ جائیں ان کے لئے نار سے عذاب ہے یا آگ کے باعث ہلاکت ہے۔ اس حدیث شریف میں متنبہ کیا ہے کہ ہر مسلمان جب وضو کرے تو ہر ہر عضو کو خاص خیال اور احتیاط سے دھوئے تاکہ وضو مکمل طریقے سے ہوجائے اور اس کے بعد جو نماز ادا کی جائے وہ قبولیت کے درجے کو پہنچ جائے۔

## اللہ تعالیٰ درس حدیث میں برکت عطا فرمائے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اپنا عمل مبارک، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل بھی یہی ہے کہ وہ وضو کرتے ہوئے پاؤں کو دھوتے تھے لہذا ہمیں بھی اپنے وضو کو اچھی طرح کامل کرنا چاہئے تاکہ ہماری نماز قابل قبول ہو۔ وضو کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ ایڑھیوں کا کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے وضو کرتے ہوئے عموماً ایڑھیاں خشک رہ جانے کا خدشہ ہوتا ہے لہٰذا ان کو بطور خاص دھویا جائے اس لئے کہ ان کے خشک رہ جانے پر وعید شدید سنائی گئی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان مبارک احادیث کو پڑھنے سننے اور دوسروں تک پہچانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے درسِ حدیث میں برکت عطا فرمائے آمین۔

# باب نمبر ۳۲

## بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوُضُوءِ مَرَّةً مَرَّةً۔

اس باب میں اعضاءِ وضو کو ایک ایک مرتبہ دھونے کا تذکرہ ہے۔

اس عنوان کے تحت ایک ہی حدیث مبارک آئی ہے۔ لیکن بڑے ہی کمال کی حدیث شریف ہے اس پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں انتہائی آسانی ہو جاتی ہے۔

آیئے آپ بھی مطالعہ فرمائیں جسم و روح راحت پائیں گے۔

# حدیث نمبر ۴۲

حَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ وَهَنَّادٌ وَقُتَيْبَةُ قَالُوْاحَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً

وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ، وَجَابِرٍ، وَبُرَيْدَةَ، وَأَبِي رَافِعٍ، وَابْنِ الْفَاكِهِ، قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ أَحْسَنُ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ وَأَصَحُّ، وَرَوٰى رِشْدِينُ بْنُ سَعْدٍ وَغَيْرُهُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ شَرَحْبِيلَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ النَّبِيَّ صلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً، وَلَيْسَ هٰذَا بِشَيْءٍ وَالصَّحِيحُ مَا رَوٰى ابْنُ عَجْلَانَ، وَهِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضو فرمایا تو اعضاء وضو کو ایک ایک مرتبہ دھویا۔

اس عنوان پر حضرت عمر، حضرت جابر، حضرت بریدہ، حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہم اور ابن الفاکہ سے بھی روایات وارد ہوئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث اس باب میں بڑی نفیس شی ہے اور یہ حدیث بڑی ہی صحیح ہے اس حدیث شریف کو رشدین بن سعد وغیرہ نے ضحاک بن شرحبیل، زید بن اسلم عن ابیہ، حضرت عمر بن خطاب سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضو فرمایا تو

اعضاء وضو کو ایک ایک بار دھویا اس کی کوئی حقیقت نہیں اور صحیح وہ ہے جس کو ابن عجلان، ھشام بن سعد، سفیان ثوری، عبدالعزیز بن محمد، زید بن اسلم، عطا بن یسار اور ابن عباس کے واسطہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کیا۔

## حدیث نمبر ۴۲ کی فنّی حیثیت

### {تذکرہ راویان}

### ۱} ابوکریب رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۲۲ کے تحت ہو چکا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

### ۲} ھنّاد رحمۃ اللہ علیہ:

ان کے احوال کا ذکر حدیث نمبر ا کے ضمن میں ہو چکا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

### ۳} قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ا کے تحت ہو چکا اگر آپ مطالعہ فرمانا چاہیں تو وہاں دیکھ لیں۔

### ۴} وکیع رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ا میں ہو چکا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

### ۵} سفیان رحمۃ اللہ علیہ:

ان کے احوال کا تذکرہ حدیث نمبر ۳ کے تحت ہو چکا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

### ۶} محمد بن بشار رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۳ کے ضمن میں ہو چکا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

### ۷} یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ تہذیب التہذیب میں ہے یہ ثقہ راوی ہیں۔ ان کو بڑے بڑے آئمہ فن نے خراج تحسین پیش کیا ہے۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے یحییٰ بن سعید بن فروخ القطان التمیمی ابوسعید البصری الاحول الحافظ۔

احمد بن یحییٰ بن جارود ابن مدینی کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں میں نے یحییٰ القطان سے زیادہ مضبوط راوی نہیں دیکھا۔ ابراہیم بن محمد بیان کرتے ہیں میں نے یحییٰ القطان سے بڑا اسماء رجال کا عالم نہیں دیکھا۔ عبداللہ بن احمد بیان کرتے ہیں میں نے اپنے والد ماجد کو فرماتے ہوئے سنا اگر مجھ سے یحییٰ القطان کے حوالے سے کوئی بات کی جائے تو میں کہوں گا میری آنکھوں نے اس کی مثل کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ صالح بن احمد اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید بہت سارے لوگوں سے اعلیٰ ہے یعنی ابن مھدی، وکیع وغیرھما سے۔

جناب دوری ابن معین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں یحییٰ قطان ابن مھدی سے ثبت راوی ہے۔ ابوزرعہ دمشقی کہتے ہیں میں نے ابن معین سے کہا کیا یحییٰ القطان ابن مھدی سے اوپر درجے کا راوی ہے تو انہوں نے فرمایا ہاں۔ ابن خزیمہ بندار کے حوالے سے بیان کرتے ہیں یحییٰ بن سعید امام اھل زمانہ ہیں۔ امام ابوداود نے یحییٰ بن معین کے حوالے سے بیان کیا یحییٰ القطان نے بیس برس تک ایک رات میں قرآن حکیم ختم فرمایا۔ ابن سعد کہتے ہیں یحییٰ بن سعید ثقہ ہیں۔ مامون ہیں اور حجت ہیں۔ عجلی بصری کہتے ہیں وہ حدیث میں حجت ہیں ثقہ ہیں۔

ابوزرعہ کہتے ہیں وہ ثقات میں سے حافظ ہیں امام ابوحاتم فرماتے ہیں وہ حجت ہیں حافظ ہیں۔ امام نسائی فرماتے ہیں وہ ثقہ ثبت ہیں۔

## یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کی وفات:

یحییٰ بن سعید خود بیان کرتے ہیں کے میری پیدائش ۱۲۰ھ کو ہوئی۔ ان کی وفات ۱۹۸ھ کو ہوئی۔ ①

## ۸} سفیان رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۳ کے تحت ہو چکا ہے اگر آپ مطالعہ فرمانا چاہیں تو وہاں دیکھ لیں۔

## ۹} زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ حدیث نمبر ۳۶ کے تحت ہو چکا اگر چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

## ۱۰} عطا بن یسار رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۳۶ کے ضمن میں ہو چکا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

---

① امام حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱۱/۱۹۰ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

## ۱۱} ابن عباس رضی اللہ عنھما:

ان کے فضائل وکمالات کا ذکر حدیث نمبر ۳۶ کے ضمن میں کیا جا چکا ہے آپ وہاں سے مطالعہ فرمالیں یقیناً دل راحت پائے گا آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی علم وآگہی میسر آئے گی۔ روحانیت میں اضافہ ہوگا۔

# شرح حدیث نمبر ۴۲

اس حدیث شریف میں اعضاءِ وضو کا ایک ایک بار دھونا مذکور ہوا ہے۔ لہٰذا اگر کبھی وضو کرتے ہوئے کوئی صاحبِ علم ان اعضاء کو صرف ایک ایک بار ہی دھوئے تو بھی بالکل درست ہوگا۔ اس لئے کہ حدیث مبارک میں ان کا صرف ایک بار دھونا بھی آیا ہے۔

## اعضاءِ وضو کا صرف ایک ایک بار دھونا:

علامہ سراج احمد حنفی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں یہ جو باب ہے جس میں اعضاء وضو کا صرف ایک ایک بار دھونا آیا ہے اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اعضاءِ وضو کا ایک ایک بار دھونا ہی فرض ہے لہذا اس میں فرضیت ہی کو بیان فرمایا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنھما نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ عمل مبارک بیان کرتے ہیں کہ آپ نے وضو کرتے وقت اعضاء کو صرف ایک ایک بار ہی دھویا یہی وجہ ہے کہ ایک ایک مرتبہ دھونا فرض قرار پایا ہے۔ ①

## اعضاءِ وضو کو ایک ایک بار دھونا بیان جواز کے لئے تھا:

علامہ ابوطیب سندھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ جو باب ہے جس میں اعضاءِ وضو کا فقط ایک ایک بار دھونا ذکر ہوا ہے یہاں مرۃً مرۃً کی تکرار اعضاء کے اعتبار سے ہے یعنی کل اعضاء کو دھو یا جائے ہر عضو کا وظیفہ مرۃً مرۃً ایک ایک بار ہی ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا خود وضو کرتے ہوئے صرف ایک ایک بار اعضاءِ وضو کو دھونا یہ بیان جواز کے لئے تھا کہ بعض احوال میں اس طرح تھوڑے سے عمل سے بھی وضو ہو جاتا ہے۔ ②

---

① علامہ سراج احمد فاروقی حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۴۳ مطبوعہ کانپور ہند،

② علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۴۳ مطبوعہ کانپور ہند،

اتنا لکھنے کے بعد علامہ سندھی نے بھی وہی دلائل نقل فرمائے ہیں جن کا تذکرہ میں نے بھی علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کیا ہے۔

اس حدیث شریف نے اہل ایمان پر بیّن کیا کہ بعض حالات واحوال میں اگر وضو کرتے وقت صرف ایک ایک بار ہی اعضاءِ وضو کو دھولیا جائے تو وضو ہو جاتا ہے۔

## اعضاءِ وضو کو ایک ایک بار دھونے والا واقعہ ایک غزوہ کا ہے:

علامہ امام بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں مسند بزار میں ہے۔ یہ حدیث شریف صرف ضحاک کے حوالے سے آئی ہے ارادہ تو اگرچہ ان کا صواب کا تھا مگر ان سے شاید غفلت ہوگئی قُلْتُ ! میں علامہ عینی کہتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ والی حدیث ابن ماجہ میں ہے اور انہوں نے اس روایت کو ابو کریب، رشدین بن سعد، ضحاک بن شرحبیل، زید بن اسلم عن ابیہ کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ بیان فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایک غزوہ میں دیکھا آپ نے وضو فرمایا تو اعضاءِ وضو کو ایک ایک بار ہی دھویا۔ اس حدیث شریف کو علامہ عینی نے ایک دوسری سند سے بھی ذکر کیا اور اس کے الفاظ واحدہ واحدہ کی بجائے **تَوَضَّا مرۃً مرۃً** کے ہیں۔ ثابت بن ابی صفیہ کہتے ہیں میں نے ابو جعفر سے پوچھا کہ حضرت جابر بن عبداللہ والی حدیث، جس میں اعضاء وضو کو ایک ایک بار دھونے کا ذکر ہے وہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مروی ہے تو انہوں نے جواباً فرمایا نعم یعنی ہاں یہی حدیث حضرت ابی بن کعب سے بھی مروی ہے۔ ①

## مرۃً مرۃً سے مراد ہر عضو وضو کو ایک ایک بار دھونا ہے:

صاحب فتح الباری حضرت علامہ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ یہ جو باب مذکور ہے جس میں ہے وضو ایک ایک مرتبہ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وضو کرتے وقت تمام اعضاءِ وضو کو ایک ایک بار دھونا ضروری ہے۔ اس بارے میں جو حدیث شریف آئی ہے وہ مجمل ہے اس سے تقدم یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ ایک چلو سے چہرے کو دھونا جائز ہے۔ اس حدیث شریف کی سند میں جو سفیان ہیں وہ سفیان ثوری ہیں سفیان ثوری علیہ الرحمۃ کا سماع زید بن اسلم سے ثابت ہے۔ ②

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ کبھی کبھی وضو کرتے وقت اعضاءِ وضو کو صرف ایک ایک مرتبہ دھولینا ہی کافی ہوتا ہے یعنی وضو ہو جاتا ہے اس لئے کہ اعضاءِ وضو کا وضو کرتے وقت دھونا صرف ایک ایک مرتبہ ہی فرض ہے اور فرض ادا ہو جانے سے وضو ہو جاتا ہے۔

---

① امام علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی م ۸۵۵ھ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ۳ / ۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکلر روڈ کوئٹہ،

② علامہ امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ فتح الباری شرح صحیح بخاری ۱ / ۲۴۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی

# درسِ حدیث

نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ایک ایک فرمان اطہر میں ہزار ہا حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ ساری دنیا کا واحد خیر خواہ دین اسلام اور ساری انسانیت کے سب سے بڑے رہبر ورہنما حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں۔ آپ جو کوئی حکم صادر فرمائیں یا کوئی عمل کر کے دکھائیں ہر جگہ برکت ہی برکت ہوگی۔ میں جس حدیث شریف پر بات کر رہا ہوں اس میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم تاجدار عرب وعجم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک مرتبہ وضو فرمایا تو آپ نے اعضاء وضو کو صرف ایک ایک مرتبہ ہی دھویا۔

## علامہ عینی حنفی نے لکھا ہے:

اس حدیث شریف کی شرح میں علامہ عینی حنفی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ ایک غزوہ کا واقعہ ہے اگر چہ یہ کسی جنگ کے موقعہ پر ہوا کہ آپ نے وضو کرتے ہوئے اعضاءِ وضو کو ایک ایک بار دھویا مگر اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ وظیفہ وضو اعضاء کو ایک ایک بار دھونا ہی ہے اور اس طرح فرض ادا ہو جاتا ہے اگر کبھی جلدی یا کوئی ایمرجنسی ہو تو وضو کرتے وقت تمام اعضاءِ وضو کو ایک ایک مرتبہ دھولینا ہی کافی ہوگا۔ اگر کبھی کوئی صاحب علم اعضاء وضو کو ایک ایک بار ہی دھونے پر اکتفا کرلے تو اعتراض ہرگز نہ کرنا چاہئے۔

## ایک بار یوں بھی ہوا:

میں ایک مرتبہ بہاولپور جارہا تھا ریل گاڑی خانیوال رکی وقت انتہائی تھوڑا تھا وضو بھی کرنا تھا اور پلیٹ فارم پر نماز بھی ادا کرنی تھی (اس لئے کہ احناف کے نزدیک شی متحرکہ علی الارض پر نماز نہیں ہوتی) دیکھنے والے حیران تھے الحمدللہ فقیر نے اس حدیث شریف پر عمل کیا ایک ایک مرتبہ اعضاءِ وضو کو دھویا اور چادر مولانا محمد مظہر اقبال نے بچھادی میں نے گاڑی کے چلنے سے پہلے پہلے نماز ادا کرلی واللہ الحمد۔

# معیارِ ہدایت

سب سے پہلے ضروری ہے کہ ایک مسلمان قرآن وحدیث کو اس انداز سے سمجھے جس طرح اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ قرآن حکیم قانون کی کتاب ہے اور حدیث شریف اس قانون کی تشریح ہے جو قانون خالق کائنات نے اپنے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے اپنی مخلوق کو عطا فرمایا ہے۔ اسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو زندگی کے ہر ہر شعبے میں ہدایات دی ہیں۔ حیات انسانی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کو اسلام نے تشنہ چھوڑا ہو۔ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آل عمران:۱۹)

بیشک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔

(ملفوظاتِ ارشدیہ، جلد اوّل)

# باب نمبر ۳۳

## بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوُضُوْءِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ۔

اس باب میں اعضاء وضو کو دو دو بار دھونے کا ذکر آیا ہے۔

اس عنوان کے تحت ایک ہی حدیث مبارک آ رہی ہے جس میں اعضاء وضو کو دو دو بار دھونے کا تذکرہ ہوا ہے آیئے آپ بھی مطالعہ فرمایئے ایمان میں تازگی وحلاوت آئے گی۔

# حدیث نمبر ۴۳

حَدَّثَنَا اَبُو كُرَيْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ ثَوْبَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ، لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ ثَوْبَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْفَضْلِ، وَهٰذَا اِسْنَادٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ، وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضوفرمایا تو اعضاءِ وضوکودودو بار دھویا۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث (فنی اعتبار سے) حسن غریب ہے ہم اس کوصرف اور صرف ابن ثوبان اور عبد اللہ بن فضل کے حوالے سے پہچانتے ہیں اور یہ اسناد حسن صحیح ہے۔ اور اس عنوان کے تحت حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی روایت وارد ہوئی ہے اس میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضوفرمایا تو اعضاءِ وضوکوتین تین بار دھویا۔

# حدیث نمبر ۴۳ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ۱} ابوکریب رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۲۲ کے تحت ہو چکا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

### ۲} محمد بن رافع رحمۃ اللہ علیہ:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ تہذیب التہذیب میں کیا گیا ہے یہ ثقہ مامون راوی ہیں ان کو بڑے بڑے ائمہ فن نے اور عظیم محدثین نے خراج تحسین پیش کیا ہے۔

### امام ابن حجر عسقلانی نوراللہ مرقدہ رقم طراز ہیں:

محمد بن رافع کا پورا نام ونسب اس طرح ہے۔محمد بن رافع بن ابی زید اور ان کا اسم گرامی اس طرح بھی مذکور ہوا ہے سابور قشیری مولاھم ابوعبداللہ نیشاپوری زاھد۔

محمد بن رافع ابن عُیینہ، ابوداود طیالسی، زید بن حباب اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔اسی طرح محمد بن رافع سے بھی ایک جماعت روایت کرتی ہے۔امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ امام حاکم فرماتے ہیں محمد بن رافع اپنے زمانے میں خراسان کے شیخ الصدق والرحلہ تھے۔عثمان بن ابی شیبہ سے پوچھا گیا کہ آپ محمد بن رافع کو جانتے ہیں تو انہوں نے کہا میں ان کو زاھد جانتا ہوں احمد بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام مسلم بن حجاج کو فرماتے ہوئے سنا کہ محمد بن رافع ثقہ مامون صحیح الکتاب ہیں۔ابن صالح اور محمد بن شاذان کا بیان ہے کہ محمد بن رافع ثقہ ہیں مامون ہیں۔ابن سیار نے مشائخ نیشاپور میں ان کا ذکر کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ محمد بن رافع ثقہ ہیں اور اھل یمن کے حوالے سے حسن الروایہ ہیں۔امام نسائی فرماتے ہیں ان کے مشائخ میں محمد بن رافع انتہائی نافع ثقہ ثبت راوی ہیں۔

### محمد بن رافع رحمۃ اللہ علیہ کی وفات:

امام ابن حبان کہتے ہیں کہ محمد بن رافع کی وفات ۲۴۵ھ کو ہوئی۔①

---

① امام حافظ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۹/ ۱۴۲ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

## ۳} زید بن حباب رحمتہ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ تہذیب التہذیب میں ہے ثقہ راوی ہیں، ان کو بڑے بڑے جلیل القدر ائمہ فن نے خراج تحسین پیش کیا ہے۔ ان کی علم حدیث میں مہارت بیان کی گئی ہے اور ان کو حدیث کے معاملہ میں بڑا قابل اعتماد قرار دیا گیا۔

## امام شہاب الدین علی بن احمد بن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام زید بن حُباب بن ریان ہے اور اس طرح بھی کہا جاتا ہے رومان تمیمی ابو حسین عکلی کوفی، ان کا اصل وطن تو خراسان تھا مگر وہ طلب علم میں سفر کر کے کوفہ آئے تھے اور یہیں سکونت اختیار کر لی۔

زید بن حُباب امام مالک، امام سفیان ثوری اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے ابناء ابی شیبہ ابو کریب اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

علی بن مدینی اور عجلی کہتے ہیں کہ زید بن حُباب ثقہ راوی ہیں۔ جناب عثمان ابن معین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ امام ابو حاتم فرماتے تھے زید بن حباب صدوق صالح ہیں۔ ابن معین کہتے امام سفیان ثوری کی حدیث کو کبھی کبھی الٹ پلٹ کر دیتے تھے لیکن ان کی روایت قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ابن زکریا نے تاریخ موصل میں لکھا ہے کہ حمانی نے مجھ سے عبداللہ قواریری کے حوالے سے بیان کیا کہ ابوالحسین عکلی ذکی ہیں۔ حافظ ہیں اور عالم ہیں۔ جب بھی ان سے سماع کیا جائے وہ اس معیار پر پورے اترتے ہیں۔

امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ اگرچہ یہ خطا بھی کرتے تھے مگر جب وہ مشاہیر سے روایت کریں ان کی روایت معتبر سمجھی جاتی ہے۔ ابن خلفون کہتے ہیں زید بن حباب ثقہ راوی ہیں اور بعض علماء نے ثقہ صالح کہا ہے۔ وہ حدیث شریف کے حوالے سے معروف ہیں اور صدوق ہیں ابن قانع کوفی کہتے ہیں صالح ہیں امام دارقطنی نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا ہے ابن شاھین کہتے ہیں عثمان بن ابی شیبہ نے زید بن حباب کی توثیق کی ہے۔

## زید بن حباب رحمتہ اللہ علیہ کی وفات:

ابوھشام رفاعی وغیرہ نے بیان کیا کہ زید بن حُباب کی وفات ۲۰۳ھ کو ہوئی۔ ①

## ۴} عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان رحمتہ اللہ علیہ:

ان کے احوال کا تذکرہ تہذیب التہذیب میں کیا گیا ہے۔ محدثین کی اکثریت ان کی تعدیل کی قائل ہے۔ ان کی توثیق بڑے بڑے ائمہ فن نے کی ہے۔

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۳/ ۳۴۷ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

## امام حافظ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے۔عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان العنسی ،ابوعبداللہ دمشقی زاھد۔

یہ اپنے والد گرامی،عبداللہ بن فضل ہاشمی اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں اسی طرح ان سے ولید بن مسلم،زید بن حباب اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

مروزی نے امام احمد کے حوالے سے بیان کیا کہ عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان اھل شام میں عابد مشہور تھے۔ ابراھیم بن جنید،ابن معین کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ صالح ہیں اور ایک مرتبہ یوں بھی کہہ دیا تھا کہ وہ ضعیف ہیں دوری نے ابن معین عجلی اور ابوزرعہ رازی کے حوالے سے بیان کیا کہ وہ لین راوی ہیں ابن معین کہتے ہیں ان میں ضعف تو ہے لیکن ہے وہ مرد صالح ابن معین ان کا ضعف بھی بیان کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ان کو حسن الرای بھی قرار دیتے ہیں۔اور کہتے ہیں ابن ثوبان سچا آدمی ہے اس کی روایت قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ان سے لوگوں نے روایت کی ہے۔امام عثمان دارمی کہتے ہیں دحیم بیان کرتے ہیں ابن ثوبان ثقہ راوی ہیں لیکن مائل بالقدر تھے۔ امام ابوحاتم کہتے ہیں،ہے تو ثقہ راوی لیکن قدری ہونے کی وجہ سے تھوڑا سا شک ہوتا ہے ان کی عقل میں عمر آخر میں تغیر آ گیا تھا۔لیکن ہیں وہ مستقیم الحدیث۔امام ابوداود فرماتے ہیں ابن ثوبان عیوب سے بری ہیں۔اور ان کی روایت قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔وہ مستجاب الدعوۃ (جس کی دعا قبول ہوتی ہو) ہیں امام نسائی نے ابن ثوبان پر جرح کی ہے۔امام ابن حبان نے انکا ذکر ثقات میں کیا ہے۔

## عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان کی وفات:

ابوزرعہ دمشقی نے ابراھیم بن عبداللہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ابن ثوبان کی پیدائش ۷۵ھ کو ہوئی اور ان کی وفات ۱۶۵ھ کو ہوئی اس طرح ان کی عمر نوے 90 سال بنتی ہے۔①

## ۵} عبداللہ بن الفضل رحمۃ اللہ علیہ:

ان کے احوال کا تذکرہ تہذیب التہذیب میں ہے یہ ثقہ راوی ہیں بڑے بڑے محدثین کرام نے اور ائمہ فن نے ان کی توثیق کی ہے۔آپ بھی مطالعہ فرمالیں۔

## شیخ الاسلام شہاب الدین ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے عبداللہ بن الفضل بن العباس بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب ابن ہاشم المدنی۔

① امام حافظ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۶/ ۱۳۶ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

یہ حضرت انس بن مالک نافع بن جبیر اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں ان سے مالک، موسیٰ بن عقبہ عبدالرحمٰن بن ثابت بن ثوبان اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

جناب حرب امام احمد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں ان کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابن معین، امام ابوحاتم اور امام نسائی کا کہنا یہ ہے کہ عبداللہ بن الفضل ثقہ راوی ہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی قُلتُ کہہ کر لکھتے ہیں ابن مدینی کا قول یہ ہے کہ عبداللہ بن الفضل ثقہ راوی ہیں۔ امام ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے۔

حضرت ابن عمر اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اگرچہ ابن عمر سے سماع ثابت تو نہیں لیکن یہ بات ثابت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان کا سماع ہے اس سماع کی صراحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ المنافقین میں فرمائی ہے امام عجلی کہتے ہیں عبداللہ بن فضل ثقہ ہیں۔ ①

## ۶} عبدالرحمن بن ھُرمز رحمۃ اللہ علیہ:

ان کے احوال کا ذکر تہذیب التہذیب میں ہے یہ ثقہ راوی ہیں ان کو بڑے بڑے ائمہ فن نے خراج تحسین پیش کیا ہے۔ لیجیے آپ بھی مطالعہ فرمالیں۔

## امام شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے عبدالرحمن بن ھرمز الاعرج ابو درداء مدنی مولی ربیعہ بن حارث ابن عبدالمطلب عبدالرحمٰن بن ھرمز حضرت ابوھریرہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے زید بن اسلم، امام زُھری، عبداللہ بن الفضل اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

ابن سعد کہتے ہیں عبدالرحمٰن بن ھرمز ثقہ راوی ہیں کثیر الحدیث ہیں۔ مقدمی کہتے ہیں ابن مدینی سے حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کے اعلیٰ دوستوں کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواباً فرمایا حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے سب سے قابل اعتماد دوست حضرت ابن مسیب تھے اس کے بعد ایک جماعت کا ذکر کیا۔ ان سے بطور خاص الاعرج کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے کہا وہ ثقہ ہیں۔ عجلی مدنی تابعی کہتے ہیں وہ ثقہ ہیں۔

اور ابوزرعہ بن خراش کہتے ہیں ابن ھرمز ثقہ راوی ہیں۔ ابن عیینہ بیان کرتے ہیں ابو اسحٰق کہتے ہیں اسی طرح صالح کا بھی بیان ہے کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جب بھی کوئی حدیث بیان کرے تو ہم جان لیتے ہیں وہ سچا ہے یا جھوٹا۔ امام ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے۔

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۵ / ۳۱۳ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

## عبدالرحمٰن بن ھرمز کی وفات:

ابن یونس وغیرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن ھرمز وہ واحد آدمی ہیں جن کی وفات اسکندریہ میں ہوئی۔ واقدی نے ذکر کیا کہ ان کی وفات سنہ ۱۱۰ھ میں ہوئی لیکن درست بات یہ ہے کہ ان کی وفات سنہ ۱۱۷ھ کو اسکندریہ میں ہوئی۔ ①

## ۷} حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ حدیث نمبر ۲ کے تحت ہو چکا حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے فضائل، کمالات، محاسن، اور مناقب کا حال وہاں سے مطالعہ فرمائیں آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی دل راحت پائے گا۔ عقیدہ وایمان میں پختگی آئے گی۔

# شرح حدیث نمبر ۴۳

اس حدیث شریف میں وضو کرتے وقت اعضاء وضو کو دو دو بار دھونے کا ذکر آیا ہے یہ بڑی بابرکت حدیث شریف ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں امام الانبیاء علیہ السلام کی ایک ایک حدیث مبارک اپنے اندر ہزار ہا برکات لئے ہوئے ہے۔ ان برکات سے استفادہ کرنا اوران برکات سے دوسروں کو آگاہ کرنا یقینا دونوں عمل لائق صد تحسین ہیں۔ کئی مرتبہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ اگر ان چھوٹی چھوٹی احادیث مبارکہ کو زیادہ توجہ نہ بھی دی جائے تو......مگر یقین جانئے سارا کا سارا نفع انہی مبارک احادیث پر توجہ دینے اوران کو یاد کرنے پھر دوسروں تک پہنچانے میں ہے اس لئے کہ بہت بار ایسا بھی ہوتا ہے۔ بیان کرنے والا تو وہ نفع نہیں پاتا جو سننے والا پالیتا ہے۔

## وضو کرتے ہوئے اعضاء کو دو دو بار دھونے کا تذکرہ:

علامہ سراج احمد فاروقی حنفی سرہندی رقمطراز ہیں۔ یہ جو باب ہے اس میں اعضاء وضو کا دو دو بار دھونا آیا ہے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضو فرمایا تو اعضاء وضو کو دو دو بار ہی دھویا۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس روایت کو ابن ثوبان اور عبداللہ بن فضل ہی کے حوالے سے جانتے ہیں۔ مصنف کا کہنا یہ ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اس لئے کہ یہ متعدد طریق سے ماثور نہیں ہے۔ ہم اس روایت کو ابن ثوبان اور عبداللہ بن فضل ہی کے واسطہ سے پہچانتے ہیں اور یہ

① امام حافظ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۶/ ۲۶۰ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

اسناد حسن صحیح کے درجہ میں ہے۔ اس باب میں تو اعضاء وضو کو صرف دو دو بار ہی دھونے کا ذکر ہے جبکہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنھما سے اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم تاجدار عرب وعجم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اعضاء وضو کو تین تین بار دھویا۔ تحقیقی روایت یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اعضاء وضو کو تین تین بار دھویا۔ ①

## وضو کرتے وقت اعضاء وضو کو دھونے کے مختلف انداز:

بخاری شریف میں یہ حدیث کچھ اس انداز میں وارد ہوئی ہے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضو فرمایا تو اعضاء وضو کو دو دو بار دھویا۔ ②

## امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یہ باب جس میں اعضاء وضو کو دو دو بار دھونے کا تذکرہ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ہر عضو کو دو دو بار دھویا جائے۔ اس کے بعد امام ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ نے سند حدیث کے حوالے سے بات کی ہے پھر فرماتے ہیں۔ یہ حدیث شریف نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے انداز وضو پر مختصر مشھور روایت ہے جیسا کہ اس کے علاوہ مالک وغیرہ کی حدیث میں بھی وارد ہوا ہے لیکن اس حدیث میں صرف ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دو دو بار دھونا ہی مذکور ہے۔ ہاں وہ حدیث جس کو امام نسائی رحمتہ اللہ علیہ نے سفیان بن عیینہ کے طریق سے روایت کیا اس میں عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یوں آیا ہے کہ ہاتھوں، پاؤں اور سر کا مسح کرنے میں تثنیہ کا صیغہ یعنی دو دو مرتبہ اور چہرے کو تین تین مرتبہ دھونے کا ذکر ہے لیکن یہ روایت محل نظر ہے میں اس روایت کی انشاء اللہ وضاحت کسی دوسرے مقام پر کروں گا۔ یہ جو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ والی حدیث شریف ہے جس میں بعض اعضا کا ایک ایک بار دھونا مذکور ہوا ہے اس کو امام ابوداود اور امام ترمذی نے وارد کیا اور امام ابن حبان رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث سے اس کی تصحیح فرمائی حدیث شریف میں یوں وارد ہوا ہے نبی اکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضو فرمایا تو اعضاء وضو کو دو دو بار دھویا وہ حدیث شاید قوی ہے۔ ③

---

① علامہ سراج احمد فاروقی حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۴۷ مطبوعہ کانپور ہند،

② امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ فتح الباری شرح صحیح بخاری ۱/ ۳۴۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی،

③ امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ فتح الباری شرح صحیح بخاری ۱/ ۳۴۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی،

## علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وہ باب جس میں وضو کرتے وقت اعضاء کو دو دو بار دھونے کا ذکر آیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ہر عضو کو دو دو بار دھویا جائے صاحب تلویح کا کہنا یہ ہے کہ یہ جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث شریف کے بعد عمرو بن یحییٰ عن ربیعہ اور عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حدیث وارد کی ہے کہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہاتھوں کو دو دو مرتبہ دھویا، کلی تین تین بار فرمائی اور ناک میں بھی تین تین مرتبہ ہی پانی چڑھایا اور چہرے کو تین مرتبہ دھویا یہ حدیث واحد ہے اس سے باب پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ جن احادیث میں مختلف انداز وضو ذکر ہیں وہ یوں ہے کہ کبھی سارا وضو ہی دو دو بار اعضاء وضو کو دھو کر مکمل کیا اور کبھی تین تین بار دھو کر یہی حسن ہے۔ ①

## سب سے عمدہ دین اسلام اور سب سے نفیس قوم مسلمان:

دنیا میں جتنے مذاہب موجود ہیں سب سے عمدہ مذہب دین اسلام ہے اور ساری دنیا میں جتنے بھی انسان ہیں ان سب میں نفیس ترین انسان مسلمان ہیں۔ تمام اقوام عالم سے اعلیٰ قوم امّت مسلمہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں انسانوں کو رہنمائی کے لئے سب سے اعلیٰ وارفع اور ستھرا پیغام وہی ہے جو امام الانبیاء علیہ السلام لیکر تشریف لائے وہ کتاب جس کو قرآن حکیم کے مبارک نام سے یاد کیا جاتا ہے اس کا نازل ہونے کے زمانے سے لیکر آج تک اپنی اصلی حالت میں رہنا یہ اس امر کی بین دلیل ہے کہ اسلام دین برحق ہے اور امام الانبیاء حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ایک ایک ارشادِ مبارک پوری امّت مسلمہ کے لئے بالخصوص اور ساری انسانیت کے لئے بالعموم باعث برکت بھی ہے اور لائق نجات بھی۔ لہذا تمام اھل ایمان پر لازم ہے وہ اپنی زندگیاں موافقِ سنت بنائیں تاکہ ان کی یہ زندگی اور آخری زندگی دونوں سنور جائیں۔

# درسِ حدیث

کلام کرنے والا جتنا نفیس ہوگا اس کا کلام بھی اتنا اعلیٰ وارفع ہوگا۔ ساری انسانیت میں سب سے زیادہ نفیس انسان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں اور تمام انسانوں سے عمدہ کلام آپ ہی کا ہے۔ بڑے بڑے انسان دنیا میں آئے ہیں اور آتے رہیں گے مگر جو مقام ومرتبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو عطا فرمایا وہ کسی کو ملا ہے نہ ملے گا۔

---

① امام علامہ بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد عینی م ۸۵۵ھ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ۳ / ۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکلر کوئٹہ پاکستان،

وہ ہے مرتبہ تجھ کو خدا نے دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شاہا تیرے شہر وکلام وبقا کی قسم
(امام احمد رضا قادری محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

جامع ترمذی شریف کی حدیث نمبر ۴۳ میں ہے:

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضوفرمایا تو اعضاءِ وضو کو دودو بار دھویا۔

## طبائع میں نفاست:

ہمیں بھی چاہئے ہم اپنا قیمتی وقت نکال کر اپنے پیارے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حدیث شریف پڑھیں سنیں اور اس پر عمل کریں یہی راہِ نجات ہے۔ جس قدر ہمارا عمل موافقِ سنت ہوتا جائے گا اسی قدر ہمارے اندر روحانیت بڑھتی جائے گی ہماری طبائع میں نفاست آتی جائے گی اور ہمارا اللہ تعالیٰ سے معاملہ درست ہوتا چلا جائے گا جتنا کسی بندے کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے عمدہ ہوتا ہے اور مضبوط ہوتا ہے اسی قدر وہ بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بنتا چلا جاتا ہے۔

آئیں ہم سب مل کر احادیث مبارکہ کا مطالعہ کریں ان کو یاد کریں ان پر عمل پیرا ہوں اور پھر ان کی تبلیغ کے لئے کمر ہمت باندھ لیں۔ اٹھو ہمت کرو اس ملت کو قرآن حدیث کے نور سے جگمگا دو دنیا کا اندھیرا انوارِ حدیث سے دور کر دو ساری ملت کو پھر زندہ وتابندہ کر دو۔ یہ دور چپ چاپ بیٹھے رہنے کا نہیں بلکہ تمام تر ہچکچاہٹوں کو دور ہٹا کر طاقتِ زبان کو عمل میں لانے کا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کا مبلغ بنا دے۔

# باب نمبر ۳۴

## بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوُضُوْءِ ثَلاَثًا ثَلاَثًا۔

اس باب میں وضو کرتے وقت اعضاءِ وضو کو تین تین بار دھونے کا ذکر ہے۔

اس عنوان کے ماتحت ایک ہی حدیث شریف آئی ہے جو اپنے اندر ہزار ہا برکات سمیٹے ہوئے ہے۔ آیئے آپ بھی مطالعہ فرمایئے علم میں اضافہ ہوگا اور عملِ صالح کی راہیں متعین ہوں گی۔

# حدیث نمبر ۴۴

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ، عَنْ اَبِي حَيَّةَ، عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا

وَ فِي الْبَابِ عَنْ عُثْمَانَ وَالرَّبِيْعِ، وَ اِبْنِ عُمَرَ، وَعَائِشَةَ وَاَبِي اُمَامَةَ، وَاَبِي رَافِعٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، وَمُعَاوِيَةَ وَاَبِي هُرَيْرَةَ، وَجَابِرٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ. وَاَبِي ذَرٍّ قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى حَدِيْثُ عَلِيٍّ اَحْسَنُ شَيْءٍ فِي هٰذَا الْبَابِ وَاَصَحُّ.

وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ عَامَّةِ اَهْلِ الْعِلْمِ، اَنَّ الْوُضُوْءَ يُجْزِئُ مَرَّةً مَرَّةً، وَمَرَّتَيْنِ اَفْضَلُ. وَاَفْضَلُهُ ثَلَاثٌ، وَلَيْسَ بَعْدَهُ شَيْءٌ وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ لَا آمَنُ اِذَا زَادَ فِي الْوُضُوْءِ عَلَى الثَّلَاثِ اَنْ يَأْثَمَ وَقَالَ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ لَا يَزِيْدُ عَلَى الثَّلَاثِ اِلَّا رَجُلٌ مُبْتَلًى.

حضرت علی مرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضوفرمایا تو اعضاء وضو کو تین تین بار دھویا۔

اس موضوع پر حضرت عثمان، حضرت ربیع، حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ، حضرت ابوامامہ، حضرت ابی رافع، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت معاویہ، حضرت ابوھریرہ، حضرت جابر، حضرت عبداللہ بن زید، حضرت ابوذر، رضی اللہ عنھم سے بھی احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ والی حدیث اس باب میں بہت زیادہ صحیح چیز ہے اور یہی احسن بھی ہے۔

جہاں تک عمل کا تعلق ہے تو عامہ اھل علم حدیث شریف پر عامل ہیں۔ ایک ایک بار اعضاء وضو کو دھونا کفایت کرتا ہے۔ (یعنی ایک ایک بار دھونا فرض ہے)، اسی طرح دو دو مرتبہ دھونا افضل ہے۔ اس سے بھی بہتر وافضل یہ ہے کہ تین تین بار دھویا جائے۔ اس کے بعد اور کچھ نہیں۔ امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو اعضاء وضو کو

تین تین مرتبہ سے زیادہ بار دھوئے اس کو آمن و مامون سمجھا نہ جائے یعنی وہ گناہ سے امان کیسے پائے۔ امام احمد اور امام اسحٰق کا کہنا یہ ہے کہ تین تین مرتبہ سے زیادہ بار کوئی عقل سے پیدل ہی دھوسکتا ہے۔

# حدیث نمبر ۴۴ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ۱} محمد بن بشّار رحمۃ اللہ علیہ:

ان کے حالات احوال کا تذکرہ حدیث نمبر ۳ کے تحت ہو چکا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

### ۲} عبدالرحمن بن مھدی رحمۃ اللہ علیہ:

ان کے احوال کا تذکرہ تہذیب التھذیب میں ہے ثقہ راوی ہیں۔ ماہرین اسماء رجال نے ان کو مضبوط راوی قرار دیا ہے آپ بھی ان کی توثیق کا حال پڑھ لیں۔

### شیخ الاسلام شہاب الدین ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے۔ عبدالرحمن بن مھدی بن حسان بن عبدالرحمٰن العنبری، اوراس طرح بھی کہا گیا ہے کہ ازدی مولاھم ابوسعید البصری اللؤلؤی الحافظ الامام العلم۔

عبدالرحمٰن بن مھدی علماء کی ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں جن میں جریر بن حازم عکرمہ بن عمار بھی شامل ہیں ان سے بھی ایک جماعت روایت کرتی ہے جن میں عبداللہ بن مبارک اور امام احمد بھی شامل ہیں۔

احمد بن سنان بیان کرتے ہیں کہ میں نے علی بن مدینی کو فرماتے سنا عبدالرحمٰن بن مھدی لوگوں میں بہت بڑے صاحب علم ہیں۔ ابن ابی صفوان بیان کرتے ہیں کہ علی بن مدینی نے کہا اگر مجھے حجر اسود والے کونے اور مقام ملتزم کے درمیان حلفاً کہنا پڑھے تو میں قسماً کہہ دوں گا اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے عبدالرحمٰن بن مھدی سے بڑھ کر حدیث شریف کا عالِم کسی کو نہیں دیکھا۔ علی بن نصر علی بن مدینی ہی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید اسماء رجال کے بڑے عالِم ہیں لیکن علم حدیث کے عبدالرحمٰن بن مھدی ہی بڑے عالِم ہیں۔ عبدالرحمٰن بن مھدی کے علم حدیث پر شک کرنے والا جادو کے زیر اثر ہی ہوگا امام احمد فرماتے ہیں جب عبدالرحمٰن بن مھدی کسی سے روایت کرے تو وہ حجّت کا درجہ رکھتا ہے۔ ابن سعد کہتے ہیں وہ ثقہ ہیں کثیر الحدیث ہیں۔

امام ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے۔ وہ حفاظ اور ماہرین علوم میں سے تھے ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو دین کے اصولوں کے مطابق تقوٰی اختیار کرتے ہیں۔ امام سفیان ثوری کا وصال ان کے گھر میں ہوا تھا امام شافعی فرمایا کرتے تھے میں نے دنیا میں ان کا نظیر نہ دیکھا۔

## عبدالرحمٰن بن مھدی کی وفات:

ابن سعد کہتے ہیں عبدالرحمن بن مھدی کی وفات ۱۹۸ھ میں ہوئی اس وقت ان کی عمر ٦٣ سال تھی (اس طرح ان کی پیدائش ۱۳۵ھ کو ہوئی تھی) ①

## ۳} سفیان رحمۃ اللہ علیہ:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ حدیث نمبر ۳ کے تحت کر دیا گیا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے دیکھ لیں۔

## ۴} ابی اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ سراج احمد فاروقی حنفی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے ابی اسحٰق کا پورا نام ونسب یوں ارقام فرمایا ہے۔ عمرو بن عبداللہ بن علی ہمدانی، سبیعی، یہ ثقہ راوی ہیں، تابعی ہیں۔ عابد ہیں، آخر عمر میں اختلاط کرنے لگے تھے باختلاف روایات ان کی وفات ۱۲۹ھ کو ہوئی۔ ② ان کا تفصیلی تذکرہ حدیث نمبر ۱۷ کے تحت ہوا ہے۔

## ۵} ابی حیّہ رحمۃ اللہ علیہ:

ان کے احوال کا ذکر تہذیب التہذیب میں ہے۔ یہ ثقہ راوی ہیں، ان کا تذکرہ انتہائی مختصر کیا گیا ہے آپ بھی پڑھ لیں۔

## امام شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا نام ونسب یوں ہے ابو حیّہ بن قیس الوادعی الخارفی الھمدانی الکوفی یہ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابو اسحٰق روایت کرتے ہیں امام ابن حجر عسقلانی قُلتُ کہہ کر لکھتے ہیں کہ امام ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے۔ ان کا نام عمرو بن عبداللہ ہے ابن مدینی ابن قطان کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ بعض نے ابی حیّہ کی توثیق کی اور ابن السکن وغیرہ نے ان کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ ابن جارود کوفی کہتے ہیں ابن

---

① امام حافظ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ٦ / ۲۵۲ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

② علامہ سراج احمد سرہندی از مجموعہ اربعہ شروح جامع ترمذی شریف ۱ / ۴۷ مطبوعہ کانپور ہند،

نمیر نے ان کی توثیق کی ہے۔ ①

## ۶} حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام:

آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چچا زاد ہیں، آپ کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے آپ اوّل الایمان ہیں۔ آپ مکی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ رہے، آپ مدنی زندگی میں امام الانبیاء کی رفاقت میں رہے۔ غزوہ بدر الکبریٰ میں شریک تھے کل ستر ۷۰ کافر اس روز مارے گئے تھے۔ پینتیس ۳۵ کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اور ملائکہ نے ملکر مارا اور پینتیس ۳۵ کافروں کو تنہا حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے کشتہ تیغ کر دیا یعنی ان کا صفایا کر دیا آپ نے غزوہ احد میں شرکت فرمائی جب بڑے بڑے اجلہ صحابہ یہ خبر سن کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم شہید ہو گئے ایک طرف ہو گئے تھے اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار مسلسل چلتی رہی جب کسی نے آپ کو اطلاع دی کہ امام الانبیاء تو جام شہادت نوش کر گئے...... اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور تیزی سے تلوار چلانا شروع کی اور فرمایا جس کے لئے میں جیتا تھا جب وہ ہی نہ رہا تو میں جی کر کیا کروں گا۔ یہ جملہ ایمان والے کو یاد رکھنا چاہئے دل کو جلا بخشتا ہے۔ ایمان کی حلاوت محسوس ہونے لگتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک ایسا اعزاز بھی حاصل ہے جو آپ کو سربلندی کی انتہاؤں تک پہنچا دیتا ہے اور وہ یہ ہے آپ رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ طیبہ طاہرہ، صائمہ، شاکرہ، عابدہ، عالمہ، فقیہ رضی اللہ عنھا کے شوہر نامدار ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ واقعی بڑے مقام و مرتبے والے ہیں۔

## امام شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

آپ کا پورا نام ونسب اس طرح ہے۔ علی بن ابی طالب، عبد مناف بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ابو الحسن ھاشمی، امیر المؤمنین (رضی اللہ عنہ) رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آپ کو ابوتراب کی کنیت سے نوازا یہ خبر بہت مشہور ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے آپ ایمان لائیں۔ ان کا وصال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حیات (ظاہری) میں ہوا ان کی نماز جنازہ امام الانبیاء علیہ السلام نے خود پڑھائی اور ان کی قبر میں نزول فرمایا (برکت کے لئے سیدہ فاطمہ بنت اسد کی قبر میں اتر گئے بلکہ لیٹ گئے) حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت مقداد بن اسود، اور اپنی زوجہ محترمہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنھم سے روایت کرتے ہیں۔

---

① امام حافظ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱۲ / ۸۸ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی اولاد، حضرت حسن، حضرت حسین، محمد اکبر جو معروف ہیں ابن حنفیہ کے نام سے، حضرت عمر، حضرت فاطمہ، ان کے پوتے محمد بن عمر بن علی، اسی طرح ان کے دوسرے پوتے علی بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم مرسلاً بھی روایت کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بزرگ بھی ان سے روایت کرتے ہیں۔

صحابہ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت براء بن عازب، حضرت ابوھریرہ، حضرت ابوسعید خدری، بشر بن سحیم غفاری، زید بن ارقم، حضرت سعید رضی اللہ عنہم مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم، حضرت صہیب رومی، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عمرو بن حریث حضرت نزال ابن سبرہ ھلالی، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت جابر بن عبداللہ حضرت ابوجحیفہ، حضرت ابوامامہ، حضرت ابولیلیٰ انصاری، حضرت ابوموسیٰ، حضرت مسعود بن الحکم رزقی، حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ وغیرھم رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں۔①

تابعین عظام میں سے زر بن حُبَیش، زید بن وھب، ابوالاسود دیلی، حارث بن سوید تیمی، حارث بن عبداعور، حرملہ مولیٰ اسامہ بن زید، ابوساسان حضین بن منذر رقاشی، حجید بن عبداللہ کندی، ربعی بن خراش، شریح بن ھانی، شریح بن نعمان مائدی، ابووائل شقیق بن سلمہ، شیث بن ربعی، سوید بن غفلہ، عاصم بن ضرہ سلولی، عامر بن شراحیل شعبی، عبداللہ بن سلمہ مرادی، عبداللہ بن شداد ابن ھاد، عبداللہ بن شقیق، عبداللہ بن معقل بن مقرن، عبدخیر بن یزید ہمدانی، عبدالرحمٰن بن ابی لیلی، عبیدہ سلمانی، علقمہ بن قیس نخعی، عمیر بن سعید نخعی، قیس بن عباد بصری، مالک بن اوس بن حدثان، مروان بن حکم، مطرف بن عبداللہ بن شخیر، نافع بن جبیر بن مطعم، ھانی بن ھانی، یزید بن شریک تیمی، ابوبرزہ بن ابوموسیٰ اشعری، ابوحیّہ وادعی، ابوخلیل حضرمی، ابوصالح حضرمی، ابوصالح حنفی، ابوعبدالرحمٰن سلمی، ابوعبید مولیٰ ابن ازھر، ابوھیاج اسدی رضی اللہ عنہم اور ایک خلق کثیر روایت کرتی ہے۔②

## حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد:

آپ کے گیارہ بیٹے تھے، پانچ ان کے علاوہ بھی ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضرت عباس ان پانچوں میں سے ایک ہیں آپ کی صاحبزادیوں کی تعداد اٹھارہ ہے ان میں سے سیدہ زینب، ام کلثوم اور امامہ بھی ہیں۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں لوگوں میں سے سب سے پہلے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لائے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ قول ابن شہاب کا ہے وہ فرماتے ہیں مردوں سے اوّل الایمان ہیں البتہ حضرت سیّدہ خدیجہ الکبریٰ کے بعد ان کا شمار ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں مختلف اقوال ہیں اور صحیح وہی ہے جو ہم نے

① امام حافظ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۷/ ۲۹۴ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
② امام حافظ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۷/ ۲۹۵ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے باب میں وارد کیا ہے۔جس شخص نے اپنے ایمان کو سب سے پہلے ظاہر کیا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ بہت سارے بزرگ جن میں حضرت قتادہ بھی شامل ہیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت ایمان لائے جب ان کی عمر پندرہ ۱۵ سال تھی پھر اسی طرح ایک اور روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بعد ایمان لائے اس وقت ان کی عمر اٹھارہ ۱۸ سال تھی۔ بہت سارے اھل علم وفن جن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی ہیں وہ فرماتے ہیں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے اس وقت ان کی عمر تیرہ ۱۳ سال تھی ابن عبدالبر کا کہنا یہ ہے کہ یہ روایت زیادہ صحیح ہے سلمہ بن کہیل ایک واسطہ سے بیان کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس امت کے عبادت شروع کرنے سے پانچ برس قبل ہی میں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا آغاز کر دیا تھا۔آپ فرماتے ہیں میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔اس پر بھی اجماع ہے کہ آپ نے دونوں قبلوں کی طرف نماز ادا کی، آپ نے راہ خدا میں، ہجرت کی اور غزوہ بدر، احد بلکہ سارے ہی معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ رہے۔غزوہ خیبر جو کہ ایک عظیم آزمائش تھی اس موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آپ کو علم عطا فرمایا صرف غزوہ تبوک میں آپ شامل نہ ہوئے اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آپ کو مدینہ شریف میں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تھا اور آپ کے متعلق یہ فرمایا تھا۔ ①

اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ ②

تیرا مقام میرے ساتھ وہی ہے جو (حضرت ھارون کا مقام حضرت موسیٰ علیہ السلام) کے ساتھ تھا مگر بات یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

امام ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں ہم نے کئی وجوہ سے اس روایت کو دیکھا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے علاوہ کوئی شخص یہ قول نہیں کر سکتا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا بھائی اگر کوئی ایسا قول کرے تو وہ کذاب ہی ہوگا جب حراء (غار حرا) کو وجد آیا تھا اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہمراہ تھے۔امام الانبیاء علیہ السلام نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا اور فرمایا۔

① امام حافظ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۷ / ۲۹۵ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،
② امام حافظ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۷ / ۲۹۶ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

قَالَ لَهَا زَوْجُكِ سَيِّدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا سے فرمایا تمہارے شوہر دنیا وآخرت دونوں جہانوں میں سردار ہیں۔

## جس کا میں مولیٰ اس کا علی رضی اللہ عنہ مولیٰ:

حضرت ابوھریرہ، حضرت جابر، حضرت براء بن عازب، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنھم نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے غدیر خم کے موقعہ پر ارشاد فرمایا۔

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔ ①

جس کا میں مولیٰ اس کا علی بھی مولیٰ ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابوھریرہ، حضرت سہیل بن سعد، حضرت بریرہ، حضرت ابوسعید، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عمران بن حصین، سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنھم سے روایات مذکور ہوئی ہیں ان سب کا مضمون ومعنی ایک ہی ہے وہ یوں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے غزوہ خیبر کے موقعہ پر، میں کل علم اس کو عطا کروں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا وہ ایسا شخص ہوگا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول جل علا وصلی اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت کرنے والا ہے اور اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔تو آپ نے علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا اس وقت وہ عین جوانی کے عالم میں تھے۔آپ نے پوچھا ان لوگوں کے درمیان فیصلے کیسے کرو گئے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ عرض گذار ہوئے یا رسول اللہ! میں نہیں جانتا فیصلے کیسے کئے جاتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینے پر ہاتھ مارا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں دعا کی اے اللہ علی رضی اللہ عنہ کے قلب اور لسان پر الطاف فرما۔حضرت علی خود بیان کرتے ہیں اس کے بعد دو فریقوں میں فیصلہ کرنا کبھی دشوار نہ لگا۔حضور علیہ السلام کا فرمان یوں بھی ملتا ہے۔

اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا۔ ②

میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے علی رضی اللہ عنہ ہمارے مقدموں کے فیصلوں میں جج ہیں۔حضرت اُبی رضی اللہ عنہ ہمیں پڑھانے والے ہیں۔

---

① امام حافظ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۷/ ۲۹۶ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

② امام حافظ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۷/ ۲۹۶ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ جب تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی ثبوت مہیا نہ ہوجاتا اس وقت تک ہم عدل ہی نہ کرپاتے تھے۔ جناب معن وھب بن عبداللہ اور حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کرتے ہیں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا آپ نے خطاب فرمایا اور یوں گویا ہوئے۔

سَلُونِي فَوَاللهِ لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ وَسَلُونِي عَنْ كِتَابِ اللهِ فَوَاللهِ مَا مِنْ آيَةٍ إِلَّا وَأَنَا أَعْلَمُ أَبِلَيْلٍ نَزَلَتْ أَمْ بِنَهَارٍ أَمْ فِي سَهْلٍ أَمْ فِي جَبَلٍ۔ ①

پوچھو مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہو اللہ تعالیٰ کی قسم میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا۔ مجھ سے کتاب اللہ کی بابت پوچھ لو اللہ تعالیٰ کی قسم میں تمہیں ہر آیت کی بابت بتادوں گا میں جانتا ہوں کہ وہ آیت رات کو نازل ہوئی یا دن کو میں یہ بھی جانتا ہوں وہ آیت سہل میں نازل ہوئی یا جبل پر۔

## حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مشکلات:

ابوعمر بیان کرتے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تمام انصار اور مہاجرین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت خلافت کرلی۔ کچھ لوگوں نے مخالفت کی مگر وہ حق سے علیحدہ نہ رہ سکے اور باطل کے ساتھ قائم رہنا ان کو مشکل لگا وہ باطل کا ساتھ نہ دے سکے معاویہ رضی اللہ عنہ نے اھل شام کے ساتھ مخالفت کی پہلے جنگ جمل ہوئی پھر اس کے بعد جنگ صفین تک نوبت آئی اس کے بعد خوارج نکل آئے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی واقعہ تحکیم کے بعد تکفیر تک کرڈالی تمام مسلمان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمع ہوئے اور خوارج کو پارہ پارہ کردیا ان کا راستہ منقطع کردیا ان کے خلاف یمن کی طرف خروج کیا گیا اور ان سے جنگ ہوئی اکثریت تو قتل ہوئی جو باقی رہ گئے تھے ان کو اس واقعہ سے تادیب ہوئی انہیں میں سے عبدالرحمن ابن ملجم تھا اس شخص نے آپ کو شہید کردیا، ماہ رمضان کی ابھی تیرہ راتیں باقی تھیں یہ واقعہ سنہ ۴۰ھ کو پیش آیا۔ ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ آخری عشرہ رمضان شریف کی پہلی رات تھی جب آپ کو شہید کیا گیا۔ ابوجعفر کی روایت کے مطابق آپ کو نامعلوم مقام پر دفن کردیا گیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو قصر الامادہ میں دفن کیا گیا جو کوفہ میں تھا۔ اس طرح بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کو نجف حیرہ میں دفن کیا گیا اس کے علاوہ بھی روایات ملتی ہیں ابن جریج امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں جب

① امام حافظ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۷/ ۲۹۷ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اس وقت آپ کی عمر تریسٹھ ۶۳ چھونسٹھ ۶۴ یا پینسٹھ ۶۵ سال تھی یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی عمر اٹھاون ۵۸ سال تھی۔①

## حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک:

آپ کی شخصیت کا کیا کہنا، آپ کا قدِ انور ربعہ تھا (اس لفظ رَبعَہ کا ترجمہ میں یوں ہی کر سکتا ہوں کہ آپ کا مبارک قد انتہائی جاذب نظر اور بے حد خوبصورت تھا آپ بے مثل جوان تھے) آپ کی آنکھیں انتہائی خوبصورت تھیں۔ چہرہ انور تو ایسا حسین تھا کہ کہنا ہی کیا ہے۔ آپ کا مبارک پیٹ حسن و جمال کا مرقع تھا۔ دونوں شانے چوڑے تھے (یہ خوبصورتی کی نہایت ہوتی ہے میرے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شانوں کے حسن کو بیان کرنے کے لئے الفاظ نہیں ہیں یہ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں بس اپنی حاضری اس بارگاہ اقدس میں لگوانے کے لئے لکھ رہا ہوں ورنہ میری کیا مجال کہ میں ان کی مدحت کا حق ادا کر سکوں یا ان کی شخصیت پر ایسے الفاظ سے روشنی ڈالوں جوان کی خوبصورتی کا حق ادا کرے) دونوں ہاتھ ایسے حسین تھے کہ ان کی تعریف کرنا ممکن نظر نہیں آتا بس کیا کہوں داڑھی مبارک بڑی تھی جو سینہ مبارک پر حسن و جمال کا ھالہ تھی طبیعت ایسی نفیس تھی کہ نفاست ان پر ناز کرتی تھی۔ جب چلتے تھے تو یوں لگتا تھا کہ حُسن و جمال رواں دواں ہے۔②

# شرح حدیث نمبر ۴۴

اس میں کوئی شک نہیں روئے زمین پر سب سے بہتر و افضل کلام وہی ہے جو رب کائنات کا کلام ہے یعنی قرآن حکیم اس کے بعد سب سے افضل کلام وہ ہے جو امام الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کا ہے۔ وہ اقوال، اعمال اور تقاریر یقیناً انسانیت کے لئے سراسر بھلائی ہیں۔ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے صادر ہوئیں۔ اعضاء وضو کو تین تین بار دھونا افضل ترین عمل ہے،

## علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

یہ باب جس میں وضو کرتے ہوئے اعضاء وضو کو تین تین بار دھونے کا ذکر آیا ہے۔ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضو فرمایا تو اعضاء وضو کو تین تین بار دھویا۔ اس عنوان کی احادیث

① امام حافظ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۷/۲۹۷ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

② امام حافظ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۷/۲۹۷ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ، حضرت ابو امامہ، حضرت ابی رافع، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت معاویہ، حضرت ابوھریرہ، حضرت جابر بن عبداللہ عبداللہ بن زید، حضرت ابوذر (جنذب بن جنادہ) رضی اللہ عنہم نے اسی موضوع سے متعلقہ احادیث روایت فرمائی ہیں اسی موضوع کی حدیث شریف امام طبرانی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مسند شاہین میں وارد فرمائی ہیں اس طرح امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عنوان کی حدیث ابن عیینہ عمرو بن یحیٰی اور خود یحیٰی سے عبداللہ بن زید کے طریق سے روایت کی ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی ہی حدیث حضرت مقدام بن ربیع کے حوالے سے روایت کی ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اور امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عثمان والی حدیث کو روایت کیا ہے جو اسی موضوع سے متعلق ہے۔ امام ابوعیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا یہ ہے کہ اس عنوان پر حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی حدیث احسن ہے اور زیادہ صحیح بھی ہے۔ عام اھل علم کا اس حدیث پر عمل ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک ایک بار اعضاء وضو کو دھونا یہ کفایت کرتا ہے اور فرض اتنا ہی ہے یعنی اعضاء وضو کو ایک ایک بار دھونا ہی فرض ہے۔ دو مرتبہ دھونا بہتر ہے اور تین تین بار دھونا بہت ہی بہتر ہے۔ تین مرتبہ سے زیادہ اعضاء وضو کو دھونا لغو ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں یہ اسراف کے زمرے میں آتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ گناہ سے امان کیسے پائے جو اعضاء وضو کو تین تین بار سے زیادہ دھوئے۔ امام احمد اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا یہ ہے کہ تین تین بار سے زیادہ اعضاء وضو کو کوئی عقل سے پیدل ہی دھوسکتا ہے میں نے اسی سے ترجمہ کیا ہے علامہ سرہندی کے اپنے الفاظ یہ ہے۔

گفت احمد واسحٰق زیادہ نمیکند برسہ بار شستن مگر مردے وسواس کنیدہ۔ [1]

## حضرت علی رضی اللہ عنہ کس طرح وضو فرماتے تھے:

علامہ ابوطیب سندھی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن قیس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وضو کا طریقہ روایت کیا ہے۔ ابن قیس بیان کرتے ہیں میں نے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا ایسا کہ وہ خوب صاف ستھرے ہوگئے اس کے بعد آپ نے تین مرتبہ کلی فرمائی۔ اسی طرح تین بار ناک میں پانی ڈالا، اپنے چہرہ انور کو تین مرتبہ دھویا۔ اپنی دونوں کلائیوں کو تین تین مرتبہ دھویا پھر سرِ انور کا صرف ایک مرتبہ مسح فرمایا۔

**ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ۔**

پھر حضرت علی اسد اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھویا۔

---

[1] علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۴۷ مطبوعہ کانپور ہند،

اس کے بعد آپ کھڑے ہو گئے اور وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے کھڑے ہی پی لیا اس کے بعد گویا ہوئے میں پسند کرتا ہوں کہ تم لوگ دیکھو رسول اکرم تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طہارت کس نوعیت کی تھی۔ ①

## امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر:

ہمارے تمام اکابرین نے وضو کی ترتیب اسی طرح بیان کی ہے کہ جب کوئی مسلمان نماز کی تیاری کرنے لگے تو وہ وضو اس طرح کرے کہ اولاً ہاتھوں کو دھوئے کلی کرے، ناک میں پانی ڈالے۔ (۱) سب سے پہلے اپنا چہرہ دھوئے، (۲) اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوئے، (۳) سر کا مسح کرے، (۴) دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھوئے۔

یہ ہے وہ ترتیب وضوء جو اہلسنت کے ہاں رائج ہے۔ شیعہ علماء کہتے ہیں کہ دونوں پاؤں کا مسح کرنا چاہئے میں نے چاہا تھا کہ کوئی راہ ایسی نکل آئے جس سے اس مسئلہ میں جھگڑے کا باب بند ہو جائے مگر میں نے جب شیعہ علماء کی تحریروں کو دیکھا تو نقطہ نظر بدل گیا اس سے قبل آنے والی حدیث شریف نمبر ۴۱ میں میں نے شرح و بسط کے ساتھ بات کر دی ہے۔

اس وقت مجھے صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ جب وضو کی ترتیب اور اعضاء کے دھونے اور مسح کا طریقہ حضرت امیر المومنین علی اسد اللہ الغالب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے تو پھر کسی طرح کا کوئی جھگڑا ہرگز کھڑا نہیں کرنا چاہئے چپ چاپ وہی ترتیب وضو تسلیم کر لینی چاہئے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مبارک عمل سے ثابت ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا محب بھی کہے ان پر دل و جان سے قربان بھی ہونے کا دعوٰی کرے ان کی محبت میں اپنے آپ کو غرقاب ظاہر کرے ان کے مبارک نام پر واری واری جائے۔ اٹھتا بیٹھتا ان کا ذکر خیر کرے مگر جب ان کا عمل اس شخص کے سامنے رکھا جائے جو ان کی (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی) محبت کا مدعی ہے تو وہ اس ترتیب کو تسلیم ہی نہ کرے تو کیا کیا جائے بس اتنا ہی کیا جائے گا اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے واقعی محبت ہے تو یقیناً آپ کا عمل ہی لائق حجّت ہے۔ آپ نے ایک بار فرمایا تھا۔

پوچھو مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا، مجھ سے کتاب کی بابت پوچھ لو، اللہ کی قسم میں تم کو ہر آیت کی بابت بتا دوں گا میں جانتا ہوں کہ وہ آیت رات کو نازل ہوئی یا دن کو میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ آیت سہل میں نازل ہوئی یا جبل پر۔ ②

وضو کرتے وقت جو ترتیب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قائم فرمائی ہے وہی قرآن حکیم کی عملی تفسیر ہے۔

---

① علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱ / ۴۷ مطبوعہ کانپور ہند،

② امام حافظ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۷ / ۲۹۷ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

# درسِ حدیث

ہم نے بار بار عرض کیا ہے ساری کائنات میں رب تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے افضل واعلیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں۔آپ کا کلام بھی ساری مخلوق سے ارفع واعلیٰ ہے۔حدیث شریف کا ایک ایک لفظ اپنے اندر ہزار ہا برکات لئے ہوئے ہے۔زندگی گذارنے کی جو راہیں اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ السلام نے متعین فرمائی ہیں وہی ساری انسانیت کے لئے باعث خیر و برکت ہیں۔نماز فرض عین ہے اس کی ادائیگی مسلمان مرد وعورت (عاقل وبالغ پر فرض ہے) لازم ہے نماز پڑھنے سے قبل وضو کرنا ضروری ہے اگر وضو صحیح ہوگا تو نماز ہوگی اور اگر وضو نہیں ہوگا تو نماز بھی نہیں ہوگی پیارے آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضو فرمایا تو اعضاء وضو کو تین تین بار دھویا۔(جامع ترمذی حدیث نمبر ۴۴)

## صحیح وضو کرنے سے دل چین پاتا ہے آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں:

جامع ترمذی شریف کی یہ حدیث بتاتی ہے کہ جب بندہ مومن وضو کرے تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے اعضاء وضو کو تین تین بار دھوئے۔اگر صرف ایک ایک بار ہی دھوئے گا تو اس سے وضو کے فرض ادا ہو جائیں گے اور اگر دو دو بار دھوئے گا تو یہ بہتر ہوگا اور اگر تین تین بار اعضاء وضو کو دھوئے گا تو یہ عمل بہترین ہوگا۔وضو کرتے ہوئے تین تین مرتبہ اعضاء کو دھونے سے ایک راحتِ عظیم محسوس ہوتی ہے دل چین پاتا ہے۔آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔نورِ معرفت عطا ہوتا ہے۔

آیئے ہم خود بھی وضو کرنے کا صحیح طریقہ سیکھیں اور پھر دوسروں کو بھی سکھائیں انشاء اللہ ہماری دنیا وآخرت دونوں سنور جائیں گی رب کائنات توفیق عمل عطا فرمائے۔آمین۔

# معیارِ تبلیغ

اس مصروف ترین زندگی میں سے وقت نکال کر دین کا کام کرنا واقعی بڑا ہمت کا کام ہے۔ سلام ہے ان علماء کی عظمت کو جنہوں نے اپنی ساری ساری زندگیاں ہی خدمت دین میں صرف فرمائیں۔ جہاں تک لوگوں سے داد کا تعلق ہے تو اس کی ہرگز امید نہیں رکھنی چاہیے اگر کوئی صاحب علم اس نیت سے کام کرتا ہے کہ لوگ مجھے داد دیں گے تو یہ اس کی خام خیالی ہے اس کو اس خیال سے کوسوں دور ہو جانا چاہیے۔ کام صرف اور صرف رضاء ربّ اور رضاء رسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے کرنا چاہیے۔ یہی نقطۂ نظر نافع ہے اور اسی سے تسکین قلب نصیب ہوگی۔ امید صرف اللہ تعالیٰ سے لگائی جائے، وہی مددگار ہے، وہی کارساز ہے

(ملفوظات ارشدیہ، جلد اوّل)

# باب نمبر ۳۵

## بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوُضُوْءِ مَرَّةً وَمَرَّتَيْنِ وَثَلاَثًا۔

اس باب میں اعضاءِ وضو کو ایک مرتبہ، دو مرتبہ اور تین مرتبہ دھونے کا ذکر آیا ہے۔

اس باب کے تحت دو حدیثیں آئی ہیں جن کا مضمون ایک ہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ہر ہر فرمان اپنے اندر ہزاروں برکات رکھتا ہے آیئے آپ بھی انکا مطالعہ فرمایئے دل راحت پائے گا۔ ایماں کو جلا ملے گی۔

## حدیث نمبر ۴۵

حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ مُوْسٰى الْفَزَارِيُّ، حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ اَبِيْ صَفِيَّةَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ جَعْفَر حَدَّثَكَ جَابِرٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً، وَمَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، وَثَلَاثًا ثَلَاثًا؟ قَالَ نَعَمْ

جناب ثابت بن ابی صفیہ بیان کرتے ہیں میں نے ابو جعفر یعنی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آپ سے یہ بیان کیا کہ نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضو فرمایا تو اعضاء وضو کو ایک ایک بار دو دو بار اور تین تین بار دھویا تو امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں۔

## حدیث نمبر ۴۶

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى وَرَوٰى وَكِيْعٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ اَبِيْ صَفِيَّةَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ جَعْفَرٍ حَدَّثَكَ جَابِرٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّةً؟ قَالَ نَعَمْ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ هَنَّادٌ وَقُتَيْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ ثَابِتٍ۔

وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ شَرِيْكٍ، لِاَنَّهُ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ هٰذَا عَنْ ثَابِتٍ نَحْوَ رِوَايَةِ وَكِيْعٍ، وَشَرِيْكٌ كَثِيْرُ الْغَلَطِ، وَثَابِتُ بْنُ اَبِيْ صَفِيَّةَ هُوَ اَبُوْ حَمْزَةَ الثُّمَالِيُّ۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں۔ اس حدیث شریف کو وکیع نے ثابت بن ابی صفیہ کے حوالے سے بیان کیا وہ کہتے ہیں میں نے ابو جعفر یعنی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ عمل بیان کیا کہ جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضو فرمایا تو

اعضاء وضو کو ایک ایک بار، دو دو بار اور تین تین بار دھویا تو امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا ہاں ایسا ہی ہے۔ اسی طرح هَنَّاد و قُتَیْبَة نے بیان کیا اسے وکیع نے ثابت کے حوالے سے ذکر کیا۔

یہ روایت حدیث شریک سے زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ اس کو کسی اور حوالے سے بھی روایت کیا گیا ہے جناب ثابت سے وکیع کی روایت سے بھی اس کو بیان کیا گیا ہے۔ شریک کثیر الغلط ہے اور ثابت بن ابی صفیہ سے مراد ابو حمزہ ثمالی ہے۔

# حدیث نمبر ۴۵، ۴۶ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ۱} اسمٰعیل بن موسیٰ رحمتہ اللہ علیہ:

ان کا ذکر تہذیب التہذیب میں ہے، یہ ثقہ راوی ہیں ان کی توثیق بڑے بڑے علماء فن نے کی ہے آپ بھی مطالعہ فرمالیں۔

### امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے، اسماعیل بن موسیٰ فزاری، ابو محمد اور اس طرح بھی کہا جاتا ہے ابو اسحٰق کوفی نسیب سدی۔

اسماعیل بن موسیٰ، مالک، ابراهیم ابن عیینہ اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح ان سے امام بخاری، امام ابو داود، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام ابن خزیمہ، اور ابو یعلیٰ روایت کرتے ہیں۔ ابن ابی حاتم بیان کرتے ہیں میں نے اپنے والد گرامی سے پوچھا کہ اسمٰعیل بن موسیٰ کیسے راوی ہیں تو انہوں نے فرمایا صدوق ہیں۔ مُعین کہتے ہیں اسماعیل بن موسیٰ صدوق راوی ہیں، امام نسائی فرماتے ہیں ان کی روایت قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ البتہ یہ کبھی کبھی خطا کرتے ہیں۔

### اسماعیل بن موسیٰ کی وفات:

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اسماعیل بن موسیٰ کی وفات ۲۴۵ھ کو ہوئی۔ ①

① امام حافظ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱/ ۲۹۲ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

## ۲} شریک بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ تہذیب التہذیب میں کیا گیا ہے۔ یہ ثقہ راوی ہیں ان کو بڑے بڑے ائمہ فن نے مضبوط راوی قرار دیا ہے آپ بھی پڑھ لیں۔

## امام حافظ ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے۔شریک بن عبداللہ بن ابی شریک نخعی، ابوعبداللہ کوفی قاضی۔

شریک بن عبداللہ ایک جماعتِ کثیر سے روایت کرتے ہیں اور اسی طرح ان سے بھی ایک بڑی جماعت روایت کرتی ہے۔ابن ھیثم ابن معین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ شریک ثقہ راوی ہیں۔ابن معین ہی بیان کرتے ہیں وہ اس طرح کہ یحییٰ قطان نے شریک بن عبداللہ کو ثقہ قرار دیا ہے۔معاویہ بن صالح ابن معین کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں کہ شریک صدوق ثقہ ہیں۔امام عجلی کوفی کہتے ہیں شریک بن عبداللہ ثقہ راوی ہیں حسن الحدیث ہیں۔یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں شریک ثقہ صدوق ہیں امام نسائی فرماتے ہیں شریک بن عبداللہ کی روایت قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

## شریک بن عبداللہ کی وفات:

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شریک بن عبداللہ ۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور ان کی وفات ۱۷۷ھ میں ہوئی۔①

## ۳} ثابت بن ابی صفیہ رحمۃ اللہ علیہ:

امام ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ نے ان پر جرح نقل کی ہے۔ان کو ضعیف کہا ہے۔② (میں نے کئی بار پہلے بھی کہا ہے کہ اگر ایک حدیث کی سند میں کوئی ضعیف راوی آ بھی جائے لیکن اس متن کی دوسری احادیث قوی وثقہ راویوں سے وارد ہو چکی ہوں تو اس طرح اس حدیث کا ضعف بھی نکل جاتا ہے۔

## ۴} ابو جعفر رضی اللہ عنہ:

ان کا تذکرہ تہذیب التہذیب میں ہے۔یہ حضرت ائمہ اہلبیت میں سے ہیں ان کے فضائل وکمالات کا ذکر بڑے والہانہ انداز میں کیا گیا ہے۔

---

1 امام حافظ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۴ / ۲۹۳ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

② امام حافظ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۴ / ۷ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا نام ونسب اس طرح ہے۔ محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ھاشمی ابوجعفر الباقر رضی اللہ عنہم۔
حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی، اپنے دادا حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور والد کے دادا جان حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کرتے ہیں۔ اپنے والد گرامی کے چچا جان حضرت محمد بن حنفیہ سے، اپنے دادا کے چچا کے بیٹے حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے بھی روایت کرتے ہیں۔ حضرت سمرہ بن جندب، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوھریرہ، حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ، حضرت سیدہ ام سلمہ، حضرت ابوسعید خدری، حضرت جابر، حضرت انس رضی اللہ عنہم ابراھیم بن سعد بن ابی وقاص، سعید بن مسیب عبداللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہم اور ایک جماعت سے مرسلاً روایت کرتے ہیں۔
حضرت ابوجعفر یعنی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ان کے شہزادے حضرت امام جعفر صادق، اسحٰق سبیعی، امام زہری امام اوزاعی، امام اعمش اور ایک جماعت روایت کرتی ہے ابن سعد کہتے ہیں امام محمد باقر رضی اللہ عنہ ثقہ کثیر الحدیث ہیں۔ امام عجلی مدنی تابعی کہتے ہیں امام ابوجعفر محمد باقر ثقہ ہیں۔ ابن برقی کا کہنا یہ ہے کہ امام محمد باقر فقیہ اھل مدینہ ہیں۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا ذکر فقہاء مدینہ شریف میں کیا ہے۔ ① (ان کی ولادت میں اختلاف ہے جو اقوال امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمائے ہیں ان کو ذکر کرنے کے بعد وہ خود بھی ان سے مطمئن نہیں ہیں۔

## ۵} جابر رضی اللہ عنہ:

یہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں یعنی جلیل القدر صحابی رسول (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) ہیں۔ اب میں ان کے فضائل وکمالات کا مختصراً تذکرہ کرتا ہوں آپ بھی مطالعہ فرمائیں انشاء اللہ روحانی سکون میسر آئے گا۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا پورا نام ونسب یوں ہے۔ جابر بن عبداللہ بن عمر ابن حرام بن ثعلبہ خزرجی سلمی ابو عبداللہ۔ اس طرح بھی کہا جاتا ہے ابوعبدالرحمن اور یوں بھی کہا جاتا ہے ابومحمد۔
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابوعبیدہ، حضرت طلحہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عمار بن یاسر، حضرت خالد بن ولید، حضرت بردہ بن نیار، حضرت ابوقتادہ، حضرت ابوھریرہ، حضرت ابوسعید، حضرت عبداللہ بن انیس، حضرت ابوحمید

① امام حافظ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ تھذیب التھذیب ۹/ ۳۱۱ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

ساعدی، حضرت ام شریک، حضرت ام مالک، حضرت ام مبشر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں (یہ سب صحابہ وصحابیات ہیں) حضرت ام کلثوم بنت ابی بکر صدیق سے بھی روایت کرتے ہیں یہ بی بی تابعات میں سے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ان کی مبارک اولاد، عبدالرحمن، عقیل، محمد، سعید بن مسیب ابو جعفر الباقر رضی اللہ عنہم اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔ ابو معاویہ نے امام اعمش اور ابوسفیان کے حوالے سے حضرت جابر بن عبداللہ کے غزوہ بدر میں شامل ہونے کا ذکر کیا ہے لیکن علامہ واقدی نے اس کا انکار کیا ہے ذکریا بن اسحق کہتے ہیں ابوزبیر نے یہ بیان کیا کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ہمراہی میں انیس [19] غزوات میں شرکت کی۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں غزوہ بدر اور اُحد میں حاضر نہ ہوسکا اس کی وجہ یہ تھی کہ مجھے میرے والد گرامی نے منع کر دیا تھا۔ جب حضرت عبداللہ شہید ہوگئے (وہ غزوہ اُحد میں شہید ہوئے تھے) تو اس کے بعد میں نے تمام غزوات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ شرکت کی۔ امام مسلم نے روایت کیا حماد بن سلمہ حضرت ابوزبیر اور خود حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے لیلۃ البعیر کے موقعہ پر میرے لئے پچیس ۲۵ مرتبہ بخشش کی دعا فرمائی۔

وکیع نے ھشام بن عروہ کے حوالے سے بیان کیا کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا حلقہ مسجد میں لگتے دیکھا وہاں لوگ ان سے سوال کرتے تھے اور وہ ان کو جواب دیتے تھے۔

## حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات حسرت آیات:

ابن سعد اور ھیثم کا بیان ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات ۷۳ھ کو ہوئی۔ محمد بن یحییٰ بن حبان کہتے ہیں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات ۷۷ھ کو ہوئی۔ اس طرح امام ابو نُعَیم کا قول بھی ملتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت جابر بن عبداللہ کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر ۹۴ سال تھی ان کی نماز جنازہ حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ نے پڑھائی حضرت جابر بن بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخری صحابی ہیں جن کا انتقال مدینہ شریف میں ہوا۔ (۱)



(۱) امام حافظ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۲ / ۷۳ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

# شرح حدیث نمبر ۴۵،۴۶

اس حدیث شریف میں وضو کرتے وقت اعضاء کا ایک ایک مرتبہ، دو دو مرتبہ اور تین تین مرتبہ دھونا ذکر ہوا ہے۔ یہ کیفیت کسی ایک وضو کی نہیں ہے بلکہ مختلف اوقات میں کئے جانے والے وضوؤں کو بیان کرتی ہے۔ دراصل اس حدیث شریف سے ماقبل جو روایات آئی ہیں ان میں تفصیلاً ان کا تذکرہ ہو چکا ہے میں نے شرح و بسط سے وہاں بات کی ہے۔ مختصراً یہاں بھی کچھ لکھ دیتا ہوں۔

## علامہ ابو طیب سندھی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یہ باب جس میں اعضاءِ وضو کو ایک بار، دو بار اور تین بار دھونے کا ذکر آیا دراصل ان تمام احادیث کا اکٹھا بیان ہے جن میں اعضاءِ وضو کو مختلف اوقات میں مختلف طریقہ سے دھونے کا تذکرہ ہوا ہے۔ جو کچھ ابواب ثلثہ میں ذکر کیا گیا ہے اس کو یہاں ایک ہی باب میں بیان کر دیا گیا ہے یعنی تین بابوں کے مضمون کو ایک ہی باب میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اس باب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مختلف اوقات کے وضوؤں کا تذکرہ کر دیا گیا ہے۔ ابو جعفر سے مراد حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ ہیں ان سے پوچھا گیا تھا کہ کیا آپ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا تو حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے۔

## اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم:

اللہ تعالیٰ ہمارے بزرگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے اپنے آقا و مولیٰ علیہ السلام کی ایک ایک ادا کو محفوظ کر دیا۔ ہماری خوش نصیبی کہ ہمیں اپنے پیارے حبیب علیہ السلام کی مبارک سنتوں کو سمجھنے کے لئے آسانیاں ہو گئیں۔ ہمیں عبادات کا طریقہ بتایا۔ اللہ تعالیٰ سے رابطہ کرنے کا ڈھنگ سکھایا اور اپنے خالق سے رجوع کرنے کا درست زاویہ عطا فرمایا۔ مسائل وضو کو اس طرح کھول کھول کر اور بین کر کر کے بیان فرمایا کہ ایک مسلمان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔ یہ ہم پر ہمارے اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔

# درسِ حدیث

یقین فرمائیں رسول اکرم تاجدار عرب وعجم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رسالت عامہ عطا فرمائی ہے ساری کائنات میں اپنی ربوبیت کے ساتھ اپنے محبوب کی رسالت کو نشر فرمایا ساری انسانیت کو اپنی معرفت عطا کرنے کے لئے اپنے محبوب کی جانب متوجہ کیا اور ان کی ایک ایک ادا کو باعث برکت قرار دیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔

جناب ثابت بن ابی صفیہ بیان کرتے ہیں میں نے ابوجعفر یعنی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آپ سے یہ بیان کیا کہ نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضو فرمایا تو اعضاء وضو کو ایک ایک بار دو دو بار اور تین تین بار دھویا تو امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں۔ (جامع ترمذی حدیث نمبر ۴۵)

## ذہنی مریض:

ہمیں بھی چاہئے کہ ہم سنت مقدسہ کو اپنائیں۔ یاد رہے کہ ایک ایک بار اعضاء وضو کو دھونا فرض ہے۔ دو دو بار دھونا سنت ہے اور اسی طرح تین تین بار دھونا بھی سنت ہے۔ افضلیت اسی میں ہے کہ اعضاء وضو کو تین تین بار دھویا جائے یہی سنت ہے اس سے زیادہ مرتبہ دھونا منع ہے بلکہ اگر تین تین مرتبہ سے بھی زیادہ کوئی دھوتا ہے تو اس کو حدیث شریف میں ذہنی مریض کہا گیا ہے لہٰذا اگر کوئی شخص بار بار ہاتھ دھوئے اور پاؤں دھوئے یا بار بار منہ دھوئے اور اسے تین تین مرتبہ دھونے کے بعد بھی تسلی نہ ہو تو اس کو علاج کروانا چاہئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو سنت مطہرہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

# باب نمبر ۳۶

## بَابٌ فِيمَنْ تَوَضَّأَ بَعْضَ وُضُوئِهٖ مَرَّتَيْنِ وَبَعْضَهٗ ثَلَاثًا۔

اس باب میں اس بات کا تذکرہ کیا گیا دورانِ وضو بعض اعضا کو دو مرتبہ دھولیا جائے اور بعض کو تین مرتبہ۔

اس باب کے تحت ایک ہی حدیث شریف آئی ہے اس کا تعلق وضو جیسے عظیم عمل سے ہے۔
آیئے آپ بھی اس کا مطالعہ فرمائیں دلی راحت ملے گی۔ روح چین پائے گی۔

# حدیث نمبر ۴۷

حَدَّثَنَا ابنُ اَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بنِ يَحْيٰى، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهٖ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ

قَالَ اَبُو عِيْسٰى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ ذُكِرَ فِي غَيْرِ حَدِيثٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ بَعْضَ وُضُوئِهٖ مَرَّةً وَبَعْضَهُ ثَلَاثًا

وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِي ذٰلِكَ لَمْ يَرَوْا بَأْسًا أَنْ يَتَوَضَّأَ الرَّجُلُ بَعْضَ وُضُوئِهٖ ثَلَاثًا، وَبَعْضَهُ مَرَّتَيْنِ أَوْ مَرَّةً۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضوفرمایا تو اپنے چہرہ انور کو تین بار دھویا۔ دونوں ہاتھوں کو دو مرتبہ دھویا۔ سرِ اقدس کا مسح فرمایا اور دونوں پاؤں کو دھویا۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث (فنی اعتبار سے) حسن صحیح ہے۔ اس کے علاوہ اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ نبی اکرم تاجدارِ عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضوفرمایا بعض اعضاءِ وضو کو ایک بار دھویا اور بعض کو تین بار۔

بعض اہل علم نے اس چیز کی رخصت دی ہے وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ کوئی شخص وضو کرتے وقت بعض اعضاءِ وضو کو تین بار دھوئے بعض کو دو بار یا ایک بار دھوئے۔

# حدیث نمبر ۴۷ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ۱} ابن ابی عمر رحمتہ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۲۹ کے تحت ہو چکا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

### ۲} سُفیان بن عُیینہ رحمتہ اللہ علیہ:

ان کا ذکر حدیث نمبر ۸ کے تحت کیا گیا ہے آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ کرلیں۔

### ۳} عمرو بن یحییٰ رحمتہ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۲۸ کے تحت کیا جا چکا ہے اگر آپ پسند فرمائیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

### ۴} ابیہ یعنی یحییٰ بن عمارہ رحمتہ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۲۸ کے تحت ہو چکا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ کرلیں۔

### ۵} عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۲۸ کے تحت ہو چکا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

# شرح حدیث نمبر ۴۷

زندگی گذارنے کا وہ طریقہ جو اسلام نے دیا ہے دنیا بھر کے مذاہب سے افضل واعلیٰ ہے اسلام نے اپنے ماننے والوں پر نماز کو فرض قرار دیا ہے نماز پڑھنے سے پہلے اس کی تیاری کا حکم صادر فرمایا، وضو کو نماز پڑھنے کے لئے ضروری قرار دیا وضو کا طریقہ قرآن حکیم میں تعلیم فرمایا جیسا کہ اپنے مقام پر بڑی شرح وبسط کے ساتھ اس پر بات کردی گئی ہے۔ اب ہم حدیث نمبر ۴۷ کی شرح کے حوالے سے کچھ رقم کررہے ہیں آپ بغور مطالعہ فرمالیں انشاء اللہ نافع ہوگا۔

## علامہ امام بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

شرح بخاری یعنی عمدۃ القاری میں حضرت علامہ نے ایک عنوان قائم فرمایا ہے۔اس کی سرخی اس طرح رقم کی ہے۔

## بیان استنباط احکام، احکام کو واضح کرنے کا انداز:

دراصل یہ حدیث شریف وضو کی تعریف میں اصلِ عظیم کا درجہ رکھتی ہے۔وضوء کرتے وقت اعضاءِ وضو کا ایک ایک مرتبہ دھونا واجب (فرض) ہے اور اس سے زیادہ مرتبہ اگر دھویا جائے تو یہ سنت ہے اس لئے کہ احادیث میں آیا ہے کہ اعضاء وضو کو دھویا جائے تین تین بار، ایک ایک بار اور دو دو بار، بعض اعضاء وضو کو تین تین بار دھویا جائے بعض کو دو دو بار اور بعض کو ایک ایک بار۔اس انداز میں وضو کرنے سے جو اختلاف رونما ہو رہا ہے وہ یہی ہے کہ یہ انداز بتاتا ہے تمام اعضاءِ وضو کو دھویا جائے یہ دلیل جواز ہے رہا یہ امر کہ کتنی بار دھویا جائے تو تین مرتبہ دھونا کمال پر دلالت کرتا ہے اور ایک مرتبہ دھونا کفایت پر دلالت کرتا۔ ①

## علامہ سراج احمد حنفی سرہندی لکھتے ہیں:

یہ جو باب ہے اس میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ وضو کرتے وقت بعض اعضاء وضو کو دو دو بار دھونا اور بعض کو تین تین بار۔

حدیث شریف میں آیا رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضو فرمایا تو آپ علیہ الصلوٰۃ السلام نے اپنے چہرہ انور کو تین تین بار دھویا، اور دونوں ہاتھوں کو دو دو بار دھویا۔سر اقدس کا مسح فرمایا اور دونوں پاؤں کو دھویا۔②

## امام علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہاں جہاں تک اس بات کا تعلق ہے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سفیان بن عیینہ کے طریق سے حضرت عبداللہ بن زید والی حدیث وارد کی ہے اس میں دونوں ہاتھوں اور پاؤں کے دھونے کا ذکر صیغہ تثنیہ کے ساتھ کیا گیا ہے لہذا ہاتھوں اور پاؤں کو دو دو بار دھولیا جائے سر انور کے مسح کا ذکر صرف ایک ہی بار آیا ہے اور چہرہ اطہر کو دھونے کا ذکر تین مرتبہ آیا ہے اس روایت میں نظر ہے ہم عنقریب اس کی شرح کریں گے جہاں تک حضرت عبداللہ بن زید والی حدیث شریف کا تعلق ہے جو بعض اعضاء دھونے والے باب میں مذکور ہوا ہے جیسے ایک مرتبہ دھونا اور بعض اعضاء

---

① امام علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی م ۸۵۵ھ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ۳/۱۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ بلوچستان پاکستان،

② علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۵۷ مطبوعہ کانپور ہند،

وضو کو دو مرتبہ دھونا اور بعض کو تین مرتبہ دھونا اس مضمون کی حدیث امام ابو داؤد نے وارد کی امام ترمذی بھی اسی طرح لائے۔امام ابن حبان نے اس حدیث کی تصحیح کی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے انہوں نے ذکر کیا ہے کہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضو فرمایا تو اعضاء وضو کو دو دو مرتبہ ہی دھویا۔اور یہ شاھد قوی حدیث مذکورہ کی صحت کے لئے ہے۔[1]

## صحیح تر حدیث شریف ہمارے لئے نافع ہے:

میں نہایت ادب سے عرض کرنا چاہوں گا احادیث مبارکہ میں جن جن اعمال کا ذکر آیا ہے اور جس جس طرح آیا ہے وہ اس طرح ہی ہمارے لئے نافع ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے امین۔

## درس حدیث

جو کمال ربّ کائنات نے اپنے محبوب علیہ السلام کو عطا فرمایا وہ کسی دوسرے کو ہرگز نہ دیا اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاتم الانبیاء بنا کر بھیجا اور آپ کے بعد نبوت ورسالت کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کردیا ساری انسانیت کی قیامت تک رہنمائی صرف اور صرف در مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ہی ہوگی۔یقینا جس کسی کو جو ملا تھا وہ اسی بارگاہ اقدس کا تصدق تھا۔جو مل رہا ہے وہ اس دربار کی خیرات ہے اور قیام قیامت تک جو کچھ ملے گا وہ اس بارگاہ اقدس ہی کے طفیل سے ہوگا۔نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ایک ایک فرمان اقدس ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ہمارے ایمان کی جان ہے اور ہماری بے قراریوں کا علاج ہے حدیث شریف میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضو فرمایا تو اپنے چہرہ اطہر کو تین بار دھویا دونوں پاؤں کو دو مرتبہ دھویا اور سرِ انور کا مسح فرمایا اور دونوں ہاتھوں کو دھویا (جامع ترمذی شریف حدیث نمبر ۴۷)

## اعضاء وضو کو تین مرتبہ سے زیادہ دھونا اسراف ہے:

تمام اعضاء وضو کو ایک ایک بار دھونا فرض ہے۔اس سے زیادہ مرتبہ اگر دھویا جائے تو سنت ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ایک ایک بار دھونا آیا ہے اسی طرح دو دو بار دھونے کا تذکرہ بھی حدیث شریف میں ہوا ہے پھر تین تین بار اعضاء وضو کو دھونے کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے۔بس اعضاء وضو کو تین مرتبہ تک ہی دھونا چاہئے اس سے زیادہ مرتبہ دھونا اسراف ہوگا لہذا تین تین مرتبہ سے تجاوز نہ کیا جائے۔

آیئے ہم سب مل کر خود حدیث شریف کو پڑھیں سنیں اور دوسروں تک اس کو پہنچانے کا اہتمام کریں اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے۔امین۔

---

① امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ فتح الباری شرح صحیح بخاری ۱/ ۳۴۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی،

# معیارِ دُعا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ آئے اور فرمایا میں آپ کو وظیفہ دلا دوں؟ فرمایا اس کی ضرورت نہیں، فرمایا طبیب کا بندوبست کر دوں؟ جواب دیا طبیب نے تو مجھے بیمار کر رکھا ہے۔ وظیفے کی مجھے ضرورت نہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہاری لڑکیوں کے کام آجائے گا فرمایا کیا آپ کو میری لڑکیوں کے محتاج ہو جانے کا اندیشہ ہے ایسا نہیں ہوگا کیونکہ میں نے ان کو ہر رات سورہ واقعہ پڑھنے کا حکم دے رکھا ہے۔ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا جو شخص ہر رات سورہ واقعہ پڑھ لیا کرے اس کو کبھی فاقہ نہ ہوگا۔

(فیوض النبی شرح جامع ترمذی، جلد اوّل)

# باب نمبر ۳۷

## بَابٌ فِي وُضُوءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَيْفَ كَانَ؟

اس باب میں نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وضو فرمانے کی کیفیت کا بیان ہے۔

اس عنوان کے تحت دو مبارک حدیثیں آئی ہیں دونوں اپنی اپنی جگہ جوہر نایاب کی حیثیت رکھتی ہیں۔

آیئے آپ بھی ان کا مطالعہ فرمایئے دل وجان مسرور ہوں گے۔ اشاعتِ دین کا جذبہ پیدا ہوگا۔

# حدیث نمبر ۴۸

حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ وَهَنَّادٌ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ، عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ، عَنْ اَبِیْ حَیَّةَ قَالَ رَاَیْتُ عَلِیًّا تَوَضَّاَ فَغَسَلَ كَفَّیْهِ حَتّٰی اَنْقَاهُمَا، ثُمَّ مَضْمَضَ ثَلَاثًا، وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا، وَذِرَاعَیْهِ ثَلَاثًا، وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ مَرَّةً، ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَیْهِ اِلَی الْكَعْبَیْنِ، ثُمَّ قَامَ فَاَخَذَ فَضْلَ طَهُوْرِهٖ فَشَرِبَهٗ وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ قَالَ اَحْبَبْتُ اَنْ اُرِیَكُمْ كَیْفَ كَانَ طُهُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، وَفِی الْبَابِ عَنْ عُثْمَانَ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَیْدٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، وَعَائِشَةَ، وَالرُّبَیِّعِ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَیْسٍ۔

ابوحیہ بیان کرتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا یہاں تک کہ وہ خوب ستھرے ہو گئے۔ پھر آپ نے تین مرتبہ کلی فرمائی، تین ہی مرتبہ ناک میں پانی چڑھایا۔ چہرہ انور تین مرتبہ دھویا۔ دونوں کلائیوں کو تین بار دھویا، سر اقدس کا مسح ایک ہی مرتبہ فرمایا پھر دونوں پاؤں کو دھویا ٹخنوں سمیت، اس کے بعد آپ کھڑے ہو گئے۔ وضو کا بچا ہوا پانی لیا اور اس کو کھڑے کھڑے نوش فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا میں اس چیز کو محبوب رکھتا ہوں کہ تمہیں بتاؤں رسول اکرم تاجدارِ عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم وضو کیسے فرماتے تھے
اس باب میں حضرت عثمان، حضرت عبداللہ بن زید، حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت بی بی ربیع اور حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث آئی ہیں۔

# حدیث نمبر ۴۸ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ۱} قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ا کے تحت ہو چکا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ کر لیں۔

### ۲} ھناد رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا ذکر حدیث نمبر ا کے ضمن میں ہو چکا ہے آپ وہاں سے پڑھ لیں۔

### ۳} ابوالاحوص رحمۃ اللہ علیہ:

ان کے احوال کا تذکرہ تہذیب التہذیب میں ہے یہ ثقہ ثبت راوی ہیں ان کو بڑے بڑے ائمہ فن نے خراج تحسین پیش کیا ہے آپ بھی پڑھ لیں۔

### امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے۔سلام بن سُلیم الحنفی مولاھم ابوالاحوص الکوفی الحافظ۔

ابوالاحوص ابی اسحٰق السبیعی ،عاصم بن سلیمان،امام اعمش اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں ان سے قتیبہ، وکیع ،ھناد اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

ابن مھدی کا کہنا یہ ہے کہ ابوالاحوص شریک سے زیادہ مضبوط راوی ہیں ابن ابی خیثمہ نے جناب ابن معین کے حوالے سے بیان کیا کہ ابوالاحوص ثقہ ہیں اور علوم وفنون میں مہارت رکھنے والے ہیں امام ابوحاتم نے امام عجیلی کے واسط سے بیان کیا کہ ابوالاحوص ثقہ ہیں صاحب السنہ واتباع ہیں، امام ابوزرعہ اور امام نسائی کہتے ہیں ابوالاحوص ثقہ ہیں۔عبدالرحمٰن بن ابی حاتم اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ابوالاحوص صدوق ہونے کے ساتھ ساتھ علوم وفنون میں بھی ماہر تھے ابن سعد کہتے ہیں ابوالاحوص کثیر الحدیث ہیں، صالح ہیں امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ابن خلفون سے نقل کیا گیا ہے ابن نمیر نے بھی ابوالاحوص کی توثیق کی ہے۔

## ابوالاحوص کی وفات:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں مجھ سے عبداللہ بن ابی الاسود نے ذکر کیا کہ ابوالاحوص کی وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی۔①

## ۴} ابواسحٰق رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۱۷ کے تحت ہو چکا آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

## ۵} ابی حیّہ رضی اللہ عنہ:

ان کے فضائل وکمالات کا ذکر حدیث نمبر ۴۴ کے تحت ہو چکا وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔ ان کے احوال کا تذکرہ پڑھ کر دل راحت پائے گا آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔

# حدیث نمبر ۴۹

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَهَنَّادٌ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، ذَكَرَ عَنْ عَلِيٍّ مِثْلَ حَدِيثِ أَبِي حَيَّةَ. إِلَّا أَنَّ عَبْدَ خَيْرٍ قَالَ كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنْ طُهُورِهِ أَخَذَ مِنْ فَضْلِ طَهُورِهِ بِكَفِّهِ فَشَرِبَهُ

قَالَ أَبُو عِيسٰى حَدِيثُ عَلِيٍّ رَوَاهُ أَبُو إِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ أَبِي حَيَّةَ، وَعَبْدِ خَيْرٍ، وَالْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ، وَقَدْ رَوَاهُ زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، عَنْ عَلِيٍّ حَدِيثَ الْوُضُوءِ بِطُولِهِ، وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَرَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَلْقَمَةَ، فَأَخْطَأَ فِي اسْمِهِ وَاسْمِ أَبِيهِ، فَقَالَ

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۴/۲۴۸ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

مَالِكُ بنُ عُرْفُطَةَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ وَرُوِيَ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ، عَنْ خَالِدِ بنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، عَنْ عَلِيٍّ، وَرُوِيَ عَنْهُ، عَنْ مَالِكِ بنِ عُرْفُطَةَ، مِثْلَ رِوَايَةِ شُعْبَةَ وَالصَّحِيحُ خَالِدُ بنُ عَلْقَمَةَ

جناب عبد خیر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حدیث بیان فرمائی ہے اور وہ بعینہ ابوحیّہ کی حدیث جیسی ہے، (مگر اس میں الفاظ کا تھوڑا سا تغیر ہے) وہ کہتے ہیں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ وضو کر کے فارغ ہوئے تو انہوں نے وضو کا بچا ہوا پانی لیا، اس کو چلو میں ڈال کر نوش فرمالیا۔

امام ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ابواسحٰق ہمدانی نے ابوحیّہ، عبد خیر اور حارث کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ اسی حدیث شریف کو زائدہ بن قدامہ اور دوسرے راویوں نے خالد بن علقمہ اور عبد خیر کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ڈائریکٹ روایت کیا یہ وہی حدیث شریف ہے جس میں وضو کا ذکر آیا ہے اور یہ حدیث طویل ہے۔ یہ حدیث (فنی اعتبار سے) حسن صحیح ہے۔ شعبہ نے اس حدیث شریف کو خالد بن علقمہ کے حوالے سے بیان کیا ہے روایت کرتے وقت ان سے راوی اور ان کے والد کے نام میں خطا ہوگئی ہے چنانچہ انہوں نے اس روایت کو مالک بن عرفطہ عبد خیر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کر دیا امام ترمذی فرماتے ہیں اس حدیث شریف کو ابوعوانہ نے بھی خالد بن علقمہ اور عبد خیر کے واسطہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس میں بھی مالک بن عرفطہ کا ذکر ہے جس طرح شعبہ کی روایت میں ہے اور درست بات یہ ہے کہ نام خالد بن علقمہ ہے۔

# حدیث نمبر ۴۹ کی فنی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ۱} قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ا کے تحت ہو چکا آپ چاہیں تو وہاں سے دیکھ لیں۔

### ۲} ھناد رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا ذکر بھی حدیث نمبر ا ہی کے زمرے میں ہو چکا آپ پسند فرمائیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

### ۳} ابوالاحوص رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۴۸ کے تحت کیا گیا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

## ۴﴾ ابواسحٰق رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۱۷ کے تحت ہو چکا اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

## ۵﴾ عبد خیر رحمۃ اللہ علیہ:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ تہذیب التہذیب میں ہے یہ ثقہ راوی ہیں ان کی توثیق بڑے بڑے علماءِ فن نے کی ہے آپ بھی پڑھ لیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے، عبد خیر بن یزید، اس طرح بھی کہا جاتا ہے ابن بجید جوینی بن عبد عمرو ابن معدیکرب بن الصائد الھمد انی ابوعمارہ الکوفی۔

عبد خیر نے جاہلیت کا زمانہ پایا تھا یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت تو کرتے ہیں مگر ان سے سماع کا تذکرہ نہیں کرتے۔ یہ صاحب حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت علی، حضرت زید بن ارقم اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھم وعنھا سے روایت کرتے ہیں۔ اور ان سے ابن مُسیّب، ابواسحٰق خالد بن علقمہ بن مرثد عطا بن سائب رضی اللہ عنھم اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

امام عثمان دارمی امام یحییٰ بن معین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں عبد خیر ثقہ راوی ہیں امام عجلی کوفی تابعی کہتے ہیں عبد خیر ثقہ راوی ہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ابوجعفر اور محمد بن حسین بغدادی کہتے ہیں ہم نے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ عبد خیر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے میں مضبوط راوی ہیں تو انہوں نے ان کا ذکر ثقات میں کیا خطیب (بغدادی) کہتے ہیں کہ عبد خیر کا نام عبدالرحمٰن ہے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے عبد خیر کا ذکر کوفہ کے تابعین میں سے طبقہ اولیٰ میں کیا ہے۔ امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات تابعین میں کیا ہے۔ ①

## ۶﴾ حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا علیہ السلام:

ان کے فضائل وکمالات کا مختصر تذکرہ حدیث نمبر ۴۴ کے تحت ہو چکا ہے آپ وہاں سے مطالعہ فرمالیں راحت ہوگی۔ دل وجان مسرور ہوں گے۔

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۶ / ۱۱۳ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

# شرح حدیث نمبر ۴۸، ۴۹

زندگی گذارنے کا جو طریقہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو سکھایا ہے وہ یقیناً تمام نظامہائے زندگی کے مقابلے میں بہترین ہے۔ اسلام پاکیزہ دین ہے نفاست اسلام کا طرہ امتیاز ہے علامہ سراج احمد حنفی لکھتے ہیں۔

## وُضو کرنے کی ترتیب:

اس باب میں اس مبارک عمل کا تذکرہ ہے کہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم وضو کیسے فرماتے تھے۔ ابوحیّہ بیان کرتے ہیں میں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا۔ آپ علیہ السلام نے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا یہاں تک کہ وہ دونوں خوب صاف ستھرے ہو گئے۔ پھر آپ نے منہ میں پانی ڈال کر کلی فرمائی یہ عمل تین مرتبہ فرمایا۔ ناک مین پانی بھی تین ہی مرتبہ چڑھایا۔ چہرہ انور کو تین مرتبہ دھویا۔ دونوں کلائیوں کو بھی تین ہی مرتبہ دھویا۔ سر مبارک کا مسح ایک بار کیا پھر دونوں پاؤں کو دھویا، ٹخنوں سمیت۔

**ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ۔** ①

شاید پاؤں کا دھونا ایک ہی بار تھا۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے وضو کا بچا ہوا پانی لیا اور اس کو کھڑے کھڑے ہی نوش فرمایا۔ اس کے بعد حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میں اس بات کو محبوب رکھتا ہوں کہ تمہیں بتاؤں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا وضو کس نوعیت کا تھا میں نے جو وضو کیا ہے وہ بالکل حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مشابہ ہے۔ اس حدیث شریف سے چند فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ وضو کرنے کی ترتیب معلوم ہوتی ہے۔

۲۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سر کا مسح ایک ہی بار کرنا چاہئے۔

۳۔ وضو بیٹھ کر کرنا چاہئے، (دونوں پاؤں کو دھونے کا ثبوت بھی ملتا ہے)

۴۔ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پی لینا چاہئے۔

اس باب میں حضرت عثمان، حضرت عبداللہ بن زید، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمرو حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت سیدہ ربیع اور عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنھم جیسے اجلہ صحابہ کرام سے بھی احادیث مروی ہیں۔

---

① علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۵۷ مطبوعہ کانپور ہند،

قتیبہ اور ھناد نے بیان کیا ابوالاحوص نے ابی اسحٰق، عبد خیر کے واسطہ سے حضرت علی علیہ السلام سے حدیث روایت کی جو بالکل حدیث ابی حیہ ہی کی طرح ہے مگر اس کی عبارت میں ذرا فرق ہے وہ یہ کہ،

كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنْ طُهُوْرِهٖ أَخَذَ مِنْ فَضْلِ طَهُوْرِهٖ بِكَفِّهٖ فَشَرِبَهٗ۔ ①

## علامہ ابوطیب سندھی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے حضرت علی علیہ السلام نے دونوں ہاتھوں کو دھویا یہاں تک کہ وہ خوب ستھرے ہو گئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے میل کو ہاتھوں سے زائل فرمایا دوسری روایات میں تین بار دھونے کا ذکر ہے اس لئے یہ عمل بھی تثلیث پر دلالت کرتا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ نفاست تین مرتبہ دھونے ہی کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی۔ جہاں تک ذراعیہ یعنی دونوں کلائیوں کا تعلق ہے تو وہ معطوف ہے علی وجھہ پر اور ظاہراً تو اس کا تقاضا یہی ہے کہ صرف کلائیوں ہی کو دھونے پر اکتفا کیا جائے اور ہاتھوں کو دھونے کا اعادہ نہ کیا جائے اس لئے کہ انہیں پہلے دھویا جا چکا ہے۔ اس کے بعد علامہ نے ایک لمبی بحث فرمائی ہے پھر لکھتے ہیں بعض مشکوٰۃ کے شراح نے صراحت کی ہے کہ مرفقین کی وضاحت یہ ہے انگلیوں کے پوروں سے لے کر کہنیوں سمیت ہی کو دھویا جائے۔ ②

## ترتیب وضو میں حضرت علی علیہ السلام کی حدیث حجّت ہے:

وضو کرنے کی کتنی اہمیت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بطور خاص وضو کر کے دکھایا اور پھر اس عمل کو لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہوئے بتایا کہ یہ وہی طریقہ وضو ہے جو رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ہے۔ جو ترتیب وضو اس حدیث شریف میں مذکور ہوئی ہے وہی حجّت ہے۔

---

① علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۶/۷ مطبوعہ کانپور ہند،

② علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۶/۷ مطبوعہ کانپور ہند،

# درسِ حدیث

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع کے باب نمبر ۳۷ میں دو مبارک حدیثیں وارد فرمائی ہیں میں نے شرح ترمذی میں ان پر تفصیلی گفتگو کی ہے اور اب یہاں برکت کے لئے اختصاراً ان کا تذکرہ کر رہا ہوں۔ حضرت علی علیہ السلام نے وضو فرمایا اور پھر اٹھ کر کھڑے ہو گے۔ حدیث شریف میں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب وضو فرما چکے تو آپ اٹھ کر کھڑے ہو گئے وضو کا بچا ہوا پانی لیا اور اس کو کھڑے کھڑے ہی نوش فرما لیا۔ (جامع ترمذی حدیث نمبر ۴۸، ۴۹)

## نورِ اسلام سے ظلمات کا علاج کر دو:

اس حدیث میں اوّلاً تو وضو کی ترتیب بیان ہوئی، ثانیاً وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا چاہئے، اس کا بیان ہوا ہے۔ اللہ جانتا ہے اس عمل میں کتنی برکات ہیں جو ہم پر ظاہر نہیں ہیں بلکہ میں نے تو کتابوں میں پڑھا ہے کہ وہ بیماری جس کو طبیب لاعلاج قرار دے دیں۔ اس کا علاج بزرگوں نے وضو کے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر پینا تجویز فرمایا ہے۔

اگر ایک مسلمان اپنی زندگی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے احکامات کے تابع کر دیتا ہے تو یقیناً وہ فلاح پا لیتا ہے۔ کامیابی کا راستہ وہی ہے جو رسول اکرم تاجدار عرب و عجم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بتایا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی تمام تر خواہشات کو بالائے طاق رکھ کر سنت مطہرہ پر عمل پیرا ہو جائیں دنیا کی سب نعمتیں ہمارے قدموں پر نچھاور ہوں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آیئے آج عہد کریں کہ ہم خود سنت مقدسہ کو اپنائیں گے اور پھر دوسروں تک اس کی تبلیغ کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے یہ زمانہ بیٹھے رہنے کا نہیں ہے بلکہ جدوجہد کا ہے اٹھو اور دعوت حق سے دنیا کی ظلمت کو دور کر دو وحدتِ امّت کا پرچم لہرا دو اور نورِ اسلام سے ظلمات کا علاج کر دو۔

# معیارِ توبہ

جب تک بندہ خود توبہ کر کے اپنے رب کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط نہیں کر لیتا اس وقت تک ملت میں انقلاب تو دور کی بات ہے اس کی اپنی ذات تبدیل نہیں ہو سکتی کسی بھی بندۂ مسلماں کے لیے لازم ہے وہ خود اپنی ذات کی فکر کرے اس میں تبدیلی لائے۔ اپنی ذات کو چیلنج کرے اس کی ذات کی تبدیلی ان شاء اللہ اس کے اپنے خاندان، اس کی اپنی اولاد اور قریب والے لوگوں کے لیے اچھی تبدیلی کا سبب بنے گی۔ اگر کوئی کام کمال ذمہ داری سے سرانجام دیا جائے تو کہیں جا کر عمدہ نتائج کی امید کی جا سکتی ہے۔ ہمارے اولیاء عظام نے جس تیزی کے ساتھ لوگوں میں تبدیلیاں پیدا کیں وہ واقعی ایک عظیم کارنامہ ہے۔ آج بھی اگر وہی طرزِ عمل اپنایا جائے تو یہ بیماری میں زود اثر دوا کا کردار ادا کرے گا۔ ہر وہ فرد جو پریشان حال ہے اس کی ہر پریشانی کا حل ممکن ہو جائے گا۔

(ملفوظاتِ ارشدیہ، جلد اوّل)

# حدیث نمبر ۵۰

حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَاَحْمَدُ بْنُ اَبِي عُبَيْدِ اللّٰهِ السَّلِيمِيُّ الْبَصْرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ الْهَاشِمِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَاءَنِي جِبْرِيْلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِذَا تَوَضَّأْتَ فَانْتَضِحْ قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْهَاشِمِيُّ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ

وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِي الْحَكَمِ بْنِ سُفْيَانَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَزَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ وَقَالَ بَعْضُهُمْ سُفْيَانُ بْنُ الْحَكَمِ اَوِ الْحَكَمُ بْنُ سُفْيَانَ وَاضْطَرَبُوْا فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے پاس جبرئیل (علیہ السلام) آئے تو انہوں نے کہا یا محمد! صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب آپ وضو (کرنے کا ارادہ) کریں تو (مخصوص کپڑے یا مقام) پر پانی کا چھینٹا مار دیا کریں۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث غریب ہے میں نے امام بخاری کو کہتے ہوئے سنا حسن بن علی ہاشمی منکر حدیث ہے۔ اور اس عنوان کے تحت ابی حکم بن سفیان، ابن عباس، زید بن حارثہ، ابوسعید رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں بعض لوگوں نے سفیان بن حکم کو حکم بن سفیان کہا ہے۔ اس حدیث میں اضطراب ہے۔

# حدیث نمبر ۵۰ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ۱} نصر بن علی رحمۃ اللہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۲۵ کے تحت ہو چکا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

### ۲} احمد بن ابی عبید اللہ السلیمی البصری رحمۃ اللہ علیہ:

ان کے احوال کا تذکرہ تہذیب التہذیب میں ہے یہ ثقہ راوی ہیں ان کو امام نسائی جیسے جلیل القدر محدث نے ثقہ قرار دیا ہے آپ بھی پڑھ لیں۔

### امام ابن حجر عسقلانی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام نسب اس طرح ہے۔ احمد بن ابی عبید اللہ بشر السلیمی ، الازدی، الوراق۔ ابوعبداللہ البصری۔

احمد بن ابی عبید اللہ ابن قتیبہ، (مسلم بن قتیبہ) ابی احمد الزبیری اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے احمد بن عبید اللہ، سے امام ترمذی، امام نسائی اور عبدان وغیرھم روایت کرتے ہیں۔

امام نسائی کہتے ہیں۔ احمد بن ابی عبید اللہ ثقہ راوی ہیں، ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا اس کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں۔

### احمد بن ابی عبید اللہ کی وفات:

امام نسائیؒ فرماتے ہیں احمد بن ابی عبید اللہ کی وفات ۲۴۰ھ کے بعد ہوئی۔ ①

### ۳} ابوقتیبہ رحمۃ اللہ علیہ:

ان کے احوال کا ذکر تہذیب التہذیب میں ہے یہ ثقہ راوی ہیں ان کو بڑے بڑے آئمہ فن نے ثقہ قرار دیا ہے۔ آپ بھی مطالعہ فرمالیں۔

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱/ ۵۲ مطبوعہ نشر السّنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار، لاہور

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے۔ سلم بن قتیبہ اشعیری، ابوقتیبہ الخراسانی، الضریابی نزیل بصرہ۔

ابوقتیبہ یونس بن اسحٰق، علی بن مبارک، سہیل بن ابی حزم اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح ان سے عمرو بن علی الفلوس احمد بن ابی عبداللہ سلیمی اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

جناب دوری کہتے ہیں، ابن معین کا کہنا یہ ہے کہ ابوقتیبہ کی روایت قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابوداؤد اور ابوزرعہ کہتے ہیں ابوقتیبہ ثقہ راوی ہیں۔ امام ابوحاتم کہتے ہیں ابوقتیبہ کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں۔ کتابت حدیث میں ان کو اکثر وھم ہوتا ہے۔ ابن قانع کہتے ہیں ابوقتیبہ بصری ثقہ راوی ہیں۔ امام حاکم نے امام دارقطنی کے واسطے سے بیان کیا کہ ابوقتیبہ ثقہ ہیں۔ جناب مسعودی نے امام حاکم کی وساطت سے کہا ابوقتیبہ ثقہ ہیں مامون ہیں۔ امام ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے۔

## ابوقتیبہ کی وفات:

امام ابن حبان نے کہا کہ ابوقتیبہ کی وفات ۲۰۰ھ کے بعد ہوئی ہے ایک دوسری روایت ہے کہ ان کی وفات ۲۰۱ھ میں ہوئی۔ ①

## ۴} حسن بن علی ہاشمی:

یہ ضعیف راوی ہیں ان پر صرف جرح کے اقوال ہیں تعدیل کا کوئی قول نہیں ② نام سے بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ نہ ہوں تو یاد رہے یہ کوئی اور صاحب ہیں۔ ابن علی رضی اللہ عنہ کی تو بات ہی کیا ہے۔ وہ تو جنّت کے شہزادے ہیں جنّت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

## ۵} عبدالرحمٰن بن سعد الاعرج:

ان کے نام میں اگرچہ اختلاف پایا جاتا ہے، اس کے باوجود میری تحقیق یہی ہے کہ ہمارے مطلوبہ راوی عبد الرحمٰن بن سعد الاعرج ہی ہیں۔ ان پر اقوال جرح بھی ملتے ہیں لیکن زیادہ تر اقوال تعدیل ہی کے ہیں۔ ان کا ذکر امام ابن حجر عسقلانی نے تہذیب میں کیا ہے۔ آپ بھی مطالعہ کرلیں۔

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التھذیب ۴/۱۱۷ مطبوعہ نشر السنّۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار، لاہور

② ایضاً // // // ۲/۲۶۳ //

## امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

عبدالرحمٰن کا پورا نام ونسب یوں ہے۔عبدالرحمٰن بن سعد الاعرج ابوحمید مدنی،مقعد،مولیٰ بنی مخزوم عبدالرحمن،ابوسریحہ حذیفہ بن اسید غفار،عبدالرحمٰن بن حارثہ بن ھشام اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اسی طرح ان سے صفوان بن سلیم،امام زھری،ابن ابی ذئب اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔ ابن معین کہتے ہیں میں ان کو نہیں جانتا۔ابوداؤد کہتے ہیں ان سے امام زھری اور ابن ابی ذئب غریب نوعیت کی حدیث روایت کرتے ہیں۔امام نسائی کا کہنا یہ ہے کہ عبدالرحمٰن ثقہ راوی ہے۔امام مسلم نے ان کے واسطہ سے صرف ایک حدیث وارد کی جو اس آیت کریمہ کے تحت آئی ہے۔

### اذا السماء انشقت

اس میں سجدہ کی وضاحت کی گئی ہے۔اس میں جو ذکر کیا گیا وہ یہ ہے ابوسعود دمشقی نے الاعرج مولیٰ بنی مخزوم کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ عبدالرحمٰن بن ھرمز ہے شاید ان کو یہ وہم ہوا ہے حالانکہ صحیح یہ ہے کہ ابن ھرمز مولیٰ بنی ھاشم ہے اس بات کی صراحت امام دارقطنی نے کی ہے۔①

امام ابن حجر نے مزید اختلافی اقوال بھی نقل و ذکر کیے پھر فیصلہ کرتے ہوئے کہا کہ جو حدیث السجود ہے وہ عبد الرحمٰن بن سعد الاعرج ہی سے مروی ہے۔②

## ٦} حضرت سلطان الاحادیث ابوھریرہ رضی اللہ عنہ:

ان کے فضائل و مناقب حدیث نمبر ۲ میں بیان ہو چکے ہیں آپ وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔ان شاء اللہ آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی دل راحت پائے گا۔ان کے احوال پڑھ کر خدمت دین کا جذبہ بیدار ہوگا اور راہِ حق میں آنے والے مصائب کو برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا ہوگا۔

---

① امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۶ / ۱۶۷ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

② امام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۶ / ۱۶۸ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

# شرح حدیث نمبر ۵۰

اس میں کوئی شک نہیں، جو کچھ نبی کریم رؤف و کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مبارک مُنہ سے نکلا وہ سب برحق ہے۔ایک ایک فرمان اقدس میں ہزاروں ہزاروں حکمتیں پنہاں ہیں ساری انسانیت کے تمام دکھوں کا مداوا فقط دین اسلام کے سنہری اصولوں پر عمل کرنے سے ہوسکتا ہے۔

## یہاں وضو کرنے سے مُراد وضو کرنے کا ارادہ کرنا ہے:

علّامہ ابوطیب سندھی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں یہ باب جس میں وضو کے بعد (ستر پر پانی چھڑکنے کا ذکر ہے) یہاں مُراد پانی کا چھینٹا ہی ہے اوراس کے علاوہ بھی اس کا مطلب بیان کیا گیا ہے۔یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ یا محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم، جب آپ وضو کریں تو فرج پر پانی چھڑک لیا کریں اس میں نداء جو ہے وہ انسان کے ساتھ مخصوص ہے یہاں مراد یہ ہے کہ جب آپ وضو کر کے فارغ ہو جائیں تو اپنی پردے والی جگہ پر پانی کا چھڑکاؤ کرلیں یا مراد یہ ہے کہ آپ اس کپڑے پر پانی کا چھینٹا دے لیں جو کپڑا بالکل جسم کے ساتھ ملا ہوا ہے (اس کو انڈرویئر کہتے ہیں) علّامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی بیان کیا ہے اس کپڑے پر پانی کا چھڑکاؤ کریں جو آپ کے جسم کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔یہ عمل اس لئے ہے تاکہ وسواس زائل ہوجائیں۔①

اقول کہہ کر علّامہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔اس عمل کو تعلیم امت پر محمول کیا جائے گا نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تو ہر قسم کے وسواس سے معصوم ہیں۔بعض علماء نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جب آپ وضو کریں تو اس وقت اپنے عضو کو خوب دھوئیں یعنی پانی تھوڑا سا استعمال کرنے پر اکتفانہ فرمائیں بلکہ خوب پانی بہائیں تاکہ خوب طہارت حاصل ہو علماء نے اس کے کئی معنی بیان کیے ہیں اور ایک معنی یہ بھی ہے کہ یہاں استنجاء بالماء مراد ہے۔یہ اشارہ ہے کہ ڈھیلے سے استنجاء کرنے کے ساتھ پانی بھی استعمال کیا جائے اس لیے کہ ڈھیلے سے کم صفائی ہوتی ہے اور پانی سے خوب نفاست آتی ہے۔

میں نے اس مقام پر شروح دیکھی ہیں تقریباً ایک ہی طرح کی بحث تمام محدّثین کرام نے فرمائی ہے۔امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ معنی بیان کیا ہے کہ یہاں مراد استنجاء ہے۔مجھے بھی یہ مطلب پسند آیا ہے کہ یہاں مراد وضو کرنے کے بعد انڈرویئر پر پانی چھڑکنا نہیں ہے بلکہ استنجاء کرتے وقت پانی چھڑکنا مُراد ہے۔

① علّامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ اربعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۷۷ مطبوعہ کانپور ہند

## حدیث شریف شفاء ہی شفاء ہے:

مجھے یاد ہے حضرت داتا گنج رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں نشست سوال وجواب میں کسی یونیورسٹی کے طالب علم نے یہ سوال کیا تھا کہ مجھے وضو کرنے کے بعد بھی شک رہتا ہے کہ وضو صحیح ہو گیا ہے یا نہیں اس کی مراد یہ تھی کہ مجھے قطرہ آنے کا احساس ہوتا ہے میں نے اس کو اسی حدیث شریف کی روشنی میں یہ علاج تجویز کر دیا کہ آپ جب استنجاء کر کے فارغ ہوا کریں تو اپنے انڈرویئر میں پانی کا ایک چھینٹا دے لیا کریں جب آپ کو یہ احساس ہونے لگے کہ قطرہ آ رہا ہے تو آپ فوراً یہ یقین کر لیا کریں کہ قطرہ آنے سے نمی محسوس نہیں ہو رہی بلکہ یہ نمی تو وہ ہے جو خود میں نے پانی چھڑکا ہے۔ تقریباً ایک ماہ کے بعد اس نوجوان نے مجھے لکھ کر دیا کہ مولانا میں نے آپ کے وظیفے پر عمل کیا تو ربّ تعالیٰ نے مجھے کامل شفاء عطا فرمائی ہے۔

حدیث شریف میں جو یہ الفاظ آئے ہیں اِذَا تَوَضَّأْتَ فَانْتَضِحْ اس کا مطلب یہ ہے اِذَا اَرَدْتَّ جب تو وضو کرنے کا ارادہ کرے تو یعنی استنجاء کرنے کے بعد اور وضو کرنے سے پہلے پانی کا چھڑکاؤ کر لیا کرو۔ یہی ایک ایسی توجیح ہے جس سے حدیث شریف کا مطلب آسان اور بیّن ہو جاتا ہے۔

## امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں حدیث وارد کی ہے:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا (حضرت جبریل علیہ السلام) نے مجھے وضو کرنا بتایا اور مجھے یہ بھی کہا (آپ استنجاء کے بعد) اپنے کپڑے پر پانی کا چھڑکاؤ کر لیا کریں اس لیے کہ وضو کے بعد بول آنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔①

## ان احادیث مبارکہ کو منظر عام پر لائیں:

میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ یہ تعلیم امّت کے لیے تھی ورنہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم تو ہر طرح کے وسواس اور اسی جیسے اور اندیشوں سے بری ہیں آپ تو امام المعصومین ہیں۔ انسانوں میں سے سب سے پاکیزہ نفیس اور طاہر مطہر طبیعت آپ ہی کی ہے۔ یہ عمل تو فقط ہماری تعلیم کے لیے ہے تاکہ ہمارے زندگی گزارنے کے مسائل حل ہو جائیں ہمیں پاکیزگی وطہارت حاصل ہو ہمارے دل کو چین ملے ہماری پریشانیاں دور ہوں ہم پر سکینہ نازل ہو ہماری قلبی کیفیات اعلیٰ پیمانے کی ہو جائیں ہمارا کردار مثالی بن جائے۔ بندے کی طبیعت میں جس قدر

① امام حافظ ابی عبد اللہ محمد بن یزید الربعی ابن ماجہ القزوینی م ۲۷۳ھ سُنن ابن ماجہ ۶۶ مطبوعہ دار السلام ریاض سعودی عرب

نفاست آئے گی اسی قدر اس میں لطافت پیدا ہوگی اسی قدر اس میں حق شناسی کا جذبہ پیدا ہوگا وہ بندہ فکر کے اعتبار سے عمل کے اعتبار سے بلندی کی نہایت پر فائز ہوگا۔ وہ خود اعمال صالحہ کا پابند ہوگا بلکہ دوسروں کو بھی اعمال صالحہ کی طرف مائل کرے گا اور اس کاوش میں وہ کامیابی سے ہمکنار ہوگا۔ اگرچہ حدیث شریف میں جو عمل فرمایا گیا ہے وہ انتہائی ہلکا پھلکا سا ہے مگر اپنے اجر کے اعتبار سے بہت اعلیٰ ہے لہٰذا ہمیں چاہیے ہم ان مبارک احادیث کو منظر عام پر لائیں ہمارے مسلمان بھائی اپنے آقا علیہ السلام کی ان احادیث کو وقت نکال کر پڑھیں ان پر عمل کریں اور دوسروں کو ان کی طرف دعوت دیں خصوصاً اپنے بچوں کو ان کی تعلیم ضرور دیں اللہ تعالیٰ توفیق عمل دے اور میری بخشش کا سامان پیدا فرمائے امین۔

## درسِ حدیث

دنیا میں جتنے بھی انسان ہیں ان سب میں افضل انسان وہی ہیں جو مسلمان ہیں دنیا کا سب سے نفیس مذہب دین اسلام ہے اور دنیا کی سب سے مہذب ترین قوم مسلمان ہیں۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی امت کو زندگی کے ہر ہر شعبے میں ھدایات عطاء فرمائی ہیں۔ کئی مرتبہ ایک انسان کو کوئی ایسا مسئلہ پیش آتا ہے جس کی وجہ سے وہ پریشان ہوتا ہے اور ہمارے ہاں ماحول کچھ اس طرح کا ہے کہ ہم دنیاوی معاملات میں تو بڑے تیز ہیں مگر دینی معاملہ میں ہمیں بہت شرم سی آتی ہے کہ ہم کسی صاحب علم سے پوچھیں وہ کیا کہے گا اس کو معلوم نہیں۔ بھائی اس طرح کی سوچ سے اپنے آپ کو آزاد کرو جو بھی مسئلہ درپیش ہو اس کا حل فوراً کسی صاحب علم وفن سے پوچھو۔

ہمیں بہت بار یہ خیال آتا ہے کہ وضو کرنے کے بعد یوں محسوس ہوتا ہے جیسے قطرہ آ گیا ہو اب وضو رہا یا نہ رہا کیا کریں۔ پریشانی ہے مگر اس پریشانی کو اپنی کمزوری بنا کر چپ چاپ بیٹھے رہتے ہیں بلکہ بعض بھائی تو اسی وجہ سے نماز پڑھنا ہی چھوڑ دیتے ہیں کہ جب وضو ہی کے بارے میں یقین نہیں ہوتا کہ ہے بھی کہ نہیں، تو نماز کیا پڑھیں آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے سیّد عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کا حل عطا فرمایا ہے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا: حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا:

**اذا توضات فانتضح** ①

جب تو وضو (کرنے کا ارادہ) کرے تو (استنجاء کے بعد) کپڑے پر پانی چھڑک لیا کر۔

میں نے اس کی شرح کردی ہے وہاں سے تفصیل دیکھ لیں اور اب اتنا عرض کروں گا جب آپ استنجاء کرکے فارغ ہوں تو اپنے انڈرویئر میں ایک چھینٹا دے لیا کریں۔ ان شاء اللہ اس سے یہ وسوسہ زائل ہوجائے گا۔

① امام ابوعبداللہ محمد یزید ربعی ابن ماجہ قزدینی م ۲۷۳ھ سنن ابن ماجہ ص ۶۶ مطبوعہ دارالسلام ریاض سعودیہ

# باب نمبر ۳۹

## بَابٌ فِیْ اِسْبَاغِ الْوُضُوْءِ

اس باب میں کامل وضو کا ذکر ملے گا۔

اس باب کے تحت دو حدیثیں آ رہی ہیں جو اپنی مثال آپ ہیں ان میں انتہائی اہم موضوع پر بیان ہے۔

آیئے آپ بھی مطالعہ فرمایئے۔قلب وروح کو جلا ملے گی۔

# حدیث نمبر ۵۱

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلاَءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَلاَ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَمْحُوْ اللهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟ قَالُوْا بَلٰى يَارَسُولَ اللهِ، قَالَ اِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَا اِلَى الْمَسَاجِدِ، اِنْتِظَارُ الصَّلاَةِ بَعْدَ الصَّلاَةِ، فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کیا میں تمھیں ایسا عمل نہ بتاؤں جس کے سبب اللہ تعالیٰ خطاؤں کو محو کر دیتا ہے اور درجات کو بلندی عطا فرماتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ ضرور بتائیے۔ ارشاد فرمایا کامل وضو کرنا ہر حالت میں سردی گرمی میں مساجد کی طرف تیز روی سے جانا ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہی تمہارے لئے رباط ہے یعنی جہاد ہے۔

# حدیث نمبر ۵۱ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ۱} علی بن حجر رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۱۲ کے تحت ہو چکا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

### ۲} اسمٰعیل بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا ذکر تہذیب میں ہوا ہے یہ ثقہ راوی ہیں انکی توثیق بڑے بڑے ائمہ فن نے کی ہے آپ بھی پڑھ لیں۔

### امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے۔اسمٰعیل بن جعفر بن ابی کثیر انصاری، زرقی، مولاھم ابواسحٰق القاری۔
اسمٰعیل بن جعفر، امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ، اسرائیل، علا بن عبدالرحمٰن اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔ان سے محمد بن جہضم، یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری، علی بن حجر اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔
امام احمد ابوزرعہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں اسمٰعیل بن جعفر ثقہ ہیں۔امام ابن معین کہتے ہیں اسمٰعیل بن جعفر ثقہ راوی ہیں وہ ابن ابی حازم، داروی اور ابی ضمرہ سے زیادہ مضبوط راوی ہیں۔ابن سعد کا کہنا یہ ہے کہ وہ اسمٰعیل بن جعفر ثقہ ہیں۔وہ مدینہ طیبہ کے رہنے والے تھے۔بغداد چلے آئے پھر وہ یہیں مقیم رہے یہاں تک کہ ان کا وصال ہو گیا۔ابن مدینی کہتے ہیں اسمٰعیل بن جعفر ثقہ ہیں۔ابن خراش کا کہنا یہ ہے وہ صدوق ہیں۔خلیل کا بیان ہے کہ اسمٰعیل بن جعفر ثقہ راوی ہیں وہ اپنے شیوخ کے حوالے سے امام مالک رضی اللہ عنہ سے لاحق ہیں۔اسی طرح امام حاکم کا قول بھی ہے۔امام ابن حبّان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔

### اسمٰعیل بن جعفر کی وفات:

جناب ھیثم ابن خارجہ کا کہنا ہے کہ اسمٰعیل بن جعفر کا انتقال ۱۸۵ھ میں بغداد میں ہوا۔① اس وقت ان کی عمر ۱۰۵ سال تھی۔

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التھذیب ۱/ ۲۵۱ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار، لاہور

## ۳} العلا بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ تہذیب التہذیب میں ہے یہ ثقہ راوی ہیں ان کی بڑے بڑے ائمہ فن نے توثیق کی ہے آپ بھی مطالعہ فرمالیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے۔ العلا بن عبدالرحمٰن بن یعقوب الحرقی، ابوشبل المدنی مولیٰ الحرقۃ من جہینہ۔

العلاء بن عبدالرحمٰن اپنے والدِ گرامی، حضرت ابن عمر، حضرت انس رضی اللہ عنہم اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح ان سے عبیداللہ بن عمر، ابن اسحٰق، امام مالک، اسمٰعیل بن جعفر بن ابی کثیر اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

عبداللہ بن احمد اپنے والد گرامی کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں العلا بن عبدالرحمٰن ثقہ راوی ہیں۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کی روایت قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ محمد بن عمر کہتے العلا بن عبدالرحمٰن کا صحیفہ مدینہ منورہ میں شہرت حاصل کر چکا تھا۔ اس لئے کہ وہ ثقہ کثیر الحدیث تھے۔

## العلاء بن عبدالرحمٰن کی وفات:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ علی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ العلاء بن عبدالرحمٰن کا وصال سنہ ۱۳۲ھ کو ہوا یہ زمانہ ابوجعفر کی خلافت کا تھا۔ ابن اشہر کا کہنا یہ ہے کہ ان کی وفات سنہ ۱۳۹ھ کو ہوئی۔ ①

## ۴} ابیہ یعنی عبدالرحمٰن بن یعقوب الحرقی رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا ذکر صاحب تہذیب التہذیب نے کیا ہے یہ ثقہ راوی ہیں ان کی توثیق بڑے بڑے ائمہ فن نے کی ہے۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے۔ عبدالرحمٰن بن یعقوب الجُہَنی المدنی مولیٰ الحرقۃ، عبدالرحمٰن بن یعقوب، اپنے والدگرامی سے، حضرت ابوھریرہ، حضرت ابوسعید، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح ان سے ان کے بیٹے العلا، سالم، ابونضر محمد بن عجلان اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۸/۱۶۶ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے امام ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ابن مدینی نے اعرج کے ساتھ ان کا ذکر اصحاب ابوھریرہ رضی اللہ عنہ میں کیا ہے۔امام ابن حجر عسقلانی کی اپنی رائے یہ ہے عجلی تابعی کہتے ہیں عبدالرحمٰن بن یعقوب ثقہ ہے۔ ①

## ۵} حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ:

ان کے فضائل مناقب اور محاسن کا تذکرہ حدیث نمبر ۲ کے تحت ہو چکا ہے آپ وہاں سے پڑھ لیں ایمان تازہ ہوگا آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی دل راحت محسوس کرے گا۔قرار وسکوں میسر آئے گا۔خدمت دین کا جذبہ بیدار ہوگا راہ حق کی مصیبتوں سے آگاہی ہوگی۔صبر وتحمل کا جذبہ پیدا ہوگا عنایات محبوب رب یاد آئیں گی۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عطاؤں کا الم نشرح اظہار ملے گا۔

# حدیث نمبر ۵۲

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ نَحْوَهُ، وَقَالَ قُتَيْبَةُ فِي حَدِيثِهِ فَذَلِكُمُ الرِّبَاطُ. فَذَلِكُمُ الرِّبَاطُ ثَلَاثًا . وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَبِيدَةَ، وَيُقَالُ عُبَيْدَةُ بْنِ عَمْرٍو، وَعَائِشَةَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ عَائِشٍ، وَأَنَسٍ، قَالَ أَبُو عِيسَى حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ هُوَ ابْنُ يَعْقُوبَ الْجُهَنِيُّ وَهُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ.

قتیبہ نے عبدالعزیز بن محمد کے حوالے سے جناب العلا سے اس سے ملتی جلتی حدیث بیان کی۔قتیبہ کی حدیث میں یوں آیا ہے۔تمہارے لئے یہی (نماز ہی) رباط یعنی جہاد ہے اس کو انہوں نے تین بار دہرایا۔اس باب میں حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبیدہ بن عمرو، حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عائش، حضرت انس، رضی اللہ عنھم وعنھا سے بھی احادیث مروی ہیں۔

① امام حافظ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۶/ ۲۶۹ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور،

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث حدیثِ حسن صحیح ہے جہاں تک عبدالرحمٰن بن العلا کا تعلق ہے تو وہ ابن یعقوب جُہنی ہیں، اور وہ ماہرین علم حدیث کے نزدیک ثقہ ہیں۔

# حدیث نمبر ۵۲ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ۱} قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ا کے تحت ہو چکا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے پڑھ لیں۔

### ۲} عبدالعزیز بن محمد رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۱۴ کے تحت کیا گیا ہے اگر آپ پسند فرمائیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں معلومات میں اضافہ ہوگا۔

### ۳} العُلا رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۱۵ کے زُمرہ میں کیا گیا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

# شرح حدیث نمبر ۵۱، ۵۲

یہ ایک حقیقت ہے، نظام زندگی وہی سب سے اعلیٰ وارفع ہے جو بذریعہ وحی رب کائنات نے انسانوں کو عطا فرمایا، ہر زمانے میں اس وقت کے لوگوں کی ضرورت کے مطابق اللہ تعالیٰ احکام صادر فرماتا رہا جس خطّہ ارض کے لوگوں کو قوانین زندگی عطا فرمانے ہوتے وہاں اپنا ایک نبی یا رسول مبعوث فرماتا خود حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے ان سے تخاطب کرتا اور ان کو یہ حکم دیتا کہ آپ اپنی ساری سلطنت نبوت میں میرے احکام پہنچاؤ اور ان کو نافذ کروتا کہ انسانوں کا بھلا ہو پھر آہستہ آہستہ زمانہ گذرتا رہا یہاں تک کہ امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک بعثت کا زمانہ آ گیا اب وہ سابقہ والا معاملہ نہ رہا کہ آپ کو کسی ایک مخصوص خطے یا علاقے کا رسول قرار دیا

جاتا بلکہ تمام تر پابندیاں ہٹا کر آپ کو ساری کائنات کا رسول بنا کر بھیجا اور قرآن حکیم میں اعلان کر دیا۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ۔ ①

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لئے۔

## ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا:

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی امّت کو زندگی گذارنے اور عبادت کرنے کا طریقہ سمجھایا۔ علامہ سراج احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، اسباغ الوضو ایک ایسا باب ہے جس میں تمام وکمال اور تر و تازہ وضو کرنے کا بیان فرمایا گیا ہے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو وہ چیز نہ بتاؤں کہ جس کے سبب حق تعالیٰ گناہوں کو دور کر دے اور اس کے وسیلے سے رتبہ وقدر و منزلت کو بلند کر دے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنھم عرض گذار ہوئے ضرور ارشاد فرمائیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! آپ نے فرمایا وہ یہ ہے کہ وضو بتمام وکمال کیا جائے اور پانی ہر اس عضو تک پہنچایا جائے جہاں جہاں تک پہچانا ضروری ہے چاہے ہنگام مشقت ہو یا اس وقت پانی کا بہانا ناخوشی کا باعث ہو جیسا کہ بیماری کی حالت میں اور سخت موسم سرما کے باعث، دوسرا یہ کہ اگر مسجد گھر سے دور واقع ہو تو تیز روی کے ساتھ چلنا اور اس چلنے میں وقار کا خیال کرنا دل جمعی کے ساتھ چلنا تاکہ نماز بروقت ادا کی جائے۔ تیسرا یہ کہ ایک نماز ادا کر لینے کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہنا، اس میں ایک صورت تو یہ ہے کہ مسجد میں نماز پڑھ کر دوسری نماز کے انتظار میں وہیں بیٹھے رہنا اور دوسری صورت یہ ہے کہ نماز پڑھ کر اگرچہ باہر چلے جانا مگر دوسری نماز کے وقت پر دوبارہ حاضر ہو جانا۔ یہ رباطِ حقیقی ہے اور رباط کہتے ہیں سرحد اسلام پر دشمنان دیں کے مقابل پہرہ دینا مسلمانوں کی حفاظت کے لئے نشست کرنا اور مسجد میں نماز پڑھنے کی غرض سے جمع ہونا اور بیٹھنا یہ سب سرحد اسلام پر پہرہ دینا ہے اس لئے کہ شیطان اور اس کا لشکر اہل ایمان کو گمراہ نہ کر سکے اور اس میں تمام ان اعمال کی طرف اشارہ ہے جو شیطان سے بچنے کا باعث بن جائیں اور اگر وہ قلب ونفس پر حملہ آور ہو تو اس کو مغلوب کر دیا جائے۔

## وضو کرنے، نماز پڑھنے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے سے گناہ مٹ جاتے ہیں:

علامہ ابوطیب سندھی رحمۃ اللہ علیہ، باب اسباغ الوضو کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اس میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ وضو کو اتمام وکمال کے ساتھ کیا جائے اعضاءِ وضو کو بالاستعاب دھویا جائے اور خوب اچھی طرح

① سورہ انبیاء آیت نمبر ۱۰۷

سے تین تین بار دھویا جائے۔ اسباغ الوضو کے بابت یوں بھی کہا جاتا ہے وضو اگر کامل نہ ہو تو نماز نہ ہوگی ویسے بھی عمدہ وضو کرنا زین العرب یعنی عربوں کی زینت ہے۔ اسباغ الوضو کا لفظ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے یعنی وضو جہاں نماز پڑھنے کے لئے کرنا ضروری ہے وہاں یہ انسان کے لئے زینت کا باعث بھی ہے۔ یہ جو ارشاد گرامی ہے۔

اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَا یَمْحُو اللّٰہُ بِہِ الْخَطَایَا وَیَرْفَعُ بِہِ الدَّرَجَاتِ۔

کیا تمہیں وہ عمل نہ بتاؤں جو گناہوں کو مٹا دے اور درجات کو بلند کر دے۔

اس میں ہمزہ استفہام کا ہے اور لا نافیہ ہے۔ اور اَلا تنبیہ نہیں اس کی دلیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وہ قول ہے یعنی ''بلی'' علامہ طیبی کا کہنا یہ ہے خطاؤں کا ہونا یہ اشارہ اس طرف ہے ان لوگوں کے وہ گناہ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھے جاتے ہیں اور جو لوگوں کی اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے ہوتا ہے ان کو مٹا دیا جائے گا اور درجات کی بلندی کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں ان کی منازل اعلیٰ ہو جائیں گی اس سوال و جواب اور کلام کا مقصود نفس میں پیدا ہو جانے والے ابہام کی تبیین یعنی واضح اور بین کرنا ہے۔ اس مقام پر اسباغ الوضو کا مطلب ہے اس وقت بھی وضو کرنا جب اس کے لئے خاصی مشقت اٹھانی پڑے اور اس وقت بھی وضو کرنا جب کہ انسان کو مال کی طرف رغبت ہو یہاں مکارہ جمع ہے مکرہ کی اور یہ میم کی فتح کے ساتھ ہے یہ کرہٗ سے مشتق ہے۔ اور مراد اس سے مشقت ہے۔ طیبی نے بیان کیا ہے۔ جب پانی خوب ٹھنڈا ہو اس وقت بھی وضو کرنا یا سردی کے موسم میں وضو کرنا جب کہ جسم پانی کو برداشت نہ کرتا ہو اور یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے۔

کَثْرَۃُ الْخُطَاءِ اِلَی الْمَسَاجِدِ۔ ①

مساجد کی طرف تیز روی سے جانا۔

خُطاء جمع ہے خِطْوَۃٌ کی یہ لفظ بضم الخاء ہے اس سے مراد یہ ہے کہ عبادت کرنے کے لئے قدمین سے چل کر اور خوب تیز چل کر راستہ طے کرنا نماز کی غرض سے۔ انتظارِ صلوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ ایک نماز پڑھنے کے بعد دوسری نماز کے لئے یا تو مسجد میں ہی بیٹھ رہنا یا پھر وقت کا انتظار کرنا اور وقت ہونے پر فوراً مسجد میں آ جانا منفرد انتظار کرنا یا نماز باجماعت کے لئے انتظار کرنا۔ کوئی شخص مسجد میں بیٹھا ہو یا گھر میں اس میں کوئی حرج نہیں مگر اس کا دل کام کاج کے وقت بھی نماز کی طرف معلق رہنا چاہئے۔ یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے۔

فَذٰلِکُمُ الرِّبَاطُ۔ ②

یہی رباط ہے۔

---

① علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ اربعہ شروح جامع ترمذی شریف ۱/۹۷ مطبوعہ کانپور ہند،

② علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ اربعہ شروح جامع ترمذی شریف ۱/۹۷ مطبوعہ کانپور ہند،

رباط کا معنی بیان کرتے ہوئے قاضی نے یوں فرمایا ہے کہ حقیقی رباط یہی اعمال ہیں (جن کا ابھی ذکر ہوا) اس لئے کہ یہ ان اعمال کی وجہ سے شیطان کا نفس پر حملہ آور ہونے کا راستہ مسدود ہو جاتا ہے۔ خواہشِ نفس پر ضرب پڑتی ہے اور دل میں وسواس کا دروازہ بند ہو جاتا ہے یہاں علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

فَيَغْلِبُ بِهَا حِزْبُ اللّٰهِ جُنُوْدَ الشَّيْطَانِ وَذٰلِكَ هُوَ الْجِهَادُ الْاَكْبَرُ۔ ①

ان اعمال (وضو، نماز، اور گناہوں سے معافی) کی وجہ سے حزب اللہ (اللہ تعالیٰ والی جماعت) شیطان کے لشکر پر غالب آجاتی ہے۔ اس لیے یہی جہاد اکبر ہے۔

## رباط کی قدرے وضاحت!

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ ②

اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ کامیاب ہو جاؤ۔

یہ حدیث مبارکہ ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان میں بھی ہے۔

عَنْ عُثْمَانَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَتَمَّ الْوُضُوْءَ كَمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فَالصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ كَفَّارَاتٌ لِّمَا بَيْنَهُنَّ۔ ③

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی یوں مکمل وضو کرے جیسے اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے اس طرح پانچوں نمازوں کے درمیان جو غلطی گناہ سرزد ہوگا وہ نمازیں ہی اس کا کفارہ ہو جائیں گی۔

---

① علامہ ابوطیب سندھی از مجموعہ اربعہ شروح جامع ترمذی شریف ۱/ ۷۹ مطبوعہ کانپور ہند،

② سورہ آل عمران آیت نمبر ۲۰۰

③ امام حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ الربعی القزوینی م ۲۷۳ھ سنن ابن ماجہ ص ۲۴ مطبوعہ ایچ ایم سعید ادب منزل چوک کراچی پاکستان،

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرِنِ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوَضُوْءَ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ يُقْبِلُ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهٖ وَجَمْعِهٖ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ۔ ①

حضرت عقبہ بن عامر جھنی روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی وضو کرنے لگے تو کمال احسن طریقے سے وضو کرے پھر وضو کرنے کے بعد دو رکعت نماز نہایت خضوع و خشوع سے ظاہراً و باطناً متوجہ ہو کر پڑھے تو ایسے شخص کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

رابطو سے مراد سرحد اسلامی پر پہرہ دینا ہے رباط اسی سے متعلق ہے جہاں اس سے مراد اسلامی ملک کے باڈر پر مستعد رہنا ہے اور اپنی خدمات ہر حال میں پیش کرنا ہے سردی ہو یا گرمی، موسم بہار ہو یا خزاں بارش ہو یا برف باری اسی طرح خدمت دین کے لئے کمر بستہ رہنا، رات دن ایک کر کے مشکلات برداشت کر کے دین اسلام کے سنہری اصولوں سے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو آگاہ کرنا ان کو راہِ حق کی جانب مائل کرنا اور ان میں یہ جذبہ پیدا کرنا کہ وہ بھی اپنے قیمتی اوقات میں سے کچھ وقت نکال کر دین کی خدمت کریں، اس کی ترویج واشاعت کے لئے کام کریں نیز تبلیغ و دعوت کے کام میں ہرگز سستی نہ کریں بلکہ مستعد ہو کر اپنا فریضہ سرانجام دیں یہ بھی رباط ہے۔

اس طرح نامساعد حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کی یاد میں رہنا، اگرچہ سخت سردی کا موسم ہو اس میں بھی وضو کرنا اور نماز کی ادائیگی کے لئے نکلنا کچھ فاصلہ طے کر کے مساجد کی طرف جانا ایسے ہی دوسری اور بہت ساری مشکلات کے باوجود فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرنا بلکہ عین وقت پر ان کو ادا کرتے رہنا بھی رباط ہے۔

اب مراد اور بھی واضح ہوگئی کہ اگر کوئی بندہ مومن اچھے طریقے پر وضوء کرتا ہے اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال کر بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں سربسجود ہو جاتا ہے تو یہ بھی ایک طرح کا جہاد ہی ہے اور اس بندے کو بھی جہاد کرنے والے کی طرح ثواب اور اجر دیا جائے گا اس لئے حدیث مبارک میں فرمایا گیا ہے۔

''عمدہ طریقے سے وضو کرنا اگرچہ موسم سخت سردی کا ہو یا کوئی اور ایسی ہی مشکل درپیش ہو۔ وضو کر کے مسجد کی طرف پوری تیاری سے جانا اور پھر ایک نماز ادا کرنے کے بعد دوسری نماز کے لئے انتظار میں رہنا یہی رباط ہے اس کو حدیث شریف میں تین بار دہرایا گیا۔''

اب مطلب صاف واضح اور بیّن ہوا۔ نماز کے لئے وضو کرنا رباط ہے نماز کے لئے چل پڑنا رباط ہے۔ نماز میں کھڑے ہو جانا رباط ہے اور ایک نماز کی ادائیگی کے بعد دوسری کے لئے انتظار بھی رباط ہے۔

① امام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ الربعی القزوینی م ۲۷۳ھ سنن ابن ماجہ ص ۲۵ مطبوعہ ایچ ایم سعید ادب منزل چوک کراچی پاکستان،

# درسِ حدیث

دنیا کا سب سے اعلیٰ، ارفع اور ستھرا مذہب الحمدللہ فقط اسلام ہے انسانیت کا سب سے بڑا خیر خواہ اسلام ہے جو مسلمان ہوا جس کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب علیہ السلام کی عظمت جم گئی اور اس جذبے کے ساتھ اس نے کلمہ پڑھ لیا وہ حفاظت کے قلعہ میں آ گیا۔ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ایک ایک فرمانِ اقدس اپنے اندر لاکھوں برکات رکھتا ہے۔ اھل ایمان کو چاہئے وہ اپنے پیارے آقا مولیٰ حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت سے سرشار ہو کر دین کی خدمت میں لگ جائیں خود دین سیکھیں دوسروں کو سکھائیں اور راہِ حق میں نکل کھڑے ہوں جب آپ دین کو دلائل کے ساتھ سیکھ کر دوسروں تک پہنچائیں گے تو یقینا آپ کے دین کی برتری ثابت ہوگی اس کی عظمت کا پھریرا لہرانے لگے گا۔

آج پوری دنیا میں مسلمان الحمدللہ ایک بڑی کثرت سے موجود ہیں مگر اپنے دین کی روح سے بے خبر ہونے کی وجہ سے وہ دنیا میں دبے دبے سے نظر آ رہے ہیں ان کو مخالفین اسلام ذلیل کرنے کے در پے ہو رہے ہیں اور ہم ہیں کہ ہوش میں ہی نہیں آ رہے باقی چیزیں تو بعد میں سیکھ لیں فی الفور وضو نماز تو سیکھیں حدیث میں آیا ہے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کیا میں تمھیں ایسا عمل نہ بتاؤں جس کے سبب اللہ تعالیٰ خطاؤں کو محو کر دیتا ہے اور درجات کو بلندی عطا فرماتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ ضرور بتایئے۔ ارشاد فرمایا کامل وضو کرنا ہر حالت میں سردی گرمی میں مساجد کی طرف تیز روی سے جانا ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہی تمہارے لئے رباط ہے یعنی جہاد ہے۔ (جامع ترمذی شریف حدیث نمبر ۵۱)

رباط کا مطلب ہے راہ خدا میں جہاد کرنا۔ وضو کرنا، نماز باجماعت ادا کرنا ایک نماز پڑھ کر دوسری کا انتظار کرنا یہ جہاد ہے اسی عمل سے شیطان کے لشکر کو ہم شکست دے سکتے ہیں اھل حق اسی عمل کی بدولت شیطان پر غلبہ پاتے رہے اور ہم بھی پاسکتے ہیں آیئے درسِ حدیث شروع کریں۔

اس کی برکت سے ہماری ہزاروں بلائیں ٹل جائیں گی۔ ہمارے دل چین پائیں گے ہماری روحوں کو قرار ملے گا۔ ہمارے گھروں میں امن قائم ہوگا ہمارا معاشرہ بے یقینی کی کیفیت سے نکل کر یقین کامل کی طرف چلا آئے گا مگر

شرط پھر بھی یہی ہے آپ خود دین سیکھیں وقت نکال کر تشریف لائیں جیسا آج کل ہمارے جامعہ اسلامیہ رضویہ رچنا ٹاؤن شاہدرہ لاہور میں دین سکھایا جا رہا ہے مبلغین تیار کیے جا رہے ہیں ہر شب جمعہ کو بعد نماز عشاء حلقہ ذکر ہو رہا ہے۔آپ بھی تین دن اپنی مصروف ترین زندگی سے نکال کر جامعہ اسلامیہ رضویہ مرکز تعلیم و تربیت اسلامی تک آئیں ان شاء اللہ سب خیر ہو گی۔

## حضرت مولانا شاہ احمد نورانی فرمایا کرتے تھے، رحمۃ اللہ علیہ:

اگر آپ نے بھی دین اسلام کے سنہری اصولوں کو سیکھ لیا اور پھر ان کو دوسروں تک پہنچانے کا فریضہ ادا کرنا شروع کر دیا تو کوئی وجہ نہیں کہ وحدت امت کا ایک عظیم مظاہرہ نہ ہو جائے۔ہم چاہتے ہیں یہ امت پھر امت وحدہ بن جائے اور پوری دنیا پر چھا جائے۔قائد اہلسنت، مجاہد ملت، خیر خواہ امت فنافی الرسول، واقف رموز ترقی ملت، ولی کامل حضرت مولانا علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ہم سندھی بعد میں ہیں مسلمان پہلے، ہم پختون بعد میں مسلمان پہلے، ہم بلوچی بعد میں ہیں مسلمان پہلے، اور ہم پنجابی بعد میں ہیں مسلمان پہلے۔

ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ وضو کرنے کا صحیح طریقہ سیکھے اور جب وضو کرے تو اس کا وضو کامل ہونا چاہئے آیئے ہم بھی آج ہی عہد کریں کہ دین اسلام کی تبلیغ کے لئے زندگی کا ایک حصہ وقف کر دیں گے۔

اگر آپ نے واقعی کمر ہمت باندھ لی اور راہ حق میں سرگرم عمل ہو گئے تو آئندہ آنے والی نسلیں آپ کو عمدہ الفاظ سے یاد کریں گی اصل زندگی تو مر جانے کے بعد شروع ہو گی۔اس زندگی کے لئے تیاری ضروری ہے۔آئیں ہم سب مل کر دین کو خود سمجھیں اور دوسروں تک پہنچانے کی پوری کوشش کریں۔دعوت میں ہرگز سستی نہ کریں یہی ہماری کامیابی کا راز ہے۔

# باب نمبر ۴۰

## بَابُ الْمِنْدِیْلِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ۔

اس باب میں وضو کرنے کے بعد اعضاء کو کپڑے سے خشک کرنے کا ذکر ہے۔

اس باب کے ماتحت دو حدیثیں آئی ہیں جو اپنی مثال آپ ہیں ان میں بے شمار برکات مضمر ہیں امت کے لئے شرف ہی شرف ہیں۔

آیئے آپ بھی مطالعہ فرمایئے دین و دنیا کی برکات حاصل ہوں گی۔
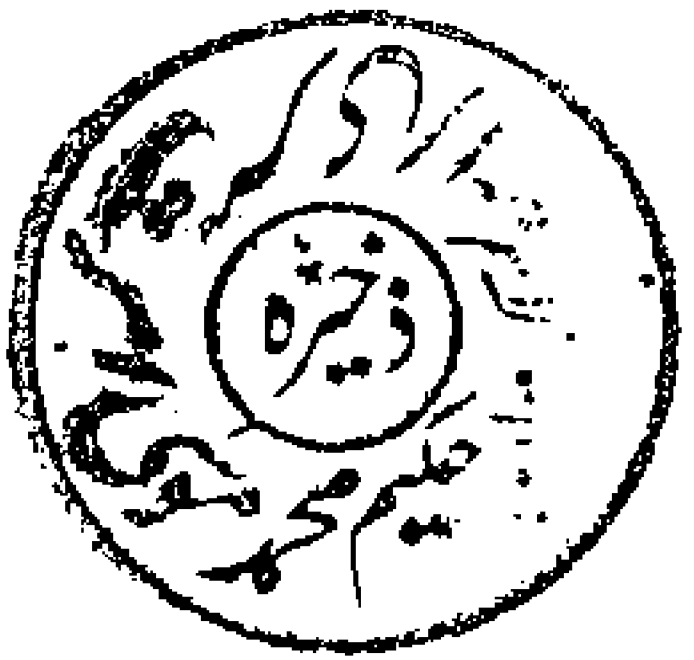
# حدیث نمبر ۵۳

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ حُبَابٍ عَنْ أَبِي مُعَاذٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ خِرْقَةٌ يُنَشِّفُ بِهَا بَعْدَ الْوُضُوءِ وَفِي الْبَابِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا بیان فرماتی ہیں۔ رسول اکرم تاجدارِ عرب وعجم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس ایک رومال تھا جس کے ساتھ آپ وضو کرنے کے بعد اپنے اعضاء وضو کو خشک فرمایا کرتے تھے۔ اس عنوان پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث وارد ہوئی ہے۔

# حدیث نمبر ۵۳ کی فنّی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

### ۱} سفیان بن وکیع رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ تہذیب التہذیب میں بھی ہے اور علامہ سراج احمد حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا ہے وہ فرماتے ہیں سُفیان بن وکیع بن جراح ابو محمد رواسی کوفی صدوق ہیں۔① آپ بھی پڑھ لیں۔

### امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے۔ سفیان بن وکیع بن جراح رواسی ابو محمد کوفی۔

سفیان بن وکیع اپنے والد گرامی، ابن ادریس، ابن وھب اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں اسی طرح ان سے امام ترمذی، امام ابن ماجہ، ابن مخلد، ابن وارۃ اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۴/۱۰۹ مطبوعہ نشر السُنّہ الفضل مارکیٹ اردو بازار، لاہور

ان کے بارے میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سفیان بن وکیع ثقہ نہیں ہیں۔ امام ابن حبان کہتے ہیں۔ سفیان بن وکیع شیخ الحدیث ہیں حدیث کا درس دیتے تھے۔ وہ بہت بڑے فاضل تھے، سفیان بن وکیع صدوق ہیں۔

## سفیان بن وکیع کی وفات:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سفیان بن وکیع کی وفات ۲۴۷ھ کو ہوئی۔ ①

## ۲} عبداللہ بن وھب رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۳۵ کے تحت ہو چکا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے مطالعہ کرلیں۔

## ۳} زید بن حباب رحمۃ اللہ علیہ:

ان کے احوال کا تذکرہ حدیث نمبر ۴۳ کے تحت ہو چکا ہے اگر آپ پسند کریں تو وہاں سے دیکھ لیں۔

## ۴} ابی معاذ رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا ذکر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقلِ حدیث نمبر ۵۳ کے بعد کیا ہے اور ان کو ضعیف قرار دیا ہے ان کا تذکرہ امام ابن حجر نے بھی کیا ہے آپ بھی مطالعہ فرمالیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے سلیمان بن ارقم ابو معاذ بصری مولیٰ انصار اور اس طرح بھی کہا گیا ہے کہ مولیٰ قریش اور یوں بھی کہا گیا ہے کہ مولیٰ قریضہ یا نضیر، ابی معاذ یحییٰ بن ابی کثیر، امام زہری، حسن اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں اور اسی طرح ان سے امام زہری جو کہ ان کے استاد ہیں اور امام سفیان ثوری، زید بن حباب وغیرھم روایت کرتے ہیں۔ ②

ان کی بابت کوئی قول توثیق کا نہیں ملا بلکہ سب بزرگوں نے ان کی تضعیف ہی بیان کی ہے لہذا یہ ابو معاذ ضعیف راوی قرار دیئے جاتے ہیں۔

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۴/ ۱۰۹ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار، لاہور

② امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۴/ ۱۴۸ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار، لاہور

## ۵} زہری رحمۃ اللہ علیہ:

یعنی ابو بکر محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن حارث بن زہرا الذہری، ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۸ کے تحت ہو چکا ہے آپ اگر چاہیں تو وہاں سے مطالعہ فرمالیں۔

## ۶} عروہ رضی اللہ عنہ:

ان کا تذکرہ تہذیب التہذیب میں کیا گیا ہے بڑے بڑے ائمہ فن نے ان کی توثیق کی ہے یہ ثقہ راوی ہیں آپ بھی پڑھ لیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے۔ عروہ بن زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی الاسدی ابو عبداللہ المدنی۔

عروہ اپنے والد گرامی اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر سے، اپنی والدہ ماجدہ اسماء بنت ابی بکر اور اپنی خالہ جان سیدہ طیبہ طاہرہ عائشہ صدیقہ ام المؤمنین، حضرت علی بن ابی طالب، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل حضرت زینب بنت ابی سلمہ، حضرت ام المؤمنین ام سلمہ، ام ہانی رضی اللہ عنہم وعنہن سے روایت کرتے ہیں۔

اسی طرح عروہ سے ان کی اولاد عبداللہ، عثمان، ھشام، محمد یحییٰ، ان کا پوتا عمر بن عبداللہ بن عروہ، ان کا بھتیجا محمد بن جعفر بن زبیر، امام زہری رضی اللہ عنہم اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

ابن سعد کہتے ہیں عروہ رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ کے طبقہ ثانیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں عروہ ثقہ کثیر الحدیث راوی ہیں وہ فقیہ ہیں عالم ہیں ثبت ہیں اور مامون ہیں، امام عجلی مدنی تابعی کہتے ہیں کہ عروہ ثقہ راوی ہیں۔ عروہ صالح مرد ہیں ان کے ہاں فتن میں سے کوئی شی نہیں پائی جاتی۔ ابن شہاب کہتے ہیں اگر مجھ سے کوئی حدیث بیان کرے وہ عروہ کے حوالے سے ہو اگر چہ بعد میں عمرۃ کے واسطہ سے بھی بیان کرے میرے نزدیک وہ حدیث مبنی برصدق ہے کہا جاتا ہے عروہ کی ولادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ آخر میں سنہ ۲۳ھ کو ہوئی عروہ اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے بیس ۲۰ سال چھوٹے تھے۔

## حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی وفات:

ابن مدینی بیان کرتے ہیں کہ عروہ کی وفات سنہ ۹۱ھ تا سنہ ۹۲ھ کو ہوئی۔ ①

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م سنہ ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۷ / ۱۶۳ مطبوعہ نشر السنہ الفضل مارکیٹ اردو بازار، لاہور

## ۷} عائشہ یعنی ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

ان کا تذکرہ حدیث نمبر ۷ کے تحت ہو چکا ہے آپ ان کے مناقب محاسن اور حالات واحوال کا وہاں سے مطالعہ کرلیں انشاء اللہ ایمان تازہ ہوگا۔ قلب وروح کو جلا ملے گی۔ سیدہ کے فضائل کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے ان کی خدماتِ جلیلہ اس قدر وافر ہیں کہ ان کو حدوشمار میں لانا کسی صاحب قلم سے ممکن نہیں، جوکوئی بھی ان کے کمالات ومحاسن کا ذکر کرے گا وہ اپنی ہی سعادت کے انبار لگائے گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ساری امّت کی ماں ہیں دو تہائی دین انہی سے مروی ہوکر امّت تک پہنچا ہے۔

# حدیث نمبر ۵۴

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا رِشْدِينُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادِ بْنِ أَنْعُمَ، عَنْ عُتْبَةَ بْنِ حُمَيْدٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ غَنْمٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ مَسَحَ وَجْهَهٗ بِطَرَفِ ثَوْبِهٖ۔

قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ، وَإِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ، وَرِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادِ بْنِ أَنْعُمِ الْإِفْرِيْقِيُّ يُضَعَّفَانِ فِي الْحَدِيْثِ،

قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى حَدِيْثُ عَائِشَةَ لَيْسَ بِالْقَائِمِ، وَلَا يَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْبَابِ شَيْءٌ، وَأَبُوْ مُعَاذٍ يَقُوْلُوْنَ هُوَ سُلَيْمَانُ بْنُ أَرْقَمَ وَهُوَ ضَعِيْفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيْثِ۔

وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ فِي الْمِنْدِيْلِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ، وَمَنْ كَرِهَهٗ إِنَّمَا كَرِهَهٗ مِنْ قِبَلِ أَنَّهٗ قِيْلَ إِنَّ الْوُضُوْءَ يُوْزَنُ، وَرُوِيَ ذٰلِكَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ وَالزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا

مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ قَالَ حَدَّثَنِيْهِ عَلِيُّ بْنُ مُجَاهِدٍ عَنِّي، وَهُوَ عِنْدِي ثِقَةٌ، عَنْ ثَعْلَبَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ إِنَّمَا أَكْرَهُ الْمِنْدِيْلَ بَعْدَ الْوُضُوْءِ لِأَنَّ الْوُضُوْءَ يُوْزَنُ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا آپ نے وضو فرمایا تو اپنے دامن کے کنارے سے اپنے چہرہ انور کو خشک فرمایا۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث غریب ہے اس کی اسناد ضعیف ہیں، محدثین کے نزدیک رشدین بن سعد اور عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی دونوں راوی ضعیف ہیں۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث قائم نہیں ہے۔ اس باب میں نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔ رہا معاملہ ابومعاذ کا تو ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ سلیمان بن ارقم ہیں اور حضرت ماہرین علوم حدیث کے نزدیک ضعیف ہیں۔

نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد والے اہل علم حضرات نے وضو کے بعد اعضاء وضو کو کپڑے سے خشک کرنے کی رخصت دی ہے۔ اور وہ حضرات جنہوں نے اعضاء وضو کو خشک کرنے کو مکروہ جانا ہے تو وہ اس وجہ سے ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وضو کا یعنی وضو کے پانی کا وزن کیا جائے گا۔ اس حدیث کو سعید بن مسیب اور امام زہری نے روایت کیا۔ ہم سے یہ بات محمد بن حمید اور جریر نے کہی۔ امام ترمذی کہتے ہیں مجھ سے علی بن مجاہد نے اس حوالے سے بات کی اور میرے نزدیک علی بن مجاہد ثقہ ہیں خصوصاً اس وقت جب وہ ثعلبہ عن الزہری کرکے روایت کریں وہ کہتے ہیں وضو کرنے کے بعد اس کو کپڑے سے خشک کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ اس کو وزن کیا جائے گا۔

# حدیث نمبر ۵۴ کی فنی حیثیت

## {تذکرہ راویان}

۱} قتیبہ رحمتہ اللہ علیہ:

ان کے حالات واحوال کا تذکرہ حدیث نمبر ا کے تحت ہو چکا ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں سے دیکھ لیں۔

## ۲} رشدین بن سعد رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ تہذیب التہذیب میں ہے۔ یہ ثقہ راوی ہیں ان کی توثیق بڑے بڑے ائمہ فن نے کی ہے آپ بھی مطالعہ فرمالیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے۔ رشدین بن سعد بن فصلح بن ھلال لہری ابوالحجاج مصری اور رشدین بن ابی رشدین ہے۔

رِشدین بن سعد زیان بن فائد، ابی ھانی، حمید بن ھانی، عبدالرحمٰن بن ابی زیاد اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح ان سے ان کے قریبی اور عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ، ابوکریب، ھشام بن عمار، قتیبہ اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

میمونی بیان کرتے ہیں میں نے ابوعبداللہ کو کہتے ہوئے سنا رشدین بن سعد کی روایت میں تھوڑی احتیاط چاہئے لیکن ہیں وہ مرد صالح انہوں نے یہ بھی کہا کہ ھیثم بن خارجہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ ایک مجلس میں ابوعبداللہ مسکرائے اور کہنے لگے ان کی احادیث لینے میں کوئی حرج نہیں۔ امام بغوی بیان کرتے ہیں ان کی بابت امام احمد سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا مجھے امید ہے وہ صالح الحدیث ہیں۔

## رِشیدین بن سعد کی وفات:

ابن یونس بیان کرتے ہیں رشدین بن سعد کی پیدائش ۱۱۰ھ کو ہوئی اور ان کی وفات ۱۸۸ھ کو ہوئی۔ ①

## ۳} عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ تہذیب التہذیب میں ہے۔ ان کی توثیق کے اقوال ہیں لیکن اکثر ائمہ فن نے ان کی توثیق نہیں کی بلکہ تضعیف کی ہے آپ بھی پڑھ لیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم بن ذری بن یحمد بن معدیکرب ابن اسلم بن منبہ بن نمادّہ بن حیویل شعبانی ابوایوب اور اس طرح بھی کہا جاتا ہے ابوخالد افریقی قاضی۔

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۳/ ۲۴۰ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار، لاہور

عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم اپنے والد گرامی، ابوعبدالرحمٰن اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں اسی طرح ان سے امام سفیان ثوری، امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنھما رشدین بن سعد اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

اسحٰق بن راھویہ بیان کرتے ہیں میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم ثقہ راوی ہیں۔ دوری ابن معین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم ہے تو ضعیف راوی لیکن اس کی روایت لینے میں حرج نہیں۔

اس کے علاوہ کوئی قول تعدیل کا نہیں ملتا اکثریت نے ان کو ضعیف ہی قرار دیا ہے۔

## عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم کی وفات:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مقری کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن زیاد کی وفات ۱۵۶ھ کو ہوئی۔ ابن یونس کا بیان ہے کہ ان کی وفات افریقہ میں ہوئی۔ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ابوکریب نے ذکر کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم کی وفات ۱۶۱ھ کو ہوئی۔ ان کی ولادت ۷۴ھ یا ۷۵ھ کو ہوئی تھی۔ ①

## ۴} عُتبہ بن حمید رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ تہذیب التہذیب میں ہے ان کے احوال انتہائی مختصر لکھے ہوئے ہیں آپ بھی پڑھ لیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب اس طرح ہے عتبہ بن حمید الضّبی، ابومعاذ اس طرح بھی کہا جاتا ہے ابومعاویہ بصری۔

عتبہ بن حمید، عبیداللہ بن ابی بکر بن انس، عبادہ بن نُسّی وغیرھم سے روایت کرتے ہیں اور ان سے عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم روایت کرتے ہیں۔

امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی توثیق کی ہے ان کو صالح الحدیث قرار دیا ہے امام ابن حبّان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ ②

## ۵} عبادہ بن نُسّی رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا تذکرہ تہذیب التہذیب میں ہے۔ یہ ثقہ راوی ہیں بڑے بڑے بزرگوں نے ائمہ فن نے ان کی توثیق کی ہے۔ آپ بھی پڑھ لیں۔

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۷/ ۱۵۷ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار، لاہور

② امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۶/ ۸۸ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار، لاہور

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے۔عبادہ بن نُسّی الکندی،ابوعمرو شامی اردنی قاضی طبریہ۔
عبادہ بن نُسّی اوس بن اوس ثقفی،ابودرداء،عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنھم وغیرھم سے روایت کرتے ہیں۔اسی طرح ان سے برد بن سنان،حسن بن ذکوان،عتبہ بن حمید وغیرھم روایت کرتے ہیں۔
ابن سعد کہتے ہیں عبادہ بن نُسّی اھل ابودرداء ہیں تابعی ہیں اور ثقہ ہیں،امام احمد ابن معین،عجلی اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیھم نے عبادہ بن نسی کو ثقہ قرار دیا ہے۔
امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس کی روایت لینے میں کوئی حرج نہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا یہ ہے کہ عبادہ بن نُسّی الکندی ان حضرات کے سردار ہیں امام ابوحاتم اور ابن خراش کا کہنا یہ ہے کہ ان کی روایت قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔مغیرہ بن زیاد بیان کرتے ہیں سلمہ بن عبدالملک نے یوں اظہار خیال کیا تین افراد ایسے ہیں جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے بارش برسائی اور ان کے وسیلہ سے اعداء پر اھل حق کی مدد فرمائی وہ تین حضرات یہ ہیں۔

۱۔ عبادہ بن نُسّی رحمۃ اللہ علیہ،

۲۔ رجاء بن حیٰوۃ رحمۃ اللہ علیہ،

۳۔ عدی بن عدی رحمۃ اللہ علیہ،

## عبادہ بن نُسّی کی وفات:

عمرو بن علی کا کہنا یہ ہے کہ عبادہ بن نُسّی کی وفات سنہ ۱۱۸ھ کو ہوئی۔①

## ۶} عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ:

ان کا تذکرہ تہذیب التہذیب میں ہے،یہ ثقہ راوی ہیں ان کو بڑے بڑے ائمہ فن نے ثقہ قرار دیا ہے آپ بھی مطالعہ فرمالیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ونسب یوں ہے۔عبدالرحمٰن بن غنم الاشعری،ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م سنہ ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۹۹/۵ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار،لاہور

عبدالرحمٰن بن غنم نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی حضرت معاذ، حضرت ابوذر، حضرت ابوعبیدہ بن جراح، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنھم اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں۔اسی طرح ان سے ان کا بیٹا محمد، عطیہ بن قیس، شہر بن حوشب، عبادہ بن نُسّی اور ایک جماعت روایت کرتی ہے۔

ابن سعد نے عبدالرحمٰن بن غنم کا تذکرہ طبقہ اولیٰ کے تابعی کے طور پر کیا جن کا تعلق شام سے تھا انشاء اللہ وہ ثقہ ہی تھے۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن غنم کو لوگوں کی فقہی تعلیم پر معمور فرمایا تھا۔ان کے والد گرامی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے تھے۔امام عجلی تابعی شامی کہتے ہیں عبدالرحمٰن بن غنم کبار تابعین کرام سے ہیں اور ثقہ ہیں۔امام ابن حبّان نے ان کا ذکر ثقات تابعین میں کیا ہے۔ابن عبدالبر بیان کرتے ہیں عبدالرحمٰن بن غنم عہد رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں مسلمان تو ہو گئے تھے مگر زیارت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مشرف نہ ہوئے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی خدمتِ اقدس میں ان کی وفات تک حاضر رہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے عبدالرحمٰن بن غنم اھل شام میں سب سے بڑا فقیہہ ہے وہ عامۃ التابعین کو شام میں تعلیم فقہ دیتے تھے ان کی بڑی ہی قدرومنزلت تھی۔

## عبدالرحمٰن بن غنمِ کی وفات:

خلیفہ وغیرہ نے کہا ہے کہ عبدالرحمٰن بن غنم کی وفات ۸ ۷ ھ میں ہوئی۔①

## ۷} معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ:

یہ جلیل القدر صحابی ہیں، ان کے فضائل وکمالات کے بیان کے لئے ایک دفتر درکار ہے ان کا ہاتھ تھام کر نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تھا اللہ تعالیٰ کی قسم اے معاذ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔میں ان کے کچھ فضائل رقم کرتا ہوں آپ بھی پڑھ لیں۔

## امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام مبارک اور نسب شریف اس طرح ہے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بن عمرو، بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب بن عمرو بن ادی بن سعد بن علی بن اسد بن ساردۃ بن ترید بن جشم بن الخزرج الانصاری الخزرجی ابو عبدالرحمٰن المدنی۔

---

① امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۶ / ۲۲۵ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار، لاہور

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب ایمان لائے اس وقت ان کی عمر مبارک اٹھارہ ۱۸ سال تھی بیعت عقبہ میں حاضر تھے۔ غزوہ بدر میں شامل ہوئے اور تمام غزوات میں شرکت کی۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت ابن عمرو، حضرت ابن عمر، حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ، حضرت ابوطفیل، عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہم اور ایک خلقِ کثیر روایت کرتی ہے۔

حضرت قتادہ، حضرت حسن کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عہد مبارک میں جن حضرات کے پاس قرآن جمع تھا وہ چاروں انصاری تھے اور ان کے اسماء مبارک یہ ہیں:

۱۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ،

۲۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ،

۳۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ،

۴۔ حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ،

حضرت مسروق نے حضرت عبداللہ بن عمرو کے واسطہ سے بیان کیا کہ مندرجہ بالا چاروں حضرات کی صحبت کو کبھی زائل نہ ہونے دیا جائے اس لئے کہ رسول کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ قرآن کریم چار حضرات سے سیکھو وہ یہ ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ،

۲۔ حضرت سالم مولیٰ ابن حذیفہ رضی اللہ عنہ،

۳۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ،

۴۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ،

حضرت ابوقلابہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حلال وحرام کے سب سے بڑے عالم تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مرسلاً اور متصلاً یہ روایت آئی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قیامت کے دن اس حال میں آئیں گے کہ ان کا مرتبہ امام العلماء کا ہوگا۔ امام شعبی جناب مسروق کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ہم بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے قرآن حکیم کی یہ آیت مبارکہ تلاوت کی۔

اُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ۔

اس کا مصداق حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو قرار دیا بڑے بڑے بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت معاذ

بن جبل رضی اللہ عنہ کو حضرت ابراھیم علیہ السلام سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اس سے عورتیں عاجز ہوگئی ہیں حضرت معاذ بن جبل جیسا بچہ کبھی پیدا نہ کریں گی۔

لَوْلَا مَعَاذٌ لَهَلَكَ عُمَرُ۔

اگر معاذ نہ ہوتا تو عمر ھلاک ہو جاتا۔

ان کے مناقب کثیر ہیں اور حد و شمار سے باہر ہیں۔

## حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات:

ابو سہر کا بیان ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا وصال ۱۷ھ کو ہوا جناب یحییٰ نے یہ بیان کیا ہے کہ وفات کے وقت ان کی عمر شریف ۳۴ سال تھی۔ علامہ واقدی کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات ۱۸ھ کو ہوئی اس وقت ان کی عمر ۳۸ سال تھی علامہ واقدی کہتے ہیں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اپنے زمانے کے لوگوں میں سب سے زیادہ حسین و جمیل تھے۔ (۱)

## ہمارے آقا علیہ السلام اولین و آخرین کے احوال سے باخبر ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قیامت کے دن اس شان سے آئیں گے کہ آپ کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہوگا آپ تمام علماء کے امام قرار پائیں گے۔ بس غور طلب امر صرف یہ ہے کہ آپ نے دنیا میں جلوہ گر ہو کر آخرت کی خبر عنایت فرمائی اس عالم میں جلوہ گر ہو کر میدان حشر کا نقشہ بتا دیا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ میں اس عالم میں ہوں اور عالم آخرت ہرگز مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے وہاں کے تمام احوال سے واقف ہوں تو جب میں اس عالم میں رہ کر اس عالم سے بے خبر نہیں تو جب میں اُس عالم میں چلا جاؤں گا تو اس عالم یعنی دنیا سے ہرگز بے خبر نہیں ہونگا تمہارے احوال سے خبردار رہوں گا۔ ہمارا یہ ایمان ہونا چاہئے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین بنا کر بھیجا ہے وہ تمام اولین و آخرین کے حالات سے بھی باذن اللہ باخبر ہے۔



(۱) امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ۱۰/۱۶۹ مطبوعہ نشر السنۃ الفضل مارکیٹ اردو بازار، لاہور

# شرح حدیث نمبر ۵۳، ۵۴

انسانیت کا سب سے بڑا خیر خواہ مذہب دین اسلام ہے۔ اس کی ایک ایک بات سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مبارک منہ سے جو بھی بات نکلی وہ سو فیصد حق وصداقت ہے اس پر عمل کرنے میں ہماری بھلائی ہے زندگی گذارنے کا جو طریقہ سرور دو عالم نور مجسم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے۔ وہی تمام نظام ہائے حیات پر فائق ہے اس پر عمل کرنا باعثِ راحت وشادمانی ہے۔

## وضو کرنے کے بعد اعضاءِ وضو کو رومال سے خشک کرنا:

حضرت علامہ سراج احمد حنفی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، یہ باب جس میں اس بات کا تذکرہ ہوا کہ وضو کرنے کے بعد اعضاء کو رومال کے ساتھ خشک کرنا چاہئے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس ایک خرقہ یعنی رومال تھا جس کے ساتھ آپ وضو فرمانے کے بعد اعضاء وضو کو خشک فرمایا کرتے تھے۔ اس موضوع پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم وضو فرمانے کے بعد تولیے سے اعضاء کو خشک فرمالیا کرتے تھے۔ محدث عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت وارد کی ہے کہ جب تو وضو کرے تو رومال یا تولیہ استعمال نہ کر۔ اسی طرح کی ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جو اکابر صحابہ کرام میں سے مجتہد فاضل ہیں۔ وہ مدینہ طیبہ کے زمینداروں سے تعلق رکھتے تھے۔ بیعت عقبہ ثانیہ میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں حاضر ہوئے تھے غزوہ بدر اور تمام غزوات میں حاضر ہی رہے۔ یہ وہی حضرت ہیں جن کا ہاتھ پکڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تھا۔

**يَامُعَاذُ وَاللهِ اِنِّي اُحِبُّكَ ۔** ①

اے معاذ اللہ کی قسم میں تم سے پیار کرتا ہوں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یمن کی طرف قاضی وحاکم بنا کر بھیجا، نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عہد مبارک میں تین بزرگ مہاجرین میں سے فتویٰ دیا

① علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/ ۸۰ مطبوعہ کانپور ہند

کرتے تھے وہ یہ ہیں:

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ،

۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ،

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ،

اسی طرح انصار میں سے بھی تین بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم فتوٰی دیتے تھے وہ یہ ہیں:

۱۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ،

۲۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ،

۳۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ،

## بعض اھل علم نے اعضاءِ وضو کو کپڑے سے خشک کرنے کی رخصت دی ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا آپ نے وضو فرمانے کے بعد اپنے چہرہ اقدس کو اپنے دامن کے کنارے سے صاف فرمایا۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث غریب ہے اس کی اسناد ضعیف ہیں۔ آپ فرماتے ہیں یہ حدیث غریب ہے یہ طرق متعدد ماثورہ سے وارد نہیں ہوئی۔ درانحالیکہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے اور اس کے بعد وہ خود ضعف کا سبب بھی بیان کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں محدثین کے نزدیک رشدین بن سعد اور عبدالرحمٰن بن زیادہ بن انعم فریقی دونوں راوی ضعیف ہیں امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث قائم نہیں ہے کہ اس کا ذکر متن میں موجود نہیں ہے قوی طریقے سے، اس موضوع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے صحیح حدیث ثابت نہیں ہے نہ ہی یہ قوی دلائل سے ثابت ہے کہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم وضو فرمانے کے بعد اعضاء وضو کو خشک فرمایا کرتے تھے۔ رہا معاملہ ابو معاذ کا تو ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ سلیمان بن ارقم ہیں اور یہ حضرت ماہر علوم حدیث کے نزدیک ضعیف ہیں۔ تقریب میں ہے ابو معاذ سلیمان بن ارقم بصری ضعیف راوی ہیں، نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد والے اھل علم حضرات نے وضو کے بعد اعضاء وضو کو کپڑے سے خشک کرنے کی رخصت دی ہے۔ اور وہ حضرات جنہوں نے اس کو وضو کرنے کے بعد اعضاء وضو کو خشک کرنے کو مکروہ جانا ہے تو وہ اس وجہ سے ہے کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیامت کے دن وضو کے پانی کا وزن کیا جائے گا۔ حضرت سعید بن مسیب اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہما سے مروی ہے حدیث شریف میں آیا ہے قیامت میں وضو کے پانی کو تولا جائے گا اس وجہ سے وہ اعضاء وضو کو رومال سے خشک کرنے کو مکروہ جانتے تھے۔ جریر کہتے ہیں یہ جو

علی بن مجاہد والی حدیث ہے اس کی بابت یہ ہے کہ میرے نزدیک مجاہد ثقہ راوی ہیں اور جریر نے اس حدیث کو ثعلبہ سے روایت کیا ہے۔اور پھر امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے میں اعضاء وضو کو رومال سے خشک کرنے کو مکروہ اس وجہ سے جانتا ہوں کہ وضو کے پانی کو قیامت میں تولا جائے گا۔① واللہ اعلم بالصواب۔

اگر وضو کرنے کے بعد اعضاء وضو کو رومال سے خشک کرلیا جائے تو اچھا ہے اور خشک نہ کرنا افضل ہے۔

## علامہ ابوطیب سندھی لکھتے ہیں:

یہ جو باب ہے جس میں وضو کرنے کے بعد رومال کے ساتھ اعضاء کو خشک کرنے کا ذکر ہے اس میں صیغہ فَاعِلٌ مِّنَ التَّفْعِيْلِ ہے۔یہ اسی طرح ہے جیسے زمین کا پانی سے خوب صاف ستھرا ہو جانا اسی طرح پسینہ کو خرقہ سے خشک وصاف کر دینا نہایہ میں بھی ہے وضو کے بعد رومال سے اعضاء وضو کو خشک کرنا۔

یہ جو قول ہے کہ جس نے اعضاء وضو کو خشک کرنے کو مکروہ جانا ہے اس کا مطلب یہ ہے وضو کا وزن کیا جائے گا اس مقام پر لفظ وضو فتح کے ساتھ ہے اور مراد وضو کا پانی ہے۔اور یہ وہ پانی ہے قیامت کے دن اس کو تولا جائے گا اس کی وجہ سے نیکیاں میسر آئیں گی اور نیکیاں ہی تو باقی رہنے والی ہیں یہی خیر ہے اس اعتبار سے وضو بھی باقی رہے گا اس کی وجہ سے خیر ملے گی اسی طرح بعض علماء نے فرمایا ہے مراد اس سے وضو کی قبولیت ہے اس وزن سے مراد اجر ہے وہ دونوں طرح ہی مل جائے گا چاہے صاف وخشک کر دیا جائے یا نہ کیا جائے۔جہاں تک وزن کا تعلق ہے وہ تو آخرت میں ہوگا جو اس کا ازالہ ہے وہ دنیا میں ہو رہا ہے لہٰذا یہ امر وزن ہونے کا مانع نہیں ہے جبکہ وزن نے ہونا ہی آخرت میں ہے ہاں جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس سے نہی وارد ہوئی۔② تو یہ کوئی قطعی کلیہ معلوم نہیں ہوتا۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے اس عمل کو حسنات پر قیاس کیا جائے تو یہ بات بعید معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ حسنات کا ابطال تو حرام ہے، بالاجماع۔اور عضو کو صاف کرنا تو حرام نہیں بلکہ علامہ کے اپنے الفاظ نقل کر دیتا ہوں لیجئے مطالعہ فرمائیے۔

لِاَنَّ اِبْطَالَ الْحَسَنَةِ حَرَامٌ بِالْاِجْمَاعِ وَمَسْحُ الْعُضْوِ لَيْسَ حَرَامٌ بِالْاِتِّفَاقِ بَلْ بِالْاِجْمَاعِ وَلِاَنَّهٗ وَرَدَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّ مَسْحَ اَعْضَاءِ الْوُضُوْءِ بِطُرُقٍ مُّتَعَدِّدَةٍ۔③

---

① علامہ سراج احمد حنفی سرہندی از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۸۱ مطبوعہ کانپور ہند

② علامہ ابوطیب سندھی شرح ابوطیب، از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۸۱ مطبوعہ کانپور ہند

③ علامہ ابوطیب سندھی شرح ابوطیب، از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۸۱ مطبوعہ کانپور ہند

اس لئے کہ نیکی کا ابطال بالا جماع حرام ہے اور وضو کے اعضا پر مسح کرنا یعنی ان کو خشک کرنا بالاتفاق بلکہ بالاجماع حرام نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اعضاءِ وضو کا خشک کرنا طرق متعددہ سے ثابت ہے۔

## حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور امام مالک رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر:

اس امر کو اس سے تقویت ملتی ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے حدیث آئی ہے جس کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے جیسا کہ آپ نے یہ حدیث ابھی دیکھ لی اسی طرح کی ایک روایت امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمان فارسی سے وارد کی ہے۔ اس میں یوں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وضو فرمایا پھر آپ نے اپنے جبّہ کا کونہ الٹا اور اس سے اپنے چہرہ انور کو صاف فرمایا یہ جبّہ اونی تھا۔ امام نووی فرماتے ہیں اس مسئلہ میں صحابہ کرام وغیرھم کا اختلاف ہے اس اختلاف کی تین وجوہات ہیں۔

۱۔ غسل کرنے کے بعد اور وضو کرنے کے بعد اعضاء کو تولیے سے صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ قول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت امام مالک اور امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہما کا ہے۔ جہاں تک اس حدیث شریف کا تعلق ہے کہ ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تولیہ پیش کیا تو آپ نے وہ واپس کر دیا یعنی جسم کو اس کے ساتھ خشک نہ فرمایا۔ آپ کو کپڑے کا پیش کیا جانا بیان جواز کے لئے تھا لیکن اس وقت آپ نے اسے استعمال نہ فرمایا امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے تمام فوائد کو نقل وذکر فرمایا ہے۔ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں مقاتل بن حبّان اور سعید بن میسب رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث وارد کی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ بِثَوْبٍ نَظِیْفٍ وَلَابَأْسَ بِهٖ وَمَنْ لَّمْ یَفْعَلْ فَهُوَ اَفْضَلُ لِاَنَّ الْوَضُوْءَ یُوْزَنُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَعَ سَائِرِ الْاَعْمَالِ ①

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول کریم رؤف ورحیم نے ارشاد فرمایا جو کوئی وضو کرے پھر وہ رومال کے ساتھ اعضاء وضو کو خشک کر دے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر کوئی ایسا نہ کرے تو یہ افضل ہے۔ اس لئے کہ وضو کو قیامت کے دن تولا جائے گا دوسرے اعمال کے ساتھ۔

---

① علامہ ابوطیب سندھی شرح ابوطیب، از مجموعہ شروح اربعہ جامع ترمذی شریف ۱/۸۱ مطبوعہ کانپور ہند

## گر اعضاء وضو کو خشک نہ کرے افضل ہے:

اس حدیث مبارک سے یہ ثابت ہوتا ہے بلکہ صریح دلالت ہے اس امر پر کہ اگر کوئی شخص اعضاء وضو کو خشک کرنے کی کراھیت کا قائل ہے (جیسا کہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ) تو ترک افضلیت کا قائل ہوگا۔ واللہ اعلم۔

## اَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ:

میں نہایت ادب سے اھل ایمان، اھل علم کی خدمتِ اقدس میں عرض کروں گا۔ اگر تو وضو کرنے کے بعد اعضاءِ کو خشک کرلیا جائے مگر خشک کرتے وقت اضافی پانی ہی کو زائل کیا جائے جو تری اعضاء پر فطر تارہی ہے اسے رگڑ رگڑ کر ہرگز صاف و خشک نہ کیا جائے اس لئے کہ اگر تو پانی زیادہ لگا رہ گیا تو ایسی صورت میں وہ اعضاء سے بہہ بہہ کر مسجد شریف میں گرے گا اور یہ مسجد کے آداب کے منافی ہے لہٰذا اہلکا خشک کرلیا جائے اور اگر رومال کے ساتھ خشک نہیں کیا جاتا تو کم از کم ہاتھ کے ساتھ اعضاء پر زائد کو خشک کردیا جائے یہی مقصود حدیث ہے۔ واللہ اعلم۔

## امام احمد رضا خان حنفی قدس سرّہ العزیز لکھتے ہیں:

وہ بالجملہ اس قدر میں شک نہیں کہ ترک احیاناً دلیل کراھت نہیں ہوسکتا بلکہ وہ تتمۂ دلیل سنیت ہوتا ہے اور احسن حدیث وہ ہیں جو امام اجل ابراھیم نخعی استاد الاستاذ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہما نے افادہ فرمائی کہ سلف کرام کپڑے سے پونچھنے میں حرج نہ جانتے مگر اس کی عادت ڈالنا پسند نہ فرماتے کہ وہ باب طرفہ و تنعم (خوشحال اور دولت مندی کی علامت سے) ہے۔①

## جو قومیں اپنے نصب العین سے وفا کرتی ہیں وہ کبھی ناکام و نامراد نہیں ہوتیں:

وہ اعمال جن کا ذکر احادیث مبارکہ میں آیا ہے ان پر مداومت کرنا ہی اھل اسلام کی فضیلت ہے اگر یہ امّت آج بھی اپنے پیارے آقا مولیٰ امام الانبیاء سرور دو جہاں حامی بے کساں کی اطاعت شروع کردے تو ساری دنیا میں صالح انقلاب برپا ہوسکتا ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے اعمال جو احادیث طیّبات میں مذکور ہیں ان کو یاد کرنا اور ان کو اپنی عادت بنالینا یقیناً دنیا و آخرت دونوں جہانوں کی کامیابی کی ضمانت ہیں وہی بندہ دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل کرے گا جو زیادہ سے زیادہ عامل علی السنت ہوگا۔ ہمیں چاہئے ہم ان بابرکت اعمال کو عوام الناس تک آسان اور سادہ طریقے سے پہنچائیں تاکہ ان کو عمل کرنے میں آسانی ہو اور پھر دوسروں تک پہنچانے کا بھی بندوبست ہوجائے گا

① امام احمد رضا خان بریلوی م ۱۳۴۰ھ العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ ۱/ ۲۴۳ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور

جب آپ یہ تہیہ کرلیں گے کہ ہم نے اب دین اسلام کی تبلیغ کا کام کرنا ہی کرنا ہے دعوت الی اللہ کی طرف رجوع کرہی لینا ہے اوراس دعوت حق کوساری دنیا کے انسانوں تک پہنچا کرہی دم لینا ہے توکوئی وجہ نہیں تم ساری دنیا پر چھا نہ جاؤ۔

اے اھل ایمان تمہارا کام ہمت کرنا ہے کاوش کرنا ہے کامرانی سے ہمکنار کرنا تمہارے خالق و مالک کا کام ہے آپ اپنا فرض ادا کروو ہ تمھیں کامیابی دے دے گا۔ جوقومیں اپنے نصب العین سے وفا کرتی ہیں وہ کبھی ناکام ونامرادنہیں ہوتیں اور جوقومیں اپنے نصب العین سے وفانہیں کرتیں ان کودنیا کے کسی میدان میں کامرانی سے ہمکنارنہیں کیا جاتا۔ اس حدیث شریف کا اصل مقصود یہ ہے کہ ہر بندہ مومن نماز کے لئے وضو کرے توانتہائی احتیاط اورعمدگی کے ساتھ کرے۔

## درسِ حدیث

انسان حقیقتاً مدنی الطبع واقع ہوا ہے علامہ ابن خلدون نے اسی طرح لکھا ہے۔ ①

یہ بھی حقیقت ہے انسان متلوّن مزاج ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان ہمیشہ ایک مزاج پر قائم نہیں رہتا کبھی انتہائی نرم کبھی انتہائی سخت مزاج ہوتا ہے۔ زندگی رب کائنات کی عطا کردہ بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کوگذارنے کا نہایت حسین اور پروقار طریقہ وہ ہے جوامام الانبیاء حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء نے سکھایا ہے۔ اقرارتوحید ورسالت کے بعدسب سے افضل عمل نماز ہے اورنماز پڑھنے کے لئے وضوکرنا ضروری ہے۔

### وضو کے چارفرض ہیں جوسورہ مائدہ کی آیت نمبر ۶ سے ثابت ہیں:

۱۔ ایک مرتبہ چہرے کا دھونا،

۲۔ ایک مرتبہ دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا،

۳۔ ایک بار چوتھائی سر کا مسح کرنا،

۴۔ دونوں پاؤں کوٹخنوں سمیت دھونا،



### وضو کے چاروں فرض اعتقادی ہیں:

وضومیں جوچارفرض ہیں یہ چاروں ہی اعتقادی ہیں وضومیں کوئی واجب نہیں ہوتا البتہ وضومیں بارہ فرض عملی ہوتے ہیں یادرہے جوبارہ فرض عملی ہیں یہ بارہ ہی وضو کے واجب اعتقادی ہیں۔ وضوکرنے کے بعد اعضاء وضوکو

① علامہ عبدالرحمن بن خلدون م ۸۰۸ھ تاریخ ابن خلدون مقدمہ ۱/ ۴۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان

رومال کے ساتھ خشک کرنا کیسا ہے حدیث میں آتا ہے۔

حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں رسول اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس ایک رومال ہوتا تھا جس کے ساتھ آپ وضو فرمانے کے بعد اعضاء وضو کو خشک فرمالیا کرتے تھے۔ (جامع ترمذی شریف حدیث نمبر ۵۳)

بعض احادیث میں اس طرح آیا ہے کہ وضو کرنے کے بعد اعضاء وضو کو خشک نہیں کرنا چاہیئے۔ یاد رہے وضو کرنے کے بعد اعضاء وضو کو کپڑے، تولیے یا رومال کے ساتھ خشک کرنا جائز ہے اور اگر اعضاء وضو کو خشک نہ کیا جائے تو یہ افضل ہے لہذا اگر کوئی مسلمان وضو کرنے کے بعد تولیہ یا رومال استعمال کرے تو اس کو منع نہیں کرنا چاہیئے البتہ رومال استعمال کرنے والا اتنا زوردار طریقے سے استعمال نہ کرے کہ تمام تر وتازگی ہی ختم ہو جائے اس طرح خشک کرنا چاہیئے کہ پانی کا ٹپکنا تو بند ہو جائے مگر تری قائم رہے اسی طرح رومال استعمال نہ کرنے والے اس طرح تازہ وضو کے ساتھ مسجد میں داخل نہ ہوں کہ پانی اعضاء وضو سے ٹپک رہا ہو یہ عمل آداب مسجد کے منافی ہے۔

## اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہوگی اور یہ ساری دنیا پر غالب آئے گا:

آیئے احادیث مبارکہ کو خود سیکھیں اور دوسروں کو اس کی تعلیم دیں اس طرز عمل کو عام کریں کہ ہر مسلمان اپنے آقا علیہ السلام کے فرامین اقدس کو دل وجان سے عزیز جاننے لگ جائے نہ صرف عزیز جانے بلکہ ان کی دوسرے مسلمانوں میں ترویج واشاعت بھی کرے۔ اے نوجوانان ملت آپ بڑے مرتبے کے لوگ ہو آپ ہی اس امت کا سرمایہ ہو آپ ہی ہم کمزور لوگوں کی امیدیں ہو آپ اٹھ کھڑے ہوں راہِ حق میں دعوت حق کو لے کر دوسروں تک پہنچانے کا عزم کرلو اور اس پر عمل کرنے کے لئے سرگرم ہو جاؤ۔ وحدتِ امّت کے لئے کام کرو اگر پھر یہ امّت ایک ہو جائے وحدت کی بہار آجائے تو آنے والا کل تمہارا ہوگا آپ ہی ساری دنیا میں معزز ہو جاؤ گے آپ ہی کی بات لائق التفات ہوگی آپ ہی کا طرزِ عمل دوسروں کے لئے مشعلِ راہ قرار پائے گا بس ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ اب سستی چھوڑ دو نہایت تیزی کے ساتھ نہایت دیانت کے ساتھ آگے بڑھو ایک ایک مسلمان کے ذہن وضمیر پر دستک دینا آپ کا کام ہے اور دل میں دین کے لئے تڑپ ڈالنا یہ میرے اللہ عزوجل کا کام ہے آپ اپنا کام کرتے جاؤ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہوگی اور اسلام ساری دنیا پر غالب آئے گا انشاء اللہ العزیز۔

# فہرست اسماء الرواۃ

## (ابواب الطہارۃ)

| اسماء | تذکرہ |
|---|---|
| **حدیث نمبر ۱** | |
| ۱) قتیبہ بن سعید | حدیث نمبر ۱ |
| ۲) ابوعوانہ | حدیث نمبر ۱ |
| ۳) سماک بن حرب | حدیث نمبر ۱ |
| ۴) ھنّاد بن السّری | حدیث نمبر ۱ |
| ۵) وکیع | حدیث نمبر ۱ |
| ۶) اسرائیل | حدیث نمبر ۱ |
| ۷) مُصعب ابن سعد | حدیث نمبر ۱ |
| ۸) ابن عمر رضی اللہ عنہما | حدیث نمبر ۱ |
| **حدیث نمبر ۲** | |
| ۱) اسحٰق بن موسیٰ انصاری | حدیث نمبر ۲ |
| ۲) معن بن عیسیٰ | حدیث نمبر ۲ |
| ۳) مالک بن انس | حدیث نمبر ۲ |
| ۴) قتیبہ | حدیث نمبر ۱ |
| ۵) مالک | حدیث نمبر ۲ |
| ۶) سہل بن ابی صالح | حدیث نمبر ۲ |
| ۷) ابیہ! (ابی صالح السّمان ذکوان) | حدیث نمبر ۲ |
| ۸) ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ | حدیث نمبر ۲ |
| **حدیث نمبر ۳** | |
| ۱) قتیبہ | حدیث نمبر ۱ |
| ۲) ھنّاد | حدیث نمبر ۱ |
| ۳) محمود بن غیلان | حدیث نمبر ۳ |
| ۴) وکیع | حدیث نمبر ۱ |
| ۵) سفیان (بن سعید) | حدیث نمبر ۳ |
| ۶) محمد بن بشار | حدیث نمبر ۳ |
| ۷) عبدالرحمٰن بن مھدی | حدیث نمبر ۳ |
| ۸) سفیان (بن عُیَینہ) | حدیث نمبر ۳ |
| ۹) عبداللہ بن محمد بن عقیل | حدیث نمبر ۳ |
| ۱۰) محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ | حدیث نمبر ۳ |
| ۱۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ (تفصیلی ذکر حدیث نمبر ۴۴ میں ہوا ہے) | حدیث نمبر ۳ |

**حدیث نمبر ۴**

**نوٹ:**

حدیث نمبر ۴ یہاں موجود نہیں ہے لیکن اِس کا تفصیلی ذکر شرح میں کر دیا ہے۔

| اسماء | تذکرہ |
|---|---|
| **حدیث نمبر ۵** | |
| ۱) قتیبہ | حدیث نمبر ۱ |
| ۲) ھَناد | حدیث نمبر ۱ |
| ۳) وکیع | حدیث نمبر ۱ |
| ۴) شُعبہ | حدیث نمبر ۵ |
| ۵) عبدالعزیز بن صہیب | حدیث نمبر ۵ |
| ۶) انس بن مالک رضی اللہ عنہ | حدیث نمبر ۵ |
| **حدیث نمبر ۶** | |
| ۱) احمد بن عبدہ الضّبی | حدیث نمبر ۶ |
| ۲) حماد بن زید | حدیث نمبر ۶ |
| ۳) عبدالعزیز بن صحیب | حدیث نمبر ۶ |
| ۴) انس بن مالک رضی اللہ عنہ | حدیث نمبر ۵ |
| **حدیث نمبر ۷** | |
| ۱) محمد بن اسماعیل | حدیث نمبر ۷ |
| ۲) مالک بن اسماعیل | حدیث نمبر ۷ |
| ۳) اسرائیل | حدیث نمبر ۱ |
| ۴) یوسف بن ابی بردہ | حدیث نمبر ۷ |
| ۵) ابیہ (ابوموسیٰ اشعری) | حدیث نمبر ۷ |
| ۶) عائشہ رضی اللہ عنہا | حدیث نمبر ۷ |
| **حدیث نمبر ۸** | |
| ۱) سعید بن عبدالرحمٰن مخزومی | حدیث نمبر ۸ |
| ۲) سفیان بن عُیینہ | حدیث نمبر ۳ |
| ۳) زہری | حدیث نمبر ۸ |
| ۴) عطا بن یزید اللیثی | حدیث نمبر ۸ |
| ۵) ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ | حدیث نمبر ۸ |

| اسماء | تذکرہ |
|---|---|
| **حدیث نمبر ۹** | |
| ۱) محمد بن بشار | حدیث نمبر ۳ |
| ۲) محمد بن مثنّٰی | حدیث نمبر ۹ |
| ۳) وھب بن جریر | حدیث نمبر ۹ |
| ۴) ابی | حدیث نمبر ۹ |
| ۵) محمد بن اسحاق | حدیث نمبر ۹ |
| ۶) ابان بن صالح | حدیث نمبر ۹ |
| ۷) مجاھد (یعنی مجاہد بن جُبیر) | حدیث نمبر ۹ |
| ۸) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ | حدیث نمبر ۹ |
| **حدیث نمبر ۱۰** | |
| ۱) ابن لَھِیعَۃ | حدیث نمبر ۱۰ |
| ۲) ابی زبیر | حدیث نمبر ۱۰ |
| ۳) جابر | حدیث نمبر ۹ |
| ۴) ابی قتادہ | حدیث نمبر ۱۰ |
| **حدیث نمبر ۱۱** | |
| ۱) ھَناد | حدیث نمبر ۱ |
| ۲) عبدہ | حدیث نمبر ۱۱ |
| ۳) عبیداللہ بن عمر | حدیث نمبر ۱۱ |
| ۴) محمد بن یحیٰی بن حبّان | حدیث نمبر ۱۱ |
| ۵) واسع بن حبان | حدیث نمبر ۱۱ |
| ۶) ابن عمر | حدیث نمبر ۱ |

| اسماء | تذکرہ |
|---|---|
| **حدیث نمبر ۱۲** | |
| ۱)علی بن حجر | حدیث نمبر ۱۲ |
| ۲)شریک | حدیث نمبر ۱۲ |
| ۳)مقدام بن شریح | حدیث نمبر ۱۲ |
| ۴)ابیہ (شریح) | حدیث نمبر ۱۲ |
| ۵)عائشہ رضی اللہ عنہا | حدیث نمبر ۷ |
| **حدیث نمبر ۱۳** | |
| ۱)ھناد | حدیث نمبر ۱ |
| ۲)وکیع | حدیث نمبر ۱ |
| ۳)اعمش | حدیث نمبر ۱۳ |
| ۴)ابی وائل | حدیث نمبر ۱۳ |
| ۵)حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ | حدیث نمبر ۱۳ |
| **حدیث نمبر ۱۴** | |
| ۱)قتیبہ | حدیث نمبر ۱ |
| ۲)عبدالسلام بن حرب | حدیث نمبر ۱۴ |
| ۳)اعمش | حدیث نمبر ۱۳ |
| ۴)حضرت انس رضی اللہ عنہ | حدیث نمبر ۵ |
| **حدیث نمبر ۱۵** | |
| ۱)محمد بن ابی عمر المکی | حدیث نمبر ۱۵ |
| ۲)سفیان بن عیینہ | حدیث نمبر ۳ |
| ۳)معمر | حدیث نمبر ۱۵ |
| ۴)یحیٰی بن ابی کثیر | حدیث نمبر ۱۵ |
| ۵)عبداللہ بن ابی قتادہ | حدیث نمبر ۱۵ |
| ۶)ابیہ (قتادہ بن نعمان) | حدیث نمبر ۱۵ |

| اسماء | تذکرہ |
|---|---|
| **حدیث نمبر ۱۶** | |
| ۱)ھناد | حدیث نمبر ۱ |
| ۲)ابومعاویہ (محمد بن حازم) | حدیث نمبر ۱۶ |
| ۳)اعمش | حدیث نمبر ۱۳ |
| ۴)ابراھیم | حدیث نمبر ۱۶ |
| ۵)عبدالرحمٰن بن یزید | حدیث نمبر ۱۶ |
| ۶)سلمان فارسی رضی اللہ عنہ | حدیث نمبر ۱۶ |
| **حدیث نمبر ۱۷** | |
| ۱)ھناد | حدیث نمبر ۱ |
| ۲)قتیبہ | حدیث نمبر ۱ |
| ۳)وکیع | حدیث نمبر ۱ |
| ۴)اسرائیل | حدیث نمبر ۱ |
| ۵)ابی اسحٰق (عمرو بن عبداللہ سبیعی ہمدانی) | حدیث نمبر ۱۷ |
| ۶)ابی عبیدہ | حدیث نمبر ۱۷ |
| ۷)عبداللہ بن مسعود | حدیث نمبر ۱۷ |
| **حدیث نمبر ۱۸** | |
| ۱)ھناد | حدیث نمبر ۱ |
| ۲)حفص بن غیاث | حدیث نمبر ۱۸ |
| ۳)داؤد بن ابی ھند | حدیث نمبر ۱۸ |
| ۴)شعبی | حدیث نمبر ۱۸ |
| ۵)علقمہ | حدیث نمبر ۱۸ |
| ۶)عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ | حدیث نمبر ۱۷ |

## حدیث نمبر ۱۹

| اسماء | تذکرہ |
|---|---|
| ۱) قتیبہ | حدیث نمبر ۱ |
| ۲) محمد بن عبدالملک بن ابی شوارب | حدیث نمبر ۱۹ |
| ۳) ابوعوانہ | حدیث نمبر ۱ |
| ۴) قتادہ (یعنی قتادہ بن دعامہ) | حدیث نمبر ۱۹ |
| ۵) معاذہ | حدیث نمبر ۱۹ |
| ۶) عائشہ رضی اللہ عنہا | حدیث نمبر ۷ |

## حدیث نمبر ۲۰

| اسماء | تذکرہ |
|---|---|
| ۱) محمد بن بشار | حدیث نمبر ۳ |
| ۲) عبدالوھاب ثقفی | حدیث نمبر ۲۰ |
| ۳) محمد بن عمرو | حدیث نمبر ۲۰ |
| ۴) ابی سلمہ | حدیث نمبر ۲۰ |
| ۵) مغیرہ بن شعبہ | حدیث نمبر ۲۰ |

## حدیث نمبر ۲۱

| اسماء | تذکرہ |
|---|---|
| ۱) علی بن حجر | حدیث نمبر ۱۲ |
| ۲) احمد بن محمد بن موسیٰ | حدیث نمبر ۲۱ |
| ۳) عبداللہ بن مبارک | حدیث نمبر ۲۱ |
| ۴) معمر | حدیث نمبر ۱۵ |
| ۵) اشعث | حدیث نمبر ۲۱ |
| ۶) الحسن بن حسن یسار | حدیث نمبر ۲۱ |
| ۷) عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ | حدیث نمبر ۲۱ |

## حدیث نمبر ۲۲

| اسماء | تذکرہ |
|---|---|
| ۱) ابوکریب | حدیث نمبر ۲۲ |
| ۲) عبدہ بن سلیمان | حدیث نمبر ۲۲ |
| ۳) محمد بن عمرو | حدیث نمبر ۲۰ |
| ۴) ابی سلمہ | حدیث نمبر ۲۰ |
| ۵) ابوھریرہ | حدیث نمبر ۲ |

## حدیث نمبر ۲۳

| اسماء | تذکرہ |
|---|---|
| ۱) ھَنّاد | حدیث نمبر ۱ |
| ۲) عبدہ | حدیث نمبر ۱۱ |
| ۳) محمد بن اسحٰق | حدیث نمبر ۹ |
| ۴) محمد بن ابراھیم | حدیث نمبر ۲۳ |
| ۵) ابی سلمہ | حدیث نمبر ۲۰ |
| ۶) زید بن خالد جھنی | حدیث نمبر ۲۳ |

## حدیث نمبر ۲۴

| اسماء | تذکرہ |
|---|---|
| ۱) ابوالولید احمد بن بکار دمشقی | حدیث نمبر ۲۴ |
| ۲) بُسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ | حدیث نمبر ۲۴ |
| ۳) الولید بن مسلم | حدیث نمبر ۲۴ |
| ۴) الاوزاعی | حدیث نمبر ۲۴ |
| ۵) الزّھری | حدیث نمبر ۸ |
| ۶) سعید بن مسیّب | حدیث نمبر ۲۴ |
| ۷) ابی سلمہ | حدیث نمبر ۲۰ |
| ۸) ابوھریرہ رضی اللہ عنہ | حدیث نمبر ۲ |

| اسماء | تذکرہ |
|---|---|
| **حدیث نمبر ۲۵** | |
| ۱) نصر بن علی | حدیث نمبر ۲۵ |
| ۲) بشر بن معاذ | حدیث نمبر ۲۵ |
| ۳) بشر بن مفضّل | حدیث نمبر ۲۵ |
| ۴) عبدالرحمٰن بن حرملہ | حدیث نمبر ۲۵ |
| ۵) ابی ثفال المُرّی | حدیث نمبر ۲۵ |
| ۶) رباح ابن عبدالرحمٰن بن ابی سفیان بن حُویطب | حدیث نمبر ۲۵ |
| ۷) جدّہ یعنی اسماء بنتِ سعید | حدیث نمبر ۲۵ |
| ۸) ابیھا (سعید بن زید رضی اللہ عنہ) | حدیث نمبر ۲۵ |
| **حدیث نمبر ۲۶** | |

**نوٹ:** حدیث نمبر ۲۶ یہاں موجود نہیں ہے لیکن اِس کا تفصیلی ذکر شرح میں کر دیا ہے۔

| اسماء | تذکرہ |
|---|---|
| **حدیث نمبر ۲۷** | |
| ۱) قتیبہ | حدیث نمبر ۱ |
| ۲) حماد بن زید | حدیث نمبر ۶ |
| ۳) جریر بن عبدالحمید بن قُرط | حدیث نمبر ۲۷ |
| ۴) منصور | حدیث نمبر ۲۷ |
| ۵) ھلال بن یساف | حدیث نمبر ۲۷ |
| ۶) سلمہ بن قیس | حدیث نمبر ۲۷ |
| **حدیث نمبر ۲۸** | |
| ۱) یحییٰ بن موسیٰ | حدیث نمبر ۲۸ |
| ۲) ابراھیم بن موسیٰ | حدیث نمبر ۲۸ |
| ۳) خالد بن عبداللہ | حدیث نمبر ۲۸ |
| ۴) عمرو بن یحیٰی | حدیث نمبر ۲۸ |
| ۵) ابیہ (یحیٰی بن عمارہ) | حدیث نمبر ۲۸ |
| ۶) عبداللہ بن زید | حدیث نمبر ۲۸ |

| اسماء | تذکرہ |
|---|---|
| **حدیث نمبر ۲۹** | |
| ۱) ابن ابی عمر | حدیث نمبر ۲۹ |
| ۲) سفیان بن عیینہ | حدیث نمبر ۳ |
| ۳) عبدالکریم بن ابی المخارق ابی اُمیّۃ | حدیث نمبر ۲۹ |
| ۴) حسان بن بلال | حدیث نمبر ۲۹ |
| ۵) عمار بن یاسر | حدیث نمبر ۲۹ |
| **حدیث نمبر ۳۰** | |
| ۱) ابن ابی عمر | حدیث نمبر ۲۹ |
| ۲) سفیان | حدیث نمبر ۳ |
| ۳) سعید بن ابی عروبہ | حدیث نمبر ۳۰ |
| ۴) قتادہ | حدیث نمبر ۱۹ |
| ۵) حسان بن بلال | حدیث نمبر ۲۹ |
| ۶) عمار بن یاسر | حدیث نمبر ۲۹ |
| **حدیث نمبر ۳۱** | |
| ۱) یحییٰ بن موسیٰ | حدیث نمبر ۲۸ |
| ۲) عبدالرزاق | حدیث نمبر ۳۱ |
| ۳) اسرائیل | حدیث نمبر ۱ |
| ۴) عامر بن شقیق | حدیث نمبر ۳۱ |
| ۵) ابی وائل | حدیث نمبر ۱۳ |
| ۶) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ | حدیث نمبر ۳۱ |

| اسماء | تذکرہ |
|---|---|
| **حدیث نمبر ۳۲** | |
| ۱)اسحٰق بن موسیٰ انصاری | حدیث نمبر ۲ |
| ۲)معن (بن عیسیٰ) | حدیث نمبر ۲ |
| ۳)مالک بن انس | حدیث نمبر ۲ |
| ۴)عمرو بن یحییٰ | حدیث نمبر ۲۸ |
| ۵)ابیہ (یحییٰ بن عمارہ) | حدیث نمبر ۲۸ |
| ۶)عبداللہ بن زید | حدیث نمبر ۲۸ |
| **حدیث نمبر ۳۳** | |
| ۱)قتیبہ | حدیث نمبر ۱ |
| ۲)بشر المفضل | حدیث نمبر ۲۵ |
| ۳)عبداللہ بن محمد بن عقیل | حدیث نمبر ۳ |
| ۴)ربیع بنت معوذ بن عفراء | حدیث نمبر ۳۳ |
| **حدیث نمبر ۳۴** | |
| ۱)قتیبہ | حدیث نمبر ۱ |
| ۲)بکر بن مضر | حدیث نمبر ۳۴ |
| ۳)ابن عجلان | حدیث نمبر ۳۴ |
| ۴)عبداللہ بن محمد بن عقیل | حدیث نمبر ۳ |
| ۵)ربیع بنت معوذ بن عفراء | حدیث نمبر ۳۳ |
| **حدیث نمبر ۳۵** | |
| ۱)علی بن خشرم | حدیث نمبر ۳۵ |
| ۲)عبداللہ بن وھب | حدیث نمبر ۳۵ |
| ۳)عمرو بن الحارث | حدیث نمبر ۳۵ |
| ۴)حبان بن واسع | حدیث نمبر ۳۵ |
| ۵)ابیہ (واسع بن حبان) | حدیث نمبر ۳۵ |
| ۶)عبداللہ بن زید | حدیث نمبر ۲۸ |

| اسماء | تذکرہ |
|---|---|
| **حدیث نمبر ۳۶** | |
| ۱)ھناد | حدیث نمبر ۱ |
| ۲)ابن ادریس | حدیث نمبر ۳۶ |
| ۳)ابن عجلان | حدیث نمبر ۳۴ |
| ۴)زید بن اسلم | حدیث نمبر ۳۶ |
| ۵)عطا بن یسار | حدیث نمبر ۳۶ |
| ۶)عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ | حدیث نمبر ۳۶ |
| **حدیث نمبر ۳۷** | |
| ۱)قتیبہ | حدیث نمبر ۱ |
| ۲)حماد بن زید | حدیث نمبر ۶ |
| ۳)سنان بن ربیعہ | حدیث نمبر ۳۷ |
| ۴)شھر بن حوشب | حدیث نمبر ۳۷ |
| ۵)ابی اُمامہ | حدیث نمبر ۳۷ |
| **حدیث نمبر ۳۸** | |
| ۱)قتیبہ | حدیث نمبر ۱ |
| ۲)ھناد | حدیث نمبر ۱ |
| ۳)وکیع | حدیث نمبر ۱ |
| ۴)سفیان (بن سعید) | حدیث نمبر ۳ |
| ۵)ابی ھاشم | حدیث نمبر ۳۸ |
| ۶)عاصم بن لقیط بن صبرہ | حدیث نمبر ۳۸ |
| ۷)ابیہ (لقیط بن صبرہ) | حدیث نمبر ۳۸ |

| اسماء | تذکرہ |
|---|---|
| **حدیث نمبر ۳۹** | |
| ۱) ابراهیم بن سعید | حدیث نمبر ۳۹ |
| ۲) سعد بن عبدالحمید بن جعفر | حدیث نمبر ۳۹ |
| ۳) عبدالرحمٰن بن ابی زناد | حدیث نمبر ۳۹ |
| ۴) موسیٰ بن عقبہ | حدیث نمبر ۳۹ |
| ۵) صالح مولیٰ توامہ | حدیث نمبر ۳۹ |
| ۶) ابن عباس رضی اللہ عنہ | حدیث نمبر ۳۶ |
| **حدیث نمبر ۴۰** | |
| ۱) قتیبہ | حدیث نمبر ۱ |
| ۲) ابن لھیعۃ | حدیث نمبر ۱۰ |
| ۳) یزید بن عمرو | حدیث نمبر ۴۰ |
| ۴) ابی عبدالرحمٰن الجیلی | حدیث نمبر ۴۰ |
| ۵) مستورد بن شداد الفهری | حدیث نمبر ۴۰ |
| **حدیث نمبر ۴۱** | |
| ۱) قتیبہ | حدیث نمبر ۱ |
| ۲) عبدالعزیز بن محمد | حدیث نمبر ۴۱ |
| ۳) سہل بن ابی صالح | حدیث نمبر ۲ |
| ۴) ابیہ | حدیث نمبر ۲ |
| ۵) ابوھریرہ رضی اللہ عنہ | حدیث نمبر ۲ |
| **حدیث نمبر ۴۲** | |
| ۱) ابو کریب | حدیث نمبر ۲۲ |
| ۲) ھَنّاد | حدیث نمبر ۱ |
| ۳) قتیبہ | حدیث نمبر ۱ |
| ۴) وکیع | حدیث نمبر ۱ |

| اسماء | تذکرہ |
|---|---|
| ۵) سفیان | حدیث نمبر ۳ |
| ۶) محمد بن بشار | حدیث نمبر ۳ |
| ۷) یحییٰ بن سعید | حدیث نمبر ۴۲ |
| ۸) سفیان | حدیث نمبر ۳ |
| ۹) زید بن اسلم | حدیث نمبر ۳۶ |
| ۱۰) عطا بن یسار | حدیث نمبر ۴۲ |
| **حدیث نمبر ۴۳** | |
| ۱) ابوکُریب | حدیث نمبر ۲۲ |
| ۲) محمد بن رافع | حدیث نمبر ۴۳ |
| ۳) زید بن حباب | حدیث نمبر ۴۳ |
| ۴) عبدالرحمٰن بن ثابت بن ثوبان | حدیث نمبر ۴۳ |
| ۵) عبداللہ بن الفضل | حدیث نمبر ۴۳ |
| ۶) عبدالرحمٰن بن ھرمز الاعرج | حدیث نمبر ۴۳ |
| ۷) ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ | حدیث نمبر ۲ |
| **حدیث نمبر ۴۴** | |
| ۱) محمد بن بشار | حدیث نمبر ۳ |
| ۲) عبدالرحمٰن بن مہدی | حدیث نمبر ۳ |
| ۳) سفیان | حدیث نمبر ۳ |
| ۴) ابی اسحٰق | حدیث نمبر ۱۷ |
| ۵) ابی حَیَّۃ | حدیث نمبر ۴۴ |
| ۶) علی رضی اللہ عنہ | حدیث نمبر ۳ |

| اسماء | تذکرہ |
|---|---|
| **حدیث نمبر ۴۵** | |
| ۱) اسماعیل بن موسیٰ فزاری | حدیث نمبر ۴۵ |
| ۲) شریک | حدیث نمبر ۱۲ |
| ۳) ثابت بن ابی صفیہ | حدیث نمبر ۴۵ |
| ۴) ابی جعفر | حدیث نمبر ۴۵ |
| ۵) جابر رضی اللہ عنہ | حدیث نمبر ۹ |
| **حدیث نمبر ۴۶** | |
| ۱) وکیع | حدیث نمبر ۱ |
| ۲) ثابت بن ابی صفیہ | حدیث نمبر ۴۵ |
| ۳) ابی جعفر | حدیث نمبر ۴۵ |
| ۴) جابر رضی اللہ عنہ | حدیث نمبر ۹ |
| **حدیث نمبر ۴۷** | |
| ۱) ابن ابی عمر | حدیث نمبر ۲۹ |
| ۲) سفیان بن عُیَینہ | حدیث نمبر ۸ |
| ۳) عمرو بن یحییٰ | حدیث نمبر ۲۸ |
| ۴) ابیہ (یحییٰ بن عمارہ) | حدیث نمبر ۲۸ |
| ۵) عبداللہ بن زید | حدیث نمبر ۲۸ |
| **حدیث نمبر ۴۸** | |
| ۱) قتیبہ | حدیث نمبر ۱ |
| ۲) ھنّاد | حدیث نمبر ۱ |
| ۳) ابوالاحوص | حدیث نمبر ۴۸ |
| ۴) ابی اسحٰق | حدیث نمبر ۱۷ |
| ۵) ابی حَیَّۃ | حدیث نمبر ۴۴ |
| ۶) علی رضی اللہ عنہ | حدیث نمبر ۳ |

| اسماء | تذکرہ |
|---|---|
| **حدیث نمبر ۴۹** | |
| ۱) قتیبہ | حدیث نمبر ۱ |
| ۲) ھنّاد | حدیث نمبر ۱ |
| ۳) ابوالاحوص | حدیث نمبر ۴۸ |
| ۴) ابی اسحٰق | حدیث نمبر ۱۷ |
| ۵) عبد خیر | حدیث نمبر ۴۹ |
| ۶) علی رضی اللہ عنہ | حدیث نمبر ۳ |
| **حدیث نمبر ۵۰** | |
| ۱) نصر بن علی | حدیث نمبر ۴۵ |
| ۲) احمد بن ابی عبیداللہ السلیمی | حدیث نمبر ۵۰ |
| البصری | حدیث نمبر ۵۰ |
| ۳) ابوقتیبہ سلم بن قتیبہ | حدیث نمبر ۵۰ |
| ۴) حسن بن علی الھاشمی | حدیث نمبر ۵۰ |
| ۵) عبدالرحمٰن | حدیث نمبر ۲ |
| ۶) ابوھریرہ رضی اللہ عنہ | |
| **حدیث نمبر ۵۱** | |
| ۱) علی بن حجر | حدیث نمبر ۱۲ |
| ۲) اسماعیل بن جعفر | حدیث نمبر ۵۱ |
| ۳) العلا بن عبدالرحمٰن | حدیث نمبر ۵۱ |
| ۴) ابیہ (عبدالرحمٰن بن یعقوب الجہنی المدنی | حدیث نمبر ۵۱ |
| ۵) ابوھریرہ رضی اللہ عنہ | حدیث نمبر ۲ |
| **حدیث نمبر ۵۲** | |
| ۱) قتیبہ | حدیث نمبر ۱ |
| ۲) عبدالعزیز بن محمد | حدیث نمبر ۴۱ |
| ۳) العلا بن عبدالرحمٰن | حدیث نمبر ۵۱ |

| اسماء | تذکرہ |
|---|---|
| **حدیث نمبر ۵۳** | |
| ۱) سفیان بن وکیع | حدیث نمبر ۵۳ |
| ۲) عبداللہ بن وھب | حدیث نمبر ۳۵ |
| ۳) زید بن حُباب | حدیث نمبر ۴۳ |
| ۴) ابی معاذ | حدیث نمبر ۵۳ |
| ۵) الزھری | حدیث نمبر ۸ |
| ۶) عروہ | حدیث نمبر ۵۳ |
| ۷) عائشہ رضی اللہ عنھا | حدیث نمبر ۷ |
| **حدیث نمبر ۵۴** | |
| ۱) قتیبہ | حدیث نمبر ۱ |
| ۲) رشدین بن سعد | حدیث نمبر ۵۴ |
| ۳) عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم | حدیث نمبر ۵۴ |
| ۴) عتبہ بن حمید | حدیث نمبر ۵۴ |
| ۵) عبادہ بن نُسَی | حدیث نمبر ۵۴ |
| ۶) عبدالرحمٰن بن غنم | حدیث نمبر ۵۴ |
| ۷) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ | حدیث نمبر ۵۴ |
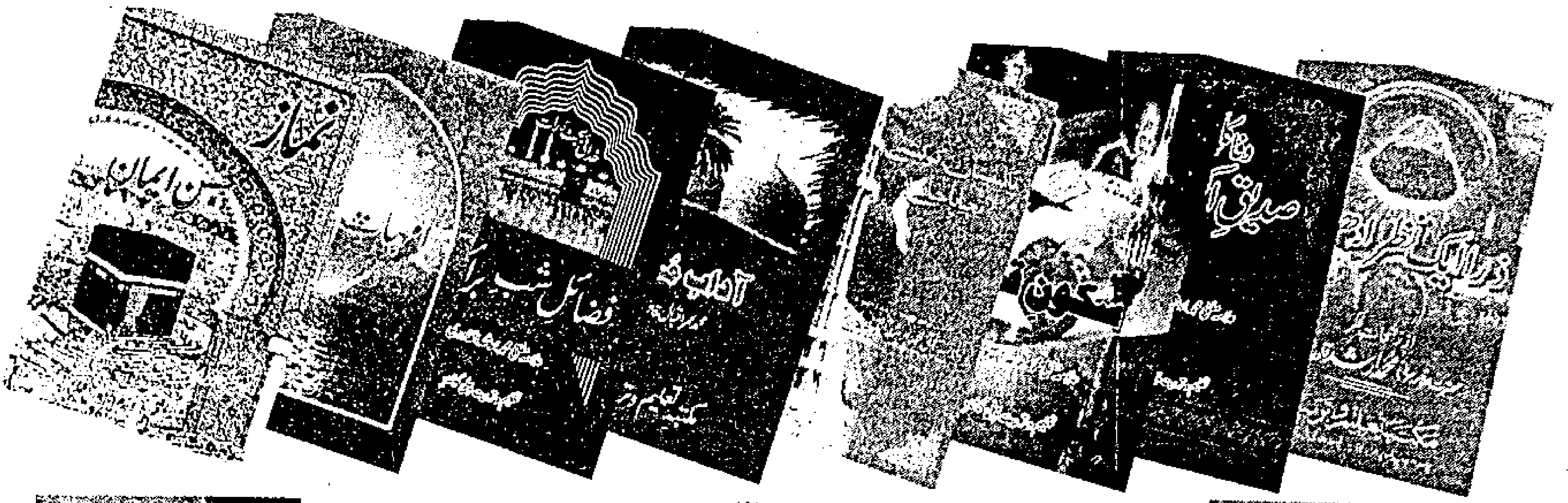
# علامہ مفتی محمد ارشد القادری کے قلم کی شاہکار مایہ ناز تصانیف

| عقیدہ اور عمل | درس قرآن | دعوت الی اللہ | فضائل امام سرہندی |
|---|---|---|---|
| اختیارات ومحاسن | حلقہ ذکر | اصلاح کا راز | سوال وجواب |
| شب قدر | شان غوث جیلانی (تین حصے) | اقسام ولائیت | شفاعت کبریٰ |
| فلسفہ حج | فرقہ بندی عذاب ہے | حیات النبی ﷺ | محفل میلاد ودعا |
| رحمۃ للعالمین | نور اور کتاب | کف اسلام | تذکرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام |
| ایمان والو | فکر آخرت | فضائل اہل بیت | طبقاتی نظام |
| پاکستان کے حالات | ابتدائے معراج | صدیق اکبر کا مقام عشق | شانِ صدیق اکبر (پانچ حصے) |
| فیض کسے کہتے ہیں | مقام معراج (دو حصے) | ضرورت نبوت | اپنا جائزہ لیں |
| اہمیت شوریٰ | اللہ سے سودا | میدان حشر میں کیا ہوگا | اللہ سے رابطہ |
| انبیاء کرام کیوں آئے | اللہ سے معرفت کا ذریعہ | عالم ارواح میں میلاد | دار السلام |
| فلسفہ شہادت | غوث اعظم راہ خدا میں وقف | حضور کا علم غیب | امام احمد رضا کی دینی خدمات |
| امام حسین کے قاتلین کا انجام | ایصال ثواب | عشق رسول ﷺ | اسلام ہمارا محافظ ہے |
| اسلام میں عورت کا مقام | اتحاد امت | خواہش نفس | ختم شریف |
| کیا صحابہ نے میلاد منایا | معمولات اولیاء اللہ | موت حیات پر مقدم ہے | مشاہدہ موت |
| اولیاء اللہ کی پہچان | اولیاء کی خدمت | تذکرہ داتا صاحب | اسلام میں پہلا مسلمان (تین حصے) |
| وحدت امت کیا ہے؟ | شانِ علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ | اللہ ہمارا محافظ ہے | تفسیر سورہ یوسف (چھ حصے) |
| امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں | شب برأت | اہلسنت کی حقانیت | مال کا وبال |
| مقام معراج | ناکامی کے اسباب | تھام لو دامن مصطفیٰ ﷺ | فضائل حضرت عمر رضی اللہ عنہ |
| حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا | زکوۃ کے احکامات | اللہ تعالیٰ کی صفات کا تجلی | مسلمان کیسا ہو؟ |
| اعتراض وجواب | پاک وہند میں اسلام کی آمد | سچوں کی سنگت | امامت کیا ہے؟ |
| تعلیم کی تباہ کاریں | مجدد الف ثانی اور تزکیہ نفس | استقبال رمضان | اصلاح امت |
| گیارھویں شریف کی شرعی حیثیت | شافع محشر | شانِ اولیاء | زندگی چند روزہ |
| فضائل اعلیٰ حضرت | غزوہ بدر | صداقت اہلسنت | رفعت مصطفیٰ ﷺ |
| اولیاء اللہ اور اسلام | اولیاء کاملین کی خدمات | امام احمد رضا کی حقانیت | الست بربکم |
| تصوف پر گفتگو | انداز تبلیغ | فرقہ ناجیہ | ملفوظاتِ ارشدی |
| امامت و خلافت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ | جہاں بانی سے ہے دشوارتر کارِ جہاں بینی | دعوت الی اللہ نفاق فی سبیل اللہ | تذکرہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ |

برصغیر پاک و ہند میں پہلی جامع اردو شرح ترمذی

# فیوض النبی

شرح

# جامع الترمذی

جلد اول

ابواب الطہارۃ حدیث ۱ تا ۱۴۸

فضیلۃ الشیخ مفتی

## محمد ارشد القادری

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ رضویہ لاہور

تعلیم و تربیت پبلی کیشنز

لاہور۔ پاکستان